فہرس مطالب کشف النقاب عن مسئلۃ فاتحۃ الکتاب المسمی بانوار النعمانیہ

137265

صفحہ	مضامین	مضامین	صفحہ
		آیۃ ما آتیکم الرسول کے معنے	۱۹
		مؤلف کا قول ہمارے اور تمہارے درمیان مشاجرہ واقع ہوا ہے کا۔ جواب	۲۰
۱	فرقہ ظاہریہ کا حال	مؤلف کے قول کہ تخصیص عند الحنفیہ نسخ ہے کا۔ جواب	۲۱
۴	اہل حدیث کی تعریف	مؤلف کے قول۔ کہ حنفیہ اپنی خیالی باتون سے تخصیص قرآن کرتے ہیں۔ کا جواب	۲۴
۵	مدعیان عمل بالحدیث کا بیان	تخصیص کے اقسام کا بیان۔	۲۵
۶	امام اعظم رح کی مناقب اور حمیدہ اوصاف اور تابعی ہونا	میرا استدلال آیات سے بعینہ عبد اللہ بن مسعود کے استدلال کی طرح ہے کا جواب۔	۲۷
۹	شافعیہ۔ مالکیہ۔ حنبلیہ کا مناقب امام اعظم رح کا بیان کرنا۔	بین الاستدلالین مغائرت بوجوہ ہونیکا بیان۔ [illegible]	؍؍
۱۰	امام اعظم رح کا حضرت امام جعفر صادق رض کی حجری مین پرورش ہونا۔ اور اسکا بیان۔	فوائد عشرہ اولی صحیح حدیث کی تعریف مین	۲۸
[illegible]	امام صاحب کے مناقب احادیث صحیحہ سے ثابت ہونیکا بیان	دوسرا حدیث مرسل کے بیان مین۔	؍؍
۱۲	امام شافعی وغیرہ نے امام صاحب علیہ الرحمۃ کے تعریف کی ہے۔	تیسرا رفع کلمے کے بیان مین۔	۲۹
۱۴	مؤلف رسالہ کی آیۃ ما آتیکم الرسول وغیرہ سے [illegible] فاتحہ کی استدلال کا جواب اول۔	چوتھا۔ مدلس کی حدیث کے حکم مین۔	۳۰
؍؍	جواب دوم	پانچوان۔ زیادہ ثقہ مین۔	؍؍
[illegible]	جواب سوم جواب چہارم	چھٹا جبکہ روایت بعض ثقات سے متصل [illegible] مرسل ہو یا موقوف [illegible] بعض کی مرفوع [illegible] بعض سے	

Collection of Prof. Muhammad Iqbal Mujaddidi
Preserved in Punjab University Library.

پروفیسر محمد اقبال مجددی کا مجموعہ
پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں محفوظ شدہ

Marfat.com

صفحہ	مضامین
۳۱	ساتوان سبب اختلاف اہل حدیث کا صحت حدیث میں
۳۲	آٹھوان جرح اور تعدیل کے بیان میں
//	نانوان حدیث مبتدع کے مقبول و نامقبول کے بیان میں
۳۳	دسوان اشتعار چند احادیث کی حکم اور فرض و واجب کے تعریف میں
//	جواب الجواب مؤلف کا۔
۳۴	قرأت مقتدی میں ستہ شقوق ہیں۔ اور ہر ایک کا جواب +
۳۵	بطلان شقین اولین کا۔
//	شق چہارم کا بطلان۔
//	شق ۱ ۲ ۳ ۵ کا عدم جواز۔
۳۶	نووی رح کے قول فانتھے الناس میں کلام الزہری کا جواب بوجوہ۔ وجہ اول۔
۳۷	وجہ دوم۔ و۔ سوم۔
//	وجہ چہارم۔
۳۸	شقوق ستہ کا عدم جواز۔
۳۹	ابوداؤد رح کے قول کا جواب اول
۳۹	جواب دوم۔
۴۰	ایضاً جواب ابوداؤد کا رحمۃ اللہ علیہ

مضامین	صفحہ
جملہ شقوق کے عدم جواز کا بیان۔	۴۳
استدلال آیتہ واذا قری القرآن الآیۃ سے	//
منفرد اور امام کے لیے مطلق قرأت فرض ہونے کی دلیل ہے۔	
مؤلف کی احادیث کا جواب حدیث اول عبادہ کی حدیث کا جواب بوجوہ ۱ ۲ ۳ ۴ ۵	
۶ ۷ ۸ ۹	
۱۰ ۱۱	
نتیجہ وجوہات کا۔	
حدیث دوم لاتجزی صلوۃ الحدیث کا جواب	
تیسری حدیث لاتقبل صلوۃ الحدیث کا جواب بوجوہ۔ ۱ ۲ فائدہ ۳	
ام القرآن عوض کا جواب۔	
ام القرآن عوض کے معنون میں مؤلف کا	
لاتجزی کا جواب	
جواب قول مؤلف کا کہ ہمیں کچھ حاجت	
جواب قول مؤلف کا کہ آپ سمجھیں آیا	
جواب قول مؤلف کا لا بمعنی نفی میں نفی ذات	

Marfat.com

صفحہ	مضامین
۵۸	جواب قول مؤلف کا کہ یہاں نفی ذات ممکن ہے۔ جواب ۱ جواب ۲
۵۹	جواب قول مؤلف کا کہ مرکب جیسے کل اجزا آہ بوجوہ وجہ ۱ وجہ ۲ وجہ ۳ +
۶۱	جواب قول مؤلف کا کہ جیسی ترک سورۃ سے نماز نہیں ہوتی ویسا ہی ترک فاتحہ سے نماز نہین ہوتے۔
//	مؤلف کے قول کا کہ اقرب مجازین صفت صحت ہوگی کا جواب
۶۲	حدیث خداج کا جواب بوجوہ وجہ ۱ وجہ ۲ وجہ ۳
۶۴ ۶۵	وجہ ۴ وجہ ۵ +
۶۵	راوی صحابی کے حجت ہونیکا بیاں +
۶۶	استفسار از مؤلف دربارۂ حدیث خداج +
۶۷	جواب قول مؤلف کا کہ حدیث کا راوی خود مفسر ہے اس جواب میں دو مقام ہیں۔ مقام ۱
//	مقام اوّل میں تین امر ہیں امر ۱ امر ۲ امر ۳ اور تفسیر اور تاویل کی تعریف +
۶۸	مقام دوم اس میں پانچ قسم بیاں کی مذکور ہیں
۷۰	استدلال عجیب مؤلف صاحب کا +
//	اصلیت استدلال مذکور کی +
۷۱ ۷۲	جواب مؤلف کا کہ راوی کا مطلق قول حجت ہے اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی تعریف +
۷۲	مسئلہ مصرّات کا جواب +

صفحہ	مضامین
۷۳	جواب مؤلف کا کہ فقاہت راوی کا شرط ہونا امام کا مذہب نہین +
۷۴	انتباہ مشتمل فوائد ۱ ۲ ۳ ۴
۷۵	راوی فقیہ اولے و برتر ہے غیر فقیہ سے +
۷۶	علو اسناد کا بیان +
۷۷	جواب قول مؤلف کا کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور امام اوزاعی کا مناظرہ۔ بی اصل بات ہے +
۸۱	جواب مؤلف کا کہ قرات سے تدبر مراد لینا صحیح ہے اور نفس اور قرات کے معنے +
//	اقرأ فی نفسك کے معنے +
۸۲	منع ہونے قرات کا جنبی کے لئے +
۸۳	جواب اثر انس و عبادہ کا بوجوہ وجہ ۱
۸۴	وجہ دوم
۸۵	دار قطنی کی تردید اور ابن الترکمانی کا جواب
۸۶	وجہ سیوم
//	احتجاج بجزء بعض بغیرہ مختلف فیہ ہے +
۸۷	استدلال مؤلف کا عبارت ہدایہ سے حدیث کے ساتھ امداد کا جواب +
۸۸	امر مقتضی تکرار کا نہین۔ الکتب ...

Marfat.com

صفحہ	مضامین
۹۰	تخصیص عام نسخ ہی۔ کا جواب +
۹۱	آیتہ فاقرؤا۔ قیام اللیل میں ہے۔ کا جواب +
۹۲	قرأت کے دو قسم حقیقی ہین +
〃	قرأت حکمی قرأت مجازی نہین +
۹۳	سلیک غطفانی کی دو رکعت کا جواب اور اس مین سے امر تنقیح طلب ہین +
۹۶	جواب اول
〃	جواب دوم
۹۷	کبھی حضرت صلے اللہ علیہ وسلم خطبہ قطع فرماتے اور پھر شروع کرتے
〃	جواب سیوم +
۹۹	بیان حال متقدمین عند الخطبہ +
۱۰۲	محرم اگر مر جاوے تو اوسکے سر کو ڈھانپنا +
۱۰۴	اذا ثبت لواحد فی زمان النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثبت لغیرہ۔ کا جواب +
۱۰۶	عام قرآنی کی تخصیص خبر واحد سے جائز نہین +
〃	جواب قول مؤلف کا کہ اخبار احاد پر صحابہ کرام کا معمول تھا اور عمل کرتے +
	... الایہ کی تحقیق اور جواب اور اسمین امر تنقیح طلب ہین

صفحہ	مضامین
۱۱۰	لا یتخذ المؤمنون الکافرین اولیاء کے تحقیق اور جواب +
〃	جواب قول مؤلف کا کہ عموم قرآنی کیجگہ خبر واحد پر عمل کیا
〃	جواب قول مؤلف کا کہ کسی نے آپ سے پوچھا آہ کا
۱۱[illegible]	جواب قول مؤلف کا کہ حدیث نحن معاشر الانبیاء کو اخبار احاد سے مانا ہے مسلم الثبوت مین +
〃	تطبیق قول صاحب مسلم الثبوت کی
〃	جواب قول مؤلف کا کہ ایک بچاری بھیڑان آہ
	بیان حدیث فاطمہ بنت قیس کا +
۱۱[illegible]	بیان حدیث عمر رض لا ندع کتاب ربنا الحدیث کا +
۱۱[illegible]	ذکر اون لوگونکا جنہون نے حدیث فاطمہ پر طعن کیا ہے +
۱۱[illegible]	جواب قول مؤلف کا کہ دار قطنی نے کہا کہ یہ جملہ ثقات نے ذکر نہین کیا۔ بوجوہ
۱۱[illegible]	وجہ اول +
[illegible]	وجہ دوم +
〃	وجہ سیوم +
〃	وجہ چہارم +
〃	وجہ پنجم +

Marfat.com

مضامین

صفحہ	مضامین
۱۱۶	امام احمد حنبل رح کے انکار کا جواب +
۱۱۷	ذکر اون لوگون کا جنکے نزدیک مطلقہ ثلاثہ کے لیے سکنے اور نفقہ ضروری ہے +
//	ذکر اسامی طاعنین حدیث فاطمہ بنت قیس کا
۱۱۸	عبارت فتح القدیر کی جس سے ثبوت سکنی اور نفقہ کا قرآن کریم سے ہوتا ہے +
//	ذکر اختلاف فقہا کا درباب وجوب سکنے اور نفقہ مطلقہ ثلاثہ اور اضطراب روایت احمد حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا +
۱۲۰	جواب قول مؤلف کا کہ اس قصہ کی روایت منقطع ہی اور بیان اتصال کا +
۱۲۱	جواب قول مؤلف کا کہ صحابی جبکہ صحابی کے خلاف ہو تو اوسکا قول حجت نہین ہے تا بوجوہ اور مصلحت ایسی اتباع کی
//	وجہ دوم
۱۲۲	وجہ سیوم
۱۲۳	جواب طعن مؤلف کا احناف کے اصول کے مختلف ہونا کا
۱۲۵	جواب قول مؤلف کا۔ کہ اصول مین لکھا ہی یجوز تخصیص الکتاب بخبر الواحد عندنا
۱۲۶	جواب قول مؤلف کا کہ ابن حاجب نے لکھا ہے
//	جواب قول مؤلف کا کہ ارشاد میں لکھا ہے
۱۲۸	جواب قول مؤلف کا کہ وہ اجماع کہاں ہوا ہے +
//	جواب قول مؤلف کا کہ آیۃ مخصوص البعض ہو گئی
۱۲۹	تردید قول مؤلف کی کہ عام اکثر علما کے نزدیک ظنی ہے

مضامین

صفحہ	مضامین
۱۳۱	تردید قول مؤلف کے کہ ان احادیث کو مشہور کہکر عموم قرآنی کا تخصیص مان لیا +
//	جواب قول مؤلف کا۔ کہ حدیث لا صلوۃ کو مشہور مان لینے میں کون مانع ہے +
۱۳۲	جواب قول مؤلف کا کہ بلحاظ اس شرط کے مشہور قراءۃ الامام لہ قراءۃ مشہور نہون +
//	تردید مؤلف کے قول کی۔ کہ حدیث لا یجزی مین ایکا احتمال کہان ہے +
۱۳۳	نفی میں نفی ذات اصل ہے۔ کا جواب +
//	حدیث لا صلوۃ کو بخاری کی متواتر کہنی کا جواب بوجوہ وجہ اول۔
۱۳۴	وجہ دوم
۱۳۵	وجہ سیوم
//	وجہ چہارم
//	وجہ پنجم
//	وجہ ششم +
۱۳۶	زیادۃ الثقہ مقبولہ کا۔ جواب بوجوہ: وجہ اول۔
۱۳۷	وجہ دوم - + - وجہ سیوم -
۱۳۸	جواب قول مؤلف کا کہ ظنی سے ظنی کی تخصیص ممنوع نہین
//	جواب مؤلف کا کہ اس حدیث مین اتر سے دو قرآن مراد ہی جو کہ فاتحہ کے سوا ہے مدد وجہ۔ وجہ اول
۱۳۹	وجہ دوم

Marfat.com

نمبر صفحہ	مضامین
۱۳۹	جواب مؤلف کا - کہ یہ حدیث محتمل الوجوہ ہو گئے بدو وجہ - وجہ ۱ وجہ ۲
//	جواب مؤلف کا کہ حدیث مسئے مین قومہ طمانیت کا ذکر بھی ہے اسی فرض کیون نہین کہتے بدو وجہ - وجہ ۱ وجہ ۲
۱۴۱	جواب مؤلف کا کہ عینی نے دوسری تین اعتراض جاتے ہین - اعتراض اول - اول کا جواب الجواب
۱۴۲	اعتراض دوم کا جواب الجواب
۱۴۴	اعتراض سوم کا جواب الجواب
۱۴۵	فائدہ لطیفہ
//	جعفر بن میمون کے ضعف کا جواب اوّل
۱۴۶	جواب دوم
//	جواب سیوم
//	جواب مؤلف کا کہ جب راوی کا فتوی خلاف روایت ہو تو اسکا قول حجت نہیں ہے
۱۴۷	الف لام عہد میں اصل ہے کا جواب اور تحقیق اس مسئلہ کی
۱۴۹	تردید قول مؤلف کی امر بالشی اوسکی ضد کی نہیں کا مستلزم نہیں اور یہ قول بے اصل ہے
۱۵۰	جواب قول مؤلف کا کہ استماع کی تخصیص سبب نازون کے ساتھ ہے
۱۵۱	جواب قول مؤلف کا کہ آیۃ اپنی عموم کو مخل نہین تخصیص مصطلح کی تعریف اور تحقیق آمدہ اسمین مسائل مین
۱۵۲	جواب مؤلف کا کہ عام کی تخصیص سنت ثابتہ سے جائز ہے

نمبر صفحہ	مضامین
۱۵۵	جواب مؤلف کا کہ آیۃ کی شان نزول مین اختلاف ہے پس حجت نہ ہوگی
۱۵۷	استماع اور انصات آہستہ قرأت کا نام نہین کا جواب بوجوہ - وجہ اوّل
۱۵۸	وجہ دوم
//	وجہ سیوم
//	وجہ چہارم
//	وجہ پنجم
//	وجہ ششم
۱۵۹	وجہ ہفتم - وجہ ہشتم - وجہ نہم
۱۶۰	قولہ حدیث سلیمان اشہر ہے - کا بیان اور تحقیق تعلیقات اس حدیث کی
//	جواب مؤلف کا کہ عینی نے کہا ہے
//	مؤلف کا تحریفانہ بیان
۱۶۱	جواب مؤلف کا کہ اس زیادتی مین ابو خالد کا کوئی تابع نہین
۱۶۲	جواب مؤلف کا کہ مسلم نے کہا ہے یہ حدیث صحیح علیہ نہین
۱۶۴	وجوہ ترجیح حدیث سلیمان ۱ ۲ ۳ ۴
//	جواب مؤلف کا کہ خاص مقام کے ساتھ تخصیص کرنا نسخ نہین

Marfat.com

صفحہ	مضامین
۱۶۴	جواب مؤلف کا عام خاص کا راوی عبادہ ہے
״	مؤلف کے قول کہ حدیث قراءة الامام لہ قراءة مرسل و منقطع ہے قالہ البخاری +
۱۶۶	جواب مؤلف کا کہ امام کی قراءة تمام قرأت فاتحہ کے سوا مسلم ہے +
۱۶۷	قوت سند کی دعوا کا جواب
۱۶۹	ابن عمر رضی اللہ عنہما کا فتویٰ
״	جواب مؤلف کا کہ یعنی اس حدیث کو مشہور مانتا ہے
۱۷۰	جواب مؤلف کا کہ فانتھی الناس من کلام الزہری ہے بوجوہ - وجہ ۱
۱۷۱	وجہ دوم ۲ - وجہ سیوم ۳
״	جواب مؤلف کا کہ مدار اس حدیث کا ابن اکیمہ لیثی پر ہے +
۱۷۳	جواب قول مؤلف کا کہ ضعف اس حدیث پر ائمہ نے اتفاق کیا ہے +
״	جواب مؤلف کا - بلکہ یہ حدیث حجت ہی نہیں +
״	جواب مؤلف کا کہ جہر مقتدی میں منازعت ہے +
۱۷۴	انکاری استفہام کا بیان اور اسکا جواب
۱۷۶	مخالجہ اور مخالطہ کی حدیث کا جواب
״	مسئلہ مس ذکر کا

صفحہ	مضامین
۱۷۸	مسئلہ جہر بسم اللہ کا
۱۸۱	جواب مؤلف کا کہ محل نزاع کا فاتحہ پڑھنا ہی نہ سو کا بدو وجہ - وجہ ۱ وجہ ۲
۱۸۲	حال حجاج بن ارطاة کا -
۱۸۳	جواب مؤلف کا کہ یہ ایک خاص واقعہ کا بیان ہے اوسکو عموم نہیں ہوتا +
۱۸۴	جواب تبع تابعین مجتہدین کا ۱ ۲ ۳ ۴
۱۸۵	جواب علماء دین کا ۱ ۲ ۳ ۴
۱۸۶	جواب قول مؤلف کا کہ امام مالک اور ترمذی نے موقوف روایت کیا ہے +
۱۸۷	یحییٰ بن سلام کا حال +
״	مسئلہ استثنا کی تحقیق +
۱۸۸	جواب قول مؤلف کا کہ اس استثنا موقوف کا مدلول اشارہ ہے +
۱۸۹	نانوین اعتراض کا جواب +
۱۹۰	ابن سید الناس رحمہ اللہ کا جواب +
״	جعفر بن میمون کا حال +
۱۹۱	فضاعگا کی حدیث کا جواب +
״	صحابی کے قول حجت ہونے کا بیان +

Marfat.com

صفحہ	مضامین
۱۹۲	جواب قول مولف کا کہ کوئی الزام عائد نہیں ہو سکتا بوجوہ
〃	تارا وکا پڑھنا بالکل منع نہیں کا جواب بطلان شقوق اربعہ
۱۹۳	شافعی رح کے عدم اطلاع اجماع کا جواب
۱۹۴	باحسن وجوہ ثابت ہے کا جواب +
〃	عوام بن حمزۃ المازنی کا حال +
۱۹۵	عبداللہ بن بکیر کا حال +
〃	عبداللہ بن صالح کا حال +
〃	عبدالرزاق بن ہمام کا حال +
۱۹۶ ۱۹۷	زیادۃ البکائی - اور عبداللہ بن موسی اور سفیان بن حسین اور اسمعیل بن ابان کا حال +
۱۹۷	محمد بن یوسف فاریابی کا حال +
۱۹۸	اذا انسی فاتحۃ الکتاب فلا تعد لک کرے کا جواب +
〃	عمر بن ابی سحیم التجہری کا حال +
۱۹۹	عبداللہ بن عثمان کا حال +
〃	جواب بن عبداللہ التیمی کا حال +
〃	پیارے قول کا جواب +
۲۰۱	قولہ - وقال القاسم بن محمد کان رجال آہ کا جواب
〃	کافی کا قول کنبت ہے کا - جواب +
۲۰۱	اثر عمر فاروق رض کا جواب +

صفحہ	مضامین
۲۰۱	اجماع المسلمین علی خلافہ - کا جواب +
۲۰۲	قولہ - پھر بخاری رح نے کہا ہے - کا جواب
〃	جابر رض کا فعل مخالف ہے کا جواب
۲۰۳	بخاری رح کی روایت کا بیان اور جواب
۲۰۴	ابن مسعود سے قرأت ثابت ہے - کا جواب
۲۰۵	قولہ - ان یحیی سأل ابن عمر عن القراءۃ کا جواب اور یحیی کا حال +
〃	جواب
۲۰۶	فوائد عبارت کے
〃	زید بن ثابت کا بیان - اور مولف کے حیلہ کا رد ہے
۲۰۷	ابو الدرداء کے اثر کا بیان اور جواب الجواب
〃	تقابل کا جواب
۲۰۸	عبداللہ بن عباس کے اثر کا جواب الجواب اور مولف کی تعجب کا جواب
۱۰	آثار سے منع نہ نکلنے کا - جواب +
۱۲	حدیث ضا عمدا وغیرہ پر عمل کا جواب +
〃	حنفیہ کرام کا تطبیق دیکر عمل کرنیکا - جواب +
۱۳	عینی رح کے الزام - کا جواب +
۲۵	قولہ - تخریج لو عید نکیا - کا جواب
۲۶	قولہ - لیس من اہل العلم - کا جواب +

Marfat.com

مضامین	صفحہ
رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر نماز مین تاکید فاتحہ کی فرمائی ہے - کا جواب ا ۲ ۳ +	۲۲۷
قولہ اور اسناد اس حدیث کا صحیح ہی - کا جواب +	۲۲۸
ثم اقرأ بام القرآن - کا جواب +	//
آہستہ فاتحہ خلف الامام کی منع پر کوئی حدیث صحیح صریح مرفوع نہین ہی - کا - جواب +	۲۲۹
قولہ کہنے بخاری رحمہ اللہ کا جواب	//
خبر واحد عبث یقین نہین ہوتی ہے - کا جواب	//
اس مسئلہ مین خلفاء اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم مین اختلاف ہوا - کا جواب	۲۳۰
قولہ راقم اور کل اہلحدیث رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم کی بات مانتے ہین - کا - جواب	۲۳۱
تقدیم اقوال - کا جواب	۲۳۲
قولہ رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت حق سبحانہ تعالی کی اطاعت ہے - کا - جواب +	//
الکلام ابو حنیفہ رحمہ اللہ جیسے تابعی اگر مان لین کا جواب	۲۳۳
جواب	۲۳۵
حنفیہ کے اقوال اس مسئلہ مین مضطرب ہین کا - جواب +	۲۳۶
حدیث قتین مدلس ہونے کا بیان	//
قرآن اور احادیث ثابتہ مین تعارض نہین ہے کا جواب	۲۳
فاقرؤا ما تیسر مین کلمۂ ما عام ہے - کا جواب	۲۳
اعرابی کی حدیث مین فاتحہ کا صریح حکم موجود ہے کا - جواب ۱ ۲	۲۴
تطبیق کا جواب +	۲۴۲
شاذ مقبول کا بیان اور جواب -	۲۴۳
ایضاً تطبیق کا جواب -	//
علمے شطر الشیخین کہنا درست نہین ہے - کا جواب	//
قرأت فاتحہ مین رکعت کے فوت ہونیکا ڈر ہے الخ - کا جواب ۱ ۲	۲۴۵
بعض فرض ضرورت کیوقت ساقط ہوجاتے ہین کا - جواب ۱ ۲	۲۴۶
قولہ پھر کیا حرج ہے - کا جواب	۲۴۷
امام صاحب کے مناظرہ کا بیان اور جواب	۲۴۸
امام صاحب کے ذکا اور ذہانت اور تمثیل طور پر مسائل بیان کرنیکا - بیان -	۲۴۹
قولہ ترک ذنب الشیخین کا جواب	۲۵۱
مسئلہ مدرک الرکوع کا بیان آمین کا مسلک ہین مسلک اوّل	۲۵۲
مسلک دوم	۲۵۳
مسلک سیوم	۲۵۴
مدرک الرکوع کی رکعت بغیر فاتحہ نہ محسوب ہونے کا جواب	۲۵۸
جواب دوم	//
جواب ۳ ۴ ۵ ۶ ۷	//
پس ثابت ہوا کہ قرأت فاتحہ ہر رکعت مین فرض ہی کا - جواب	۲۵۹

Marfat.com

صفحہ	مضامین
۲۶۰	مؤلف کے فتوی کا جواب
〃	دوسری دلیل کا جواب
۲۶۱	جواب دوم
〃	جواب سیوم
〃	تیسری دلیل کا جواب
۲۶۲	چوتھی دلیل کا جواب - اول
〃	جواب دوم
〃	جواب سیوم
〃	پانچویں دلیل کا جواب
۲۶۳	جواب
۲۶۴	کہ حنفیہ نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی مواظبت کو مستلزم سنیت کا بنایا ہے - کا جواب
۲۶۹	مواظبت سے فرضیت ثابت کی ہے - کا جواب اور مواظبت کے اقسام او پہلی دلیل
〃	دوسری دلیل
〃	تیسری دلیل
〃	ہر رکعت میں فاتحہ پڑھنے پر رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے مواظبت فرمائی - کا جواب
〃	قولہ صحیحین کے مقابل کا جواب

صفحہ	مضامین
۲۶۹ ۲۷۰	تنقیح امر اول - تنقیح امر دوم
۲۷۲	امام کے نزدیک ضعیف حدیث قیاس سے مقدم ہے - کا جواب
〃	حنفیہ اس حال پر کیوں نہیں کرتے کا جواب
〃	قیاس نہائیت گری ہوئی چیز کا جواب
۲۷۴	ابن حزم حافظ اور امام ہی - کا جواب
〃	امام ابو حنیفہ ضعیف حدیث پہ عمل کر لیتے - کا جواب
۲۷۶	مجتہد کا استدلال کسی حدیث پر اوسکی تصحیح ہے بالکل غلط ہے - کا جواب
۲۷۷	امام کے استدلال کی احادیث اگرچہ ضعیف ہیں تو امام کے وقت وہ صحیح نہیں غلط ہے - کا جواب
۲۷۹	مکلف کو اختیار ہے - کا جواب
۲۸۱	نفس فرضیت میں سب رکعتیں مساوی ہیں کا جواب
۲۸۲	وتروں میں اگر کوئی ایک رکعت پر اکتفا کرے تو دوسری رکعت کا پڑھنا واجب اور فرض نہیں کا جواب
〃	دوسری رکعت غلطیۃ ساقط ہو جاتی ہے - کا جواب
۲۸۳	رکعتین کو مطلق کہا ہے اولیین کے ساتھ مقید نہیں ہے - کا جواب
۲۸۴	نہ شارع نے دو رکعت میں تسویہ کا حکم دیا - نہ فی الواقع ہے - کا جواب
۲۸۵	اگر ایسا تبادر ہوتا الی آخرہ - کا جواب
۲۸۶	رعینا فی جزء القراءۃ الخ کا جواب

Marfat.com

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
٢٨٩	تحقیق مسئلہ وتر -	٣٠٧	پانچ سات وتر کا جواب
٢٩٠	صلوٰۃ اللیل مثنی مثنی آہ کا بیان - اور جواب ۱-۲-۳	؍؍	اختلاف الانواع - کا جواب
٢٩١	حنفیہ نے اوتر بواحدۃ - کا جواب	؍؍	دوسری اعتراض حنفیہ کا شافعی پر آہ کا جواب
٢٩٤	ان ابن عمر کان یسلم بین الرکعتین والرکعۃ فی الوتر - کا جواب ۱-۲-۳	٣١١	طمانیت فی الرکوع والسجود کا جواب
٢٩٦	اور اس سے صریح الی آخرہ - کا جواب	؍؍	تخصیص لفظ اللہ اکبر کا جواب
٢٩٧	یا غلام ارحل لنا - آہ - کا جواب	٣١٣	بدون سلام کے نماز جائز نہیں ہے - کا جواب
٢٩٨	اگر او سے عاشق اتباع جانتے ہیں کا جواب	٣١٤	ذکر وجوہات کہ لفظ سلام فرض نہیں وجہ اول ۲-۳-۴
٢٩٩	ابن حزم نے کہا ہے الثلث بتیرا آہ کا جواب	٣١٥	ایک ہی ضرب سے تیمم - کا - جواب
٣٠٠	ابن مسعود رض کے اثر ما اجزات رکعۃ قط - کا بیان -	٣١٦	مسئلہ رفع یدین کا بیان - اور جواب
؍؍	الصلوٰۃ فی حال الخوف رکعۃ واحدۃ - کا جواب	٣٢٤	مسئلہ وضع الید تحت السرۃ کا ثبوت
؍؍	ایک رکعت وتر کا کس کس کا مذہب ہے آہ کا جواب	٣٢٥	مسئلہ جلوس فی التشہد
٣٠٢	تابعین اور علماء کے مذہب کا جواب	٣٢٨	مسئلہ اشارہ بالسبابہ کا جواب
٣٠٣	بلکہ ابو ہریرہ نے موقوفاً بیان کیا ہے لا توتروا بثلاث کا جواب	؍؍	تشہد اخیر بھول کر کھڑا ہونا - ذکر اور جواب
؍؍	دوسرا جواب اور جو توجیہات حدیث عائشہ کے [illegible]	٣٢٩	مسئلہ آمین بالسر کا بیان
٣٠٤	عراقی نے کہا ہے عائشہ سے صحیح [illegible] - کا جواب	؍؍	مسئلہ عدم نماز بوقت طلوع آفتاب
؍؍	سلیمان بن یسار مدنی کا جواب	٣٣٠	حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پہلی رکعت کو لمبا کرنا کا جواب ۱-۲
٣٠٥	تخصیص سورہ فی الوتر کا جواب	٣٣١	تدرک فی الرکوع کی عدم اعتداد رکعت کا جواب ۱-۲-۳

Marfat.com

صفحہ	مضامین
۳۳۲	بعض اہل ظاہر کا جواب
۳۳۳	راوی کا عمل اپنے روایت کے خلاف ہے۔ کا جواب
〃	ابی بکرہ رضی اللہ عنہ کے حدیث کی بحث
۳۳۵	کلمہ فا کی بحث نحو میں دیکھو۔ کا جواب
۳۳۶	لزوم فاتحہ کا مسئلہ مشہور تھا۔ کا جواب
۳۳۷	ابوبکرہ پر انکار فرمانے کا جواب
۳۳۸	تاخیر بیان عن وقت الحاجۃ کا بیان
〃	تاخیر بیان الی وقت الحاجۃ کا بیان
۳۳۹	طبرانی نے زیادہ کیا ہے۔ کا جواب ۱۔ ۲۔ ۳
۳۴۱	تاخیر بیان الزام۔ کا جواب
〃	تاخیر انفسال حج کا بیان۔ اور جواب
۳۴۳	افساد صوم بجماع کا بیان۔
۳۴۵	لا تعتد۔ کا جواب ۱۔ ۲۔ ۳
۳۴۶	یہ حدیث منکر ہے کا جواب
۳۴۷	رکعۃ شرعی اور عرفی کے چھوٹنے کا جواب ۱۔ ۲۔ ۳۔ ۴۔ ۵
۳۴۹	یہاں کعبہ بمقابلہ سجدہ نہیں آیا۔ کا جواب
〃	جواب دوم
〃	جواب سیوم
۳۵۰	من ادرک رکعۃ من صلاۃ الغداۃ۔ الخ کا جواب

صفحہ	مضامین
۳۵۱	اگر زیادتی مان بھی لیویں الخ کا جواب
۳۵۲	یہاں بھی ادراک کامل لیجیے۔ کا جواب
۳۵۳	محلیٰ اور طحاوی ملتزم الصحۃ نہیں ہیں کا جواب
〃	جواب دوم۔
〃	جواب سیوم۔
〃	جواب چہارم۔
〃	جواب پنجم۔
〃	جواب ششم۔
۳۵۵	امام مالک کے بلاغات کا حال سنو! کا جواب
۳۵۶	جواب دوم
۳۵۷	جواب سوم
〃	طارق کا اثر شرکت منظر ہے۔ کا جواب
۳۵۸	ابوہریرہ کے اثر میں کعبہ سے مراد رکوع لینا ممنوع ہے۔ کا جواب
۳۵۹	ابوہریرہ کا اثر موقوف ہے حجت مسلمہ نہیں کا جواب
〃	علم فقہ متفرع از قرآن و حدیث ہے۔
۳۶۱	نماز جنازہ میں فاتحہ کا جواب
۳۶۴	کیدنی پر شبہ کا جواب
۳۶۶	حفاظ محدثین سے سہو واقع ہوتا ہے

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین آمین

تمت

Marfat.com

كتاب انزل اليك فلا يكن في صدرك حرج منه

الحمد لله والمنة كہ كتاب كشف النقاب عن مسئلة فاتحة الكتاب في رد فصل الخطاب

المسمىٰ بہ

انوار نعمانیہ

من تصنیف

فاضل اجل عالم اکمل مولانا مولوی محمد فضل الدین صاحب گجراتی سلمہ ربہ

سنہ ۱۳۰۷ ہجری المقدس

مطابق سنہ ۱۸۹۰ء

در مطبع متین اسلامیہ قلعہ لاہور باہتمام مولوی کرم بخش مالک و مہتمم مطبع شد

Marfat.com

137265

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی حبیبہ ومحبوبہ محمد سید الانبیاء والمرسلین وعلی آلہ الطیبین الطاہرین واصحابہ المکرمین المعظمین وازواجہ امہات المؤمنین وعلی اتباعہم اولیاء امتہ اجمعین اما بعد عبد الضعیف الراجی برحمت ربہ المعین **محمد فضل الدین** متوطن گجرات وفقہ اللہ باعمال الخیر والحسنات خدمت میں صاحبان اہل اسلام خصوصاً حنفیہ کرام کی گذارش کرتا ہے۔ ایندنوں قدردان احباب مکرمت مآب **شیخ غلام محمد** صاحب نے اس گمنام سے مسئلہ قرأۃ فاتحہ خلف الامام کا استفسار کیا خاکسار نے حسب تحقیق حنفیہ کے جس کا استنباط از روئے آثار واخبار بدرجہ غایت اکمل واقوی ہے جواب دیا اُنہوں نے وہ جواب بجنسہ مولوی حکیم **نور الدین** صاحب کو دکھلایا مولوی صاحب موصوف نے اُس فتوے کی تردید میں ایک رسالہ مسمی بہ **فصل الخطاب** مرتب ومدون فرما کر چھپوایا اور اکناف عالم واطراف ہند وپنجاب میں ذائع وشائع کر دیا فقیر کو ہر چند قلت فرصت وکثرت اشتغال وعدم موجودگی اسباب فراغت اور بہم نہ ہونا کتب دینیہ فقہیہ وغیرہ کا سدّ راہ تحریر جواب تھا۔ مگر الحمد للہ کہ توفیق الٰہی نے دستگیری فرمائی جو صورت مراد کی آئینہ تمنا میں نظر آئی کہ بطور جواب الجواب یہ رسالہ ہدایت مقالہ الملقب بکشف النقاب عن مسئلہ فاتحۃ الکتاب والمسمٰی بہ **انوار نعمانیہ** حیز تالیف واحاطہ تحریر میں آیا اور اکثر علمائے نامدار وفضلائے تقوی شعار وفقہم اللہ الی ما تحب وترضی کے ملاحظہ سے گذرا سب نے ملاحظہ فرما کر تحسین کی اور صدائے احسنت وآفرین بلند فرمائی حق سبحانہ تعالیٰ مسلمانان کو اس کے مطالعہ سے محظوظ کرے اور توفیق عمل کی عطا فرمائے اور اس مسکین کے تسکین کے لئے موجب کفارہ معاصی وسیآت باعث ارتقائے مدارج صلاح وطاعات ہووے وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب اور میں اپنے دینی بھائیوں سے اُمید کرتا ہوں کہ میرے سہو وزلات کو عفو اور معاف فرماویں۔ لانہ قل من یعصم عن ذلک فقط

Marfat.com

قولہ کئی آدمی عامل بالحدیث اور کئی مقلد رہتے تھے - الی آخر ما قال اور شہر مین
بھی عاملین بالحدیث کی صرف زبانی مذمت کیا کرتے **اقول** وباللہ التوفیق
عامل بالحدیث **ایک** تو یہ طائفہ ظاہریہ کا جو در حقیقت تابعان داؤد ظاہری
کے (کوفی المولد ۲۰۲ھ یا ۲۰۱ھ یا ۲۰۰ھ علی الاختلاف) ہین - اور اونکا جمود
ظاہریہ محضہ پر ہے - اونکی مذمت اور برائی تو محدثین اور فقہا اہل سنت رحمہم اللہ
نے بہت بڑھ کر فرمائی ہے - اور یہ بھی بیان فرمایا ہے کہ یہ فرقہ سخیفہ اکثر مسائل شرعیہ
اجماعیہ مین اہل سنت وجماعت بلکہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے مخالف ہین -
اسکا ثبوت معائنہ **نووی شرح صحیح مسلم** وغیرہ سے بخوبی ظاہر ہوتا
ہے - اگر خوف طوالت کا نہوتا - تو عبارات محدثین اور فقہاء کرام کی بسط تام سے
نقل کیجاتین - ما لا یدرک کلہ لا یترک کلہ کے نقل عبارت ایک دو کتاب کی ہدیہ
ناظرین ہوتی ہے **دراسات اللبیب** کے صفحہ ۲۶ میں لکھا ہے - لا

شك أن علماء الأمة ممن تعلق بالحديث اكثر يه طائفة تسمى ظاهرية
وهو في التحقيق عبارة من اصحاب داود الظاهري خاصة وعن كل
من كان على الظاهرية المحضة التي تسمى جامدة في اطلاق العلماء - و
ذلك لعدم قولهم بالقياس مطلقا حتى في العلة المنصوصة والجلية بل
ما يتراى من قولهم انهم لا يقولون بالاستنباط رأسا - وهو مما لا يعبأ
بهم ولا باقوالهم ائمة الحديث والفقه - حتى قال الشيخ الامام
السيوطي وغيره ان الاجماع لا ينخرق بخلافهم - وما لهم مردود
بالكتاب والسنة الناطقين بجواز الاستنباط واعمال الفكر والفهم
في كتاب الله وسنة رسول الله - فاهل الظاهر الذين قال فيهم بعض اهل
الاصول من الحنفية ان حكمهم حكم البغاة - ان ارادوا به تلك الطائفة

Marfat.com

المخصوصة فلکلامهم وجهٌ علی انه کما لا یخرق الاجماع خروج اهل البغی
عن حکمه کذلک خروج هؤلاء انتهی۔ **خلاصہ ترجمہ** یہ امر بلا ریب
ثابت ہے کہ منجملہ متعلقین حدیث کریم کے ایک ایسا گروہ ہے جو اونکو ظاہریہ کہا
جاتا ہے۔ اور وہ گروہ بنظر تحقیق اصحاب داؤد ظاہری کے بالخصوص۔ اور جو
لوگ کہ ظاہریت محضہ پر جسکو اطلاقات علما مین جامدہ کہتے ہیں۔ جامد ہون۔ مراد ہیں
یہ طائفہ علی الاطلاق قیاس کے قائل نہیں۔ حتی کہ علت منصوصہ جلیہ میں بھی
بلکہ اونکے اقوال سے تو یہ مفہوم اور مترشح ہوتا ہے کہ وہ سرے سے استنباط کو بھی
منکر ہیں۔ اس لئے ائمہ حدیث اور فقہ کے اونکے اقوال کی کچھہ پروا نہیں کرتے۔
حتی کہ امام سیوطی شافعی وغیرہ نے کہا ہے کہ اونکا خلاف خارق اجماع نہیں ہے
اور اونکا مذہب کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ سے مردود و مطرود ہے۔ اس لئے کہ
کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ تو (ہر دو با علی ندا) ناطق بالاستنباط ہین۔ پس
جن حنفیہ اصولیوں نے یہ کہا ہے کہ حکم ظاہریہ کا حکم بغاۃ کا ہے۔ اگر اونہوں نے
یہی فرقہ مراد رکہا ہے۔ تو اونکا کلام درست ہے بایں معنی کہ جیسا خروج اہل بغاوت
کا خارق اجماع امت کا نہیں ہے۔ ویسا ہی اس فرقہ کا خروج خارق اجماع نہیں و

فی القواصم والعواصم للحافظ ابی بکر بن العربی عند ذکر

الظاهریة۔ هی امة سخیفة تسوّرت علی مرتبة لیست لها وتکلمت بکلام لم نفهمه
تلقفوه من اخوانهم الخوارج حین حکّم علی رضی الله تعالی یوم صفّین
الی اخر ما قال کان من بادیة اشبیلیة۔ یعرف بابن حزم نشأ۔ وتعلق بمذهب
الشافعی رحمه الله ثمّ انتسب الی داؤد ثمّ خلع الکل۔ استقل بنفسه وزعم انه امام
الائمة یضع ویرفع ویحکم ویشرع۔ ینسب الی دین الله ما لیس فیه ویقول عن
العلماء ما لم یقولوا تنفیرًا للقلوب منهم انتهی۔ ذکره الفاضل اللکهنوی فی
مولوی عبد الحی لکہنوی

Marfat.com

بعض تصانیفہ **خلاصہ ترجمہ** کا یہ (یعنی ظاہریہ) ایک گروہ سخیفہ ہے -
اونہوں نے اپنے لئے ایسے مرتبہ کا ادعا اور اظہار کیا (یعنی بیہودہ) کہ وہ اون
کے لائق نہ تہا- اور بے تک باتیں کہنے لگے - ان باتوں کو اپنے بہائیوں خارجیوں
سے حاصل کیا- جبکہ حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ نے جنگ صفین میں اپنی اظہار
حکومت کا کیا- باویہ شبیلیہ میں مشہور ابن حزم تہا - ابتداً مذہب امام شافعی رحمہ
اللہ سے تعلق رکہتا تہا- پہر اوسکو ترک کیا اور داؤد ظاہری کیطرف منسوب ہوا
اوان بعد اوس کو بھی چھوڑ چھاڑ بالاستقلال بزعم خود مدعی انا امام الائمۃ کا ہوا -
اور اللہ کے دین کیطرف وہ باتیں منسوب کیں جو اوس میں نہ تہیں - اور لوگوں کے
دلوں کو نفرت دلانے کے لئے علما کیطرف وہ باتیں منسوب کیں جو وہ اون کے
قائل نہ تہے- **قال النووی** قال اصحابنا وغیرهم من العلماء التغوط
فی الماء کالبول فیه واقبح - وکذلك اذا بال فی اناء ثم صبه فی الماء وکذا
اذا بال بقرب النهر بحیث یجری الیه فکله مذموم قبیح منهی عنه علی
التفصیل المذکور - ولم یخالف فی هذا احد من العلماء الا ما حکی عن داؤد بن
علی الظاهری - ان النهی مختص ببول الانسان بنفسه وان الغائط لیس کالبول - و
کذا اذا بال فی اناء ثم صبه فی الماء او بال بقرب الماء - وهذا الذی ذهب الیه
خلاف اجماع العلماء - وهو اقبح ما نقل عنه فی الجمود علی الظاهر انتهی **خلاصہ
ترجمہ** نووی شارح صحیح مسلم نے **ص** ۱۳۸ میں کہا ہے کہ ہماری اصحاب وغیرہم
من العلماء نے فرمایا ہے کہ پانی (یعنی راکد دائم) میں پاخانہ مثل بول بلکہ اوس سے [illegible]
(یعنی بدتر) ہے - اور ایسا ہی ہے باسن میں پیشاب کر کر پانی میں ڈالنا - اور ایسا
ہی نہر کے ایسا قریب پیشاب کرنا جو نہر کیطرف جاری ہو- یہ کل امور مذموم اور قبیح
اور منہی عنہ علی التفصیل المذکور ہیں - اور ان امور میں کسی عالم کا اختلاف نہیں

Marfat.com

الا ما حکی عن داؤد بن علی الظاہری۔ کہتی (یعنی جو حدیث میں وارد ہے۔ کہ) لا یبولن احدکم فی الماء الدائم) مختص بول انسان بنفسہ ہے۔ اور غائط بول جیسا نہیں (یعنی کھڑے پانی میں آدمی کو بول کرنا منع ہے۔ مگر پائخانہ جائز ہے) اور ایسا ہی ہے برتن میں پیشاب کرکر پانی میں ڈالنا۔ اور قریب پانی کے پیشاب کرنا۔ اور یہہ امور جنکو داؤد ظاہری نے اختیار کیا ہے خلاف اجماع علما کا ہے اور یہہ سخت قبیح ہے منجملہ اون امور کے جو اوس کے جمود علی الظاہر میں منقول ہیں

دوسرا فرقہ وہ گروہ جو راویان اخبار نبوی اور جامعان آثار مصطفوی ہیں۔ شان بلیغ اور مرتبہ رفیع اونکا احاطہ تحریر اور تقریر سے افزوں اور برتر ہے کیف لا ہم خیار العلماء۔ سادات ہذہ الامۃ۔ وورثۃ العلوم النبویۃ۔ واہل السنۃ والجماعۃ۔ یقولون بوجوہ الاستنباط قال الشیخ علی القاری الحنفی الہروی المتوفی سنہ نزیل مکۃ) فی تزیین العبارۃ لتحسین الاشارۃ۔ اذ من المعلوم ان اہل القران اہل اللہ واہل الحدیث اہل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ و انشدوا فی ہذا المعنی ؎ اہل الحدیث ہموا اہل النبی وان ÷ لم یصحبوا نفسہ انفاسہم صحبوا ÷ اماتنا اللہ علی محبۃ المحدثین واتباعہم من الائمۃ المجتہدین وحشرنا مع العلماء العاملین تحت لواء سید المرسلین والحمد للہ رب العالمین آمین یا رب العالمین انتہی بلفظہ۔ اقول وادعوک یا الہ السموات والارضین ان تحشرنی واحبائی فی زمرتہم انک مجیب الدعوات۔ اور قاضی بیضاوی رحمہ اللہ علیہ نے **مفاتیح شرح مصابیح** میں لکھا ہے ان ارتبی العلوم الدینیۃ ورأسہا ومبنی قواعد الاحکام الشرعیۃ واساسہا ہو علم الحدیث۔ بحر عمیق لا نہایۃ لاسرار علومہ۔ ولا ادراک لحقائق معانیہ۔ ان ہو الا وحی یوحی علمہ شدید القوی۔ فالویل کل الویل لمن

Marfat.com

يتعاطاه ويريد ان يخوض فيه وهو راجل وقد جمع السلف طرفا من
سننه وآثاره عليه السلام في كتبهم على قدر الطاقة انتهى حاصله -

سیوم وہ فرقہ مدعی عمل بالحدیث کا ہے - کہ کوئی اون میں سے اپنے آپ کو **محمدی**
کہلاتا ہے - غیر مقلد کہنے سے گبھراتا ہے - اورکوئی نام اپنا عامل بالحدیث بتاتا ہے -
لامذہب کہنے سے تھرتھراتا ہے - اورکوئی التقلید شرک فی النبوۃ کا دعوی دار ہے
اورکسی کا اشتہار مطاعن ابوحنیفہ ہی شعار ہے - اورکسی کو غیر مقلد کہنا خوش آتا
ہے - وہابی کہنے سے جوش میں آتا ہے - اورکوئی مقلدین کو مصداق آیۃ بل
نتبع ما الفینا علیہ اباءنا کا شان کفار میں ہے ٹھہراتا ہے - اورکوئی محمل ان یتبعون
الا الظن وان ھم الا یخرصون کا جسکی مصداق مشرکین ہیں مقلدین کو بناتا ہی
اورکوئی امام صاحب کو قلیل البضاعۃ فی الروایۃ کا (کہ کل کائنات ۱۷ احدیثیں امام سے
مروی ہیں) دہبہ لگاتا ہے - اورکوئی قلۃ عربیت وانہ امام اہل الرای کا نقارہ بجاتا
ہے - اورکوئی مرجیت کی نسبت کرتا ہے - اورکوئی انہ کان کثیر التعبد حتی
انہ کان یحیی اللیل کلہ وھو بدعۃ ضلالۃ کا فتوی دے رہا ہے - اورکوئی ان
کثیرا من تلامذتہ کانوا وضاعین کا الزام لگا رہا ہے - اورکوئی انہ یقدم
القیاس علی السنۃ النبویۃ کا دم بھرتا ہے - واللہ متم نورہ ولو کرہ الکارھون
علی ھذا القیاس طرح طرح کی واہی تباہی خرافات - اور نامرضیہ سخیفہ کلمات ائمہ دین
اور مقلدین پر بہتان باندہے جاتے ہیں - اس فرقہ کی برائی کے لئے **تحفۃ**
العرب والعجم جس میں نواب قطب الدین مرحوم مؤلف مظاہر الحق نے مواہیر
علماء حرمین شریفین - اور مواہیر مشاہیر علماء ہند - اور اعیان فضلاء پنجاب لاہور
ملتان - پشاور ثبت کراکر طبع کرایا ہے - کفایت کرتا ہے - قابل ملاحظہ ہے - اہل
انصاف کو دور از انصاف ہیں ذرا حسبۃ للہ نظر منصفانہ فرماویں - کہ عمل بالحدیث

Marfat.com

اسی کا نام ہے کہ ائمہ دین متین - اور علما اسلام کی برائی اور مذمت جہانتک ہو سکے
قلم و زبان سے فرق نہ کیا جاوے - اور پیشوایانکو توہین اور دشنام سے یاد
کیا جاوے - یا برعکس ہے برعکس نہند نام زنگی کافور - کے قبیلہ سے ہے - کیا
بخاری کی حدیث جو ص ۱۸۷ میں ہے لا تسبوا الاموات وانتم شهداء الله
فی الارض ص ۱۸۲ قابل عمل نہیں - اور مسلم کی حدیث جو ص ۵۸ میں ہے سباب
المسلم فسوق + وایما امرء قال لاخیه کافر فقد باء بها احدهما ان کان کما قال
والا رجعت علیه جو ص ۵۷ میں ہے ضعیف ہی لائق اعتبار نہیں - یا مذمت
غیبت کی کوئی حدیث ان حضرات کی نظروں سے نہیں گذری - یا آیۂ لا یغتب
بعضکم بعضا ایحب احدکم ان یاکل لحم اخیه میتا فکرهتموه
واتقوا الله قرآن میں نہیں ہے ولنعم ما قیل ہے ترسم نرسی بکعبہ ای اعرابی + کاین
راہ کہ تو میروی بترکستان ست + سبحان اللہ کس بلا میں گرفتار ہوئے ہیں -
نجات اخروی جو مقصود اہم جملہ ملیین کا ہے - اتباع قرآن اور سنت سنیہ سید الانس
والجان میں ہے - یا مطاعن ابو حنیفہ رحمۃ اللہ ہیں - اور امام صاحب کے مناقب
جلیلہ اور ماثر جمیلہ کسی بدگو کے کہنے سے کیا کم ہوئی جاتے ہیں ہے گر نہ بیند
بروز شپر چشم - چشمۂ آفتاب را چہ گناہ + یا متبعان امام صاحب کے اعتقاد آں مزخرفات
سے سنت و جمعیت بچاتے ہیں قطعہ قاصری گر کند ایں طائفہ را طعن قصور +
حاشا للہ کہ برآرم بزباں ایں گلہ را + ہمہ شیران جہاں بستۂ ایں سلسلہ اند + روبہ
از حیلہ چساں بگسلد ایں سلسلہ را ف اگرچہ فضائل علیہ اور مراتب جلیلہ امام صاحب
کے ایسے شہرۂ آفاق اور مشہور جہانیاں ہیں کہ حاجت تحریر و تقریر کی نہیں
بارے تبرکاً بنظر استنزال رحمت خاص جو بزرگان دین کے ذکر میں متعلق ہے - ان
اوراق کو مشرف کیا جاتا ہے ہے ما شئت قل فیه فانت مصدق + فالحب یقضی

فضائل امام صاحب

والمحاسن لشیمن + بااین ہمہ فایدہ جلیلہ جدیدہ سے خالی بھی نہیں ہے ۔ والنعمان
بن ثابت بن زوطی بضم الزاء المعجمة وفتح الطاء المهملة ۔ وقیل بفتحتین ۔ کذا فی
تعالیق الانوار علی الدر المختار ابن ماہ ۔ وله مناقب جلیلة ومراتب جمیلة عقب
المهرة قاصر عن ادراکها ۔ ولسانهم قاصر عن تبیانها ۞ لا یدرک الواصف المطری
خصائصه + وان یک واصفا بکل ما وصفا + وکفاک من مفاخره التی امتاز بها
من ائمة الاعصار ۔ کونه من التابعین الاخیار + وهو وان کان مختلفا فیه لکن
الصحیح المرجح المختار هو کونه من التابعین ۔ فانه رای انسا رضی الله عنه بناء علی
ان مجرد رویة الصحابة کاف للتابعیة کما حققه الحافظ ابن حجر فی النخبة وشرحه
والذهبی والسیوطی وابن حجر المکی وابن الجوزی والدارقطنی وابن سعد ۔
والخطیب ۔ والولی العراقی ۔ وعلی القاری ۔ واکرم السندی ۔ وابو معشر وحمزة السهمی
والیافعی ۔ والجزری ۔ والتورپشتی ۔ والسراج وغیرهم من المحدثین والمورخین
المعتبرین ومن انکره فهو محجوج علیه باقوالهم ۔ وذکر الخطیب فی تاریخ بغداد انه
رای انس بن مالک رضی الله عنهما وقال ابن حجر قد صح کما قال الذهبی انه راٰه
وهو صغیر فی روایة قال رأیته مرارا وکان یخضب بالحمرة وجاء من طرق انه
روی عنه احادیث ثلثة و کان هو زاهدا عابدا ورعا تقیا کثیر الخشوع کثیر
الصمت دایم التضرع الی الله تعالی صاحب الکرامات قال الذهبی فی تذکرة
الحفاظ ابو حنیفة الامام الاعظم فقیه العراق النعمان بن ثابت بن زوطی التیمی الکوفی
مولده سنة ثمانین رای انس بن مالک غیر مرة لما قدم علیهم الکوفة رواه
ابن سعد عن سیف بن جابر عن ابی حنیفة انه کان یقوله وحدث عن عطاء ونافع
وعبد الرحمن بن هرمز الاعرج وسلمة بن کهیل وابی جعفر محمد بن علی وقتادة وعمرو
بن دینار وابی اسحاق وخلق کثیر ۔ تفقه به زفر بن هذیل وداود الطائی

Marfat.com

والقاضی ابو یوسف و محمّد بن الحسن واسد بن عمرو والحسن بن زیاد ونوح الجامع
وابو مطیع البلخی وعدۃ - وکان تفقہ بحمّاد بن سلیمان وغیرہ - **و** حدث
عنہ وکیع ویزید بن ھارون وسعد بن صلت وابو عاصم وعبد الرزّاق وعبد اللہ
بن موسی وبشر کثیر - وکان اماماً ورعاً عاملاً متعبّداً کبیر الشّان لایقبل
جوائز السّلطان بل یتجر ویکتسب - **قال** ابن المبارک ابوحنیفۃ افقہ النّاس
وقال الشافعی رحمہ اللہ النّاس فی الفقہ عیال علی ابی حنیفۃ **و** روی احمد بن محمّد
بن القاسم عن یحیی بن معین قال لا باس بہ ولم یکن متھماً **و** لقد ضربہ یزید
بن ہبیرۃ علی القضاء فابی ان یکون قاضیاً **و** قال ابو داؤد ان اباحنیفۃ کان
اماماً انتھی کلامہٗ **و** قد عدّ مشائخہ فبلغ اربعۃ آلاف شیخ کذا فی مفتاح السّعادۃ
و روی ابو عبید عن الشّافعی رحمہ اللہ یقول من اراد ان یعرف الفقہ فیلزم
اباحنیفۃ واصحابہ کذا فی تعالیق الانوار **و** قال یحیی بن معین الفقہ فقہ
ابی حنیفۃ رحمہ اللہ علی ھذا ادرکت النّاس **قال** ابن حجر المکی فی خیرات
الحسان فی الفصل السّادس **و** فی فتاوی شیخ الاسلام ابن حجر انہ ادرک جماعۃ
من الصّحابۃ کانوا بالکوفۃ - لان مولدہٗ بھا سنۃ ثمانین فھو من طبقۃ التّابعین
ولم یثبت ذلک لاحد من ائمّۃ الامصار المعاصرین لہ - کالاوزاعی بالشّام - و
الحمادین بالبصرۃ - والثوری بالکوفۃ - ومالک بالمدینۃ - واللّیث بن سعد بمصر -
انتھی کلام الحافظ - فھو من اعیان التابعین الّذین شملھم قولہ تعالی والّذین
اتّبعوھم باحسانٍ رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ انتھی - **و** قال علی القاری فی
شرح الشّرح علی النخبۃ انہ قد رای انس بن مالک وغیرہ من الصّحابۃ علی ماذکرہ
الجزری فی اسماء رجال القراء **و** الامام التوربشتی فی تحفۃ المسترشد - وصاحب
الکشاف فی سورۃ المؤمنین - وصاحب مرقاۃ الجنان وغیرھم من العلماء المتبحّرین

Marfat.com

نعم ثبت انه تابعی فاما من التتبع القاصر او التعصب الفاتر - و قال الذهبی
فی الکاشف النعمان بن ثابت بن زوطا تیمی الامام ابو حنیفة فقیه العراق
مولی بنی تیم الله بن ثعلبة رای انسا رضی الله عنه و سمع عطاء و الاعرج و
نافعا و عکرمة و عنه ابو یوسف و محمد و ابو نعیم و افردت سیرته فی جزء
انتهی و قد صنف فی مناقبه جمع کثیر من مهرة الشافعیة کالسیوطی الف
تبییض الصحیفة فی مناقب ابی حنیفة و کابن حجر المکی الف الخیرات الحسان فی
مناقب النعمان و کالذهبی ذکره فی تذکرة الحفاظ و الکاشف و اثنی علیه -
و افرد فی مناقبه رسالة و ابن خلکان ذکر مناقبه فی تاریخه - و کالیافعی -
ذکر مناقبه فی مراة الجنان و کالحافظ ابن حجر العسقلانی ذکره فی التقریب
و غیره و اثنی علیه و کالنووی شارح **صحیح** مسلم اثنی علیه فی **تهذیب**
الاسماء و اللغات و کالامام الغزالی اثنی علیه فی احیاء العلوم و غیرهم و
من اجلة المالکیة کالحافظ ابن عبد البر و غیره و من نحاریر الحنابلة کیوسف
بن عبد الهادی الحنبلی الف تنویر الصحیفة فی مناقب ابی حنیفة اور سید عبد الوہاب
شعرانی نے **میزان** کبرے کے **ص** ۶۵ میں لکھا ہے عبارته هذه - روی الامام
ابو جعفر الشیرازماری عن شقیق البلخی انه کان یقول الامام ابو حنیفة من اورع
الناس و اعلم الناس و اعبد الناس و اکرم الناس و اکثرهم احتیاطا فی الدین
و ابعدهم عن القول بالرای فی دین الله عز و جل و کان لا یضع مسئلة فی العلم حتی
یجمع اصحابه علیها و یعقد علیها مجلسا فاذا اتفق اصحابه کلهم علی موافقتها
للشریعة قال لابی یوسف او غیره ضعها فی الباب الفلانی انتهی - اور میزان کے صفحہ
میں ہے و روی ایضا بسنده الی ابراهیم بن عکرمة المخزومی رحمه الله تعالی انه
کان یقول ما رایت فی عصری کله عالما اورع و لا ازهد و لا اعبد و لا اعلم من الامام

Marfat.com

ابیحنیفة رحمه الله وروی الشیرازماری ایضًا عن عبدالله بن المبارک دخلت
الکوفة فسالت علماؤها وقلت من اعلم الناس فی بلدکم هذه فقالوا کلهم
الامام ابوحنیفة فقلت لهم من اورع الناس فقالوا کلهم الامام ابوحنیفة فقلت
لهم من ازهد الناس فقالوا کلهم الامام ابوحنیفة فما سالتهم عن خلق من
الاخلاق الحسنة الا وقالوا کلهم لا نعلم احدًا لتخلق بذلک غیر الامام
ابی حنیفة رحمه الله انتهی۔ اور اسی کتاب کے ص ۶۹ میں ہے ومذهبه
اول المذاهب تدوینًا واخرها انقراضًا کما قاله بعض اهل الکشف **قد**
اختاره الله تعالی امامًا الدینه وعباده ولم تنزل اتباعه فی زیادة فی کل عصر الی
یوم القیمة انتهی **اور** ماسوی اس کے اور بہت فصلوں میں امام شعرانی رحمہ اللہ نے
مناقب اور مدارج امام ہمام رحمہ اللہ کے بیان فرمائے ہیں خوفًا للاطناب بقید قلم
نہیں لائے گئے۔ من شاء فلینظر ثمہ **و** قال الخطیب فی تاریخه۔ وذهب ثابت
الی علی بن ابیطالب رضی الله عنه وهو صغیر فدعا له بالبرکة فیه وذریته
و نقل فی مفتاح السعادة ان ثابتًا توفی وتزوج ام الامام۔ الامام جعفر الصادق
وکان الامام صغیرًا وتربی فی حجر الامام جعفر الصادق وهذه منقبة عظیمة انتہی
اسکی ماورا مناقب علیا امام صاحب کے احادیث صحیحہ میں بھی وارد ہیں ۔
منها مارواه الشیخان عن ابی هریرة ان النبی صلی الله علیه وسلم وضع
یده علی سلمان فقال لو کان الایمان عند الثریا لناله رجال من هؤلاء و
قوله من هؤلاء۔ جمع اسم الاشارة والمشار الیه سلمان وحده علی ارادة
الجنس۔ ویحتمل ان یراد بهم اهل العجم کلهم۔ وقد کان جد ابیحنیفة من
فارس۔ **و** قال الحافظ السیوطی الشافعی هذا الحدیث الذی رواه الشیخان
اصل صحیح یعتمد علیه فی الاشارة الی ابی حنیفة۔ وقال العلامة الشافعی صاحب

ف امام جعفر صادق ... امام صاحب کے سوتیلے باپ ... ف ... امام صاحب ... ثابت

السيرة تلميذ الحافظ السيوطي ما جزم به شيخنا من ان ابا حنيفة هو المراد من هذا الحديث
ظاهر لا شك فيه لانه لم يبلغ من ابناء فارس في العلم مبلغه ف قال الشامي
اما سلمان الفارسي فهو ان كان افضل من ابي حنيفة مع من حيث الصحبة لكنه
لم يكن في العلم والاجتهاد ونشر الدين وتدوين احكامه كابي حنيفة - و
قد يوجد في المفضول ما لا يوجد في الفاضل **ومنها** ما اورده العلامة
ابن حجر المكي من انه عليه الصلوة والسلام قال ترفع زينة الدنيا سنة خمسين
ومائة و قد قال شمس الائمة الكردري ان هذا محمول على ابي حنيفة لانه
مات في تلك السنة - و قد قال ابن خلكان فمثل هذا الامام لا يشك في
دينه ولا في ورعه وتحفظه و بعض من العلماء السابقين الذين لم يتعصب
لا يبالون بالطعن على الائمة كالخطيب طعن على ابي حنيفة والامام احمد - و
كابن الجوزي فانه تابع الخطيب في الطعن على ابي حنيفة رحمه الله وقال سبطه
ليس العجب من الخطيب فانه طعن في جماعة من العلماء - وانما العجب من الجد
كيف سلك اسلوبه و كابن نعيم فانه لم يذكر ابا حنيفة في الحلية وذكر
من دونه علما وزهدا و قال ابن حجر في بعض رسائله ان الطعن ان كان
من غير اقران الامام فهو مقلد لما قاله - او كتبه اعداؤه - وان كان من
اقرانه فلا يعتد به - لان قول الاقران بعضهم في بعض غير مقبول كما
صرح به الذهبي - وقال ولا سيما اذا لاح انه لعداوة المذهب اذ الحسد لا
ينجو منه الا من عصمه الله تعالى **عبد الوہاب** شعرانی نے میزان کے
ص ۲ میں منصفانہ فرمایا ہے وکان سیدی علی الخواص یقول لو انصف
المقلدون للامام مالك والامام الشافعي رضي الله لم يضعف احد منهم قولا
من اقوال الامام ابي حنيفة رضي الله بعد ان سمعوا مدح ائمتهم له او بالغهم ذلك انتهى

Marfat.com

قول امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا الناس کلھم عیال علی ابحنیفۃ رحمۃ اللہ فی الفقہ جو مشہور معروف ہے اور بہت سندوں سے ثابت ہے۔ ثبوت فقاہت امام کے لئے عمدہ دلیل ہے وقد قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من یرد اللہ بہ خیرا یفقہ فی الدین۔ متفق علیہ۔ سرمایہ خیریت کا جو مدلول حدیث کا ہے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ میں موجود ہے۔ **دیکھو** عبد اللہ بن مبارک جو کبار ثقات سے ہے۔ اور استاذ یحیی بن معین اور عبد الرحمان بن مھدی اور ابوبکر شیبہ اور امام احمد بن حنبل وغیرہ کے ہیں۔ امام صاحب کی تعریف وتوصیف کس خلوص و ارادہ سے فرماتے ہیں **شعر** لقد زان البلاد ومن علیھا + امام المسلمین ابو حنیفۃ + باحکام واثار وفقہ + کایات الزبور علی الصحیفۃ + فما فی المشرقین لہ نظیر + ولا بالمغربین ولا بکوفہ + امام صار فی الاسلام نورا + امینا الرسول وللخلیفہ + یبیت مشمرا سہر اللیالی + وصام لنارہ للہ خیفہ + وصان لسانہ عن کل افک + ومازالت جوارحہ عفیفہ + یعف عن المحارم و الملاہی + ومرضاۃ الالہ لہ خلیفہ + فمن کابی حنیفۃ فی علاہ + امام للخلیفۃ والخلیفہ + رأیت العائبین لہ سفاھا + خلاف الحق مع حجج ضعیفہ + وکیف یحل ان یوذی فقیہ + لہ فی الارض آثار شریفہ + وقد قال ابن ادریس مقالا + صحیح النقل فی حکم لطیفہ + بان الناس فی فقہ عیال + علی فقہ الامام ابی حنیفہ + فلعنۃ ربنا اعداد رمل + علی من رد قول ابی حنیفہ + ھذا ھو المذکور فی الدر المختار وغیرہ **قال** الفاضل الکھنوی (مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی) فی بعض مؤلفاتہ فان قلت کیف یکون مجترحہ الرد علی ابی حنیفۃ رحمہ اللہ باعثا اللعن والابعاد وکثیر من العلماء والمجتھدون یردّ بعضھم بعضا ویطعن بعضھم بعضا فی استدلال بعض۔ قلت لیس المراد بالرد مطلق الرد بل رد ما قالہ من الاحکام الشرعیہ محتقرا لھا۔ اورد طرقہ واستدلالہ الی

Marfat.com

حد یحطہ من منزلہ و یحقرہ و یوذی مقلدیہ و یصل الی حد سبہ وشتمہ
والطلاق کلمات قبیحۃ علیہ علی ما ھو الشائع فی اکثر العوام بل الخواص کالعوام
اولئک کالانعام - فان مثل ھذا الرد علی مثل ھذا الامام الذی اقر بفضلہ المجتہدون
وشہد بعلمہ وفقہہ وتقواہ وورعہ واجتہادہ وانقیادہ للشریعۃ واتباعہ
للطریقۃ الائمۃ المرضیون - یبلغ فاعلہ الی ان یصیر ملعونا مردود الشہادۃ
فاسقا مطرودا معدودا فی اہل الضلالۃ وقد منع الفقہاء من قبول شہادۃ من
قبول شہادۃ من یظہر سب السلف وفسر شارح الوقایۃ وصاحب النہایۃ وغیرہا
بالصحابۃ والتابعین والائمۃ المجتہدین فاحفظ ولا تکن من الغافلین **قولہ**
چونکہ اون کی قلم سے کبھی کوئی تحریر سرزد ہوئی تھی اس لئے خموش رہے **اقول**
وباللہ التوفیق - راقم کی قلم سے درباب فتاوی شرعی اور روزمرہ کے کاروبار میں
صدہا تحریریں سرزد ہوئی ہیں - جسکو مؤلف رسالہ بھی یقینا جانتے ہیں پہر ایسی
دہوم دہام کی نفی کہ اون کی قلم سے کبھی کوئی تحریر سرزد نہیں ہوتی تھی) قول عجیب ہے
شائد اس نفی سے مراد قائل کی یہ ہو کہ درباب مذمت عاملین بالحدیث کذائی کی
کبھی کوئی تحریر سرزد نہین ہوئی تہی - جیساکہ لفظ صرف زبانی مذمت کیا کرتے تھے"
ان معنوں پر دال ہے - اور نیز سیاق عبارت بھی اسکا مؤید ہے - الا یہ شق بھی
کب درست ہوسکتی ہے - اس لئے کہ تحریر حالی بھی خالی مذمت سی ہے - یہ فتوی
توصرف درباب عدم وجوب قراءۃ خلف الامام تحریر ہوا ہے - جیساکہ ناظرین [illegible]
ظاہر ہے - اس میں مذمت کا توکچھ ذکر ہی نہین فقولہ کذا وکذا لا یخلو عن مسامحۃ
آری اگر اس فتوی کو ہی مؤلف رسالہ نے مذمت سمجھ لیا ہو تو دوسری بات ہے فلیک
بالتامل اب اسموقعہ پر یہہ شعر بیجا نہ ہوگا **شعر** نہیں تقصیر اوس بت
کی کہ ہے میری خطا لگتی + مسلمانوں ذرا انصاف سی کہیو خدا لگتی + **قولہ**

Marfat.com

سورۂ فاتحہ کا پڑہنا منفرد اور مقتدی اور امام سب نمازیوں پر ضروری - اور فرض ہے بشرطیکہ اس میں استطاعت قراءۃ ہو قال اللہ تعالیٰ وَمَا اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ تا آخر تسلیماً **اقول - اوّلاً عام فہم جواب** یہ استدلال ایسا ہے جیسے کوئی بے تامل کہدے کہ کہڑے کہڑے پیشاب کرنا - اور قبلہ کیطرف مونہہ کرکر پیشاب کرنا فرض ہے قال اللہ تعالیٰ وَمَا اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ الی اٰخرہ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے - روی الترمذی عن ابی وائل عن حذیفۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتی سباطۃ قوم فبال علیها قائما الحدیث وقال حدیث ابی وائل عن حذیفۃ اصح - **و** ایضاً روی الترمذی عن جابر رضی اللہ عنہ بن عبد اللہ قال نهی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان نستقبل القبلۃ ببول فرأیتہ قبل ان یقبض بعام یستقبلها وفی الباب عن ابی قتادۃ وعائشۃ وعمار الی آخر ما قال وحدیث جابر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم احسن من حدیث ابی هلیعۃ - ان ہر دو حدیثوں سے صاف ظاہر ہے کہ کہڑے کہڑے پیشاب کرنا اور قبلہ کیطرف مونہہ کرکر پیشاب کرنا منجملہ ما اٰتٰکم الرسول کے ہے + پس بقول مؤلف رسالہ کے یہ ہر دو امر ہی فرض ہوں وھو کما ترے **ثانیاً خاص فہم جواب** مؤلف رسالہ نے ان آیتوں سے استدلال پکڑا ہے کہ مذکورین پر قراءۃ فاتحہ فرض ہے جسکا حاصل یہ ہوا کہ قراءۃ الفاتحۃ فرض لانہ منجملۃ ما اٰتٰکم الرسول - وکل ما اٰتٰکم الرسول فھو فرض - فقراءۃ الفاتحۃ فرض - یا یوں کہیں کہ قراءۃ الفاتحۃ فرض لانہ ما اٰتٰکم الرسول - وکل ما اٰتٰکم فھو فرض - فقراءۃ الفاتحۃ فرض - اب التفات فرمائیں کہ اس استدلال کا کبریٰ غور طلب اور قابل تامل ہے - اس لیئے کہ دعا دخول وخروج بیت الخلاء کی - و الاستنجاء بثلثۃ احجار - ولا استنجاء بالحجرین - وإغناء ازاجابت کے لیئے دور جانا -

Marfat.com

امر بالسواک ۔ غسل الیدین قبل ان یدخل الاناء بعد اذا استیقظ احدکم من منامہ المضمضۃ ۔ والاستنشاق من کف واحد ۔ تخلیل اللحیۃ ۔ مسح الاذنین ظاھرھما وباطنھما ۔ تخلیل الاصابع ۔ الوضوء مرۃ مرۃ ۔ الوضوء مرتین مرتین ۔ الوضوء ثلثا ثلثا ۔ النضح بعد الوضوء ۔ الوضوء لاول وقتھا ۔ اذا ام احدکم الناس فلیخفف ۔ قراءۃ سبحانک اللھم عند افتتاح الصلوٰۃ ۔ وضع الیمین علی الشمال فی الصلوٰۃ ۔ وضع الیدین علی الرکبتین فی الرکوع ۔ التسبیح فی الرکوع والسجود ۔ التسمیع (یعنی سمع اللہ لمن حمدہ کہنا) والدعاء فی السجدتین ۔ التسبیح فی دبار الصلوٰۃ ۔ والاضطجاع بعد رکعتی الفجر ۔ نوافل قبل العصر ۔ صلوٰۃ الاوابین ۔ صلوٰۃ التسبیح ۔ صلوٰۃ الضحیٰ ۔ صلوٰۃ الحاجۃ ۔ صلوٰۃ الاستخارۃ ۔ غسل الجمعۃ ۔ السواک والتطیب یوم الجمعۃ ۔ وغیر ذلک مما ورد بھا السنۃ عسیٰ ان تکون کثیرۃ جدًا یہ سب امور مذکورۃ الصدر مؤلف رسالہ ضرور بلا ریب تسلیم فرمائیں گے ۔ کہ منجملہ ما اتیکم الرسول کے ہیں ۔ یا ما اتیکم الرسول ہیں ۔ پھر اب کیا تامل ہے ۔ بلا تامل کہہ دیں کہ یہ جملہ امور ضروری اور فرض ہیں ۔ کیونکہ فرضیت ما اتیکم الرسول کی تو مان چکے ہیں وہو کما ترے ۔ اہل انصاف کیخدمت میں گزارش ہے کہ ذرا عند اللہ سوال جواب کی تطبیق میں غور فرمائیں ۔ کہ سوال از آسماں وجواب از ریسماں ۔ و یا سوال از زمیں وجواب از آسماں کے قبیلے سے ہے یا کچھ اور ۔ مگر با ایں ہمہ مؤلف صاحب کیجانب سے مختارانہ جواب باصواب جو شافی اور کافی ہو سکتی ہیں ۔ وہ یہ ہے ۔ کہ فرضیت فاتحہ کا استخراج جو اس آیت سے مؤلف رسالہ کا اول اجتہاد ہے

وقد تقرر فی مقرہ ان المجتھد قد یخطی وقد یصیب اما المصیب فاجران ۔ و اما المخطی فاجر واحد ۔ باوصف عدم اجابت کی بھی ایک ثواب تو کہیں نہیں جاتا ۔ ہاں صاحب یہ جواب لاجواب ہے ۔ ع این کار از تو آید و مرداں چنیں کنند +

عفی عنہ ... الدین
ایضاً ...

Marfat.com

قتنا قضنا **اخرج** البخاریؒ بسندہٖ عن الزہری قال لا یقطعھا رای الصلوٰ
شیٔ ص۷۲ **و** الترمذیؒ عن حدیث ابی ذرؓ یقول قال رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم اذا صلی الرجل ولیس بین یدیہ کاٰخرۃ الرحل اوکواسط الرحل قطع صلوٰ
الکلب الاسود والمرأۃ والحمار۔ وقال حدیث ابی ذرؓ حدیث حسن صحیح حدیث او
کا مدلول یہ ہے۔ کہ کلب اسود۔ عورت۔ گدہا۔ اور سوا ان کے کوئی شی نماز کو نہیں
توڑتی۔ اور دوسری کا مدلول یہ ہے کہ یہ تینوں چیزیں نماز کو توڑتی ہین۔ قتنا ق
اخرج الترمذیؒ عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا ت
فی اعطان الابل وقال حدیث ابی ہریرۃ حدیث حسن صحیح ص۴۸ **و** البخاریؒ بس
جائی نشست شتران
عن نافع قال رأیت ابن عمر یصلی الی بعیرہ وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یفع
ص۷۱ پہلی حدیث کا مدلول۔ رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جائی نشس
اونٹوں میں نماز مت پڑھو۔ اور دوسری کا مدلول۔ کہ حضرت صلی اللہ علیہ وس
بنفس نفیس خود نشستگاہ شتروں میں نماز پڑہی۔ چنانچہ بخاری رحمہ اللہ علیہ ن
الصلوٰۃ فی مواضع الابل کا باب منعقد فرمایا ہے قتنا قضنا **اخرج** البخاریؒ بس
عن انس بن مالک فاذا صلی (ای الامام) قائما فصلوا قیاما واذا صلی جالسا ف
جلوسا ص۹۶ **و** الترمذی عن حدیث عائشۃ قالت صلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وس
خلف ابی بکر فی مرضہ الذی مات فیہ قاعدا۔ وقال حدیث عائشۃ حدی
حسن صحیح غریب ص۵۰ پہلی کا مدلول یہ ہے کہ مقتدی امام کی ایسی تابعداری کریں
جب امام کہڑا ہوکر نماز پڑہے تو مقتدی بہی کہڑے ہوکر نماز پڑہیں۔ اور جب ا
بیٹھکر پڑہے تو مقتدی بہی بیٹھکر پڑہیں۔ اور دوسری کا مدلول اس
معارض ہے قتنا قضنا **روی** مسلم من حدیث ابی ہریرۃ ان رسول اللہ ص
اللہ علیہ وسلم قال لا یصلی احدکم فی الثوب الواحد ص۱۹۸ **و** روی ایضا قال ن

Marfat.com

رجل النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال یصلی احدنا فی ثوب واحدٍ قال اوَلکلکم
یجد ثوبین ص ۱۹۰ پہلی میں فرمایا کہ ایک کپڑے میں کوئی تم میں نماز نہ پڑھے۔
اور دوسری میں فرمایا کہ کیا ہر ایک کے پاس دو کپڑے ہوتے ہیں یعنی ایک ہی
میں نماز پڑھ لے۔ فتناقضا **روی** الترمذی عن نافع بن خدیج عن النبی صلی
اللہ علیہ وسلم قال افطر الحاجم والمحجوم وقال حدیث رافع بن خدیج حدیث حسن
صحیح ص ۱۰۱ **و** الترمذی ایضاً عن ابن عباس قال احتجم رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم وھو محرم صائم۔ وقال ھذا حدیث صحیح ص ۱۰۱ پہلی کا مدلول حاجم محجوم
دونو کا روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ اور دوسری کا مدلول کہ روزہ نہیں ٹوٹتا فتناقضا
اخرج مسلم عن رافع بن خدیج عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسب الحجام خبیث
ص ۱۹ **و** البخاری عن انس بن مالک قال حجم ابو طیبۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
فامر لہ بصاع من تمر ص ۲۸۳ پہلی کا مدلول اُجرت حجامت کی حرام ہے۔ اور دوسری کا
مدلول حلت اُجرۃ حجامت ہے۔ فتناقضا **روی** البخاری عن حدیث ابی بن کعب انہ
قال یا رسول اللہ اذا جامع الرجل المرأۃ فلم ینزل قال یغسل ما مس المرأۃ منہ ثم یتوضأ
ویصلی ص ۴۳ **و** المسلم عن حدیث ابی ھریرۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا جلس
بین شعبہا الاربع ثم جھدھا فقد وجب الغسل وفی حدیث مطر وان لم ینزل ص ۱۵۶
پہلی کا مدلول یہی کہ جماع کرنیوالے پر بغیر انزال کے غسل واجب نہیں ہوتا ہے۔ اور دوسرے
کا مدلول یہی کہ اُس پر بلا انزال کے بھی غسل واجب ہے۔ فتناقضا **اگرچہ مسکین** کے
ذہن ناقص میں اس استدلال کی بابت اور بھی کئی طرح کی خدشات واقع ہوتے ہیں
اما خوف طوالت قلم کو اجازت نہیں دیتا اس لئے بالفعل اکتفینا علیٰ ذلک **انتباہ**
دلیل و دعویٰ کی مطابقت کا حال ناظرین رسالہ پر ظاہر و منکشف ہو چکا۔ فاین فرضیۃ
الفاتحۃ بخصوصہا **اب** مزید فائدہ کے لئے معنی اُس آیت شریفہ کے گذارش کئے

Marfat.com

جاتے ہیں۔ وھو ھذا۔ قال اللہ تعالیٰ مَا اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ۔ ای امرکم الرسول۔
ان کان امر عزیمۃ وتحتیم فخذوہ کذلک وان کان امر ندب وترغیب فخذوا امثلہ
امتثالاً لامرہ الکریم۔ فالامر واحد وطرق امتثالہ متعددۃ۔ وکذلک قولہ
مَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا والدلیل علیہ **ما** روی عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ قال
کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یرغب فی قیام رمضان من غیر ان یامرھم فیہ
بعزیمۃ۔ فیقول من قام رمضان ایمانا واحتسابا غفر ما تقدم من ذنبہ الحدیث
رواہ مسلم ص۲۵۹ **قال** النووی قولہ من غیر ان یامرھم فیہ بعزیمۃ معناہ
لا یامرھم امر ایجاب وتحتیم بل امر ندب وترغیب ثم فسرہ بقولہ فیقول من قام
رمضان وھذہ الصیغۃ یقتضی الترغیب والندب دون الایجاب انتھی بلفظہ
وقولہ علیہ السلام واذا امرتکم بامر فاتوا منہ ما استطعتم رواہ البخاری عن
ابی ھریرۃ ص۱۰۸۲ وقولہ علیہ السلام نھیتکم عن لحوم الاضاحی فوق ثلث
فامسکوا ما بدالکم رواہ مسلم ص۱۵۹ وقولہ علیہ السلام لعمر بن ابی سلمۃ کل بیمینک
وکل مما یلیک رواہ مسلم ص۱۷۲ وقولہ علیہ السلام نھیتکم عن زیارۃ القبور
فزوروھا رواہ مسلم ص۱۵۹ **و**ما قال البخاری علیہ الف الف رحمۃ من ربنا الرحیم
نھی النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن التحریم الا ما عرف اباحتہ وکذلک امرہ نحو قولہ حین
احلوا اصیبوا من النساء قال جابر ولم یعزم علیھم ولکن احلھن لھم۔ وقال
ام عطیۃ نھینا عن اتباع الجنائز ولم یعزم علینا۔ انتھی بلفظہ ص۱۰۹۱ **و**قولہ تعالیٰ
واذا حللتم فاصطادوا۔ وقولہ تعالیٰ فَاِذَا قُضِیَتِ الصَّلٰوۃُ فَانْتَشِرُوْا۔ فلنکتف
علی ذلک والا فالدلائل علی ما ادعینا کثیرۃ جدا وذلک غیر خافیۃ علی من اوتی
نصیبا من القرآن العظیم واعطی حظا من اخبار نبینا الکریم **قولہ** مولوی
صاحب ہماری اور آپکے درمیان اس مسئلہ میں تشاجر (یعنی جھگڑا) واقع ہوگیا ہے اب

فیصلہ نبوی سنو اور اسکو حکم بناؤ **اقول** وباللہ التوفیق - یہ قول آپکا بہت درست
اور ٹھیک ہے - خدانخواستہ آپکی ہر بات کے انکار کیے لئے اگرچہ وہ حق ہی ہو - کچھ
کمر تھوڑی ہی باندھی گئی ہے - خذ ما صفا ودع ما کدر کا بھی یہی مطلب ہے - اسی
لئے مسئلہ متنازعہ فیہا میں آیۃ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ
تُرْحَمُوْنَ اور حدیث **وَاِذَا قَرَأَ فَاَنْصِتُوْا** رواہ مسلم وغیرہ وغیرہ آثار نبویہ علیہ
الصلوۃ والسلام جنکا ذکر آئندہ گذارش ہوگا حکم ٹھہرائے گئے ہیں دیکھو کہ ان کی
حکومت کو آپ کیسا مانتے ہیں اللّٰھم ارزقنا توفیق الخیر والاتباع **قولہ** عمومات
پر مولوی صاحب کو خاص کر غور کرنا لازم اور ضرور ہے **اقول** ان کے معانی اور
مطابقت دعوی اور دلیل کا بیان جس سے عموم وخصوص کی حالت بھی مفہوم ہوتی
ہے پہلے گزارش ہو چکا ہے - اعادہ موجب تطویل ہے فلینظر ثمہ **قولہ** مولوی صاحب
بلکہ کل حنفیہ کے نزدیک تخصیص عبارات قرآنیہ نسخ قرآن ہے **اقول** وباللہ التوفیق
کوئی حنفی اسبات کا قائل نہیں کہ تخصیص عمومات قرآنیہ نسخ قرآن ہی بلکہ حنفیہ
کے نزدیک تخصیص اور نسخ میں بہت بڑا بھاری فرق ہے - دیکھو کتب اصول حنفیہ
اور تعریف تخصیص اور نسخ - اور ہر دو کے موارد استعمال کو ملاحظہ فرماؤ **نور الانوار**
میں ہے التخصیص فی الاصطلاح ہو قصر العام علی بعض مسمیاتہ بکلام مستقل
موصول فان لم یکن کلاما بان کان عقلا - او حسا - او عادۃ - او نحوہ لم یکن
تخصیصا اصطلاحا ولم یصر ظنیا - وکذا ان لم یکن مستقلا بان کان بغایۃ
او بشرط - او استثنا - او صفۃ ویسمی نفس اصیلہا - وکذا ان لم یکن موصولۃ
بل کان متراخیا لا یسمی تخصیصا بل نسخا انتہی **وفی التلویح** النسخ فی اللغۃ
الازالۃ - وفی الشرع ہو ان یرد دلیل شرعی متراخیا عن دلیل شرعی مقتضیا خلاف
حکمہ ای حکم الدلیل الشرعی المتقدم فخرج التخصیص لانہ لا یکون متراخیا

Marfat.com

انتھی بحذف البعض وفی التوضیح فی حکم العام۔ وان کان العام متاخرا ینسخ الخاص عندنا وان کان الخاص متاخرا فان کان موصولا یخصہ وان کان متراخیا ینسخہ فی ذلک القدر عندنا انتھی **وفی فواتح الرحموت** مسئلہ لایجوز تاخیر المخصص عن العام بحیث یعد تاخیرا عرفا عند الحنفیۃ خلافا للشافعیۃ انتھی وفی موضع اخر والحق ان المتراخی ناسخ مطلقا اولا کان اوثانیا انتھی وفی موضع اخر فیکون نسخا لا تخصیصا انتھی۔ وایضا فیکون ناسخۃ لھا لا مخصصۃ انتھی۔ وایضا التخصیص اولی من النسخ انتھی۔ وایضا القیاس مخصص عند الائمۃ الاربعۃ علی ما یشھد بہ مسائلھم الفرعیۃ انتھی۔ وایضا مسئلۃ القیاس لایکون ناسخا بشیئ من الادلۃ انتھی۔ وایضا فی باب النسخ وھو ای النسخ اصطلاحا فقیل رفع الشارع الحکم الشرعی۔ زاد ابن الحاجب بدلیل شرعی متاخر (الی ان قال) ویخرج کل تخصیص لانہ رفع للحکم من الابتداء لا رفع بعد التحقق انتھی اور نیز اصولیوں نے بیان کیا ہے کہ بیان بحسب استقراء پانچ قسم ہے بیان تفسیر۔ بیان تقریر۔ بیان ضرورۃ۔ بیان تبدیل۔ بیان تغییر۔ اور یہہ جملہ اقسام آپس میں معہ اپنے احکام کے متبائنہ ہیں **قال صاحب التلویح** ثم التخصیص ایضا من بیان التغییر اور نسخ بیان تبدیل ہے **فی فواتح الرحموت** بیان التبدیل ہو النسخ انتھی۔ اور عبارات اس قبیلہ کی کتب اصول میں بکثرت ہیں ترکناھا خوفا للاطناب **اب** بخدمت اصحاب انصاف کہ بعید از اعتساف ہیں۔ گذارش ہے کہ عبارات مرقومۃ الصدر کو ملاحظہ فرماکر داد انصاف دیں۔ کہ تخصیص عام اور نسخ میں کچھہ فرق ہے یا ہر دو متحد للمعنی ہیں۔ اور جناب مولانا صاحب سے ہم استفسار کرتے ہیں کہ آپنے یہہ فقرہ کہاں سے اڑایا۔ کسی کتاب حنفیہ سے ملاحظہ فرمایا۔ یا اپنے ذہن ہی سے بنایا۔ اگر شق اول ہے تو نشان دیں۔ اگر شق ثانی ہے توکہدیں۔

137265

Marfat.com

فان قیل قال صاحب التلویح۔ فان قیل جعل المستقل ههنا مخصصًا
من غیر فرق بین المتراخی وغیره۔ وقد سبق ان المتراخی نسخ لا تخصیص قلنا
التخصیص قد یطلق علی ما یتناول النسخ فلا یقید بعدم التراخی کما یوجب بطلان
کلام القوم فی کثیر من المواضع مثل تخصیص الکتاب بالسنة والاجماع وتخصیص
بعض الآیات بالبعض مع التراخی انتهی۔ یہ کلام صاحب تلویح کی مفید مدعا مؤلف رسالہ
کے ہے **قلنا فی جوابہ** اس کلام کا مفید ہونا تو یکطرف بلکہ مؤلف رسالہ کے
لئے مضر ہے۔ دیکھو ملا خسرو محشی تلویح اس عبارت کے معنے یہ کرتا ہے وهذه
عبارته **قال** قلنا التخصیص قد یطلق علی ما یتناول النسخ آه **اقول** فیه
بحث فان اطلاق التخصیص علی النسخ لا یوجد فی عبارة من یعتد به من المشائخ
یشهد به التتبع۔ ولو وجد حمل علی المعنی اللغوی۔ والکلام ههنا فی الاصطلاح
یؤیده قول الآتی وهو حجة فیه شبهة فانه حکم بذلک مطلقا۔ مع ان
العام الذی نسخ بعضه قطعی فی الباقی کما سیأتی۔ وقول الشارح فی مباحث
مفهوم المخالفة۔ ان مذهبنا فی التراخی انه نسخ لا تخصیص۔ واما قوله مثل
تخصیص الکتاب بالسنة والاجماع وتخصیص بعض الآیات بالبعض مع
التراخی۔ فعلی تقدیر تسلیم ثبوته عن مشائخنا یحمل علی ما بعد التخصیص بکلام
مستقل موصول۔ یدل علیه ذکر الاجماع۔ فانه بعد زمن الرسول علیه السلام لا نسخ
بعده۔ فالصواب فی الجواب ان یقال انما ترک المقارنة اکتفاءً بما ذکر
قبیل الفصل فانه اقرب العهد به مما یوجب الاکتفاء به انتهی۔ اور حسن چلپی محشی تلویح
نے بھی اس عبارت تلویح کے معنے ایسی ہی کئے ہیں **قوله** اور نسخ قرآن بدلیل کسی
قوی برہان کے جائز نہیں **اقول** یہ قول مؤلف رسالہ کا درست اور حق ہے۔ اور مذہب
ہمارے علماء حنفیہ کا رحمہم اللہ کا بھی یہی ہے۔ کہ نسخ قرآن کریم کا بدلیل قوی و دلیل کے

ص ولهذا یقال النسخ تخصیص وقد یطلق علی المقابل وهو المقید بعدم التراخی والقول بان التخصیص یطلق علی المعنی العام غیر المتراخی

Marfat.com

جائز نہیں ولهذا قال علماؤنا رحمہم اللہ والقیاس لا یصلح ناسخاً للکتاب والسنۃ ولا الاجماع والخبر الواحد لا یصلح ان یکون ناسخاً للکتاب - ولم یجعل علماؤنا قرأۃ الفاتحۃ رکناً فی الصلوٰۃ بخبر الواحد لانہ زیادۃ وھو نسخ **قولہ** اس لئی ان عمومات میں اپنی خیالی باتوں سے تخصیص نہ لگاویں **اقول** وباللہ التوفیق یہ صرف مؤلف صاحب کی خیالی بات ہے - ورنہ عند الحنفیہ کتاب اور سنت متواترہ کی تخصیص خبر واحد سے بھی جائز نہیں فضلاً عن ان یکون بالاقاویل الوھمیۃ والخیالیۃ لعدم المساوات بینھما ”لا یجوز عند الحنفیۃ تخصیص الکتاب بخبر الواحد وکذا تخصیص السنۃ المتواترۃ بخبر الواحد - **لنا** انہ ای الکتاب قطعی من کل وجہ لان المتن متواتر و العام قطعی الدلالۃ کما مرّ باقوم حجۃ - والخبر ظنی متناً لانہ خبر الواحد - فلا یجوز تخصیصہ“ انتھی باختصار **فواتح الرحموت** مؤلف سالہ انصاف فرماویں کہ جب حنفیہ کرام کا تخصیص عام میں یہ مذہب ہے تو یہ فرمانا ”کہ اپنی خیالی باتوں سے تخصیص نہ لگادیں“ - یہ قول محققانہ ہے یا صرف خیالی ڈھکوسلہ **قولہ** اور نفرماویں کہ یہ آئتیں مخصوص ہیں اس تخصیص کے ساتھ کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام بشرطیکہ ہمارے علماء نے اوپر عمل کیا ہو واجب العمل ہیں نہ علی العموم **اقول** وباللہ التوفیق حضرت آپ غور فرماویں کہ یہ آپکی خیالی باتیں ہیں یا وہمی - بھلا کسی حنفی نے یہ کہا ہے کہ ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام بشرطیکہ ہمارے علماء نے عمل کیا ہو واجب العمل ہیں نہ علی العموم“ - یا کسی کتاب حنفی مذہب میں اس تخصیص کا ذکر ہے فأتوا به وادعوا شهداءكم إن كنتم صدقين - فان لم تاتوا به فاتقوا الله وكونوا من التوابين ؎ اندکے پیش تو گفتم غم دل ترسیدم + کہ دل آزردہ شوی ورنہ سخن بسیار است + بلکہ حنفیہ رحمۃ اللہ کا عملدرآمد قرآن کریم اور حدیث شریف اور قضایا صحابہ کرام رضی اللہ پر ہے **دیکھو** امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے - جیسا امام

Marfat.com

شعرانی میزان میں لائے ہے۔ انما اعمل اولا بکتاب اللہ ثم بسنۃ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم ثم باقضیۃ ابی بکر وعمر وعثمان وعلی رضی اللہ عنہم ثم

باقضیۃ بقیۃ الصحابۃ رضی اللہ انتہی۔ اور کتب متداولہ اصول میں جہانتک مسکیں

اپنے استقراء اور تتبع ناقص میں دیکھتا ہے۔ تخصیص کے اقسام مفصلۂ ذیل سے خارج

نہیں پایا۔ مگر اس تخصیص کا ذکر جس کے مؤلف صاحب مدعی ہیں مفقود و معدوم

ہے۔ اگر مؤلف رسالہ اس تخصیص کا پتہ لگا دیں گے تو ہم اوسکے جواب دیکھاویں گے

یار باقی صحبت باقی وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغ تفصیل اقسام تخصیص

تخصیص بالکتاب العزیز۔ تخصیص بالسنۃ۔ تخصیص بالعادۃ۔ تخصیص بالاجماع

تخصیص بالمفہوم۔ تخصیص بالقیاس۔ تخصیص بالحس۔ تخصیص بالمفعول فیہ

بالمفعول لہ ومعہ۔ تخصیص بالتمیز۔ تخصیص بالظرف والجار والمجرور۔ تخصیص

بالحال۔ تخصیص ببدل البعض من الکل۔ تخصیص بالغایۃ۔ تخصیص بالصفۃ

تخصیص بالشرط۔ تخصیص بالاستثناء۔ تخصیص بالضمیر۔ تخصیص بالقضایا

الاعیان۔ تخصیص بالسیاق۔ تخصیص بفعل الصحابی۔ انتہی

لا یخفی علیک ان الغرض من سرد ھذہ الاقسام المذکورۃ للتخصیص انما ھو ان

فی کتب اصحابنا الحنفیۃ بعلۃ ان کلہا معمولۃ عندھم بالاختلاف وعمل بعضہا

علی من تداولہا **قولہ** یاد رہے کہ فقیر کا استدلال آیات سے بعینہ بمادہ قرن

کے استدلال کیطرح ہے جسکو مسلم نے بیان کیا ہے حدثنا مسلم الحدیث۔ انتہی۔

وَبِاللّٰہِ التَّوْفِیْق **بعینہ** کا لفظ یاد رہے۔ **روی** الترمذی عن ابن عمر ان النبی

صلی اللہ علیہ وسلم قال لعن اللہ الواصلۃ والمستوصلۃ والواشمۃ والمستوشمۃ

ھذا حدیث حسن صحیح۔ وفی الباب عن ابن مسعود وعائشۃ واسماء بنت ابی بکر

ومعقل بن یسار۔ مرتہ **ترجمہ** لعنت کی اللہ نے اوس عورت کو کہ ملاوے بال اپنے

Marfat.com

ساتھہ بالوں اور عورت کے (یعنی درازی کے لئے) اور لعنت کی اوس عورت کو کہ ملواوے اپنے بالوں کے ساتھ اور کے بال۔ اور لعنت کی گوندنیوالی۔ اور گدوانے والی کو **ف** اور گودنا یہہ ہے کہ سوئی وغیرہ بدن پر چبھوئیں تاکہ خون نکل آئے پھر اوس میں سرمہ وغیرہ ڈالکر داغ رنگیں پیدا کریں۔ **وروی** البخاری عن ابی ھریرۃ لعن اللہ الواصلۃ والمستوصلۃ والواشمۃ والمستوشمۃ ص۸۷۹ **و** البخاری عن عائشۃ ان جاریۃ من الانصار تزوجت وانھا مرضت فتمعط شعرھا (ای سقط) فارادوا ان یصلوھا فسألوا النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال لعن اللہ الواصلۃ و المستوصلۃ ص۸۷۹ **ترجمہ** ایک لڑکی انصار نے شادی کی اور وہ بیمار ہوگئی پھر اوس کے بال گرگئے (یعنی بیماری کے باعث) پھر اوس کے وارثوں نے ارادہ کیا کہ اوس کے بالوں سے اور کے بال ملاویں۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہے واصلہ اور مستوصلہ دونوں پر **وروی ایضًا** عن اسماء بنت ابی بکر قالت لعن النبی صلی اللہ علیہ وسلم الواصلۃ والمستوصلۃ ص۸۷۹ **وروی** النسائی عن عبداللہ بن مسعود قال لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الواشمات والموشمات والمتنمصات و المتفلجات للحسن المغیرات ص۷۶۰ **ترجمہ** لعنت کی رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم نے گودنے والیوں اور گودوانے والیوں کو اور بال چنوانیوالیوں کو منہ پر سے۔ اور سوھن کرنیوالیوں کو دانتوں پر۔ واسطے حسن کے کہ تغیر کرنیوالی ہیں **وروی** النسائی عن مسروق ان امرأۃ اتت عبداللہ بن مسعود فقالت انی امرأۃ زعراء ایصلح ان اصل فی شعری (قلیلۃ الشعر) فقال لا فقالت اشیئ سمعت من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم او تجد فی کتاب فقال لا بل سمعتہ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واجدہ فی کتاب اللہ وساق الحدیث ص۷۶۰ **وروی** البخاری عن معاویۃ بن ابی سفیان عام حج وھو علی المنبر یقول وتناول قصۃ من شعر کانت بید حرسی۔ این علماؤکم۔ سمعت رسول اللہ ص

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم نہی عن مثل ھذہ ویقول انما ھلکت بنو اسرائیل حین
اتخذ ھذہ نساؤھم ص ۲۰ یہ جملہ احادیث صریحًا دال ہیں کہ حرمت ان اشیاء کے
منصوص غیر معارض ہے۔ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم انکی حرمت میں قاطبۃً
متفق ہیں۔ کیونکہ ان اشیاء کی حرمت میں کلام نہیں ہے۔ بلکہ بنی اسرائیل
میں بھی حرام نہیں۔ اور اون کے ہلاک اور تباہی کا باعث حلت اور استعمال
ان اشیا کا ہوا۔ اور ائمہ مجتہدین کے نزدیک بھی یہ اشیا حرام ہیں۔ ان
کی حلت اور جواز میں کسی کا مذہب اور قول نہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی
کو جبکہ ان اشیا کی حرمت قطعی غیر معارض سماعًا عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معلوم
تھی۔ اور ملعون ہونا ان کے فاعل کا ثابت اور مبرہن ہو چکا تھا۔ تب سائل کے
جواب میں فرمایا بل سمعت من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ووجدت فی کتاب اللہ
(یعنی جملہ ثانیہ آیہ کا ان اشیا کی حرمت کو شامل اور محتوی ہے۔ یہ حال حضرت عبداللہ
بن مسعود رضی اللہ عنہ یعسوب الامت کے استدلال کا ہے۔ اور مؤلف رسالہ کی استدلال
اور اوس استدلال میں چند طرح کی مغائرت ہے **اول** حرمت ان اشیا کی منصوص مثبت
ہے۔ اور فاتحہ خلف الامام کی فرضیت ہنوز زیر بحث ہے **دوم** اشیاء مذکورہ کی حرمت
منصوص غیر معارض ہے۔ اور فاتحہ خلف الامام میں اول تو فرضیت ہی کہاں بفرض
محال اگر تسلیم بھی کیجاوے تو منصوصیت کجا۔ اگر اسکو بھی اوسی طرح مانا جاوے
تو غیر معارض ہونا کجا **سیوم** یہ اشیا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نزدیک متفق علیہ
حرام ہیں۔ اور فاتحہ کے وجوب میں اتفاق کی بو بھی نہیں **چہارم** [illegible]
اشیاء کی حرمت پر ائمہ مجتہدین قاطبۃً متفق ہیں۔ اور فاتحہ [illegible] خلف ہیں
پنجم حرمت اشیا مذکورہ کی۔ جملہ ثانیہ کا مدلول [illegible] یہ بات کہاں رہی با
ایں ہمہ مغائرت میں الاستدلالین کہ۔ ببین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا۔

دھوم دھام سے نقارہ بجا کر مدعی عینیت کا ہو کر دعوی مساوات کا کرنا۔ اور کچھ بعض سا
کو فقیر کا استدلال بعینہ عبداللہ بن مسعود کے استدلال کی طرح ہے۔ بھلا عبارت
اور مساحت نہیں تو اور کیا ہے فانظروا واعتبروا یا اولی الابصار ولنعم ما قیل چاہیے
حد سے زیادہ نہ باہر پاؤں نکلے + چلئے چال ایسی کہ جس کام ظفر پاؤں نکلے + **قولہ** اور
فاتحۃ الکتاب کے مسئلہ میں جناب سرور انبیا صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان اسطرح ثابت ہوا
آگے الی آخر القال اور یہ حدیث متفق علیہ ہے **اقول** وباللہ التوفیق قبل از شروع فی
الجواب چند فائدوں کا معلوم ہونا طالب حق کو لئے ضرور ہے **فائدہ پہلا** صحیح
حدیث کی تعریف میں قال السید الشریف الجرجانی ھو ای الحدیث الصحیح ما
اتصل سندہ بنقل العدل الضابط عن مثلہ وسلم عن شذوذ وعلۃ۔ ونعنی
بالمتصل مالم یکن مقطوعا بای وجہ کان۔ وبالعدل من لم یکن مستور العدالۃ
ولا مجروحا۔ وبالضابط من یکون حافظا متیقظا۔ وبالشذوذ ما یرویہ
الثقۃ مخالفا لروایۃ الناس ای من الثقات۔ وبالعلۃ ما فیہ اسباب خفیۃ غامضۃ
قادحۃ انتھی۔ وفی شرح النخبۃ المراد بالعدل من لہ ملکۃ تحملہ علی ملازمۃ
التقوی والمروۃ۔ والمراد بالتقوی اجتناب الاعمال السیئۃ من شرک او فسق
او بدعۃ انتھی وھو حجۃ بلا خلاف **فائدہ دوسرا** مرسل حدیث کے
بیان میں المرسل صورتہ ان یقول التابعی سواء کان کبیرا او صغیرا قال
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کذا او فعل کذا او فعل بحضرتہ کذا او نحو ذلک
التقریب مع تقریبہ شرحہ **قال** النووی ثم مذھب الشافعی والمحدثین وجمھورھم
وجماعۃ من الفقہاء انہ لا یحتج بالمرسل۔ ومذھب مالک وابی حنیفۃ واحمد
واکثر الفقہاء انہ یحتج بہ ومذھب الشافعی انہ اذا انضم الی المرسل ما یعتضد بہ احتج
بہ وذلک بان یروی ایضا مسندا او مرسلا من جھۃ اخری۔ او یعمل بہ بعض الصحابۃ

Marfat.com

او اکثر العلماء انتہی **وقال** القاری فی شرح الشرح للنخبۃ اعلم ان کون المرسل حدیثا
ضعیفا لا یحتج بہ انما ہو اختیار جماعۃ من المحدثین وہو قول الشافعی وطائفۃ
من الفقہاء واصحاب الاصول **وقال** مالک فی المشہور عنہ وابو حنیفۃ واصحابہ
وغیرہم من ائمۃ العلماء کاحمد فی المشہور — انہ صحیح یحتج بہ بل حکی ابن جریر اجماع
التابعین باسرہم علی قبولہ وانہ لم یات عن احد منہم انکارہ ولا عن احد من الائمۃ
بعدہم الی راس المائتین الذین ہم من القرون الفاضلۃ المشہود لہا من الشارع
بالخیریۃ بہ انتہی **وفی مسلم وشرحہ** وہو رای المرسل ان کان من صحابی
یقبل مطلقا اتفاقا — لانہ اما سمع نفسہ او من صحابی آخر والصحابۃ کلہم عدول
ولا اعتداد لمن خالف فیہ — فانہ انکار واضح — وان کان المرسل من غیرہ فالاکثر
منہم الائمۃ الثلثۃ — الامام ابو حنیفۃ — والامام مالک — والامام احمد رضی اللہ تعالی
عنہم — قالوا یقبل مطلقا — اذا کان الراوی ثقۃ — وقیل من اسند فقد احالک —
علی من روی عنہ — ومن ارسل فقد تکفل نفسہ بالصحۃ — وجمہور المحدثین — الحادثین
بعد المائتین قالوا لا یقبل المرسل مطلقا — سواء کان من ائمۃ النقل اولا — ومن القرون
الثلثۃ اولا — قال العینی فی شرح **الہدایۃ** وقد عد البعض ہذا القول من البدع
قال ابراہیم النخعی الذی ہو کبار ائمۃ التابعین متی قلت حدثنی فلان عن عبد اللہ
فہو الذی رواہ فقط ومتی قلت قال عبد اللہ فغیر واحد ای فالرواۃ اکثر
وقال الحسن البصری متی قلت حدثنی فلان فہو حدیثہ فقط ومتی قلت قال
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فمن سبعین — ای جماعۃ کثیرۃ — وکان ذلک الشائع
التحدیث علی سبیل الارسال معروفا بینہم مشتہرا من قرن الصحابۃ الی التابعین بلا
نکیر من احد الائمۃ — فکان ذلک اجماعا علی قبول المراسیل انتہی بلفظہ **فائدہ**
تیسرا رفع حکمی کے بیان میں قول الصحابی الذی لم یاخذ عن الاسرائیلیات —

Marfat.com

مالامجال للاجتهاد فیه ولا له تعلق ببیان لغتہ۔ **اور شرح غریب** کالاخبار عن الامور الماضیة من بدء الخلق واخبار الانبیاء علیہم السلام او الاٰتیة کالملاحم او الفتن واحوال یوم القیمة وکذا الاخبار عما یحصل بفعله ثواب مخصوص۔ او عقاب مخصوص۔ وفعل الصحابی مالا مجال للاجتہاد فیه رفع حکمی واخبار الصحابی انهم یفعلون فی زمان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کذا فانه یکون له حکم الرفع من جهة ان الظاهر اطلاعه صلی اللہ علیہ وسلم علی ذلك لتوافر دواعیهم علی سواله عن امور دینهم لان ذلك الزمان زمان نزول الوحی فلا یقع من الصحابة فعل شیء یستمرون علیه الا وهو غیر ممنوع الفعل وقول الصحابی من السنة کذا فالاکثر علی ان ذلك مرفوع ونقل ابن عبد البر فیه الاتفاق واذا قالها غیر الصحابی فکذلك مالم یضفها الی صاحبها کسنة العمرین۔ وقول التابعی عن الصحابی یرفع الحدیث او یرویه او ینمیه او روایة او یبلغ او رواه مرفوع حکماً انتهی ما فی **النخبة** وشرحه ملخصاً **فائدہ چوتھا** مدلس حدیث کے حکم میں حکم من ثبت عنه التدلیس اذا کان عدلاً۔ ان لا یقبل منه الا اذا صرح فیه التحدیث علی الاصح انتهی ما فی شرح **النخبة** للحجر العسقلانی **وقال** القاری فی شرح الشرح للنخبة قال فریق من المحدثین والفقهاء من عرف بارتکاب التدلیس ولو مرة صار مجروحاً مردوداً فی الروایة وان بین السماع واتی بصیغة صحیحة فی هذا الحدیث او فی غیره من احادیث انتهی **فائدہ پانچواں** زیادة ثقہ میں **قال** النووی زیادة الثقة مقبولة عند الجماهیر من اهل الحدیث والفقه والاصول وقیل لا یقبل وقیل ان زادها غیر من رواه۔ ولا یقبل ان زادها هو۔ واما اذا روی العدل الضابط المتقن حدیثا انفرد به فمقبول بلا خلاف نقل الخطیب البغدادی اتفاق العلماء علیه انتهی **فائدہ چھٹا** جبکہ رواۃ بعض ثقات سے متصل اور بعض سے مرسل یا موقوف۔ یا بعض سے مرفوع اور بعض سے موقوف ہو۔ تو اُس کا

Marfat.com

حکم قال النووی اذا رواہ بعض الثقات الضابطین متصلاً وبعضہم مرسلاً
او بعضہم موقوفاً وبعضہم مرفوعاً او وصلہ ھو۔ او رفعہ فی وقت وارسلہ او وقفہ
فی وقت۔ فالصحیح الذی قالہ المحققون من المحدثین و قالہ الفقہاء واصحاب الاصول
وصححہ الخطیب البغدادی۔ ان الحکم لمن وصلہ او رفعہ۔ سواء کان المخالف لہ
مثلہ او اکثر او احفظ لانہ زیادۃ ثقۃ وھی مقبولۃ وقیل الحکم لمن ارسلہ او
وقفہ انتھی **فائدہ ساتواں سبب اختلاف المحدثین کا صحت حدیث میں قال**
النووی قال الشیخ الامام ابو عمرو بن الصلاح رضی اللہ شرط مسلم رحمہ اللہ فی
صحیحہ ان یکون الحدیث متصل الاسناد بنقل الثقۃ عن الثقۃ من اولہ الی منتہاہ
سالماً عن الشذوذ والعلۃ قال وھذا حد الصحیح۔ فکل حدیث اجتمعت فیہ ھذہ
الشروط فھو صحیح بلا خلاف بین اھل الحدیث۔ وما اختلفوا فی صحۃ من الاحادیث
فقد یکون سبب اختلافہم انتفاء شرط من ھذہ الشروط۔ او بینہم خلاف فی اشتراطہ
کما اذا کان بعض الرواۃ مستوراً او کان الحدیث مرسلاً۔ وقد یکون سبب اختلافہم
انہ ھل اجتمعت فیہ ھذہ الشروط ام انتفی بعضہا وھذا ھو الاغلب فی ذلک کما اذا
کان الحدیث فی روایۃ من اختلف فی کونہ من شرط الصحیح۔ فاذا کان الحدیث
رواتہ کلہم ثقات غیر ان فیہم ابا الزبیر المکی مثلاً او سھیل بن ابی صالح او العلاء
بن عبد الرحمان او حماد بن سلمۃ قالوا فیہ ھذا الحدیث صحیح علی شرط مسلم ولیس
بصحیح علی شرط البخاری لکون ھؤلاء عند مسلم ممن اجتمعت الشروط المعتبرۃ۔ ولم
یثبت عند البخاری ذلک فیہم۔ وکذا حال البخاری فیما خرجہ من حدیث عکرمۃ
مولی ابن عباس۔ واسحق بن محمد الفروی و عمرو بن مرزوق وغیرہم ممن احتج بہم البخاری
ولم یحتج بہ مسلم۔ قال الحاکم ابو عبد اللہ الحافظ النیسابوری فی کتابہ المدخل الی
معرفۃ المستدرک عدد من اخرج لہم البخاری فی الجامع الصحیح ولم یخرج لہم مسلم اربع مائۃ

Marfat.com

واربعة وثلثون شيخًا وعدد من احتج بهم مسلم فى المسند الصحيح۔ ولم يحتج بهم البخارى
فى الجامع الصحيح ستمائة وخمسة وعشرون شيخًا والله اعلم انتهى بلفظه **وقال** الحافظ بن
حجر العسقلانى الرجال الذين تكلم فيهم من رجال مسلم اكثر عددا من الرجال الذين تكلم
فيهم من رجال البخارى انتهى **وقال** القارى فى شرح الشرح **للنخبة** الذين انفرد
البخارى بهم اربعماية وخمسة وثلثون رجلا والمتكلم فيهم بالضعف نحو من ثمانين رجالًا
والذين انفرد بهم مسلم ستماية وعشرون رجلًا والمتكلم فيهم ماية وستون رجلًا
على الضعف كذا ذكره السخاوى فى شرح الفية العراقى انتهى وهكذا فى شرح الشرح للنخبة
لمولينا وجيه الدين۔ **الحاصل** مدار صحت حدیث کا صحت رواۃ پر ہے۔ اور راوی کا
مسلم اور غیر مسلم ہونا وجدان شرائط مقررہ علماء پر موقوف ہے **بخاری** رحمۃ اللہ علیہ نے
جو شرائط راوی کے اپنے نزدیک مقرر فرمائیں ہیں۔ اگر راوی حدیث میں پائی گئیں تو وہ
حدیث امام بخاری رحمۃ اللہ کے نزدیک محکوم بصحت ہوگی گو مسلم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک
وہ حدیث صحیح ہو یا نہ ہو علے ہذا القیاس حال مسلم رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ **فائدہ آٹھواں**
جرح وتعدیل کے بیان میں **قال** الحافظ فى النخبة وشرحه الجرح مقدم على التعديل
واطلق ذلك جماعة ولكن محله ان صدر مبينا من عارف باسبابه۔ لانه ان كان غير مفسر
لم يقدح فيمن ثبت عدالته۔ وان صدر من غير عارف بالاسباب لم يعتبر ايضًا۔ فان
خلا المجروح عن تعديل قبل الجرح فيه۔ مجملًا۔ غير مبين السبب اذا صدر من عارف
على المختار۔ لانه اذا لم يكن فيه تعديل كان فى حيز المجهول واعمال قول الجارح اولى من
اهماله۔ ومال ابن الصلاح فى مثل هذا الى التوقف انتهى **فائدہ نواں** حدیث
مبتدع کی مقبول ہے یا غیر مقبول **قال** النووى قال العلماء من المحدثين والفقهاء
واصحاب الاصول المبتدع الذى يكفر ببدعة لا يقبل روايته بالاتفاق **واما الذى**
لا يكفر بها فاختلفوا فى روايته۔ فمنهم من ردها مطلقًا لفسقه ولا ينفعه التاويل۔ و

ومنہم من قبلها مطلقًا اذا لم یکن ممن یستحل الکذب فی نصرۃ مذهبه اولاهل مذهبه - سواء کان داعیة الی بدعة اوغیر داعیة وهذا المحکی عن امامنا الشافعی رحمه الله لقوله اقبل شهادة اهل الهواء الا الخطابیة من الرافضة - لکونهم یرون الشهادة بالزور لموافقهم - **ومنہم** من قال یقبل اذا لم یکن داعیة الی بدعة ولا یقبل اذا کان داعیة - وهذا مذهب کثیرین - او الاکثرین من العلماء وهو الاعدل الصحیح انتهی بلفظه **فائدہ وسوال** متعارضہ احادیث کے حکم - اور فرض اور وجب کی تعریف میں ثم المقبول ان سلم من المعارضة - ای لم یات خبر یضاده - فهو المحکم - وامثلة کثیرة - وان عورض بمثله فان امکن الجمع فهو - النوع المسمی - المختلف الحدیث - وان لم یمکن الجمع وثبت المتاخر فهو الناسخ والا فالترجیح - ان تعین - ثم التوقف - شرح **نخبة** ملتقطًا - والفرض ما ثبت بدلیل قطعی لا شبهة فیه - والواجب ما ثبت بدلیل ظنی **وفی فواتح الرحموت** ان ثبت الطلب الجازم بقطعی فالافتراض ان کان ذلک الطلب للفعل - او التحریم - ان کان ذلک للکف انتهی - او ثبت الطلب الجازم بظنی فالایجاب - ان کان ذلک الطلب الجازم للفعل - وکراهة التحریم - ان کان ذلک للکف **تلک عشرة کاملة** خذها بالنواجذ واحفظها - آمدیم برسر مطلب - حاصل اور مدعا مؤلف رسالہ کا یہ ہے کہ سورہ فاتحہ کا پڑھنا - منفرد - اور مقتدی - اور امام پر فرض ہے - کسی نماز درست فاتحہ کے سوا جائز اور مقبول نہیں ہوتی - اس عبارت میں دو تعمیم **تعمیم اول** نمازی (یعنی مقتدی و منفرد اور امام) کی - اور تعمیم دوسری (نماز جہریہ و سریہ کانت اوسریہ) کی - اور تخصیص فاتحہ کی - اور اثبات مدعی کی دلیل حدیث لا صلوۃ لمن لم یقرء بفاتحة الکتاب جو بحکم فائدہ اولی کے صحیح ہے - بیان فرماتی - اور

لفظ صلوٰۃ سے صلوٰۃ مُطلق جہریّۃً کانت او سرّیّۃً۔ مراد رکھا۔ اور لفظ مَنْ سے بھی عام مصلّی۔ منفرِدًا۔ کان او مُقتدیًا۔ او امامًا۔ ارادہ کیا۔ تمّ التقریب۔ ہذا ہو تحریر محل الدّعوی وَالدّلیل۔ اب بنظر اعتبار غور طلب یہ امر ہے کہ مقتدی کو امام کے پیچھے ہر نماز میں جہریّۃ ہو یا سرّیّۃ قراءۃ فرض ہے۔ یا نہ۔ اگر ہے۔ تو صرف فاتحہ ہی ہے یا فاتحہ کے سوا صرف کوئی اور سورہ۔ یا فاتحہ مع السّورۃ۔ فدار الامر الی ستّۃ شقوق۔ فاتحہ صرف فی الصلوٰۃ الجہریّۃ۔ فاتحہ صرف فی الصّلوٰۃ السّرّیّۃ۔ سورہ صرف سوی الفاتحہ فی الصّلوٰۃ الجہریّۃ۔ سورہ صرف فی الصّلوٰۃ السّرّیّۃ۔ فاتحہ مع السورۃ فی الصّلوٰۃ الجہریّۃ۔ فاتحہ مع السّورۃ فی الصّلوٰۃ السّرّیّۃ۔ ان جملہ شقوق کی بابت جو ارشاد ہے احادیث ذیل اور آیۃ اذا قرئ القراٰنُ فاستمعوا لہ۔ الآیۃ سے ظاہر ہے۔ بتوجّہ تام سماع فرمائیے۔ **حدیث اوّل** قال الطحاوی فی شرح معانی الآثار۔ **حدّثنا** بحر بن نصر قال حدّثنا یحیی بن سلام قال حدّثنا مالک عن وہب بن کیسان عن جابر بن عبد اللہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال من صلّی رکعۃ فلم یقرأ فیھا بامّ القراٰن فلم یصلّ الا ان یکون وراء الامام انتہی ص ۱۲۸ **والترمذی حدّثنا** اسحاق بن موسی الانصاری انا معن انا مالک عن ابی نعیم وہب بن کیسان انہ سمع جابر بن عبد اللہ یقول من صلّی رکعۃ لم یقرأ فیھا بامّ القراٰن فلم یصلّ الا ان یکون وراء الامام ہذا حدیث حسن صحیح ص ۴۲ ومالک عن وہب بن کیسان انہ سمع جابر بن عبد اللہ یقول من صلّی رکعۃ لم یقرأ فیھا بامّ القراٰن فلم یصلّ الا وراء الامام ص ۲۸ **خُلاصہ ترجمہ**۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نماز کسی شخص کی سوا فاتحہ کے درست نہیں۔ الا مقتدی۔ یعنے اوسکی نماز سوا فاتحہ کے درست ہے۔ **اشتباہ** روایت دوم اور سیوم اگرچہ صریحًا مرفوع معلوم نہیں ہوتیں۔ الا بحکم فائدہ پنجم اور ششم کے مرفوع ہیں فلینظر ہما۔ اور نیز بحکم فائدہ سیوم کے

رہی لبیان الصحابی عنہم ایضا بفعلہ [illegible]

مجال للاجتهاد وفیه رفع حکمی) مرفوع حکمی ہے۔ اور پہلی روایت کے مرفوع ہونیمیں کلام
ہی نہیں۔ اگرچہ یحییٰ بن سلام متکلم فیہ از جانب دارقطنی کے ہے۔ ان روایات سے بطلان
شقین اولین کا ظاہر ہے۔ **حدیث دوم** اخرج مسلم بسندہ عن عمران بن حصین
قال صلی بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلوۃ الظہر والعصر فقال ایکم قرأ خلفی
بسبح اسم ربک الاعلی۔ فقال رجل انا ولم ارد بہا الا الخیر قال قد علمت ان بعضکم
خالجنیہا (۱) وللمسلم ایضاً بسند اٰخر عن قتادۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
صلی الظہر قال قد علمت ان بعضکم خالجنیہا (۲) وابو داؤد حدثنا ابو الولید
الطیالسی انا شعبۃ ح وحدثنا محمد بن کثیر العبدی انا شعبۃ المعنٰی۔ عن قتادۃ
عن زرارۃ عن عمران بن حصین قال ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلی الظہر فجاء رجل
فقرأ خلفہ بسبح اسم ربک الاعلی فلما فرغ قال ایکم قرأ قالوا۔ رجل قال قد عرفت
ان بعضکم خالجنیہا (۳) وابو داؤد ایضاً **حدثنا** ابن المثنی انا ابن ابی عدی عن
سعید عن قتادۃ عن زرارۃ عن عمران بن حصین ان نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلی بہم
الظہر فلما انفتل قال ایکم قرأ بسبح اسم ربک الاعلی۔ فقال رجل انا۔ فقال علمت ان
بعضکم خالجنیہا (۴) یہ چہار روایات شق چہارم کے بطلان پر نص ہیں **قال**
النووی خالجنیہا ای نازعنیہا ومعنی ھذا الکلام الانکار علیہ انتھی۔ واما حملہ علی
جھرہ اور رفع صوتہ بحیث اسمع غیرہ کما حملہ النووی انتصاراً للمذہب۔ فصرف عن ظاہر کلام
الشارع **حدیث چہارم** الترمذی **حدثنا** الانصاری انا معن انا مالک عن ابن
شہاب عن ابن اکیمۃ اللیثی عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انصرف
من صلوۃ جہر فیہا بالقراءۃ فقال ھل قرأ معی احد منکم انفاً فقال رجل نعم یا رسول اللہ
قال انی اقول مالی انازع القراٰن قال فانتہی الناس عن القراءۃ مع رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم فیما جہر فیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من الصلوٰۃ بالقراءۃ حین سمعوا ذالک

Marfat.com

من رسول الله صلى الله عليه وسلم - وفي الباب عن ابن مسعود وعمران بن حصين وجابر
بن عبد الله قال ابو عيسى هذا حديث حسن ص٤٣ **و** النسائی اخبرنا قتيبة عن مالك عن
ابن شهاب عن ابن اكيمة الليثي عن ابي هريرة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم انصرف
من صلوة جهر فيها بالقرآءة فقال هل قرأ معي احد منكم انفا قال رجل نعم
يا رسول الله قال اني اقول مالي انازع القران فانتهى الناس عن القرآءة فيما جهر فيه
رسول الله صلى الله عليه وسلم بالقرآءة عن الصلوات حين سمعوا ذلك ص١٤٣ **و**
الطحاوی فاذا يونس قد حدثنا قال انا ابن وهب ان مالكا حدثه عن ابن
شهاب عن ابن اكيمة الليثي عن ابي هريرة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم انصرف من
صلوة جهر فيها بالقرآءة فقال هل قرأ منكم معي احد انفا فقال رجل نعم يا رسول
الله صلى الله عليه وسلم فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم اني اقول مالي انازع القران
قال فانتهى الناس عن القرآءة مع رسول الله صلى الله عليه وسلم فيما جهر فيه رسول الله
بالقرآءة من الصلوة حين سمعوا ذلك ص١٢٨ **و** ابو داود حدثنا القعنبي عن مالك
عن ابن شهاب عن ابن اكيمة الليثي عن ابي هريرة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم
انصرف من صلوة جهر فيها بالقرآءة فقال هل قرأ معي احد منكم انفا فقال رجل
نعم يا رسول الله قال اني اقول مالي انازع القران قال فانتهى الناس عن القرآءة مع رسول الله
صلى الله عليه وسلم فيما جهر فيه النبي صلى الله عليه وسلم بالقرآءة من الصلوة حين سمعوا ذلك
من رسول الله صلى الله عليه وسلم - قال ابو داود روى حديث ابن اكيمة هذا معمر
ويونس واسامة بن زيد عن الزهري على معنى مالك ص١٢١ یہ چہار روایات شق اول
سوم - اور پنجم کے عدم جواز کے لئے نص صریح ہیں **وما قال النووی** ان
قوله فانتهى الناس من كلام الزهري - وكونه من كلام الزهري متفق عليه عند
الحفاظ منهم البخاري والاوزاعي والذهبي انتهى - فالجواب عنه بوجوه **وجه اول**

Marfat.com

کلام زہری سے ہونا منافی ابوہریرہؓ کے کلام کے ہونیکا نہیں۔ کیونکہ زہری نے کبھی
اسکو مرسل روایت کیا ہے۔ کما روی الاوزاعی عن الزہری فاتعظ المسلمون بذلک
فلم یکونوا یقرأون فیما جہر فیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کما نقلہ الشیخ
سلام اللہ فی المحلی۔ اور کبھی مرفوعًا روایت کیا ہے کما روی غیرہ من ائمۃ الحدیث۔
اور ثقہ کبھی حدیث کو مسندًا اور کبھی مرسلًا روایت کرتا ہے۔ تو اونہوں نے گمان کیا ارسال
سے کہ یہ کلام زہری کا ہے۔ فقط مع ان ہذا الظن خلاف قواعد الاصول پس بخاری۔
ذہبی وغیرہما نے بلا واسطہ زہری سے روایت نہیں کیا تاکہ انکا قول ان ہذا من کلام
الزہری بیان اور نقل بسند متصل ہو۔ اور اوزاعی کا زہری سے مرسلًا روایت کرنا دلیل
اسپر نہیں کہ یہ کلام زہری کا ہے فقط لما قلنا۔ اور نیز اوزاعی نے زہری سے اسطرح
روایت نہیں کیا کہ یہ قطعہ حدیث کا زہری کا کلام ہے۔ ابوہریرہ کا کلام نہیں۔ بل اتصال
نظم الکلام کما وقع فی مرویات ائمۃ الحدیث عن ابی ہریرۃ ینادی باعلی ندائہ علی انہ
من کلام ابی ہریرۃ لا من کلام الزہری **وجہ دوم** اگر ہم تسلیم کریں کہ یہ کلام زہری
سے ہے۔ تو بھی ہمکو مضر نہیں۔ کیونکہ زہری تابعی جلیل القدر امام ائمہ حدیث سے ہے
اور مرسل کا حجت ہونا فایدہ دوم میں مدلل بیان ہو چکا ہے۔ کیف وقد اعتضد بما روی
عن ابی بن کعب وہو من فقہاء الصحابۃ لما نزلت ایۃ اذا قرئ القران فاستمعوا ترکوا
القراءۃ خلف الامام **وجہ سیوم** زہری کا قول روایۃ الحدیث کے قبیلہ سے نہیں تاکہ
صحت اور رفع کی شرطیں اوسمیں اعتبار کیجاویں۔ بلکہ اخبار و حکایت اجماع کے ...
ہے۔ اور تابعی ثقہ جو امام ہے ائمہ حدیث سے اجماع صحابہ کو بغیر نقل ...
طرح بیان کرتا **وجہ چہارم** نقل الفاضل اللکھنوی عن ابن عبد البر ان اکثر
رواۃ ابن شہاب عنہ لہذا الحدیث یجعلونہ (ای فانتہی الناس) کلام ابن شہاب۔
ومنہم من یجعلہ من کلام ابی ہریرۃ۔ فاین الاتفاق **حدیث پنجم** قال النسائی

تاویل قولہ عزوجل وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۔
آخبرنا الجارود بن معاذ الترمذی **حدثنا** ابو خالد الاحمر محمد بن عجلان
عن زید بن اسلم عن ابی صالح عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
انما جعل الامام لیؤتم بہ فاذا کبر فکبروا واذا قرأ فانصتوا واذا قال سمع
اللہ لمن حمدہ فقولوا اللھم ربنا ولک الحمد ص۱۵۳ والنسائی ایضا **اخبرنا**
محمد بن عبداللہ بن المبارک حدثنا محمد بن سعد الانصاری قال حدثنی محمد بن
عجلان عن زید بن اسلم عن ابی صالح عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم انما جعل الامام لیؤتم بہ فاذا کبر فکبروا واذا قرأ فانصتوا ص۱۵۳
او الطحاوی **حدثنا** ابن ابی داؤد قال حدثنا الحسین بن عبد الاول الاحول قال
حدثنا ابو خالد سلیمان بن حیان قال حدثنا ابن عجلان عن زید بن اسلم
عن ابی صالح عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما جعل
الامام لیؤتم بہ فاذا قرأ فانصتوا ص۱۲۸ ومسلم عن ابی ہریرۃ واذا قرأ فانصتوا
ص۱۷۴ ومسلم ایضا عن قتادۃ واذا قرأ فانصتوا ص۱۷۴ وابوداؤد **حدثنا**
محمود بن آدم المصیصی انا ابو خالد عن ابن عجلان عن زید بن اسلم عن ابی صالح
عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال انما جعل الامام لیؤتم بہ بھذا
الخبر زاد واذا قرأ فانصتوا ص۹۰ **حدیث ششم** الطحاوی حدثنا
احمد بن داؤد قال حدثنا یوسف بن عدی قال حدثنا عبید اللہ بن عمرو عن
ایوب عن ابی قلابۃ عن انس رضی اللہ عنہ قال صلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
ثم اقبل بوجھہ فقال تقرءون والامام یقرأ فسکتوا فسألھم ثلثا فقالوا انا
لنفعل قال فلا تفعلوا ص۱۲۸ یہ سات روایتیں ہر ایک شق کے بطلان پر سات برہان
قوی ہیں۔ اگر کسی کا یہ خیال ہو کہ ابوداؤد نے اسحدیث (یعنی وَاِذَا قُرِئَ فَاَنْصِتُوْا)

ابوداؤد نے ... [margin: بطلان برہان]

میں کلام ہے باب تشہد میں یوں کہا ہے قال ابوداؤد قوله وانصتوا لیس بمحفوظ لم یجیٔ به الا سلیمان التیمی فی هذا الحدیث ص ۱۴۲ اور باب الامام یصلی من قعود میں اسطرح فرمایا ہے قال ابوداؤد هذه الزیادة واذا قرأ فانصتوا لیست بمحفوظة الوهم عندنا من ابی خالد ص ۹۰ جبکہ محفوظ نہیں ہے۔ فکیف الاستدلال به۔ تو اس کے جواب میں اولاً گذارش ہے کہ پچھلی کلام سے شائد مقصود ابوداؤد رحمہ اللہ علیہ کا تفرد سلیمان تیمی کا ہے۔ کما یدل علیه قوله ولم یجیٔ به الخ اور عند الحفاظ یہ امر ثابت اور متحقق ہے کہ سلیمان تیمی ثقہ ہے۔ اور ثقہ بھی کیسا کہ جس کے شان میں امام مسلم اتریدا حفظ من سلیمان التیمی ارشاد فرماتے ہیں وزیادة الثقة مقبولة عند الجماهیر من اهل الاصول والحدیث والفقه جیساکہ فائدہ پنجم میں بیان ہو چکا ہے پس یہ زیادہ مقبول بلا شبہ ہے۔ ثانیاً جواب اوّل علی سبیل التسلیم ہے۔ ورنہ تفرد ہی کہاں کیف و لها متابعات وشواهد **اخرجه البزار** حدثنا محمد بن یحیی القطیعی حدثنا سالم بن نوح من عمر بن عامر عن قتادة عن یونس بن جبیر عن حطان بن عبد الله عن ابی موسی عن النبی صلی الله علیه وسلم بنحو حدیث سلیمان التیمی واذا قرأ فانصتوا انتهی وبهذا السند رواه ابن عدی فی الکامل عن سالم بن نوح العطار عن عمر بن عامر وسعید بن ابی عروبة عن قتادة به ... یعلم ولنا قال وهذا الحدیث لسلیمان التیمی اشهر من عمر بن عامر وابن ابی عروبة انتهی و **النسائی** فی سننه **اخبرنا** محمد بن عبد الله بن المبارک ثنا محمد بن سعد الانصاری حدثنی محمد بن عجلان عن زید بن اسلم عن ابی صالح ... صلی الله علیه وسلم انما جعل الامام لیؤتم به فاذا کبر فکبروا واذا قرأ فانصتوا انتهی و لسلیمان التیمی متابعان آخران غیر محمد بن سعد۔ اخرج الدارقطنی فی سننه حدثنا ... [illegible] ... ابان النخعی ... ثنا ... [illegible]

والآخر محمد بن مسیر ابی سعد الصغانی ثنا ابن عجلان به - قال اسماعیل بن ابان و محمد بن مسیر ضعیفان انتھی - ولها عواضد کثیرة **منها** ما رواه الطحاوی حدثنا احمد بن داؤد قال حدثنا یوسف بن عدی قال حدثنا عبید الله بن عمرو عن ایوب عن ابی قلابة عن انس قال صلی رسول الله صلی الله علیه وسلم ثم اقبل بوجهه فقال اتقرأون والامام یقرأ فسکتوا فسألهم ثلثا فقالوا انا نفعل قال فلا تفعلوا انتھی ص ۱۲۸ **ومنها** ما روی المسلم عن ابن قسیط عن عطاء بن یسار انه اخبره انه سئل زید بن ثابت عن القرآءة خلف الامام فقال لا قراءة مع الامام فی شئ ص ۲۱۵ **و** روی النسائی ایضًا فی باب سجود القرآن ص ۱۶۱ **و** الطحاوی ایضًا فی باب القرآءة خلف الامام **ومنها** ما روی الطحاوی عن عبید الله بن مقسم انه سال عبد الله بن عمر وزید بن ثابت وجابر بن عبد الله فقالوا لا تقرأوا خلف الامام فی شئ من الصلوات انتھی ای سریة کانت او جهریة ص ۱۲۹ **ومنها** ما روی الطحاوی عن ابی حمزة قال قلت لابن عباس اقرأ والامام بین یدیّ فقال لا انتھی ص ۱۲۹ **ومنها** ما روی الطحاوی ایضًا عن ابی وائل عن ابن مسعود قال انصت للقرآءة فان فی الصلوٰة شغلاً وسیکفیک ذلک الامام انتھی ص ۱۲۹ **و** منها ما روی ابی بن کعب و هو من فقهاء الصحابة لما نزلت اٰیة اذا قرأ القراٰن فاستمعوا له وانصتوا - ترکوا القرآءة خلف الامام انتھی علی ھذا القیاس اس زیادة کے مؤیدات **شرح معانی الآثار طحاوی** اور **مؤطا** امام محمد میں بکثرت موجود ہیں - تمام کا ذکر موجب طوالت مقال ہے من شاء فلینظر ثمه وثمه ان مذکورہ احادیث اور آثار سے صاف ثابت ہے - ان سلیمان التیمی لیس بمتفرد بهذه الزیادة - فاندفع قول من قال انه تفرد بها اور دوسرے جملہ سے شاید مقصود ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ کا جیسے جرح ابو خالد کا ہے کما ہو مدلول قوله الوهم عندنا من ابی خالد - تو اسکا جواب منذری نے بہت عمدہ دیا ہے قال الزیلعی و

Marfat.com

وتعقبہ للمنذری فی مختصرہ - فقال وھذا فیہ نظر فان اباخالد الاحمر ھذا ھو
سلیمان بن حیان وھو من الثقات الذی احتج بھم البخاری ومسلم - ومع ھذا فلم
یتفرد بھذہ الزیادۃ بل تابعہ علیھا ابو سعید محمد بن سعد الانصاری الاشھلی
المدنی نزیل بغداد انتھی ص ۳۳ ۔ اس عبارت سے توثیق ابوخالد کی متحقق ہوئی - اور
وہم جرح کا اوٹھ گیا - اور اس لفظ کی تصحیح کی ہے - مسلم نے اور احمد بن حنبل نے علے
ماذکرہ ابن عبدالبر فی الاستذکار - اور تصحیح کی اسکی ابن خزیمہ نے - ذکرہ العینی فی
النھایۃ - خوفاً للاطناب اون کی عبارت نقل نہیں کی گئی **حدیث ہفتم**

اخبرنا ابوحنیفۃ حدثنا ابوالحسن موسی ابن عائشۃ عن عبداللہ شداد ابن الھاد
عن جابر بن عبداللہ الانصاری قال صلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ورجل خلفہ
قال محمد فی الآثار
یقرأ فجعل رجل من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم ینھاہ عن القراءۃ فی الصلوۃ
فقال انتھانی عن القراءۃ خلف النبی صلی اللہ علیہ وسلم فتنازعا حتی ذکر للنبی
صلی اللہ علیہ وسلم فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من صلی خلف الامام فان قراءۃ
الامام لہ قراءۃ انتھی - ورجال ھذا الحدیث کلھم ثقات - **فی** التقریب موسی بن
ابی عائشۃ الھمدانی بسکون المیم مولی ھم ابوالحسن الکوفی ثقۃ عابد من الخامسۃ و
کان یرسل انتھی ص ۲۶ **وایضاً** فیہ عبداللہ بن شداد بن الھاد اللیثی ابوالولید
المدنی ولد علی عھد النبی صلی اللہ علیہ وسلم - وذکرہ العجلی من کبار التابعین الثقات
وکان معدوداً فی الفقھاء مات بالکوفۃ مقتولاً سنۃ احدی ثمانین وقیل بعدھا
انتھی ص ۲۰ **وفیہ** ایضاً جابر بن عبداللہ بن عمرو بن حرام بمھملۃ وراء الانصاری
ثم السلمی بفتحتین صحابی بن صحابی غزا تسع عشرۃ غزوۃ ومات بالمدینۃ بعد السبعین
وھو ابن اربع وتسعین انتھی ص ۴۳ **حدیث ہشتم** روی النسائی اخبرنا علی
بن حجر اخبرنا اسماعیل وھو ابن جعفر عن یزید بن خصیفۃ عن یزید بن عبداللہ

Marfat.com

بن قسیط عن عطاء بن یسار انہ اخبرہ انہ سئل زید بن ثابت عن القرآءۃ مع الامام فقال لا قرآءۃ مع الامام فی شیء انتہی ص ۱۱۶ ای فی شیء من الصلوۃ سریۃ اوجہریۃ و رواہ مسلم والطحاوی ایضاً یہ ہر دو حدیث بھی جملہ شقوق کے بطلان پر حجت ہیں۔

وقال عز من قائل واذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا لعلکم ترحمون یعنے جب قرآن پڑھا جاوے تو اوس کو سنو اور چپ رہو تاکہ تم لوگ رحم کئے جاؤ **فی الفتح القدیر** حاصل الاستدلال بالآیۃ۔ ان المطلوب امران۔ الاستماع والسکوت۔ فیعمل بکل منہما۔ والاول یخص الجہریۃ۔ والثانی لا۔ فیجری علی اطلاقہ فیجب السکوت عند القرآءۃ مطلقاً۔ وھذا بناء علی ان ورود الآیۃ فی القرآءۃ فی الصلوۃ **و** اخرج البیہقی من الامام احمد قال اجمع الناس علی ان ھذہ الآیۃ فی الصلوۃ **و** اخرج عن مجاھد کان علیہ السلام یقرأ فی الصلوۃ فسمع قرأۃ فتی من الانصار فنزل واذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا۔ **و** اخرج ابن مردویہ فی تفسیرہ قال واحد ثنا ابو اسامۃ عن سفیان عن المقدام ھشام بن زیاد عن معاویۃ بن قرۃ قال سألت بعض اشیاخنا من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احسبہ قال عبد اللہ بن مغفل کل من سمع القرآن وجب علیہ الاستماع والانصات۔ قال انما نزلت ھذہ الآیۃ واذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا فی القرآءۃ خلف الامام انتہی ص ۱۲۱ **و** فی تفسیر عماد بن کثیر قال علی بن طلحۃ عن ابن عباس قولہ واذا قرئ القرآن یعنی فی الصلوۃ المفروضۃ انتہی **وفی المعالم** ذھب جماعۃ الی انہا فی القرآءۃ فی الصلوۃ انتہی اور بعد ذکر اقوال مخالفین کے لکھا ہے والاول اولی وھو انہا فی القرآءۃ فی الصلوۃ انتہی ص ۳۷۰ اور زرقانی شرح موطا میں نقلاً عن ابن عبد البر لکھتا ہے اجمعوا علی انہ لم یرد بہ کل موضع یستمع فیہ القرآن وانما اراد الصلوۃ یشہد لہ قولہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الامام واذا قرأ فانصتوا صحہ

Marfat.com

ابن حنبل۔ فاین المذہب عن السنۃ وظاہر القرآن ص ۱۶۱ اگرچہ اس آیۃ کے شان نزول میں اقوال مختلف ہیں۔ اما اولی واقوی اور مرجح یہی ہے۔ کہ قرارۃ فی الصلوۃ میں نازل ہوئی ہے جیسا کہ معالم اور زرقانی اور بیہقی کا بیان صراحتاً مدلول ان معنی کا ہے۔ اس آیۃ شریفہ سے بلحاظ مورد کے جملہ شقوق کا بطلان ظاہر ہے اور بلحاظ اصولی قاعدہ کے لا یختص بمورد کا بل العبرۃ لعموم الالفاظ واطلاقاتھا بھی اس آیۃ سے بطلان جملہ شقوق کا بلا شبہ ظاہر ہے۔ ان مذکورہ احادیث اور آیۃ شریفہ سے ثابت اور مبرہن ہو چکا ہے کہ مقتدی پر قراءۃ مطلقاً فرض نہیں ہے منصف طالب حق کو تو اسقدر کافی اور وافی ہے متعصب غیر منصف کا تو علاج نہیں اب رہا منفرد اور امام۔ انکی بابت بھی مولویصاحب کا یہ دعوی ہے کہ فاتحہ بخصوصہا انپر بھی فرض ہے۔ اور ہمارے اصحاب حنفیۃ رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں۔ کہ قرارۃ مطلق فرض ہے۔ ولو کانت فی ضمن الفاتحۃ۔ اس مدعا کے ثبوت کے دلائل مفصلہ ذیل ہیں **منھا** قولہ فاقرؤا ما تیسر من القرآن یعنے پڑھو جو میسر آسان ہو قرآن سے۔ باریتعالی نے مطلق قرآن کا پڑھنا فرمایا ہے اور فاقرؤا فاتحۃ الکتاب نہیں فرمایا اگر خصوصیت فاتحہ کی مقصود ہوتی تو فاقرؤا فاتحۃ الکتاب فرمادیتے **ومنہا** ماروی الشیخان عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ ان رجلاً دخل المسجد ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جالس فی ناحیۃ المسجد وصلی ثم جاء فسلم علیہ فقال لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وعلیک السلام ارجع فصل فانک لم تصل فرجع فصلی ثم جاء فسلم فقال وعلیک السلام ارجع فصل فانک لم تصل فقال فی الثالثۃ او فی التی بعدھا علمنی یا رسول اللہ فقال اذا قمت الی الصلوۃ فاسبغ الوضوء ثم استقبل القبلۃ فکبر ثم اقرأ بما تیسر معک من القرآن ثم ارکع الحدیث مشکوۃ ص ۶۱ ترجمہ ایک شخص نے مسجد میں آکر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو نماز پڑھی پھر آکر سلام کیا۔ حضرت

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وعلیک السلام پھر جا نماز پڑھ تیری نماز اچھی نہیں ہوئی۔ پھر پڑھ کر آیا۔ پھر فرمایا فصل فانک لم تصل پھر آیا۔ پھر فرمایا فصل فانک لم تصل۔ آخر اوس نے کہا۔ مجکو سمجھا دیجئے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پس آپنے فرمایا کہ وضو اچھی طرح کر پھر قبلہ کیطرف مونھ کرکے تکبیر کہہ۔ پھر پڑھ لے قرآن جہاں سے تجکو آتا ہو الحدیث

وروی الترمذی بسندہ عن رفاعۃ وحسنہ وذکر القصۃ المذکورۃ وفیہ فان کان معک قرآن فاقرأ والا فاحمد اللہ وکبرہ وھللہ ص۳ **وروی** الترمذی ایضًا بسندہ من ابی ھریرۃ وصححہ وحسنہ وفیہ اقرأ بما تیسر معک من القرآن الحدیث ص۳۲ **وروی** النسائی معنی ھذا الحدیث وفیہ قال ثم یقرأ ما تیسر من القرآن مما علمہ اللہ الحدیث ص۱۴۲ **وروی** ابوداؤد عن ابی ھریرۃ وذکر القصۃ وفیہ ثم اقرأ ما تیسر معک من القرآن الحدیث ص۱۵۲ **و** ابوداؤد ایضًا حدثنا حماد عن اسحاق بن عبد اللہ بن ابی طلحۃ عن علی بن یحیی بن خلاد عن عمہ ان رجلاً دخل المسجد فذکر نحوہ قال فیہ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ لا تتم صلوۃ لاحد من الناس حتی یتوضأ فیضع الوضوء یعنی مواضعہ ثم یکبر ویحمد اللہ عز وجل ویثنی علیہ ویقرأ من القرآن ثم یقول اللہ اکبر ثم یرکع الحدیث **و** ابوداؤد ایضًا بسندہ عن رفاعۃ بن رافع وفیہ ثم یقرأ من القرآن الحدیث **و** ابوداؤد ایضًا بسند اٰخر عن رفاعۃ بن رافع وفیہ ثم اقرأ بام القرآن وبما شاء اللہ ان تقرأ الحدیث **و** ابوداؤد ایضًا بسند اٰخر عن رفاعۃ بن رافع وفیہ ثم اقرأ ما تیسر علیک من القرآن **و** ابوداؤد ایضًا بسند اٰخر عن رفاعۃ بن رافع وفیہ فان کان معک قرآن فاقرأ بہ والا فاحمد اللہ عز وجل وکبرہ الحدیث ص۱۲۶ **وروی** الطحاوی بسندہ عن رفاعۃ بن رافع وفیہ ثم اقرأ ان کان معک قرآن الحدیث ص۱۳۷ **و** روی ایضًا عن ابی ھریرۃ رض نحوہ

ومنھا ما روی مسلم بسندہ عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا

Marfat.com

صلوٰۃ الا بقراءۃ ص ۱۷۰ **ومنہا** ما روی الطحاوی حدثنا علی بن شیبۃ قال حدثنا ابو نعیم قال حدثنا یونس بن ابی اسحاق العیزار بن حریث قال شہدت ابن عباس سمعتہ یقول لا تصل صلوٰۃ الا قرأت فیہا ولو بفاتحۃ الکتاب **وروی** الطحاوی بسندہ عن ابی العالیۃ قال سألت ابن عباس فذکر مثلہ - قال و سألت ابن عمر فقال انی لاستحیی ان اصلی صلوٰۃ لا اقرأ فیہا بام القرآن او ما تیسر ص ۱۲۱ **ومنہا** ما روی الطحاوی ان عبد الرحمن بن الجارود قد حدثنا قال حدثنا عبد اللہ بن موسیٰ قال انا ابن ابی لیلی عن عطاء عن ابی ہریرۃ قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یؤمنا فیجہر ویخافت فجہرنا فیما جہر وخافتنا فیما خافت وسمعتہ یقول لا صلوٰۃ الا بقراءۃ انتہی **وروی** بسند اخر عن عطاء عن ابی ہریرۃ رض قال فی کل صلوٰۃ قراءۃ **و** روی بسند اخر عن ابی ہریرۃ مثلہ **وروی** بسند اخر عن عطاء قال سمعت اباہریرۃ یقول فذکر نحوہ **و** بسند اخر عن عطاء عن ابی ہریرۃ مثلہ **و** بسند اخر عن عطاء قال سمعت اباہریرۃ فذکر مثلہ ص ۱۲۲ آیت مذکورہ اور احادیث مسطورہ سے اظہر من الشمس ہے - کہ منفرد اور امام پر قراءۃ مطلق فرض ہے - فاتحہ بخصوصہا فرض نہیں - فثبت المدعی **رہی یہ بات** کہ آیۃ عام ہے - یا مخصوص - اسکی بابت انشاء اللہ تعالیٰ آگے ذکر ہوگا فانتظرہ اور فرض ثابت بدلیل قطعی کو کہتے ہیں - جیسا کہ فائدہ دہم میں گزر چکا ہے - اور خصوصیت فاتحہ کی کوئی دلیل قطعی جس میں شبہ نہ ہو مولوی صاحب نے بیان نہیں فرمائی - اور اخبار احاد مثبت فرضیت نہیں ہیں - ہاں البتہ مثبت ظنیت کے ہیں - اسی لئے ہمارے اصحاب رحمہ اللہ علیہ نے منفرد اور امام کے لئے مطلق قراءۃ کو فرض فرمایا - اور فاتحہ کو واجب تاکہ آیۃ اور حدیث دونوں پر عمل ہو - ہذا خلاصۃ الکلام فی اثبات المرام **بیان** مذکورہ سے یہ بات مدلل اور مبرہن ہوگئی کہ مقتدی پر قراءۃ مطلقاً فرض نہیں ہے، اور منفرد اور

Marfat.com

امام پر مطلق قرارت فرض ہے - ولو کان فی ضمن الفاتحۃ - فاتحہ بخصوصہا فرض نہیں

اب اُن احادیث کا جواب جو مولویصاحب نے اپنے اثبات مدعی کے لیئے بیان کی ہین گذارش ہوتاہی - توجہ فرمائیے - دعوی مدعی کا یہہ ہے -

کہ منفرد - مقتدی - اور امام کے لیئے فاتحہ بخصوصہا فرض ہے - اور اوس کے اثبات کے لئے چند احادیث بیان کین اول حدیث عبادہ بن صامت کی لا صلوۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب بیان کی - اسحدیث کا جواب بچند وجوہ ہے - **وجہ اول** عموم آیۃ فاقرؤا ما تیسر من القرآن کا اسحدیث کے معارض ہے - کیونکہ آیۃ مین حکم ہے کہ پڑہو تم قرآن مین سے جو آسان ہو یعنی جہانسی تم کو آتا ہے اور پڑہ سکو - کسی خاص سورۃ کی ضرورت نہیں - کہ وہی پڑہو - اور حدیث کا مدلول یہہ ہے کہ فاتحہ بخصوصہا پڑہو - پس خصوصیت فاتحہ کی معارض نص قرآنی کے ہے - فلم یثبت ما ادعاہ **وجہ دوم** ابن ماجہ اور نسائی نے اس امر کا باب منعقد کیا ہے - کہ مقتدی امام کے پیچھے کچھ نہ پڑہے اور اوس کے اثبات کے لیئے یہہ حدیثیں لائے ہیں **عن** ابی موسی الاشعری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا قرء الامام فانصتوا یعنے روایت ہی ابی موسی اشعری سے کہ فرمایا رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جب امام قراۃ پڑہے تو تم لوگ (یعنی مقتدی) چُپ رہو - **وعن** ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما جعل الامام لیؤتم بہ فاذا کبر فکبروا - واذا قرأ فانصتوا یعنے ابہریرہ نے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ امام اسواسطے مقرر کیا گیا ہے - کہ پیروی کرو تم اوسکی - جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو - اور جب وہ قرآن پڑہے تو تم چپکی سنو - نسائی نے اسحدیث کو دو سندوں سے بیان کیا ہے - اور واذا قرء القرآن فانصتوا کو مسلم نے بھی ابہریرہ اور قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے - مدلول اسی حدیث کا عموم لا صلوۃ کے معارض ہے - یعنے مقتدی چپ رہے کچھ نہ پڑہے

Marfat.com

نفی ۳ نہ فاتحہ نہ سواء فاتحہ کے فلم یثبت ما ادعاہ وجہ سیوم ۳ جابر بن عبداللہ اور امام احمد
بن حنبل اور سفیان وغیرہ محققین نے فرمایا ہے۔ کہ حکم اس حدیث کا واسطے مقتدی
کے نہیں واسطے منفرد کے ہے۔ ذکرہ الترمذی حیث قال۔ وان احمد بن حنبل
فقال معنی قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا صلوۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب۔
اذا کان وحدہ۔ واحتج بحدیث جابر بن عبداللہ حیث قال من صلی رکعۃ لم
یقرأ فیہا بام القرآن۔ فلم یصل الا ان یکون وراء الامام۔ قال احمد فہذا رجل
من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم تاول قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا صلوۃ لمن
لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب ان ہذا اذا کان وحدہ انتہی۔ اور ابوداؤد میں ہے
قال سفیان لمن یصلی وحدہ۔ فاذا ثبت کونہ ماؤلا۔ فلم یکن الحدیث حجۃ لما
نفی ۴ ادعاہ وجہ چہارم حدیث مسیء فی الصلوۃ کی جسکو بخاری۔ مسلم۔ ترمذی وغیرہ نے
روایت کیا ہے۔ کما مر۔ اوسمیں رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اوس اعرابی کو تعلیم
فرائض نماز میں فرمایا۔ ثم اقرأ بما تیسر معک من القرآن یعنی پھر پڑھ تو قرآن سے جو
تجکو آسان ہو۔ فاتحہ کی خصوصیت نہیں فرمائی۔ باآنکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
درپے تعلیم تھے۔ وہذا موضع البیان ووقتہ۔ ولا یجوز التاخیر عنہ صرح
النووی بہذہ القاعدۃ دیکھو نووی ص ۱۷۹ پس اس سے بھی فرضیت مطلق قراءۃ
نفی ۵ کی ثابت ہوئی۔ نہ فرضیت فاتحہ بخصوصہا کی۔ فلم یثبت ما ادعاہ وجہ پنجم
اخرج مسلم بسندہ عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من صلی
صلوۃ لم یقرأ فیہا بام القرآن فہی خداج ثلثا غیر تمام انتہی یعنے فرمایا رسولخدا صلے
اللہ علیہ وسلم نے جس شخص نے نماز سوا فاتحہ کے پڑھی۔ اوسکی نماز ناقص ہے۔ کامل نہیں
نفی ۶ ہوگی۔ پس یہ حدیث بھی معارض حدیث مستدل کی ہے۔ فلم یثبت ما ادعاہ اور معنے
خداج کے آئندہ گزارش ہونگے وجہ ششم لا صلوۃ الی آخرہ محتمل دو معنے کے ہے

Marfat.com

یعنی لاصلوٰۃ صحیحۃ جیساکہ لاصلوٰۃ الا بقرآءۃ رواہ مسلم۔ ولاصلوٰۃ لمن لا طھور لہ، رواہ الطبرانی۔ اور لاصلوٰۃ کاملۃ۔ قال النووی۔ وھٰذا من الالفاظ التی تطلق علی نفی الشئی ویراد بہ نفی کمالہ ومختارہ۔ کما یقال لا علم الا ما نفع۔ و لا مال الا الابل۔ ولا عیش الا عیش الاخرۃ انتھی۔ **وفی** کنوز الحقائق للامام المناوی رحمۃ اللہ علیہ لاصلوٰۃ لجار المسجد الا فی المسجد۔ دار قطنی۔ ولاصلوٰۃ لملتفت۔ رواہ الطبرانی۔ ولاصلوٰۃ بحضرۃ طعام۔ رواہ مسلم۔ ولاصلوٰۃ لمن لا یتخشع فی صلوٰتہ۔ رواہ الدیلمی۔ ولاصلوٰۃ لمن صلی خلف الصف فردًا۔ رواہ الدیلمی والامام احمد فی مسندہ۔ ولا صوم بعد النصف من شعبان حتی رمضان۔ رواہ الدیلمی۔ ولاصام من صام الابد۔ رواہ البخاری فی صحیحہ۔ ولاصلوٰۃ فی الحمام۔ رواہ الدیلمی۔ ولاصلوٰۃ لمن سمع النداء ثم لا یاتہ الا من علۃ۔ رواہ الحاکم۔ ولا عبادۃ کالتفکر۔ رواہ ابن حبان فی صحیحہ۔ ولا ھم الا ھم الدین۔ ولا وجع الا وجع العین۔ رواہ ابن عدی۔ ولا دین لمن لا عھد لہ۔ رواہ ابن النجار۔ ولا خیر فیمن لا یضیف۔ رواہ ابن حبان فی صحیحہ۔ ولا خیر الا فی قراءۃ الا بتدبر۔ رواہ الدیلمی۔ ولا خیر فی العیش الا لرجلین۔ عالم ناطق۔ او مستمع ورع۔ رواہ العسکری والدیلمی۔ ولا خیر فی الجلوس علی الطرقات۔ رواہ الدیلمی۔ ولا خیر فی ولد الزنا۔ رواہ الطبرانی۔ ولا دین لمن لا تفقہ لہ۔ رواہ الدیلمی۔ ولا خیر فی الدنیا بعد مائۃ۔ رواہ الدیلمی۔ ولا خیر فی الامارۃ لرجل مسلم رواہ الامام احمد فی مسندہ انتھی بلفظہ ان مذکورہ احادیث میں نفی کمال مراد ہے نہ نفی ذات وصحت کما لایخفی۔ جبکہ یہ عبارت محتمل دو معنی کی ہوئی فکیف الاستدلال فلم یثبت ما ادعاہ **وجہ ہفتم**۔ **قال النووی** فانھم رای المحققون والاکثرون) فقالوا احادیث الصحیحین التی لیست بمتواترۃ۔ انما تفید الظن فانھا احاد۔ والاحاد انما تفید الظن علی ما تقرر۔ ولا فرق بین البخاری

Marfat.com

ومسلم وغیرھما فی ذلک انتھی ص ـ اور فائدہ دہم میں گزرچکاہے ـ کہ فرض ماثبت
بدلیل قطعی لاشبھۃ فیہ کو کہتی ہیں ـ اور حدیث لاصلوٰۃ آہ ظاہر ہے کہ منجملہ آحاد کی
ہے متواترات سے نہیں ـ پس مفید ظن کی ہوئی نہ مفید قطعی لاشبھۃ فیہ کی ـ پھر اس
سے فرضیت فاتحہ کی کس طرح ثابت ہوگئی فلم یثبت ما ادّعاہ **وجہ ہشتم** قال محمدؒ
فی الآثار اخبرنا ابوحنیفۃ **حدثنا** ابوالحسن موسیٰ بن عائشۃ عن عبداللہ بن
شداد ابن الھاد عن جابر بن عبداللہ الانصاری قال صلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم ورجل خلفہ یقرأ ـ فجعل رجل من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم ینھاہ عن
القراٰءۃ فی الصلوٰۃ فقال اتنھانی عن القراٰءۃ خلف النبی صلی اللہ علیہ وسلم فتنازعا
حتی ذکر للنبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من صلی خلف
الامام فان قراءۃ الامام لہ قراءۃ انتھی ـ اس حدیث کے رجال کلھم ثقات ہیں ـ جیسے
مشروحًا مذکور ہوچکاہے ـ اور اس حدیث مرفوع کے مؤیدات اور شواہد موطا امام
محمد اور **شرح معانی الآثار** میں بکثرت ہیں ـ پس یہ حدیث لاصلوٰۃ آہ کے عموم
کو معارض ہے ـ فلم یثبت ما ادّعاہ **وجہ نہم** فرضًا اگر مقتدی بھی امام کے پیچھے
فاتحۃ الکتاب پڑہے ـ تو اکثر اوقات اسکو اتباع امام سے محرومی حاصل ہوگی **مثلاً** امام نصف
فاتحہ میں تہا کہ مسبوق نے اقتدا کیا ـ یا بطئ القراءۃ نے سریع القراءۃ سے اقتدا کیا امام
نے جب فاتحہ پوری کی ـ تو مقتدی اھدنا الصراط المستقیم پر مثلاً پہونچا ـ تو خالی نہیں ـ یا
مقتدی امام کے ساتھ آمین بوقت آمین کہنے امام کے کہیگا ـ یا نہ کہیگا ـ فکلاھما
باطلان فالملزوم مثلہ **اول** تو اس لیے کہ نظم قرآن میں اجنبیہ عبارت خلل انداز ہوگی
اسطرح پر اھدنا الصراط المستقیم آمین صراط الذین ـ اور اجنبی کلام کا ادخال نظم قرآن میں شرعًا
ناجائز ہے ـ فما منہ للمحظور فھو محظور اور **ثانی** اسو سطے کہ مخالفت فرمان واجب الاذعان
حضرت خلاصۂ جہانیاں صلی اللہ علیہ وسلم اذا امّن الامام فامّنوا ـ واذا قال الامام ولا الضالین

فقولوا آمین کی لازم آئیگی۔ پس اس دلیل سے بھی مدعی مستدل کا یعنے فرضیت ہر نماز میں ہر نمازی کے لیئے پایہ ثبوت کو نہ پہنچا **فائدہ** نووی نے کتاب الاذکار میں لکھا ہے مستحب یہ ہے کہ آمین مقتدی کی امام کی آمین کے ساتھ ہی ہو۔ نہ پہلے اور نہ پیچھے اور نماز میں اور کوئی جگہ ایسی نہیں ہے جہاں اقران قول مقتدی و امام کا مستحب ہے۔ الا فی قولہ آمین۔ اما باقی اقوال میں۔ پس مقتدی کو امام کے اقوال سے تاخیر مستحب ہے۔ وھذہ عبارتہ۔ ویستحب ان یکون تامین الماموم مع تامین الامام لا قبلہ ولا بعدہ ولیس فی الصلوۃ موضع یستحب ان یقترن فیہ قول الماموم بقول الامام الا فی قولہ آمین۔ واما فی باقی الاقوال فیتأخر قول الماموم انتھی **حجت** روی مالک عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انصرف من صلوۃ جھر فیھا بالقرآءۃ فقال ھل قرأ معی احد منکم آنفا فقال رجل نعم انا یا رسول اللہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انی اقول مالی انازع القرآن قال فانتھی الناس عن القرآءۃ مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیما جھر فیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انتھی رواہ ابوداؤد فی سننہ وقال حدیث ابن اکیمۃ ھذا رواہ معمر ویونس واسامۃ بن زید عن الزھری علی معنی مالک انتھی۔ رواہ احمد و النسائی وابن ماجۃ والترمذی قال **وفی الباب** عن ابن مسعود وعمران بن حصین وجابر بن عبداللہ **اور** نیز مؤید اسکی وہ حدیث ہے جو ابوداؤد نے عبادہ بن صامت سے روایت کی ہے وقال الدارقطنی رجالہ کلھم ثقات وھو ھذا **عن** عبادۃ بن صامت ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا یقرأن احد منکم شیئا من القرآن اذا جھرت بالقرآن انتھی **و** قال احمد بن حنبل ما سمعت احدا من اھل الاسلام یقول ان الامام اذا جھر بالقراءۃ لا تجزی صلوۃ من لم یقرأ ذکرہ الدیلمی ھذا من الدلیل القوی یعنی حدیث عبادہ رضی اللہ عنہ کی صاحب دلیل قوی نے ذکر کی ہے۔ ان احادیث سے

ثابت ہوا کہ مقتدی صلوۃ جہریہ میں قراءۃ نہ پڑھے - اور قراءۃ بعمومہا فاتحہ وغیرہ کو شامل ہے - اور مدلول ان احادیث کا عموم مدلول حدیث لا صلوۃ کو معارض ہے - پس

مبرہن ہوا کہ وہ حدیث بعمومہ قابل حجت نہ رہی - فلم یثبت ما ادعاہ **وجہ یازدہم** فی نصب الرایۃ فی تخریج احادیث الہدایۃ للعسقلانی **اخرج** ابن ماجۃ من حدیث ابی سعید لا صلوۃ لمن لم یقرأ بالحمد للہ وسورۃ معہا - واخرجہ الترمذی فی اثناء حدیث واخرجہ ابن عدی ولفظہ لا صلوۃ الا بفاتحۃ الکتاب والسورۃ وفی روایۃ لہ وسورۃ فی فریضۃ وغیرہا - وفی روایۃ لہ لا تجزئ صلوۃ الا بفاتحۃ الکتاب ومعہا غیرہا وضعفہ بابی سفیان طریف بن شہاب السعدی ولابی داؤد من وجہ اخر صحیح عن ابی سعید امرنا ان نقرأ بفاتحۃ الکتاب وما تیسر وصححہ ابن حبان من ہذا الوجہ ولفظہ - امرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکذا اخرجہ احمد وابو یعلی - وفی الباب **عن** عبادۃ بن صامت سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لا صلوۃ الا بفاتحۃ الکتاب وآیتین من القرآن اخرجہ الطبرانی - **و** اخرج ابن عدی من حدیث عمران بن حصین مثلہ لکن بلفظ لا تجزئ وزاد آیتین فصاعدا - **وعن** رفاعۃ بن رافع فی قصۃ المسیئ صلوتہ - ثم اقرأ بام القرآن ثم اقرأ بما شئت اخرجہ احمد - **و**لابی داؤد من ہذا الوجہ ثم اقرأ بام القرآن وبما شاء اللہ ان تقرأ - **و**عن ابن عمر رفعہ لا تجزئ المکتوبۃ الا بفاتحۃ الکتاب وثلاث آیات فصاعدا اخرجہ ابن عدی - **و**عن ابن مسعود رفعہ لا تجزئ صلوۃ لا یقرأ فیہا بفاتحۃ الکتاب وشیئ معہا اخرجہ ابو نعیم - فی ترجمۃ ابراہیم بن ایوب من تاریخ اصبہان انتہی - **و**اخرج مسلم لا صلوۃ لمن لم یقرأ بام الکتاب

فصاعدا انتہی - ان احادیث سے ظاہر ہے - کہ فاتحہ کا حکم اگر ہر نمازی کے واسطے عام ہے - تو انضمام سورہ کا حکم بھی ضرور عام ہوگا - اور بالاتفاق انضمام کا ہر نمازی کیواسطے عام نہیں

Marfat.com

ہے فکذا حکم الفاتحۃ وھو المطلوب۔ فلم یثبت ما ادعاہ۔ ان مذکورہ وجوہات
سے مدلل ہو چکا کہ حدیث لا صلوٰۃ آہ کی قابل اسبات کے نہیں کہ مثبت فرضیت فاتحہ
ہو۔ ہاں البتہ دلیل ظنی ہے۔ اور وہ مثبت وجوب ہوتی ہے۔ نہ فرضیت کما مر فی الفائدۃ
العاشرۃ اسی لئے حنفیہ کرام رحمۃ اللہ علیہم نے منفرد اور امام کے لیئے دلیل وجوب فاتحہ
کی اسحدیث کو قرار دیا۔ اور فرضیت مطلق قرات کیواسطے آیۃ فاقرؤا ما تیسر من القرآن کو
سند ٹھرایا۔ اور مقتدی کے لیے آیۃ اذا قرأ القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا۔
اور حدیث مرفوع جابر رضی اللہ عنہ من کان لہ قرآءۃ فقرآءۃ الامام لہ قراءۃ
کو مخصص مانا۔ اعمالاً علی الدلیلین۔ اور بلا رعایت تطبیق احادیث اور آیات کے
لئے یہ طریق نہایت ہی احسن ہے۔ فتدبر وانصف ولا تکن من المجادلین دوم
حدیث عبادہ بن صامت کی لا تجزی صلوٰۃ لمن لم یقرء بفاتحۃ الکتاب۔
اسحدیث کا حال زیلعی نے تخریج ہدایہ کے صفحہ ۱۹۲ میں لکھا ہے۔ کہ اسحدیث کو
دارقطنی نے روایت کیا ہے وقال اسنادہ صحیح وصححہ ابن القطان ایضاً وقال
زیاد احد الثقات انتھی۔ وقال صاحب التنقیح انفرد زیاد ابن ایوب ولفظہ بلفظ
لا تجزئ ورواہ جماعۃ لا صلوٰۃ لمن لم یقرأ وھو الصحیح۔ وقال وکان زیاداً
رواہ بالمعنی انتھی۔ انتھی۔ صاحب تنقیح کے بیان سے صاف ظاہر ہے۔ کہ زیاد
رضی اللہ عنہ جو راوی اسحدیث کا ہے اونسے بجای لا صلوٰۃ کے لا تجزی نقلاً بالمعنی
کہا ورنہ در اصل لفظ حدیث صحیح (کما یدل علیہ قولہ وھو الصحیح) لا صلوٰۃ ہی ہے۔
تو اسکا جواب بھی وہی یازدہ وجوہ جو حدیث لا صلوٰۃ میں گذارش ہوئے ہیں جواب
ہونگے۔ پھر مستدل کا یہ فرمانا کہ " لا تجزی سے بڑھکر اور کیا لفظ حدیث مین ہو جو بہت
سی تسلی ہو " موجب تسلی اور اطمینان نہیں ہے۔ کیونکہ اصل مین یہ لفظ بھی لا صلوٰۃ
ہی تہا۔ زیاد رضی اللہ عنہ نے بجائے اوسکی لا تجزی نقلاً بالمعنی کہا۔ جبکہ اصل ہی تسلے

Marfat.com

بخش نہین ہے۔ تو فرع کسطرح اطمینان و تسلی بخش ہوگی۔ **علاوہ** انکہ ابن عدی
کی روایت میں لا تجزئ الصلوۃ الا بفاتحۃ الکتاب ومعھا غیرھا۔ ہے۔
ذکرہ المناوی فی کنوز الحقائق۔ **واخرج** ابونعیم الحافظ فی تاریخ اصبہان فی
ترجمۃ ابراھیم بن ایوب الغرسانی عن ابی مسلم عن الاعمش عن عمارۃ بن عمیر عن
ابی معمر عن ابی مسعود الانصاری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تجزئ
صلوۃ لا یقرأ فیھا بفاتحۃ الکتاب وشئ معھا انتھی۔ ذکرہ الزیلعی فی
تخریج احادیث الھدایۃ ص ۱۹۴ **اور** ظاہر ہے کہ ومعھا غیرھا۔ وشئ معھا سورہ
کیطرف اشارہ ہے۔ پس چاہیئے کہ ہر نمازی کے لئے سورہ بھی فرض ہو۔ اور خصم اسکا
منکر ہے۔ اور نیز جائز ہے۔ کہ مراد اس سے نفی اجزا کامل کے ہو۔ نہ نفی اصل اجزا کی
پس مذکور سے معلوم ہوا کہ یہ حدیث بھی مثبت مدعی مستدل کی نہیں ہے **تیسری**
حدیث لا تقبل صلوۃ لا یقرأ فیھا بام القرآن۔ مثبت مدعی یعنی اثبات فرضیت
فاتحہ کی ہر نمازی کے لئے بیان فرمائی **اقول** وباللہ التوفیق۔ اسکا جواب بھی
بچند وجوہ ہے۔ وجہ اول۔ دوم۔ چہارم۔ پنجم۔ ہفتم۔ ہشتم۔ نہم۔ دہم
و یازدہم۔ جو حدیث لا صلوۃ میں مفصل گزری ہیں اس حدیث کا جواب باصواب ہیں۔
تطبیق و مطابقت بفہم رسا ہے۔ تاکہ حق ثابت ہو۔ خوف طوالت سے دوبارہ اون وجوہات
کا ذکر نہیں کیا۔ وجہ دوم لفظ لا تقبل کے استعمال محدثین کی کلام میں دو طرح پر آئی
ہے۔ کبھی واسطے نفی صحت کے جیسے کہ روایت مسلم میں لا تقبل صلوۃ بغیر طہور اور
روایت مسند امام احمد میں لا تقبل صلوۃ الحائض الا بخمار وارد ہے کنوز الحقائق
اور کبھی واسطے زجر اور توبیخ اور نفی کمال ثواب کے جیسے لا تقبل صلوۃ من لا یؤدی
الزکوۃ۔ رواہ الدیلمی۔ **کنوز الحقائق** وروی الطبرانی وابنا خزیمۃ وحبان
فی صحیحھما ثلثۃ۔ لا یقبل اللہ لھم صلوۃ ولا یصعد لھم الی السماء حسنۃ۔ السکران

Marfat.com

حتی یصحو ۔ المرأۃ الساخط علیہا زوجہا ۔ والعبد الآبق حتی یرجع فیضع یدہ فی
ید موالیہ کتاب الزواجر ص۸۸ وروی الدیلمی لا یقبل اللہ الایمان والصلوۃ الا
بالزکوۃ کنوز الحقائق ص۱۹۶ والبیہقی لا یقبل اللہ صلوۃ رجل مسبل ازارہ ۔
کنوز الحقائق ۔ ومسلم بسندہ عن جریر یحدث عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم
قال اذا ابق العبد لم تقبل لہ صلوۃ ۔ ان جملہ احادیث میں لاتقبل سے مراد تغلیظ اور
توبیخ اور نفی کمال ثواب ہے ۔ نہ نفی صحت کما ھو الظاھر ۔ ورنہ زکوۃ نہ دینے والا
کافر ہو ۔ اور نماز اوس کے ذمہ سے ساقط نہو ۔ اور مسبل ازار کی نماز بھی نادرست ہو
وھو خلاف ما تقرر عند اھل السنۃ ۔ جب لفظ لاتقبل کا محتمل دو معنی کا ہوا ۔
تو قابل استدلال نہ ہوا ۔ فکیف الاستدلال بہ ۔ فلم یثبت ما ادعاہ ۔ **فائدہ**
شارع کبھی تغلیظ اور توبیخ کے ایسے ایسے کلمات وارد فرماتا ہے ۔ دیکھو ۔ ترمذی ۔ باب
کراھۃ الحلف بغیر اللہ ۔ میں لکھتا ہے ۔ ان قولہ فقد کفر او اشرک علی التغلیظ
والحجۃ فی ذلک کذا وکذا خوف تطویل کے لئے اکتفا اشارہ کیا گیا ہے ۔ اور شیخ عبدالحق
حدیث قتالہ للمسلم کفر کے تحت میں لکھتا ہے کہ قولہ قتالہ کفر تغلیظ **وجہ سوم**
عدم قبول مستلزم عدم صحت کا نہیں اذ یجوز ان یکون صحیحۃ غیر مقبولۃ ۔ کما
الصلوۃ فی الدار المغصوبۃ لانہا صحیحۃ وان کانت غیر مقبولۃ ۔ فکذلک
یجوز ان تکون صلوۃ تارک الفاتحۃ غیر مقبولۃ ۔ فھذا الحدیث لم ینتہض
دلیلا علی ما ادعاہ ۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے ۔ دعوی مدعی کا یہ تھا ۔ کہ
فاتحۃ الکتاب بخصوصہا ہر نمازی کے لئے فرض ہے ۔ بدون اوس کے کسی نمازی کی نماز
صحیح نہیں ہوتی ۔ اور اوسکی دلیل حدیث لاتقبل صلوۃ الخ بیان فرمائی ۔ سو یہ
دلیل مثبت مدعی کی نہیں ۔ اسواسطے کہ عدم قبول مستلزم عدم صحت کا نہیں ۔
کیونکہ جائز ہے کہ صحیح ہو ۔ الا غیر مقبول ۔ جیسے کہ کسی کا مکان زور سے چھینا ۔ اور اس

Marfat.com

میں نماز پڑھی۔ تو یہہ نماز اوس کی صحیح غیر مقبول ہے۔ پس جائز ہے کہ نماز تارک
فاتحہ کی صحیح غیر مقبول ہو۔ فکیف الاستدلال بہ **قال النووی**
واما قولہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا ابق العبد لم تقبل لہ صلوٰۃ۔ فقد تاولہ الامام
المازری وتابعہ قاضی عیاض علی ان ذلک محمول علی المستحل للاباق فیکفر و
لا تقبل لہ صلوٰۃ ولا غیرھا۔ ونبہ بالصلوٰۃ علی غیرھا۔ وانکر الشیخ ابو عمرو ھذا
وقال بل ذلک جائز فی غیر المستحل ولا یلزم من عدم القبول عدم الصحۃ۔ فصلوٰۃ
الابق صحیحۃ غیر مقبولۃ فعدم قبولھا بھذا الحدیث وذلک لاقترانھا بالمعصیۃ
واما صحتھا فلوجود شروطھا وارکانھا المستلزمۃ صحتھا ولا تناقض فی ذلک
ویظہر اثر عدم القبول فی سقوط الثواب واثر الصحۃ فی سقوط القضاء۔ وفی
انہ لا یعاقب عقوبۃ تارک الصلوٰۃ۔ وھذا اخر کلام الشیخ۔ وھو ظاھر لا شک
فی حسنہ۔ وقد قال جماھیر اصحابنا ان الصلوٰۃ فی الدار المغصوبۃ صحیحۃ لا ثواب
فیھا۔ ورأیت فی **فتاوی** ابی نصر بن الصباغ من اصحابنا التی نقلھا عنہ
ابن اخیہ القاضی ابو منصور۔ قال المحفوظ من کلام اصحابنا بالعراق ان الصلوٰۃ
فی الدار المغصوبۃ صحیحۃ یسقط بھا الفرض ولا ثواب فیھا انتھی بلفظہ۔ اور
ہمارے اصحاب حنفیہ کرام رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک بھی دار مغصوبہ اور ارض مغصوبہ میں
نماز صحیح مع الکراہتہ ہے۔ فی شرح المنار والصلوٰۃ فی الارض المغصوبۃ مشروعۃ
فی ذاتھا وانما حرمت لاجل شغل ملک الغیر انتھی **اشباہ** ترک فاتحۃ
الکتاب سے ثواب کا نہ حاصل ہونا واسطے منفرد اور امام کے ہوگا۔ لترکھما الواجب اما
مقتدی تو مامور بالاستماع ہے فلا یلزمہ ما لزمھما۔ فقد بان۔ ان سیزدہ وجوہات
مذکورہ سے صاف ظاہر ہے۔ کہ یہہ حدیث مدعی کے دعوی کی مثبت نہیں فلم یثبت
ما ادعاہ۔ **قولہ** اور اس باب میں انس سے مسلم اور ترمذی میں آہ **اقول**

Marfat.com

وباللہ التوفیق حدیث لا صلوٰۃ الخ میں من حیث الصحۃ کلام نہیں - ہماری کلام اس امر
میں ہے - کہ آیا یہ حدیث مثبت فرضیت ہے یا نہ - سو ماسبق میں بوجوہات مذکورہ عدیدہ
معلوم و ثابت ہو چکا ہے - کہ یہ حدیث منجملہ غیر احاد کے ہے متواترات سے نہیں فلینظر
ثمہ **قولہ** ام القرآن عوض من غیرہا - ولیس غیرہا عوض منہا **اقول** وباللہ
التوفیق - اس حدیث میں کوئی ایسا لفظ نہیں ہے جو فرضیت فاتحہ پر جو غرض مدعی کی ہے
دال ہو - اگر ہے تو بیان فرمائیں وبدونہ خرط القتاد - فرضاً اگر تسلیم کیا جاوے -
تو یہ حدیث شریف مفید اور مؤید ہم کو ہوگی - نہ مدعی کو - اصلی کہ معنے اس حدیث کے یہ
ہیں کہ فاتحۃ الکتاب اور آیتوں کا عوض ہے - اور آیتیں فاتحہ کا عوض نہیں ہیں
یعنے نماز میں فاتحہ کے پڑھنے سے - فرض اور واجب ہر دو ادا ہو جاتے ہیں - بخلاف
اور آیتوں کے کہ اون کے پڑھنے سے فقط فرض ہی ادا ہوتا ہے - واجب ادا نہیں ہوتا - اور یہی
مذہب ہمارے اصحاب حنفیہ کرام رضہ کا ہے **قال القاری** فی المرقات شرح
للمشکوٰۃ معنی الحدیث ان الفاتحۃ تقوم مقام الفرض والواجب جمیعا ولیس
غیرہا کذلک لان غیرہا یؤدی الفرض فقط دون الواجب فھو یؤید مذہبنا
واصطلاح ائمتنا - انتھی - انتھی - فلم یثبت ما ادعاہ **قولہ** فاتحۃ الکتاب اور کا عوض
ہوسکتی ہے - اور - اور چیزیں فاتحہ کا عوض نہیں ہوتیں **اقول** وباللہ التوفیق -
مؤلف رسالہ نے لفظ ھا کا مرجع آیات نہیں ٹھہرایا - بلکہ سوا فاتحہ کے کل جہان کی
چیزوں کو مرجع کلمہ ھا سمجھا ہے - جیسا کہ قولہ " اور اور چیزیں فاتحہ کا عوض نہیں ہوتیں
ان معنوں پر صریحاً دال ہے - فصار المعنی علی ذلک التقدیر فاتحۃ الکتاب - زکوٰۃ -
صوم - حج - عمرہ - قتال فی سبیل اللہ - رکوع - سجود - وغیر ذلک مما لا تعد
ولا تحصی کا عوض ہوسکتی ہے - اور یہ چیزیں فاتحہ کا عوض نہیں ہوسکتی - وھذا
المعنی فسادہ ظاہر لا مریۃ فیہ - حدیث مسطورہ کی دلیل معنی مذکورہ سے کرنی - پہری

Marfat.com

معنوںسے اثبات فرضیت کا قول عجیب ہے **قولہ** ان حدیثون مین صاف اس امر کا بیان ہے۔ کہ فاتحہ کے سوا کسی نماز کی نماز جائز نہیں ہوتی **اقول** وباللہ التوفیق۔ ابتک فرضیت سورہ فاتحہ بخصوصہا کی ثابت نہیں ہوئی جیسا کہ بوجوہات متعددہ سے معلوم ہوچکا ہے اعادہ اوسکا باعث تطویل ہے فلینظرہا جبکہ فاتحہ بخصوصہا کی فرضیت پایۂ ثبوت کو ہی نہیں پونہچی۔ تو نماز بدون فاتحہ کے جائز نہ ہونے کے کیا معنے۔ ہاں البتہ اگر قولہ جائز نہیں ہوتی کو محمول بر نفی کمال کیا جاوے۔ جیسا کہ مذہب حنفیہ کرام رحمۃ اللہ علیہم کا ہے فیکون لہ وجہ **قولہ** دارقطنی رح کی مرفوع حدیث میں عبادہ سے صریح لاتجزئ کا لفظ ہے اہ **اقول** وباللہ التوفیق۔ اس لفظ (لاتجزئ) کا حال سابقاً صاحب **تنقیح** کی نقل سے معلوم ہوچکا ہے۔ اوسکو ملاحظہ فرماویں۔ جبکہ لاصلوٰۃ کے لفظ کو زیاد رضی اللہ عنہ نے نقل بالمعنی کرنے میں لاتجزئ فرمایا۔ پھر اس لفظ لاتجزئ میں کونسی مزیت اور فوقیت ہے کہ موجب تسلی اور طمینان نہیں۔ پھر فرع تو فرع ہی ہے اصل کے رتبہ اور مرتبہ کو کب پہونچتی ہے۔ وایضاً یجوز ان یکون محمولاً علی نفی الاجزاء الکامل لانفی اصل الاجزاء **قولہ** نہیں تو اب کچھ بھی حاجت نہیں کہ اور درد سری کریں **اقول** وباللہ التوفیق۔ درست ہے نہیں بھی کچھ حاجت نہیں۔ کہ مغز خوری اور دردسری کریں۔ کہ مدعی ہمارا ثابت اور مبرہن ہوچکا ہے۔ کیونکہ ابتک کوئی ایسی دلیل جو برہان قطعی فرضیت فاتحۃ الکتاب پر ہو۔ جناب مولویصاحب کے ہفدہ گانہ دلائل کہ مولویصاحب نے اپنے اثبات دعوی کی بزعم خود بیانا سابق میں فرمائے ہین۔ اونکا دہن اور عدم قطعیت ہی سابق میں گذارش ہوچکا ہے فلینظر الناظر ثمہ۔ اور دلائل عدم فرضیت فاتحہ بخصوصہا کے مفصلاً بیانا بیان ہوچکی مزید زیادہ دلائل کی کچھ حاجت نہیں۔ ہمارے ناظرین کی تسلی اور اطمینان کے لئے آئندہ

Marfat.com

اور بھی بیان کئے جاتے ہیں **قولہ** آپ سمجھیں یا نہ سمجھیں ورنہ کوئی اور ہی فائدہ اوٹھائیگا **اقول** انشاء اللہ تعالیٰ اللہ کے فضل اور کرم سے ہم ایسی سمجھ ہیں کہ شائد کوئی اور سمجھیگا - یہ اوسی سمجھ کا نتیجہ ہے کہ قران اور حدیث پر بوجہ حسن تطبیق دیکر عمل درآمد کیا اور کتاب اللہ اور حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا عروۃ الوثقیٰ اور اپنے ایمان کا مدار ٹھہرایا - اور مخالف کو تسلی بخش اور طمنیان دہ جواب گو وہ سمجھے یا نہ سمجھے بحوالہ قران اور حدیث دیے اللھم ارنا الحق حقا - و الباطل باطلاً **قولہ** اصل نفی میں نفی ذات ہے الخ **اقول** وباللہ التوفیق - اگر نفی ذات کی صلیت وضعًا مراد قائل ہے یعنے ایسے (مثلاً لا صلوۃ) الفاظ واضع نے واسطے نفی ذات کے وضع کئے ہیں - نہ واسطے نفی کمال کے - تو اسکا فساد بین ہی **قسطلانی** نے لکھا ہے - وھو ای القول بانہ وضع لنفی الذات) خطاء لان العرب لم تضعہ لنفی الذات - وانما توردہ للمبالغۃ ثم تذکر الذات لیحصل ما ارادت من المبالغۃ انتھی - اور اگر استعمالاً مراد ہے - یعنے ایسے کلمات کو نفی ذات کے لئے ہی عربوں کا استعمال کرنا احسن ہے - نفی کمال کے لئے اصل نہیں - تو یہ بھی بین البطلان ہے - اس لئے کہ ایسے کلمات کی استعمال کبھی واسطے نفی اجزا کے آتی ہے - جیسی لا صلوۃ الا بطھور اور کبھی واسطے نفی کمال کے جیسے لا صلوۃ بحضرۃ الطعام رواہ مسلم دیکھو **قسطلانی** لکھتا ہے وصار المحققون الی الوقف و انہ تردد بین نفی الکمال و الاجزاء انتھی - قسطلانی کی عبارت صریحًا دال ہے کہ نفی اجزا اور نفی کمال مساویۃ الاقدام ہیں فتدبر **قولہ** اور ذات کی نفی یہاں ممکن ہے - پس وہی مراد ہوگی - **اقول اولا** اگر نفی ذات ممکن ہی تو کیا نفی کمال ہی غیر ممکن ہے - اور کون صاحب کمال امکان نفی کمال کو یہاں غیر ممکن کہتا ہے بلکہ دیکھو **عینی** شارح بخاری و ہدایہ لکھتا ہے والحمل علی نفی الکمال اولی بل یتعین

Marfat.com

لان نفی الاصل یستلزم نفی الکمال ایضاً فیکون نفی شیئین فتکثر
المخالفۃ۔ انتھی۔ اور ثانیاً اس کے شافی اور کافی جواب کے لیے **فواتح الرحموت**
کی عبارت چونکہ ازبس مکتفی ہے۔ لہذا اوسکی عبارت کو واسطے ملاحظہ مولویصاحب
کے نقل کردیا جاتا ہے۔ تاکہ صاف معلوم ہو کہ شارع نفی ذات اور حقیقت شرعیہ
کی نفی کس محل میں کرتا ہے۔ اور نفی کمال کونسی محل میں مقصود شارع کا ہے وہ
ہذہ عبارتہ **مسئلہ** لا اجمال فی نحو قولہ صلی اللہ علیہ وسلم لا صلوۃ الا بطہور
ای فیما نفی الحقیقۃ الشرعیۃ ولم ینتف وجودہ الحسی خلافاً للقاضی ابی بکر
من الشافعیۃ۔ لنا ان ثبت عرف الشرع فی الصحیح۔ منھا النفی المسمی۔ الشرعی
متعین بالارادۃ لانہ امکن الحقیقۃ فلا یترک الا بباعث فلا اجمال الا اذا
دل دلیل من خارج علی ان الحقیقۃ الشرعیۃ موجودۃ ولم ینتف شیء من ارکانہ
وشرائطہ فیحمل علی نفی الکمال نحو لا صلوۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب رواہ
الشیخان۔ فانہ دل علیہ قولہ تعالی فاقرؤا ما تیسر من القرآن۔ واقرأ ما
تیسر معک من القرآن فی حدیث طویل۔ رواہ البخاری ومسلم عند تعلیم الصلوۃ
للاعرابی۔ انتھی۔ یہ عبارت صراحتاً دال ہے۔ کہ مولویصاحب نے بیان مسئلہ میں
نفی حقیقت شرعیہ میں مضمون پہلے جملہ عبارت سے کام لیا ہے۔ اور مضمون الا
اذا دل دلیل من خارج اہ کیطرف خیال نہ کیا تاکہ موارد استعمال شارع کے پورے
پورے معلوم ہوتے۔ مگر دوسرے جملہ کیطرف کیونکر خیال فرماتے کہ خنجر کے
شمشیر آبدار برہنہ وہاں نظر آتی تھی۔ واللہ الموفق للسداد **قولہ** ...
اجزا کی اہ **اقول۔ اولاً** یہ قاعدہ ٹھیک اور مسلم الثبوت ہے۔ الا اس مقام
میں اسکا لانا تب مفید ہوتا کہ پہلی فاتحہ کو مرکب (یعنی نماز) کا جزو ہونا مولوی صاحب
ثابت کرتے۔ اور جزو ہونا فاتحہ کا ابتک کہاں ثابت ہوا ہے۔ اسکا ثبوت

بذمہ مولویصاحب ہے **اور ثانیاً** یہی امر تو محل نزاع اور مبحوث عنہ ہے۔ کہ آیا فاتحۃ الکتاب جزء نماز کی ہے یا نہ۔ پھر اسی کو دلیل ثبوت مدعی پیش کرنا مصادرہ علی المطلوب نہیں تو اور کیا ہے۔ اگر جزئیت فاتحہ کی مانی جاوے تو پھر نزاع بھی کس امر کی ہے۔ **اور ثالثاً** وہ ائمہ مجتہدین کالشافعی ومن یتبعہ جو فرضیت فاتحہ خلف الامام کے قائل ہیں۔ وہی اس امر کے بھی قائل ہیں۔ کہ جب مدرک ہو فی الرکوع بلا قراءۃ فاتحہ امام کے ساتھ شامل ہو تو یہ رکعت اوسکی معتد بہا ہوگی اور اوس کے ذمہ سے قراءۃ فاتحہ ساقط ہوگئی **قال النووی** فی منہاج رای من

الفوائد) ان من سبقہ الامام ببعض الصلوۃ اتی بما ادرک۔ فاذا سلم الامام اتی بما بقی

علیہ ولا یسقط منہ ذلک بخلاف قراءۃ الفاتحۃ فانہا تسقط عن المسبوق اذا

ادرک الامام راکعا انتہی ص ۳۰ اور ایسی حالت میں سقوط فاتحہ کا یا تو بنظر ضرورت فوت رکعت کے ہے۔ یا اسواسطے ہے کہ فاتحہ سرے سے فرض ہی نہیں۔ اگر بنظر ضرورت فوت رکعت کے اگر مسبوق تکبیر اولی یا قیام ترک کرے۔ تو وہی قاطبۃً قائل ہیں کہ اوسکی نماز نہیں ہوتے۔ پس معلوم ہوا کہ حالت فرائض کی دونوں حالتوں میں یعنے حالت ایسی ضرورت اور غیر ضرورت کی برابر ہے۔ ساقط نہیں ہوتی۔ اور خاتمہ میں یہ مرتبہ نہیں ہے۔ مدرک فی الرکوع کے ذمہ سے بلا پڑہنے کے ساقط ہو جاتی ہے۔ پس یہ امر صراحتاً دال ہے کہ سقوط بنظر ضرورت نہیں ہے۔ بلکہ بنظر عدم فرضیت کے ہے فہو المطلوب۔ پس اس بیان سے صاف ثابت ہوا کہ فاتحہ جزو مرکب کی نہیں ہے۔

بقی فیہ شیء وہ یہ ہے کہ یہ دلیل مولویصاحب کے لئے مضر نہیں۔ اس لئے کہ آپکا اجتہاد مجتہدین اصحاب مذاہب کے خلاف ہے۔ کیونکہ وہ قاطبۃً قائل اعتداد رکعت مدرک فی الرکوع کے ہیں۔ اور مولویصاحب کہ اعتداد رکعت کے منکر ہیں انشاء اللہ تعالی ماَلہا وعلیہا۔ اس مسئلہ کا اسی کے محل پر گزارش ہوگا **قولہ** ایسے ہی جس شخص نے ہر رکن اوسکا۔ مثلاً

رکوع یا سجدہ و یا قرأۃ فاتحہ ترک کیا۔ اوسکی نماز نہ ہوگی **اقول** وباللہ التوفیق۔ رکوع اور سجدہ کی ترک سے نماز کا نہونا مسلّم ہے کیونکہ یہہ جزو مرکب کے ہیں وذلک متفق علیہ اور فاتحہ خود جزو نہیں ہے۔ پھر اسکی ترک سے نماز کا نہونا غیر مسلّم ہے۔ پس یہہ قیاس مع الفارق ہے۔ جیسا کہ مشروحًا پہلے قول میں گزرچکا ہے **قولہ** صحت یا کمال پر کسنی مجبور کیا ہے **اقول** وباللہ التوفیق۔ نفی ذات اور صحت کا حال مفصلاً معلوم ہوچکا ہے۔ رہی نفی کمال کی۔ سو یہہ سبب فاقرؤا ما تیسر من القرآن۔ اور واذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا۔ اور فاقرأ ما تیسر معک من القرآن اور واذا قرأ فانصتوا وغیرہ احادیث نے جو ظاہر حدیث کے معارض ہیں۔ مجبور کیا ہے کہ نفی کمال سے قرآن اور احادیث میں عمدہ تطبیق حاصل ہوتی ہے۔ اور ہر دو میں سے کوئی متروک العمل نہیں رہتا۔ سو یہہ جبرا وسی اختیار سے عمدہ تر ہے۔ کہ ایک حدیث کے ظاہر پر عمل کیا جاوے۔ اور قرآن کریم اور باقی احادیث نبویہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کو پس پشت ڈالا جاوے **قولہ** اگر صفت کی نفی کریں گے تو اقرب مجازین سے صفت صحت کو لینگے **اقول** وباللہ التوفیق۔ صفت صحت اقرب المجازین اوسوقت ہے جب قرینہ خارجی مانع نہو۔ اور یہاں قرینہ تو کیا بلکہ قرائن بہا حسب چند در چند اوسکی مانع موجود ہیں فکیف تصح ارادتہا۔ علاوہ اسکے یہہ نفی صحت مستلزم نفی کمال کو بھی ہے فتکثر المخالفۃ کما صرح بہ العینی **قولہ** ۔۔۔ مقتضا ای ان احادیث کے تارک فاتحۃ الکتاب کی نماز صحیح نہیں **اقول** وباللہ التوفیق۔ مقتضا ای آیہ کریمہ واذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا لعلکم ۔۔۔ مسلم واذا قرأ فانصتوا اور غیرہ احادیث ۔۔۔ ثابت ہوچکا ہے تارک الفاتحہ کی نماز صحیح بلا ریب ہے۔ الا منفرد اور امام اگر عمدًا ترک کرینگے تو نماز اونکی کامل نہیں ہوگی۔ اور اگر سہوًا ترک ہوئی۔ تو سجدہ سہو کرنے سے جو نقصان ہوگا

Marfat.com

قولہ اور عموم ان احادیث سے صاف واضح ہے۔ کہ فاتحہ کا پڑھنا ہر نمازی کیواسطے فرض ہے **اقول** وباللہ التوفیق۔ آیت مذکورہ اور احادیث مسطورہ سے کالشمس علی نصف النہار ظاہر ہوچکا ہے۔ کہ مطلق قرأت امام اور مقتدی کے لئے فرض ہے خصوصیت فاتحہ کو فرضیت میں کچھہ دخل نہیں۔ اور مقتدی کا حصہ سننا اور چپ رہنا ہی

قولہ عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم من صلی صلوۃ لم یقرأ فیہا بام القرآن فہی خداج ثلثا غیر تمام۔ فقیل لابی ہریرۃ انا نکون وراء الامام فقال اقرء بہا فی نفسک فانی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الحدیث **اقول** وباللہ التوفیق۔ اسکا جواب بچندیں وجوہ ہے **وجہ اول** اس حدیث میں کوئی ایسا لفظ نہیں جو خصوصہ وجوب قرأۃ مقتدی پر دال ہو۔ بلکہ مدلول کلمہ **من**۔ کا جو موضوع واسطے عموم کے ہے۔ منافی تخصیص مقتدیکا ہے۔ کیونکہ جائز ہے کہ مراد حدیث میں وہ نماز ہو جسمیں امام نہیں ہے۔ ہاں البتہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اپنے رائے مبارک سے مقتدی کی خصوصیت باشمول ٹھہرایا۔ اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا فقیہ مجتہد ہونا کچھہ ہمکو اس مسئلہ میں مضر نہیں۔ اسلئے کہ رائے مبارک ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے آیۃ قرآنی اور احادیث مرفوعہ کی فوقیت اور مزیت کا تو یقین ہے۔ کہ آپ بھی انکار نہیں کرینگے۔ پھر بحالت تعارض بینہما کے واجب العمل آیۃ قرآنی اور احادیث مرفوعہ نبویہ ہووینگے۔ نہ رای مبارک ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی قال اللہ تعالی واذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا لعلکم ترحمون۔ **وعن** ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ انما جعل الامام لیؤتم بہ فاذا کبر فکبروا واذا قرأ فانصتوا۔ رواہ ابوداؤد۔ والنسائی۔ وابن ماجہ۔ **و** فی روایۃ لمسلم عن ابی ہریرۃ وقتادۃ فاذا قرأ فانصتوا۔ جب کہ قرآن کریم اور احادیث مرفوعہ صریحہ موجود ہوں۔ کہ امام جب قرآن پڑھے تو تم چپکے رہو۔ اور اوس کی

Marfat.com

قرارت سنو۔ توپھر ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی رائی مبارک بھلا کب واجب العمل ہوسکتی ہے
وجہ دوم لفظ خداج کا نفی اصل نماز پر ہرگز دال نہیں۔ البتہ اوسکا مدلول نفی کمال ہے۔
اور وہ مخاصم کو فائدہ نہیں دیتا۔ اور اس تار سے کہنے کی دلیل وہ حدیث ہے جسکو
ترمذی نے روایت کیا ہے عن الفضل ابن عباس۔ قال قال رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم الصلوۃ مثنی مثنی تشہد فی کل رکعتین وتخشع وتضرع و
تمسکن ثم تقنع یدیک یقول ترفعهما الی ربک مستقبلا ببطونهما وجهک وتقول
یارب یارب ومن لم یفعل ذلک فهو کذا وکذا وفی روایة فهو خداج ظاہر
ہے کہ نماز کے بعد دعا اور تخشع وغیرہ اور دونو ہاتھونکو موہنہ کیطرف کرنا فرض نہیں ہے
اور اس جملہ یا بعض کا انمیں سے ہونا مبطل نماز نہیں ہے۔ بلکہ یہ امور منجملہ آداب کے ہیں
تو کلمہ خداج کو ایجاب وفرضیت پر دلالت کہاں ہے فهو المطلوب **وجہ سیوم** اگر
معارضات مذکورہ سے قطع نظر کرکے رای مبارک ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو تسلیم کیا
جاوے۔ توکیا رای مبارک ابی الدرداء رضی اللہ عنہ کی جو وہ بھی بڑے جلیل القدر صحابی
ہیں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی رائے سے کم ہے۔ اور کیا وجہ ہے کہ اوسکو تسلیم کریں۔ اسکو
نکریں۔ دیکھو جبکہ ایک آدمی نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا۔ افی کل صلوۃ
قرأۃ قال صلی اللہ علیہ وسلم نعم فقال رجل من الانصار وجبت هذه۔ تو حضرت
ابی الدرداء رضی اللہ عنہ نے باوصف سماع وجوب قرأۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
سے فرمایا۔ ماارى الامام اذا ام القوم الا قد كفی هم رواه النسائی یعنی میری رائے
اور اعتقاد یہی ہے۔ کہ وجوب قراءۃ کا مصداق امام اور منفرد ہے۔ مقتدی پر کسی نماز میں
قراءۃ مطلقاً فرض نہیں۔ بلکہ ابی الدرداء رضی اللہ عنہ کی رای مبارک کے مؤیدات۔
واذا قرئ القرآن الآیۃ۔ واذا قرأ فانصتوا وغیرہ وغیرہ احادیث مرفوعہ اور آثار
بہت ہیں۔ تو پھر ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی رای کو کیا مزیت ہے۔ کہ آپ اسکو تسلیم کرتے ہیں

Marfat.com

اور ابی الدرداء کی رائے کو باوصف مؤیدات قرآنی اور احادیث مرفوعہ صحیحہ کے نہیں مانتے۔ درست ہے ہر کہ فکر ہر کس بقدر ہمت اوست۔ الغرض جبکہ رائے ابی الدرداء رضی اللہ عنہ کے باایںہمہ مؤیدات معارض رائے ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ کے موجود ہے۔ تو پھر رائے ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ کی قابل استدلال اور مثبت فرضیت نہ ہی فہو المطلوب فلم یثبت ما ادعاہ۔ **وجہ چہارم** خداج کے معنے **صاحب قاموس** جو کہ محاورات عرب سے بڑا ماہر اور لغت دانی میں اعلم ہے۔ یوں لکھتا ہے۔ الخداج کالکتاب القاء الناقة ولدها قبل تمام الایام۔ والفعل کنصر وضرب وهی خادج والاخدجه و اخدجت الصیفة قبل مطرها۔ والناقة جاءت بولد ناقص وان کانت ایامه تامة فهی مخدج ولا مخدج۔ وصلوته خداج ای نقصان ورجل مخدج الید ناقصها انتہی **اور نووی** علماء لغت سے یوں نقل کرتا ہے۔ الخداج بکسر الخاء المعجمة۔ قال الخلیل بن احمد والاصمعی وابو حاتم السجستانی والهروی رحمهم الله تعالی و آخرون الخداج النقصان ویقال خدجت الناقة۔ اذا القت ولدها قبل اوان النتاج وان کان تام الخلق واخدجته اذا ولدته ناقصاً۔ وان کان لتمام الولادة۔ ومنه قیل لذی الید مخدج الید ای ناقصها۔ قالوا فقوله صلی الله علیه وسلم خداج ای ذات خداج۔ وقال جماعة من اهل اللغة خدجت واخدجت اذا ولدت لغیر تمام انتهی اگرچہ **صاحب قاموس** کی عبارت "وصلوته خداج ای نقصان" نص صریح ہی کہ اس محاورہ میں (صلوته خداج) میں خداج بمعنی نقصان فی الوصف ہی کے ہے اور نووی کا بھی طرز بیان مرجح معنی نقصان ہی کا ہے۔ کما لا یخفی علی الناظر الادیب۔ الا اس سے ہی قطع نظر۔ از نقول علماء لغت سے صاف واضح ہے۔ کہ خداج کا لفظ مشترک الدلالہ بین المعنیین یعنے نقصان فی الذات و نقصان فی الوصف کے ہے۔ تو پھر با اشتراک کہ جمع بین الاضداد ہی۔ مثبت مدعا خصم کہ فرضیت قرأت

Marfat.com

فاتحہ خلف الامام ہی کب ہو سکتا ہے۔ کیونکہ یہ لفظ لا اقل محتمل دونو معنوں کا علی السواء ہے۔ واذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال۔ فلم یثبت ما ادعاہ۔ فہو المطلوب۔

وجہ پنجم۔ نووی نے لکھا ہے قولہ سبحانہ وتعالیٰ۔ قسمت الصلوۃ بینی وبین عبدی نصفین الحدیث **قال** العلماء المراد بالصلوۃ ھھنا الفاتحۃ یعنے علماء نے کہا ہے کہ مراد صلوۃ سے اس مقام میں فاتحہ ہے۔ جبکہ صلوۃ سے مراد فاتحہ ہوئی۔ تو معنے قسمت الصلوۃ بینی وبین عبدی کے یہ ہوئی کہ فاتحہ میرے اور میرے بندے کے درمیان بدیں تقسیم جسکا بیان آیندہ حدیث میں فرمایا ہے۔ منقسم ہے۔ تو پھر اس جملہ حدیث میں کونسا لفظ فرضیت فاتحہ پر دال ہے فضلاً عن ان یکون خلف الامام بلکہ مدلول صریح الحدیث کا فضیلت فاتحہ کی ہے نماز یا خارج نماز کے اوسکو کوئی پڑھے۔ تو مستحق اوس فضیلت وثواب کا ہوگا جس کو باریتعالیٰ نے بیان فرمایا ہے۔ فرضیت کس کلمہ کا مدلول ہے۔ بلکہ اگر نماز میں فاتحہ بطریق استحباب یا سنت کے بھی پڑھی جاوے۔ تو ثواب موعود کا مستحق ہوگا ہاں البتہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی راے مبارک ہے۔ اور صحابی کی راے مبارک مقابل نصوص کے اور مسائل مختلف فیما بینہم میں حجت نہیں **شافعیہ** رحمہم اللہ تو مطلقاً وجوب تقلید صحابی کے قائل ہی نہیں اور **حنفیہ** کرام کے نزدیک بھی تقلید صحابی کا وجوب مشروط بالشروط ہے۔ **اول** جبکہ مقابل نصوص صریحہ کے ہنو **قال شارح المنار** تقلید الصحابی واجب یترک بہ القیاس ای قیاس التابعین ومن بعدہم اذ ھی یعنی تقلید صحابی کی واجب ہے اوس کے مقابل میں قیاس تابعین ومن بعدہم کا ترک ہوگا۔ نہ کہ نصوص۔ یعنے تابعین ومن بعدہم کا قیاس۔ صحابہ کے قیاس کے نسبت کچھ فروغ نہیں کہتا۔ لانہم شاہدوا موارد النصوص۔ ولانہم کانوا فی خیر القرون۔ ولہم مزیۃ فی صحبۃ النبی۔ والانصوص کا تو ... بلکہ قیاسات سے بڑا فرق ہے۔ لا ینکرہ الا من کان فی قلبہ زیغ۔ **دوم** جبکہ مسئلہ

Marfat.com

مختلف فیما بینہم ۔ قال صاحب التلویح تقلید الصحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ یجب اجماعًا فیما شاع فسکتوا مسلمین ۔ ولا یجب اجماعًا فیما ثبت الخلاف بینہم

انتہی ۔ اور مسئلہ فاتحہ خلف الامام میں ہر دو امر موجود ہیں ۔ یعنی فاتحہ خلف الامام کا مسئلہ فیما بین اصحاب مختلف بھی ہے ۔ اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی رای مبارک نصوص کے مقابل بھی ہے ۔ پس حجت نہوگی ۔ واضح ہو کہ مولوی صاحب نے اپنے مدعی (یعنی فرضیت فاتحہ کی مقتدی پر) کے اثبات کے لئے احادیث تمامہ کو بیان فرمایا ۔ اب ہم ان سے استفسار کرتے ہیں ۔ کہ مثبت مدعی آپکا جملہ اولی حدیث کا ۔ "یعنی من صلی صلوٰۃ لم یقرأ فیہا بام القران فہی خداج ثلثاً" ہے یا کہ جملہ ثانیہ یعنی قسمت الصلوٰۃ بینی و بین عبدی "الحدیث" یا ہر دو ۔ اگر اولی ہے تو فرمائیے کہ اس جملہ میں کونسا لفظ خاص مقتدی پر دال ہے ۔ من یا صلی صلوٰۃ ۔ یا بام القران ۔ یا فہی خداج ثلثاً ۔ یقین ہے کہ من کیطرف ہی رجوع فرمائیں گے ۔ اور اوسے خیال اوٹھائینگے فاعتبروا یا اولی الالباب ۔ ہل اصاب فی الجواب ۔ کہ کلمہ من کے معنے اس مقام میں خاص مقتدی کے ہیں یا کوئی شخص جو نمازی عام اس سے کہ مقتدی ہو یا امام یا منفرد ۔ کوئی دانشمند بلکہ ابجد خواں بھی اس خصوصیت کا قائل نہیں ہو گا ۔ پس صاف صاف ثابت ہوا کہ جملہ اولی حدیث کا مثبت مدعی حضرت مدعی کا نہیں ۔ کیونکہ کلمہ من نہ وضعًا اور نہ استعمالاً مقتضی اس خصوصیت کا نہیں ۔ اور اگر جملہ ثانیہ مراد ہے ۔ تو ماسبق میں بوضاحت معلوم ہو چکا ہے کہ اس جملہ میں کوئی لفظ ایسا نہیں ۔ جو خصوصیت فاتحہ پر دال ہو ۔ فضلا عن ان یکون خلف الامام پس یہ جملہ بھی کیونکر مثبت مدعی کا ہو گا ۔ اور اگر ہر دو جملہ مراد ہیں تو بمقتضائے قاعدہ کے جسکو آپ بیان کر چکے ہیں کہ مرکب بانتفاء کل اجزاء یا ایک جزء کے منتفی ہو جاتا ہے ۔ یہ مرکب بھی بسبب منتفی ہونے ہر دو جزء کے منتفی ہو گا ۔ کما لا یخفی علی المتامل ۔ الحاصل یہ مجموع حدیث کسی طرح بھی مثبت مدعی خصم کے نہیں **قولہ**

اس حدیث میں جو خداج کا لفظ آیا ہے آہ۔ **اقول** وباللہ التوفیق۔ لفظ خداج کا
معنی کی تشریح اور ترجیح ماسبق میں بیان ہو چکی ہے۔ اور **صاحب قاموس** اور
نووی کا قول نقل گزر چکی ہیں فلا نعیدہ فلینظر ثمہ **قولہ** حدیث کا مفسر خود
راوی ہے اور تفسیر راوی کی آپ کی یہاں حجت ہے **اقول** وباللہ التوفیق اس قول
کے جواب میں دو مقام ہیں **مقام اول** اس مقام میں بیان کرنا چند امور کا جو جواب کے
لئے کافی ہونگے ضروریات سے ہے **امر اول** تفسیر اور تاویل کی تعریف تاکہ ما بہ
الامتیاز ہر دو میں معلوم ہو۔ **امام سیوطی** رحمۃ اللہ علیہ نے اس باب میں خود
تفسیر اتقان میں بہت عبارات نقل کی ہیں۔ الا بخوف طوالت کے ایک دو عبارتوں
کی نقل پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ کہ مقصود کے لئے کافی ہیں حیث قال التفسیر بیان لفظ لا
یحتمل الا وجہا واحدا۔ والتاویل توجیہ لفظ متوجہ الی معان مختلفۃ الی
واحد منہما بما ظہر من الادلۃ وقال الماتریدی۔ التفسیر القطع علی ان المراد
من اللفظ ہذا۔ والتاویل ترجیح احد المحتملات بدون القطع انتہی باختصار
امر دوم جبکہ یہ امر ثابت ہوا کہ تفسیر اور تاویل شے واحد نہیں۔ بلکہ دونوں میں ما بہ
الامتیاز پورا پورا ہے۔ تو اب ما نحن فیہ قابل غور ہے کہ راوی یہاں تفسیر کرتا ہے
یا کہ تاویل ظاہر ہے کہ تفسیر کے معنے (بیان لفظ لا یحتمل الا وجہا واحدا) لفظ خداج
پر صادق نہیں آتے۔ کیونکہ یہ کلمہ مشترک محتمل معنیین یعنی غیر تام فی الذات
والوصف کا ہے۔ پس مصداق معنے تاویل کا ہوا نہ تفسیر کا **امر سوم** جب یہ بخوبی
ثابت ہوا کہ لفظ خداج میں حدیث کا راوی تاویل کرتا ہے۔ تو اب تحقیق طلب امر یہ
کہ تاویل راوی (صحابیا کان او من دونہ) کی حجت ہے یا نہ **فی شرح المنار** و
تعیین الراوی بعض محتملاتہ بان کان مشترکا فعمل بتاویل منہ لا یمنع العمل بہ
للتاویل الآخر کما روی ابن عمر رضی اللہ عنہ انہ قال المتبایعان بالخیار ما لم یتفرقا

Marfat.com

نہو تحتمل تفرق الاقوال و تفرق الابدان - وقوله ابن عمر الراوی ہے بتفرق الابدان
کما ھو قول الشافعی رحمۃ اللہ علیہ - وھذا لا ینافی ان نحتمل نعن بتفرق الاقوال
انتھی **وفی قمر الاقمار** لان رای الراوی لیس بحجۃ انتھی **وفی التلویح**
فی المشترک - ان امکن التاویل فتاویلہ لا یصیر حجۃ علی غیرہ انتھی **وفی**
فواتح الرحموت تاویل الراوی لیس بحجۃ وقد صرح الزیلعی فی شرح
الکنز فی مواضع عدیدۃ انتھی باختصار - ان نقول عن الفحول سے ثابت ہوا
کہ تاویل راوی کی حجت نہیں ہے - امور مذکورۃ الصدر بھی دریافت ہونیسے
جواب بھی بالوضاحت دریافت ہو چکا - زیادہ کشف کی حاجت نہ رہی - یعنی جبکہ تاویل
راوی کی حجت نہ ٹھہری تو خداج کے لفظ کی تاویل - جو راوی غیر تمام نے الذات سی
کرتا ہے حجت نہ ہوگی **واضح رہے** کہ بنا بر اس تحقیق کے یعنی تفسیر اور تاویل متغایر ہیں
لفظ مفسر کا جو کہ مؤلف رسالہ نے فرمایا ہے بے محل اور غلط ہے - بلکہ بجائیش مأول
کہنا ٹھیک اور صحیح تہا - فلیتامل **رہی** یہ بات کہ تفسیر راوی کی حجت ہی یا نہ - اگر یہ
درست ہی - راوی کی تفسیر بمعنے مذکور جو محض وضاحت اور بیان معنی لفظ کے ہوتے
ہیں - ہمارے اصحاب حنفیہ کرام کے نزدیک مقبول ہے الا ما نحن فیہ میں یہ بات کہاں
صادق آتی - کیونکہ یہاں محض وضاحت اور بیان معنی کے نہیں - بلکہ تعیین احد المعنیین
المحتملین کا ہے کما مر - فاین ھذا من ذاک **مقام دوم** اگر مقام اول سے تنزل کرکے
تفسیر اور تاویل کے مابہ الامتیاز سے قطع نظر کیجاوے - اور تفسیر کو بمعنی بیان - التفسیر
باصطلاح علماء اصول کے عام تصور کریں - جیسا کہ علماء اصول نے بیان کو باستقراء پانچ
قسم میں بیان کیا ہے - بیان تاویل کو علیحدہ بیان نہیں کیا - وہی ہذہ - بیان
التقریر - بیان التفسیر - بیان التغییر - بیان التبدیل بیان الضرورۃ - تو بھی
مفید مدعی خصم کے نہیں ہے - اسلئے کہ بیان التفسیر شامل ہے بیان مجمل اور بیان مشترک کو

Marfat.com

اور ما نحن فیہ میں بلحاظ ان معنوں کے لفظ خداج یا مجمل ہے یا مشترک اما المجمل فما ازدحمت فیہ المعانی ولیشتبہت المراد بہ اشتباھاً لا یدرک بنفس العبارۃ بل بالرجوع الی الاستفسار ثم الطلب ثم التأمل کالصلوٰۃ والزکوٰۃ فی قولہ تعالیٰ و اقیموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ۔ فان الصلوٰۃ فی اللغۃ الدعاء۔ ولم یعلم ای دعاء یراد بہ فاستفسرنا النبی صلی اللہ علیہ وسلم بافعالہ بیانا شافیا من اولہا الی اٰخرہا ثم طلبنا ان ھذا الصلوٰۃ علی ای معان تشتملت فوجدنا ھا شاملۃ علی القیام والقعود والرکوع والسجود والقرأۃ والتسبیحات والاذکار۔ فلما تأملنا علمنا ان بعضھا فرض وبعضھا واجب وبعضھا سنۃ وبعضھا مستحبۃ فصار مفسرا بعد ان کان مجملاً **شرح منار** واما المشترک فما یتناول افرادا مختلفۃ الحدود علی سبیل البدل کالقرأ للحیض والطھر۔ فانہ مشترک بین ھذین المعنیین المتضادین لا یجتمعان انتھی ما **فی شرح المنار** باختصار۔

پس ناظرین کو چاہئے کہ منصفانہ نظر کریں۔ کہ لفظ خداج مصداق تعریف مجمل کا ہے۔ یا مشترک کا۔ تو ظاہر ہوگا کہ اول کا مصداق تو نہیں ہے۔ البتہ دوم یعنی مشترک کا مصداق یہ حال ہوا۔ جب اس لفظ کا مشترک ہونا قرار پا چکا۔ تو راوی جب تعیین احد المعنیین المحتملین کی اپنی رائے سے کرے۔ تو یہ تعیین حجت نہیں ہے۔ دیکھو کتب اصول وتعیین الراوی بعض محتملاتہ بازکان مشترکا فمل تاویل منہ لا یمنع العمل للتاویل الاخر الی اخر ما مرمنا سابقاً امر مقام دوم سے یہ امر ثابت ہوا کہ لفظ مفسر کا اس محل میں مولوی صاحب کا کہنا مجاز درست ہے۔ اما تفسیرہ بمعنی حجت نہیں فلم یثبت ما ادعاہ **قولہ** دیکھو۔ اسے فاتحہ خلف الامام کے مسئلہ میں۔ اذا قرأ فانصتوا کی حدیث میں آپ لوگوں نے جابر رضی اللہ عنہ کی تفسیر سے استدلال پکڑا ہے کہ انصتوا کے ساتھ ما سوی الفاتحہ مراد نہیں۔ کیونکہ جابر راوی حدیث کا بھی فاتحہ خلف کا منکر ہے

اقول یہ عبارت اور استدلال نہایت عجیب و غریب ہے - ہر دو جملہ کا تطابق اور توافق مدعی اور شاہد کا پورا پورا تب حاصل ہوتا - جبکہ راوی حدیث واذا قرء فانصتوا کا جابر رضی ہوتے - اور خود راوی یعنی جابر رضی اللہ عنہ ہی تفسیر ہی کرتے - اور وہ تفسیر جابر کی ہمارا مسند ہوتا - سو یہاں بفضلہ تعالے انمیں سے کوئی بات ہی نہیں - نہ تو جابر رضی اللہ نے اس حدیث کو روایت ہی کیا ہے - اور نہ اس حدیث کی جابر رضی اللہ عنہ نے تفسیر ہی کی ہے - جیسا کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے حدیث خداج کی روایت کی اور پھر خود ہی ابوہریرہ نے اوسکی تفسیر تمام غیر سے فرمائی - اسلئے کہ واذا قرء فانصتوا کو مسلم نے ابوہریرہ اور قتادہ سے روایت کیا ہے - اور ابوداؤد اور نسائی اور ابن ماجہ نے ابوہریرہ سے - بزار اور ابن عدی نے ابوموسی سے - اور عبدالبر نے ابوہریرہ اور ابی موسی سے - اور نیز ابوداؤد نے حطان بن عبداللہ الرقاسی سے - اور طحاوی نے ابوہریرہ سے کسی محدث نے اس حدیث کی تخریج حضرت جابر سے نہیں کی - پس یہ الزامی بات ہے ہمیں پوری پوری قائم نہ ہوئی - انصاف کے دائرہ کو ہاتھ سے دینا عین نا انصافی ہے - اب راقم اصلیت اس الزامی دلیل جسکو مولویصاحب نے بضمن اس عبارت عجیب و غریب کے بیان فرمایا ہے - ہدیہ ناظرین کرتا ہے - اور داد انصاف مانگتا ہے **روی محمد**

فی موطاه اخبرنا ابو حنیفة اخبرنا موسی بن عائشة عن عبدالله بن شداد عن

جابر عن النبی صلی الله علیه وسلم من صلی خلف الامام فان قراءة الامام له قراءة

واسناده صحیح علی شرط الشیخین - ای البخاری ومسلم اس حدیث سے بھی حنفیہ رحمہم اللہ نے عدم وجوب فاتحہ خلف الامام کے لئے استدلال پکڑا ہے - کسی معترض نے بغرض تطبیق بطریق اعتراض کیا کہ مراد فان قراءة الامام له قراءة سے - یا مراد جابر رضی اللہ عنہ کی اس جملہ سے ماسوا فاتحہ کے ہے - لیحصل التطبیق - اس اعتراض کے جواب میں حنفیہ کرام نے فرمایا کہ یہ تخصیص یا تاویل کیونکر صحیح و جائز ہو کہ جابر رضی اللہ عنہ جو راوی فان قراءة الامام له قراءة کا ہے

اون سے بطرق صحیحہ ثابت ہوچکا ہے - کہ فاتحہ بھی مقتدی پر فرض نہیں **منھا**

روی مالک ثنا وھب بن کیسان انہ سمع جابر بن عبد اللہ یقول من صلے رکعۃ

لم یقرا فیھا بام القران فلم یصل الا وراء الامام - **و** روی الترمذی ایضًا وقال ھذا

حدیث حسن صحیح ومسلم ابن ابی شیبۃ فی مصنفہ - وروی الطحاوی مرفوعًا عن

جابر رضی اللہ تو پھر اس تاویل یا تخصیص کی کوئی وجہ نہیں **حاصل** جواب کا یہ ہوا

کہ یہ تاویل - یا تو تاویل القول بما لا یرضی بہ قائلہ کے قبیلہ سے ہے - یا یہ کہ عمل صحابی

راوی کا اس تاویل اور تخصیص کا مقتضی نہیں ہے - کیونکہ راوی کا عمل اس

تخصیص کے برخلاف ہے - آپ ناظر مصنف سے ہم اتفاقًا پوچھتے ہیں - کہ یہاں کونسی

تفسیر جابر کی ہے جس سے حنفیہ رحمہم اللہ نے استدلال پکڑا - اور وہ تفسیر الزامًا اونپر قائم

کی گئی - یا کہ منجانب مولویصاحب کے صرف الزام ہی لگا یا گیا - واللہ یھدی من یشاء

الی صراط مستقیم **قولہ** یہ بات الزامًا قوم کی ہے - بلکہ راوی کا قول مطلق حجت ہے

اقول اس عبارت میں مولویصاحب نے دو تعمیمیں بیان فرمائی ہیں - تعمیم راوی کی -

صحابی ہو - یا تابعی - یا من دونہما - عادل - ضابط - غیر مدلس - یا انکی ضد - وغیرہ

وغیرہ - اور تعمیم قول کی - تفسیر یعنے شرح معنی لفظ کی ہو - یا تاویل مشترک - مجمل کی -

موافق نصوص ہو - یا مخالف - من تلقاء نفسہ - ہو - یا سماعًا عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم -

مجمع علیہ - یا مختلف فیہ - خبر کو ظاہر پر حمل کرے - یا خلاف ظاہر پر - وغیرہ وغیرہ -

سو بلحاظ ان دو تعمیم کے راوی مطلق کے مطلق قول کا حجت ہونا مذہب مولویصاحب کا

ہی ہوگا - ورنہ اور کوئی علماء دین سے فقیہًا کان او محدثًا اس کے حجۃ کا قائل نہیں ہے مسلمہ ہو

کتب حدیث اور فقہ اور اندونوں کے اصول - کاش اگر خوف طوالت عنان قلم کو نہ روکتا -

تو اس مسئلہ میں انشاء اللہ تعالی اقوال علماء محدثین اور فقہاء قدیمًا و حدیثًا کرا لیسے بسط

سے ذکر کئے جاتے - جو باعث اطمینان ناظرین ہوتا - اور مخالف کی قلعی بھی کھلجاتے -

Marfat.com

قوله ہاں ابوہریرہ ہی وہی ابوہریرہ ہے الخ **اقول** آپ سے درست ہو وھو اکثر
الصحابة روایة عن رسول الله صلی الله علیه وسلم - واحفظ من روی الحدیث فی
دھرہ - وذکر الامام الحافظ بقی الدین بن مخلد الاندلسی فی مسندہ لابی ہریرۃ
رضی الله خمسة الاف حدیث وثلثمائة واربعة وسبعین حدیثا - ولیس لاحد من
الصحابة ھذا القدر ولا ما یقاربه - وکان عریف اھل الصفة واشھر من سکنها
ذکرہ النووی - بل الصحابة کلھم عدول - کیف لا وھم نجوم الهدایة وشموسها
ومقتدای الائمة وراسها - اختارھم الله لصحبة نبیه صلی الله علیه وسلم - وقال فی
شانھم - الله الله فی اصحابی لا تتخذوھم غرضا من احبھم فبحبی احبھم - ومن ابغضھم
فببغضی ابغضھم الحدیث **یعنی** ابوہریرہ رضی الله عنه کی شان بڑی شان اور مرتبہ عظیمہ
اس سے بھی بڑھ کر ہے - بلکہ کل صحابہ رضی الله عنہم کی شان مبارک احاطہ تحریر و تقریر سے
افزون اور زیادہ ہے **اللھم** صل علی حبیبك واصحابه واتباعه وشفعھم فینا وتب
علینا انك انت التواب الرحیم - الا کلام اسمیں ہے - کہ تاویل ابی ہریرہ رضی الله عنه کی
احادیث میں حجت ہے یا نہ - سو اسکا حال معلوم ہو چکا ہے **قوله** فان ابا ہریرۃ راو فقیه الخ
اقول فقیہ ہونا ابا ہریرہ رضی الله عنه کا بھی ہمکو اس مسئلہ میں کچھ مضر نہیں ہے - اس
لئے کہ تقلید ابوہریرہ رضی الله عنه کی وانکان فقیہا - مقابلہ نصوص کے کب واجب ہے -
لانا امرنا باتباع کتاب الله وسنة نبیه صلی الله علیه وسلم - وانکان مقام الصحبة مقاما
عظیما ومنزلة رفیعة ومرتبة منیعة ودرجة شریفة **قوله** فاذا الحق فی
دفع استدلال الشافعی رحمة الله علیه **اقول** صاحب رسالہ نے اس جملہ کو پورا پورا
نقل نہیں کیا - مبتدا مذکور ہے - اور خبر ندارد - اگر پورا جملہ نقل فرماتے تو مسئلہ مصراۃ کی
حقیقت جسکی راوی ابوہریرہ ہیں معلوم ہوتی - اور فواتح میں پوری عبارت اس جملہ
کی یہ ہے - فاذا الحق فی دفع استدلال الشافعی رحمه الله ان الحدیث مخالف

Marfat.com

مخالف للقرآن حیث قال اللہ تعالیٰ فاعتدوا علیہ بمثل ما
اعتدٰی علیکم وجزاء سیئۃ سیئۃ مثلھا۔ وایضاً قد انعقد
علیہ الاجماع وایضاً معارض للسنۃ المشہورۃ المتلقی بالقبول وھی
الخراج بالضمان انتھیٰ۔ **قولہ۔ علاوہ۔** برین فقاہت راوی
کا شرط ہونا امام (ابوحنیفہؒ) کا مذہب نہیں۔ **اقول۔** طرز بیان اس
عبارت کا اسپر دال ہے۔ کہ راوی کا فقیہ ہونا امام کے نزدیک شرط نہیں۔ الا حنفی
لوگ شرط فقاہت راوی کے قائل ہین یعنی راوی جبتک کہ فقیہ نہو روایت
اوسکی نامسموع اور ناجائز ہے۔ کما ھو مقتضی الشرطیۃ لان فقدان الشرط یقتضی
فقدان المشروط وھو ظریۃ بلامریۃ۔ اسلئے کہ حنفی تو درکنار بلکہ کوئی بھی اہل
اسلام اور علماء دین سے۔ حنفی۔ شافعی۔ مالکی۔ حنبلی وغیرہ
فقاہت راوی کی شرطیت کا قائل نہین۔ کیونکہ راوی تو وہی شخص ہے
جو اپنے مسموع کو غیرون کو پہونچادے۔ سواء کان ثقۃ۔ عدلاً۔ ضابطاً۔
فقیھاً۔ او غیر ثقۃ او متہم او مجھول۔ او مدلس وغیر فقیہ۔
او غیر ذلک۔ پس مجرد روایت اور اپنے مسموع کے ادا کے لئے فقہ
ہونا کچھ ضرور نہین۔ اور نہ اسلامیین میں سے کسیکا یہ مذہب
ہے۔ دیکھو **اصول حدیث۔ اور اصول فقہ۔** ورنہ
اگر فقاہت راوی کی (مجرد روائیت کے لئے) شرط ہوتی۔ تو سوا
فقیہ مجتہد کے کسی کی روایت مقبول ومنظور نہ ہوتے وھو کما
ترائے۔ ہان البتہ فقاہت کا شرط ہونا۔ بعض حنفیہ (یعنی عیسی
بن ابان) کے نزدیک ایک خاص صورت میں ہے۔ جسکا بیان ... ...
کو کہ یہ اوراق اوس کے بسط کے متحمل نہین ہین۔ الا بحکم ... ...

Marfat.com

کلہ لا یترک کلہ کے بطریق اختصار کے گذارش کرتا ہوں۔ قال الولد (ای الحنفیۃ) **والراوی** (ای راوی الخبر الواحد) ان عرف بالفقہ والتقدم فی الاجتہاد۔ کان حدیثہ حجۃ یترک بہ القیاس خلافا لمالک رحمہ اللہ۔ فانہ قال القیاس مقدم علی خبر الواحد ان خالفہ۔ وان عرف بالعدالۃ والضبط دون الفقہ۔ ان وافق حدیثہ القیاس عمل بہ۔ وان خالفہ من کل وجہ لم یترک الا بالضرورۃ۔ ثم ہذہ التفرقۃ بین المعروف بالفقہ والعدالۃ مذہب عیسی بن ابان۔ ومن تابعہ من المتاخرین۔ واما عند **ابو الحسن الکرخی** ومن تابعہ من اصحابنا وھو مختار صاحب المسلم۔ فلیس فقہ الراوی شرطا لتقدم الحدیث علی القیاس۔ بل خبر کل راو عدل ضابط مقدم علی القیاس اذا لم یکن مخالفا للکتاب والسنۃ المشہورۃ **ھذا ما فی شرح المنار مع ابزادیسیں فانظروا یا اولی الالباب**۔ اس بیان اور مؤلف رسالہ کے بیان میں زمین اور آسمان کا فرق ہے یا کچھ کم **اشتباہ** اس عبارت سے چار فائدہ حاصل ہوئے **اول** یہ کہ کسی حنفی۔ بلکہ کسی عالم دین کا یہ مذہب نہیں۔ کہ راوی جب تک فقیہ نہو اوسکی روایت مقبول ومنظور نہیں **دوم** یہ کہ عیسی بن ابان کے نزدیک بھی ایک خاص صورت مین فقاہت راوی کی شرط ہے **سیوم** مذہب کرخی ومن تابعہ کا یہہ ہے۔ کہ اوس خاص صورت مین بھی فقاہت راوی کی شرط نہین۔ بلکہ خبر ہر راوی عادل ضابط کی مقدم بر قیاس ہے۔ الا اذا کان مخالفا للکتاب و

السنۃ المشہورۃ - اور یہی مذہب منظور عند الحنفیہ ہے -
چہارم یہ کہ عبارت محقق ابن ہمام کی جو صاحب رسالہ
نے بیان فرمائی ہے - یا تو اوس عبارت کو ملاحظہ نہین
فرمایا - اگر فرمایا ہے - تو دیدہ و دانستہ اغماض کیا ہوگا -
کیونکہ ابن ہمام اس عبارت کو بنابر تردید مذہب عیسی بن ابان
کے لائے ہے - حیث قال "ثم اعلم ان ہذا (ای مذہب
عیسی بن ابان) قول مستحدث ولم ینقل عن السلف القدماء
واشتراط فقہ الراوی فی تقدیم خبرہ علی القیاس کیف
وقد نقل عن امامنا الاعظم رحمۃ اللہ علیہ انہ قال ما جائنا
عن اللہ تعالی وعن الرسول صلی اللہ علیہ وسلم فعلی الراس و
العین" انتہی ما فی التحقیق - اس عبارت سے صاف معلوم
ہوا کہ لم ینقل عن السلف خاص ایک ہی صورت سے - جسکا
عیسی بن ابان قائل ہے - متعلق ہے - عام صورتون سے
متعلق نہیں - اسلئے کہ اون مین شرط فقاہت کا
کوئی بھی قائل نہین ہے - پس مؤلف رسالہ کا
مدعی اس عبارت سے پورا نہوا - فافہم جبکہ یہ امر
ثابت ہوچکا - کہ منصور اور محقق مذہب حنفیہ کا یہ ہے - کہ
فقاہت شرط واسطے راوی کے کسی صورت مین بھی
نہیں ہے - تو اب رہی یہ بات کہ راوی عابد زاہد
فقیہ مجتہد - افضل واولے و برتر - راوی
عابد زاہد غیر فقیہ سے ہے - یا نہ - اور اوسکی حدیث

Marfat.com

کو اس کی حدیث پر ترتیب و فوقیت در رجحان ہو گا۔ یا نہ ہو گا۔ سو
بابت امر اوّل کی احادیث نبویہ صحیحہ علی صاحبہا
الصلوٰۃ والتحیۃ موجود ہین عن معاویۃ قال
قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من یرد اللہ بہ خیرًا
یفقھہ فی الدین وانما انا قاسم واللہ یعطی متفق علیہ۔
ای یجعلہ عالمًا فقیہًا
وعن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم الناس معادن کمعادن الذھب والفضۃ خیارھم
فی الجاھلیۃ۔ خیارھم فی الاسلام اذا فقھوا رواہ
مسلم۔ وعن ابن عباس قال قال رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقیہ واحد اشد علی الشیطان
من الف عابد رواہ الترمذی۔ وابن
ماجہ۔ یہہ احادیث درباب فضیلت امر اوّل اور
نیز درباب امر دوم کی بابت بھی یہی احادیث مکتفی
ہین۔ کیونکہ جس کی تعریف رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم فرماوین۔ اوس کی روایت کیونکر برتر اور اعلیٰ درجہ
کی نہ ہو گے۔ الا اگر کسیکا خیال ہو کہ اس میں نقل کی بھی
حاجت ہے۔ تاکہ پورا پورا اطمینان حاصل ہو۔ تو گزارش
ہے۔ قال ابن حزم المحدث قال لنا
وکیع ای الاسنادین احب الیکم۔ الاعمش عن
ابی وائل عن عبد اللہ۔ او سفیان عن منصور عن ابراھیم
عن علقمۃ عن عبد اللہ۔ فقلنا الاعمش عن ابی وائل۔ فقال

Marfat.com

سبحان الله الاعمش شیخ وسفیان فقیه وابراهیم فقیه وعلقمة فقیه - ق
حدیث یتداوله الفقهاء خیر من حدیث یتداوله الشیوخ - فهو من طریق رباعی
الی ابن مسعود - وثنائی من مشائخ الحدیث - ومع ذلک قدم الرباعی لاجل
فقاهة رجاله - کذا نقل ابن الاثیر الشیبانی الجزری - ثم الموصلی فی جامع
الاصول **قال الفاضل الکهنوی** ناقلا عن بحر العلوم - ان هذه
الحکایة لا تدل الا علی ان الترجیح بفقه الرواة اوثق منه بعلو الاسناد باعتبار
ضبط الرواة الفقه وقوة علمهم - وورعهم وهو الاعتیاد باتیان المستحبات
والاجتناب عن المکروهات بل عن المباحات فان الفقیه یضبط کما ینبغی ویبعد عن التساهل
وقوی الضبط لا ینسی کما وقع ترجیح ابن عباس علی یزید ابن اصم - لهذا الاعتیاد
ویشیر الیه - ما قال رسول الله صلی الله علیه وسلم - وذلک لقلة احتمال الغلط خلافا
للحنفیة - ووجه قولهم انه ربما یکون الوسائط القلیلة کثیر النسیان وبطیئ
الفهم لمعنی الحدیث - والوسائط الکثیرة قویة الذهن - فالاعتبار للفقاهة
وقوة الضبط انتهی کلام الفاضل الکهنوی - فثبت مما تلونا علیک انه تحصل
زیادة وثوق بفقه الراوی - لصحة مرویه من مروی من لا فقه له - لا فقاهت
شرط صحت حدیث کی نہیں لان مدار الصحة علی العدالة والضبط وکل ما اشترط
فی صحة الحدیث وعدم الفقه لا یوجب الوهن فی الصحة فاحفظ هذا فانه ینفعک
فیما سیاتی **قوله** وہ جو رفع یدین کے مسئلہ میں اوزاعی اور امام کا مناظرہ
بعض لوگوں نے بیان کیا ہے جسمیں فقاہت راوی کا تذکرہ ہے - اس مناظرہ کا کوئی
اصل نہیں - ابن عیینہ سے معلق مروی ہے - **اقول تحقیقا للمقام** فان لم
یسقط من البین فالحدیث متصل - وان سقط واحدا واکثر فالحدیث منقطع -
والسقوط اما ان یکون من اول السند یسمی معلقا - وهذا الاسقاط تعلیقا - و

Marfat.com

الساقط قد یكون واحدا - وقد یكون اكثر - وقد یحذف تمام السند كما هو عادة
المصنفین یقولون قال رسول الله صلی الله علیه وسلم - انتهی ما فی رسالة الشیخ الدهلوی
وهكذا فی رسالة السید الجرجانی - ویدرك ای السقوط لعدم التلاقی بین الراوی و
شیخه - بكونه لم یدرك عصره - او ادركه لكن لم یجتمعا - ولیست له اجازة
ولا وجادة - قاله فی النخبة وشرحه - عبارت مذكورۃ الصدر سے معلوم ہوا كہ معلق وہ حدیث ہے جس كے
مبدء اسناد میں كوئی راوی ساقط ہو - اور وہ ایك فرد منقطع كا ہے - اور یہ بھی معلوم ہوا كہ انقطاع دو طریق سے
معلوم ہوتا ہے - یا تو یہ كہ راوی اور مروی عنہ معاصر ہی نہیں كہ ملاقات ہوتی - یا كہ راوی اور مروی عنہ معاصر ہیں الا ملاقات
ہر دو كی نہیں ہوئی - اور اس سے اجازۃ او وجادۃ حاصل نہیں ہوئی جب تعلیق و انقطاع اور اونكی دریافت كا طریق
معلوم ہو چكا - تو اب دریافت كرنا اس امر كا ضرور ہے - كہ سفیان بن عیینہ اور امام
صاحب - باہم معاصر ہیں - یا نہیں ہیں - اگر ہیں تو ملاقات باہمی ہوئی - یا نہیں
ہوئی - اگر ہوئی ہے تو ابن عیینہ كو امام سے روایت ہی یا نہیں ہے - سو معاصر
ہونا ہر دو صاحبوں كا كالشمس فی النہار ہے - اسلئے كہ سنہ ولادت امام صاحب كا سنہ ۸۰
اور سنہ وفات رحمہ اللہ علیہ كا سنہ ۱۵۰ھ اور عمر شریف ۷۰ سال ہے - **فی التقریب**
النعمان بن ثابت الكوفی ابو حنیفة الامام فقیه مشهور من السادسة مات سنة
خمسین وله سبعون سنة **و** فی تذكرة الحفاظ مولده سنة ثمانین - **و فی**
الدر المختار وقد حج خمس وخمسین حجة - اور سنہ ولادت سفیان بن عیینہ كا سنہ ۱۰۷ھ اور
سنہ وفات سنہ ۱۹۸ھ - اور عمر مبارك ۹۱ - وسفیان بن عیینة الهلالی الكوفی محدث الحرم
المكی ولد سنة ۱۰۷ واتفقت الامة علی الاحتجاج به - وقد حج سبعین حجة مات ۱۹۸
نقله الفاضل اللكهنوی فی التعلیق الممجد - **و** فی التقریب وله احد وتسعین سنة -
انتهی - اور ملاقات بھی غیر مخفی ہے - **اتحاف النبلاء** میں ہے - **سفیان گفت**
در آمدم بكوفه وهنوز بست ساله نبودم كه ابو حنیفه صاحب خود را گفت آمده است شما را

Marfat.com

حافظ علم عمرو بن دینار۔ مردم نزد من آمده از عمرو بن دینار پرسیدن گرفتند۔ پس
اول کہ مرا محدث کرد ابو حنیفہ ست۔ وچوں ابی حرف باد درمیان آوردم گفت ای پسرک
من شنیده ام از عمرو دیگر حدیث و در حفظ آن ہر سہ اضطراب داشت انتہی ملفظہ۔ اور
جب امام صاحب واسطے حج کے مکہ معظمہ میں تشریف لائے تو سفیانؒ نے کہا ما قدم مکۃ
فی وقتنا رجل اکثر صلوٰۃ من ابی حنیفۃ۔ ذکرہ الفاضل اللکھنوی فی اقامۃ الحجۃ
ناقلا عن تہذیب الاسماء واللغات للنووی یہی روایت سواد سکو ذکر کیا ہے۔
صاحب مسند خوارزمی نے حیث قال۔ وقد روی عنه نظراؤه واشباهه۔
کعبد اللہ بن المبارک۔ ویزید بن ہارون۔ قال محمد بن اسماعیل یعنی البخاری۔ روی
عنه عباد بن العوام۔ وهشیم۔ ووکیع۔ وهمام بن خالد وابو معاویۃ الضریر۔ وقد روی
عنه عبد العزیز بن ابی رواد۔ وعبد المجید بن ابی رواد۔ وسفیان بن عیینه۔ وفضیل
بن عیاض۔ وداؤد الطائی۔ وابن جریج انتهی۔ فاذا ثبت ان سفیان بن عیینہ
کان معاصرا للامام الهمام ولاقاه وروی عنه فالقول بالتعلیق تحکم صریح
واغراب قبیح۔ اور ایسا ادعے مسلم اجماع العلماء قدیما وحدیثا علی ان المعنعن محمول
علی الاتصال والسماع اذا امکن اللقاء مع براءة التدلیس۔ جبکہ امکان لقاء میں حدیث
متصل ہو فکیف لا یحمل علی الاتصال والسماع اذا وجد اللقاء والروایۃ انتباہ
اگر کسی کا یہ خیال ہو کہ صاحب رسالہ کی تعلیق سے جب یہ مراد ہو کہ درمیان سفیان اور
امام صاحب کے کوئی راوی ساقط ہے۔ تو البتہ کلام مذکورۃ الصدر منافی مدعی صاحب
رسالہ کے ہے۔ اور جب اسکی یہ مراد ہو کہ اگرچہ اس مناظرہ اوزاعی اور امام صاحب کو
شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے رسالہ انصاف اور حجۃ اللہ البالغہ اور
ابن ہمام نے فتح القدیر میں۔ اور صاحب کفایہ نے کفایہ حاشیہ ہدایہ میں۔ اور صاحب
عقود جواہر منیفہ نے عقود جواہر منیفہ میں۔ اور خوارزمی نے اپنے مسند میں۔ وغیرہ وغیرہ نے

Marfat.com

بیان کیا ہے۔ اِلّا از مؤلف کتاب تا ابن عیینہ سند متصل نہیں ہے۔ مثلاً شاہ
ولی اللہ صاحب مرحوم نے جو اس قصہ کو بیان فرمایا ہے۔ اپنے سے لیکر تا ابن عُیَینہ
سند مُتصل بیان نہین کی ولا نعنی بالانقطاع الا ہذا تو اسکا جواب بنا بنایا ہے۔ کہ
جو احادیث صاحب رسالہ نے اپنے رسالہ مؤلفہ مین بیان کی ہین۔ کسی کی سند اپنی سی لیکر
تا بحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مُتصل ذکر نہیں کی۔ پس کالہم مُعلق اور مُنقطع ہونگے وہو کما تری۔
پھر اگر یہ خیال ہو۔ کہ جن حدیثون کو صاحب رسالہ نے ذکر کیا ہے۔ اگرچہ انکی سند اپنی سے
لیکر تا بحضرت صلی اللہ علیہ وسلم متصل ذکر نہیں کی۔ اِلّا مصنّفین کُتب نے جنسے وہ حدیثین
نقل کی گئی ہیں۔ اپنے سے لیکر تا بحضرت ؐ انکو متصل ذکر کیا ہے۔ ولا نعنی با
لاتصال الا ہذا تو اس کے جواب میں کہا جاویگا کہ باین معنی اتصال یہان بھی موجود
ہے۔ دیکھو مُسند حارثی قال الحارثی حدثنا محمّد بن ابراھیم بن زیاد
الرازی حدثنا سلیمان الشاذکونی سمعت سفیان بن عیینہ یقول اجتمع ابو حنیفۃ
والاوزاعی فی دار الحناطین بمکۃ الی آخرھا۔ ویؤیدہ ما روی فی خیرات الحسان
عن ابن المبارک من الاوزاعی انہ قال بعد ما افترقا واللہ لقد کنت فی غلط
فاستکثر یا ابن المبارک من فقہ الرجل فانہ نبیل من المشائخ کذا قال ابن حجر المکی
الشافعی۔ نقلہ بعض محشی مُسند الخوارزمی۔ فثبت الاتصال واندفع الانقطاع
وان کان للخصم مجال المقال فی رواۃ الاتصال۔ وذلک غیر مضر لانہ ما اتیناہ
الا معاضدًا ومؤیدًا علاوہ اسکے ہم پہلے کھلا کھلا بیان کر چکے ہیں۔ کہ شرط
فقاہت اور شئی ہے۔ اور زیادۃُ الوثوق بالفقاہۃ اور شئے۔ وبینہما بون بعید۔ پہلے کی نفی
کے آپ درپے ہیں۔ سو اوس کے ہم بھی قائل نہیں۔ اور زیادۃُ الوثوق بالفقاہۃ ایک امر
بدیہی ہیں۔ اوسکا انکار انکار بداہت ہے۔ فتدبر۔ اور امام صاحب بھی فقاہت کو کسی
غرض سے لائے ہیں **قولہ** یہاں قرائت سے مراد تدبر لینا بھی صحیح نہیں۔ **اقول**

۹ دیکھو [illegible] صفحہ ۱۲

Marfat.com

اقرأ فی نفسک میں اولاً قراءت در نفس کے معنے جاننے چاہئیے۔ اوس کے بعد ظاہر ہوگا کہ یہاں
معنے حقیقی ٹھیک ہیں یا مجازی۔ فی الصراح القرآءۃ خواندن **وقال النووی**
القراءۃ لا تطلق الا علی حرکۃ اللسان بحیث یسمع نفسہ انتہی **وفی**
القاموس النفس الروح خرجت نفسہ ای روحہ۔ والدم مالا نفس لہ سائلۃ
لا ینجس الماء۔ والجسد والعین نفستہ بنفس اصبتہ بعین وناقرعاین۔ والعند
تعلم ما فی نفسی ولا اعلم ما فی نفسک ای ما عندی وما عندک او حقیقتی وحقیقتک
وعین الشئ جاءنی بنفسہ۔ وقدر دبغۃ۔ مما یدبغ بہ الادیم من قرظ وغیرہ۔ والعظمۃ
والعزۃ۔ والھمۃ۔ والانفۃ۔ والعیب والارادۃ۔ والعقوبۃ۔ قیل ومنہ یحذر
کم نفسہ انتہی۔ **وقال الرازی** فی تفسیر الکبیر النفس جوھر جسمانی
لطیف صاف بعید عن مشابھۃ الاجرام العنصریۃ نورانی سماوی مخالف بالماھیۃ
بھذہ الاجرام السفلیۃ۔ واذا صارت مشابکۃ لھذا البدن الکثیف صار
البدن حیا وان فارقتہ صار البدن میتا۔ وان اللہ تعالی ذکرہ طلق النفس فی القرآن
فقال ونفس وما سواھا۔ وقال تعلم ما فی نفسی ولا اعلم ما فی نفسک وقال لا
تعلم نفس ما اخفی لھم من قرۃ اعین۔ وتارۃ وصفہا بکونہا امارۃ بالسوء۔ وقال
ان النفس لامارۃ بالسوء۔ وتارۃ بکونہا لوامۃ۔ وقال یا النفس اللوامۃ۔ وتارۃ
بکونہا مطمئنۃ کما فی ھذہ الآیۃ۔ واعلم ان نفسک ذاتک وحقیقتک وھی
التی تشیر الیہا بقولک انا حین تخبر عن نفسک بقولک فعلت ورأیت
وغضبت واشتہیت وتخیلت وتذکرت انتہی۔ بتقدیم وتاخیر۔ جب نفس کے
معنے تحقیقی معلوم ہوئے۔ تو اب معنی اقرأ فی نفسک کے نظر الی المعنی الحقیقی یہ کیونکہ
یہ ہوئے۔ حرک لسانک فی روحک بحیث یسمع روحک۔ فیلزم ان یکون الروح
ظرفا لحرکۃ اللسان وموضعہ کما ھو مقتضی **فی** الظرفیۃ وھو کما تری۔ لان

Marfat.com

ظرف حرکۃ اللسان ومحلہ الفم۔ لا الروح۔ اور اگر قراءۃ بمعنی حقیقی ہو۔ اور فی نفسک مجاز ہو سرًا سے۔ یعنی اقرأ ہا سرًا بحیث یسمع نفسک کما قررہ النووی۔ فحینئذ ہما المعنی صحیحًا۔ اور اگر فی نفسک بمعنی صحیح حقیقی ہو۔ اور قراءۃ مجاز ہو۔ تدبر اور ملاحظہ سے یعنی اذا قرأ الامام بفاتحۃ الکتاب فللمقتدی ان یتدبر و یلاحظ معانیہا فی نفسک فحینئذ یکون المعنی ایضًا صحیحًا بہرحال ارتکاب احد المجازین کا ضرور ہوا۔ لیصلح المعنی الأقراءت کے معنے جب حقیقی لئے جاویں۔ تو معارض ہونگے۔ اللہ جلشانہ کے قول کے۔ اور حدیث مسلم۔ ابوداؤد۔ نسائی۔ اور ابن ماجہ کے جو وانصتوا۔ اور واذا قرأ فانصتوا ہے۔ یعنے جب امام قراءۃ پڑہے فاتحہ ہو یا سوا فاتحہ کے۔ تو تم مقتدی لوگ چُپ رہو کچھ نہ پڑہو۔ اور جب قراءت کے معنے مجازًا۔ تدبر اور ملاحظہ معانی کا لیا جاوے۔ تو معارضہ آیت اور حدیث کا مرتفع ہوگا۔ اور نیز مرویات ابوہریرہ رض کی پوری پوری تطبیق حاصل ہوگی۔ ولہذا اختار بعض المالکیۃ وغیرہ التدبر ہہنا **وقال** الزرقانی شارح الموطا ناقلًا عن عیسی و ابن رافع۔ ان المراد من القراءۃ ہہنا القراءۃ فی النفس والاحضار فی البال من دون ان یتلفظ بہا ای احضر معانیہا فی نفسک وتدبر فیہا حین یقرأہا الامام انتہی پس ماذکر سے ثابت ہوا کہ قولہ صحیح نہیں صحیح نہیں۔ **وایضًا** اندفع بہ قولہ بالجملہ قراءت کے معنے حقیقی چہوڑنے اور مجازی لینے پر کیا مجبوری ہی۔ ووجہ الاندفاع ظاہر فافہم **قولہ** اور قراءۃ کو منع کیا ہے **اقول** جنبی کو کسطرح منع نکریں کہ اوس کے حقمیں ممانعت صریحہ غیر معارضہ وارد ہوئی ہے **روی الترمذی** عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تقرأ الحائض ولا الجنب من القرآن شیئًا محل متنازعہ فیہ کے کہ یہاں معارض کا سخت کہٹکا ہے۔ اور اوس کے کھٹکے نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو اقرأ فی نفسک پر مجبور کیا ہے۔ ورنہ اسکی کیا حاجت تہی۔ اور اوسی کے

معنی قراءت کا منع ہونا

Marfat.com

سبب سے کئی لوگ سکتات امام کے قائل ہوئے وغیرہ وغیرہ فاذا ثبت ھذا فافترق
المقتدی والجنب ولیس حالہ کحالہ **قولہ** دوسری دلیل **اقول** مؤلف رسالہ نے
اپنے مدعی کے اثبات کے لئے یہاں حدیث انس اور عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی
بیان کی۔ سو اسکا **جواب** بچند وجوہ ہے **وجہ اول** یہہ دونوں حدیثیں بہت احادیث
کی معارض ہیں **اول** مالک بسندہ عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انصرف
من صلوۃ جھر فیھا بالقراءۃ فقال ھل قرء معی منکم انفا فقال رجل نعم انا
یا رسول اللہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انی اقول مالی انازع القران فانتھی الناس
عن القراءت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیما جھر فیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
بالقراءۃ حین سمعوا ذلک من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم **دوم** البخاری بسندہ
عن عمران بن حصین قال قرأ رجل خلف النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الظھر والعصر
فلما قضی صلوتہ قال ایکم قرأ معی قال رجل انا قال قد عرفت ان بعضکم
خالجنیھا **سیوم** البخاری بسندہ عن ابی ھریرۃ قال صلی النبی صلی اللہ علیہ وسلم
صلوۃ یجھر فیھا فلما قضی الصلوۃ قال من قرأ معی قال الرجل انا قال انی اقول مالی
انازع القران **چہارم** الطحاوی عن ابی ھریرۃ نحو حدیث مالک غیر انہ قال
فاتعظ المسلمون یعنے لوگوں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے سے نصیحت قبول کی اور
قرارت کو پیچھے امام کے چھوڑ دیا **پنجم** عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
انما جعل الامام لیؤتم بہ فاذا قرأ فانصتوا۔ رواہ مسلم۔ وابوداؤد۔ والنسائی
وابن ماجہ **ششم** الطحاوی عن ابی الاحوص عن عبد اللہ قال کانوا یقرؤن
خلف النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال خلطتم علی القرآن **ہفتم** عن جابر بن عبد اللہ قال
من کان لہ امام فقراءۃ الامام لہ قراءۃ **ہشتم** الطحاوی بسندہ عن عبد اللہ بن شداد
عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم من کان لہ امام الحدیث **نہم** الطحاوی بسندہ

حدیث عبادہ اور ابو ہریرہ کا جواب ۸ وجوہ -

Marfat.com

عن ابی ھریرة عن جابر عن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم من کان لہ - الحدیث
دہم الطحاوی بسندہ عن ابن عمر من کان لہ امام - الحدیث **یازدہم الطحاوی**
بسندہ عن ابی قلابة عن انس قال صلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم اقبل بوجہہ
فقال اتقرؤون والامام یقرأ - فسکتوا فقال لھم ثلثا - فقالوا انا لنفعل قال
فلا تفعلوا - ان مرفوعہ احادیث کے سوا آثار صحابہؓ کے بکثرت موجود ہیں - جنکے حدیث
انس رضی اللہ عنہ اور عبادہ کے معارض ہے دیکھو موطا امام مالک اور شرح معانی الآثار
طحاوی کی - با اینہمہ معارضات فکیف یخص ولیلاً للوجوب - مع کونہ خبر الواحد -
و ایضاً یعارضہما عموم قولہ تعالیٰ واذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا لعلکم
ترحمون **دوسری وجہ** حدیث عبادہ کو جس طریق سے - ابوداؤد - ترمذی - دار قطنی
ابن حبان - حاکم - اور بیھقی نے بیان کیا ہے اوس طریق میں محمد بن اسحاق ہے - اور
محمد بن اسحاق کو اگرچہ بخاری وغیرہ نے ثقہ کہا ہے - الا بہتوں نے اوسمیں جرح شدید کی
ہے صاحب **میزان الاعتدال** لکھتا ہے **قال** یحیی القطان اشھد ان محمد بن اسحاق
کذاب **و** قال النسائی وغیرہ لیس بالقوی **و** قال الدار قطنی لایحتج بہ **و** قال محمد
بن عبد اللہ بن نمیر رمی بالقدر **و** قال ابو داؤد قدری معتزلی **و** قال سلیمان
التیمی کذاب **و** قال مالک انظروا الی دجال من الدجاجلة با اینہمہ جرح مفسرہ حدیث
عبادہ کی اس طریق سے کب قابل حجت ہے - ولہذا علامہ زیلعی نے اس حدیث کی نسبت
لکھا ہے قد ضعف احمد جماعة اور نیز اس حدیث عبادہ کو ضعیف کرتی ہے وہ حدیث جسکو
ابوداؤد نے ذکر کیا ہے - اور وہ صحیح الاسناد ہے - کیونکہ اوس کے رواۃ کلھم ثقات ہیں -
اور وہ یہ ہے عن عبادة بن صامت انہ علیہ السلام قال لا یقرأن احد منکم شیئاً من
القرآن اذا جہرت بالقرآن - وقال الدار قطنی رجالہ کلھم ثقات وقال احمد بن
حنبل ما سمعنا احداً اھل الاسلام یقول ان الامام اذا جہر بالقراءة لا تجزئ صلوٰة

Marfat.com

صلوٰۃ من لم یقرأ انتھی **فائدہ** یہ قول امام احمد بن حنبل کا موافق قول قدیم شافعیؒ
کے ہے۔ کیونکہ امام شافعی بھی قول قدیم میں بھی فرماتے تھے کہ مقتدی پر قراءۃ
فرض نہیں ہے۔ الّا قول جدید کے مخالف ہے۔ شائد امام احمد رحمہ اللہ کو قول جدید شافعی
کی اطلاع نہیں ہوئی۔ یا اوس کے رد میں یہ فرمایا ہو **تنبیہ** یہ حدیث مع فایدہ کی
دلیل القوی سے منقول ہے **انتباہ** اور دارقطنی سے تعجب ہے کہ خود ہی لکھتا ہے کہ محمد
بن اسحاق لایحتج بہ۔ اور خود ہی کہتا ہے کہ اس حدیث عبادہ کی رواۃ جس میں محمد بن اسحاق
ہے سب معتبر ہیں۔ اور یہ حدیث جید الاسناد ہے۔ ظاہر ہے کہ جب محمد بن اسحاق جو
راوی حدیث عبادہ کا ہے ایسا مجروح ہو کہ کذاب اور دجال اوس کے حق میں ثقات نے کہا
تو پھر جید الاسناد کیا معنے۔ اور اس سے بڑھ کر ابن ملقن کا قول ہے۔ ابن ملقن کہتا ہے
کہ جب اس حدیث کو روایت کیا دارقطنی اور ابن حبان اور بیہقی نے تو مظنۂ تدلیس کا محمد بن اسحاق
سے دور ہو گیا۔ اور یہ روایت جید الاسناد ہو گئی۔ بھلا یہ قول مخول علماء المحدیث اور
فقہا کے قابل تسلیم ہے۔ کیونکہ دارقطنی اور ابن حبان اور بیہقی نے یہ التزام نہیں کیا کہ بجز
جید الاسناد کے ہم کوئی حدیث اپنی کتابوں میں نہیں لائیں گے مع ان کتبھم
متناولۃ للصحاح والضعاف بل للموضوعات **زیلعی** تخریج احادیث ہدایہ میں لکھتا ہے
والدارقطنی فقد ملاء کتابہ من الاحادیث الغریبۃ۔ والشاذۃ۔ والمعللۃ۔ انتھی
اور **حجۃ اللہ البالغہ** میں ہے الطبقۃ الثالثۃ مسانید وجوامع ومصنفات صنفت
قبل البخاری ومسلم فی زمانھما وبعدھما جمعت بین الصحیح والحسن والضعیف
والمعروف والغریب والشاذ والمنکر والخطاء والصواب والثابت والمقلوب
کمسند الطیالسی وکتب البیہقی انتھی ملخصاً۔ اور یہی حال ہے ابن حبان کا دیکھو یعنی
ابن ملقن اگر بخاریؒ کی نسبت یہ بات لکھتا تو البتہ قابل تسلیم و پذیرائی ہوتی۔ کیونکہ
امام المحدثین بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ التزام اپنی کتاب میں پورا پورا کیا ہے۔ کہ سوا جید الاسناد کے

Marfat.com

اپنی اس کتاب میں کوئی حدیث نہیں لائے۔ اسی لئے اس حدیث عبادہ کو مع کونہ مؤیدا

لمذھبہ صحیح بخاری میں وارد نہیں فرمائی ولو ثبت عندہ رحمہ اللہ علیہ لما ترکہ

مع شدۃ تعصبہ وفرط تحملہ علی مذھب ابیحنیفۃ ۔ وکثرۃ تعقبہ بما یرد علیہ ۔

وجہ سوم قال المحقق الفن یحیی بن معین الجملۃ الاستثنائیۃ فی ھذا الحدیث

اسنادہ لیس بذالک ۔ ویؤیدہ ما قال الترمذی فی جامعہ بعد ھذا الحدیث و

روی ھذا الحدیث الزھری عن محمود ابن الربیع عن عبادۃ بن الصامت عن النبی

صلی اللہ علیہ وسلم قال لا صلوۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب وقال ھذا صحیح

انتھی تو اس روایت کو جو خالی استثنائیہ جملہ سے ہے ۔ اوس روایت پر جو مشتمل جملہ استثنائیہ

پر ہے ترجیح دینی دلیل قوی ہے جملہ استثنائیہ کے مرجوحیت پر وھو المطلوب ۔ اور ترمذی

کا حسن کہنا بھی اس حدیث کو قابل احتجاج کے نہیں کرتا ۔ کیونکہ مراد اس سے حسن لغیرہ

ہے نہ حسن لذاتہ [illegible] ۔ اور نیز اسکو ضعیف کرتی ہے وہ حدیث عبادہ کی جس کا ذکر

سابق میں بروایت ابوداؤد گذرا ہے فلینظرہ **قولہ پس ظنہ تدلیس کا جاتا رہا اقول**

اسطرح سے تو ظنہ تدلیس کا جاتا رہا ۔ الا دوسری طرف سے قائم رہا ۔ اسلئے کہ محمد بن اسحاق

نے اگرچہ مکحول سے تحدیث کی ہے لیکن محمود بن ربیعہ سے روایت کی ہے ۔ اور مدلس کبھی فوق

انشیخ کو ساقط کرتا ہے تو مظنہ عنعن مدلس کا مرتفع ہوا ۔ قال السید السندی فی رسالۃ فیما

[illegible] المدلس شیخہ ۔ ولکن یسقط من بعدہ رجلا ضعیفا وصغیرا **قولہ دین**

[illegible] کے ثقات سے ہے **اقول** متابع اور متابع ہر دو ملکر حسن ذاتی کو مفید

[illegible] اور حسن لغیرہ کے ساتھ احتجاج مختلف فیہ فقہا کا ہے ۔ اور

[illegible] احتجاج [illegible] ید لہ علیہ عبارۃ شرح النخبۃ حیث قال ۔ ولھذا وقع الاشارۃ

[illegible] عبارۃ توھم الحصر کذا نقل عنہ انتھی علاوہ اس کے اس

[illegible] ہے ۔ جبکہ محمد بن اسحاق جو راوی حدیث عبادہ کا ہے ۔ اکثر

Marfat.com

ثقات کے نزدیک مجروح ہے۔ تو اوسی کے باعث یہ حدیث محکوم بضعف ہوئی کما عن الزیلعی

ذکیف کالاحتجاج بہ اور جس طریق سے نسائی نے بیان کیا ہے اس میں نافع بن محمود ہے اور

وہ مستور الحال ہے۔ فی التقریب نافع بن محمود مستور من الثالثۃ۔ اور میزان الاعتدال میں لکھا ہے نافع بن محمود

المقدسی عن عبادۃ فی القراءۃ خلف الامام وعنہ حرام بن حکیم لایعرف بغیر ہذا الحدیث ولا ہو فی

کتاب البخاری وابن ابی حاتم ذکرہ ابن حبان فی الثقات۔ وقال حدیثہ معلل وروی عنہ مکحول ایضا

انتہی اور ابوداود کے دوسرے طریق میں نافع بن محمود بن الربیع اور ہشیم بن حمید ہے نافع کا حال معلوم ہوا اور

ہشیم بن حمید کی بابت میزان میں قال ابوداود ثقۃ قدری وقال ابو مسہر النسائی ضعیف

قدری انتہی۔ اور ابوداود نے ایک اور طریق بھی بیان کیا ہے۔ اور اس میں بھی

رواۃ بھی الاولید مختلف فیہ ہیں میزان **قولہ** بہلا، قال الواحدی

قال المفسرون قولہ فاقرؤا ما تیسر کان فی صدر الاسلام ثم نسخ بالصلوات

الخمس عن المؤمنین **اقول** اس جواب صاحب رسالہ کو سب جوابوں سے پہلے سمجھنا

چاہیئے۔ کیونکہ اسکا نمبر اول ہے۔ اور ... کی ... ہے ... جواب

... الاول الانظار ہے۔ اس لیے ... جواب کا ... ہے ... فرض ... تھا

... فرض ہے۔ فاتحہ کی کچھ خصوصیت نہیں اقوالہ تعالی فاقرؤا الخ اور صاحب رسالہ

... دیتے ہیں۔ کہ واحدی کہتا ہے۔ کہ فاقرءوا ما تیسر ... فی صدر الاسلام الخ

یعنی ... اسلام میں فرض تھی۔ جبکہ پانچ نمازیں فرض ہوئیں تو یہ قراءۃ

منسوخ ہو گئی ... التقدیر یکون قول الواحدی ... الخ

النقل پس معلوم ہوا کہ واحدی کی اس کلام سے ...

رسالہ ... ہیں۔ اور شاید اپنے مدعا کا ... ہیں۔ کیونکہ ... ہے ...

... علی وجہ المفسرین سادسہ کا ... فرض ... ہے ...

تصنیف تفسیر ... بسیط ... اور ... ہے۔ ہذا ... واحدی ...

نقل کرتا ہے۔ اور اسکی غرض یہی عرض کرتا ہے تاکہ اوسکا مقصود ناظرین کو معلوم ہو
اور صاحب رسالہ کی شہادت مشہود **قال الواحدی** قال المفسّرون فی قولہ تعٰ
فاقرؤا ما تیسّر من القرآن ۔ کان فی صدر الاسلام ثم نسخ بالصّلوات الخمس عن
المؤمنین وثبت علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم خاصۃً وذلک قولہ واقیموا الصّلوۃ
انتھی اس کلام سے غرض واحدی کی یہ ہے کہ لفظ القرآن سے مراد فاقرؤا ما تیسّر
من القرآن میں مجازاً صلوۃ اللیل یعنے نماز تہجد ہے ۔ اور یہ نماز صدر اسلام میں حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم اور جملہ امت پر فرض تھی ثمّ نسخ بالصّلوات الخمس عن المؤمنین
وثبت علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم خاصۃً جبکہ غرض واحدی کی اس کلام سے یہہ ہوئی
تو اسکلام کو اصل جواب سے کیا نسبت ہے ۔ اس لئے کہ مجیب کی غرض من القرآن سے معنی
مجازی نہیں ۔ جیسا کہ مقصود واحدی کا ہے ۔ بلکہ معنی حقیقی ہیں جسکا مدلول فرضیت مطلق
قراءت ہے **اشتباہ** بایں ہمہ واحدی کا کلام دو طرح سے مخدوش ہے **اوّل** قال صاحب
تفسیر فتح البیان ۔ قلت فیہ نظر لان وجوب الصلوۃ الخمس لاینافی وجوب قیام
اللیل ۔ وشرط النّاسخ ان یکون کلماً منافیاً ومعارضاً لحکم المنسوخ کوجوب
العدۃ بحول مع وجوبھا باربعۃ اشھر انتھی بعبارتہ **دوم** راقم السّطور کہتا ہے قولہ
وثبت علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم خاصۃً ۔ فیہ نظر ایضاً لما روی مسلم بسندہ عن
زرارۃ فی حدیث طویل ان سعد بن ھشام ابن عامر دخل علی ام المؤمنین عائشۃ
وقال فقلت انبئنی عن قیام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقالت الست تقرأ یا ایھا
المزمّل قلت بلی قالت فان اللہ عزوجل فرض قیام اللیل فی اوّل ھذہ السّورۃ فقام
نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ حولاً وامسک اللہ خاتمتھا اثنی عشر شھراً فی
السماء حتی انزل اللہ فی اٰخر ھذہ السورۃ التخفیف فصار قیام اللیل تطوعاً بعد فریضۃ انتھی
وھذا ظاھر فی ان قیام اللیل صار منسوخاً فی حقہ صلی اللہ علیہ وسلم ایضاً ۔ فقول الواحدی

Marfat.com

خاصة محل خدشة **قوله** دوسرا جواب حسب اُصول مسلّمہ مقلّدین حنفیہ کے امر مقتضی
تکرار کا نہیں **اقول** حسب اُصول مسلّمہ حنفیہ بلکہ شافعیہ وغیرہ علماء کے بھی امر مقتضی
تکرار کا نہیں۔ یعنی ان صیغة الامر لا دلالة لها علی التکرار فی حصول المامول
من علم الاصول قال جماعة ان صیغة الامر یقتضی المرة الواحدة لفظًا وعزاه
ابو اسحاق الی اکثر الشافعیة وقال انه مقتضی کلام الشافعی وانه الصحیح الاشبه
بمذاهب العلماء وبه قال جماعة من قدماء الحنفیة انتهی **و** فی شرح المنار ولا تقتضی
ای الامر التکرار ولا یحتمله وما تکرر من العبادات فباسبابها لا بالامر
جواب — یرد علینا وهو ان الامر اذا لم یقتضی التکرار ولم یحتمله فبای
وجه تتکرر العبادات مثل الصوم والصلوة وغیر ذلک فنقول ان ما تکرر
من العبادات لیس بالامر بل بالاسباب۔ لان تکرار السبب یدل علی تکرار
المسبب۔ فاذا وجد الوقت وجبت الصلوة۔ ومتی یاتی رمضان یجب الصوم۔
ومهما قدر علی ملک المال وجبت الزکوة ولهذا لم یجب الحج فی العمر الا مرة واحدة
لان البیت واحد لا تکرر فیه انتهی ملخصًا **ماذکر سے** یہ بات ثابت ہوئی کہ قدماء
حنفیہ اور شافعیہ رحمہم اللہ اور اکثر علماء کا یہی مذہب ہے کہ امر من حیث الصیغہ تکرار پر دال
نہیں۔ اور عبادات کا تکرار یعنی نماز۔ روزہ۔ زکوٰۃ۔ وغیرہ کا بار بار ذکر کرنا مقتضی صیغہ
امر کا نہیں۔ بلکہ انکا مقتضی تکرار اسباب یعنی علّت تامہ کا ہے۔ **مثلاً** جب وقت ظہر
کا آئیگا تب ہی ظہر کی نماز فرض ہوگی و علی ہذا القیاس۔ اور نماز شرعی قیام و قراءت
و رکوع و سجود وغیرہ سے عبارت ہے۔ تو حاصل تمثیل یہ ہوا کہ جب وقت ظہر آئیگا تب
ہی یہ امور مذکورہ فرض ہونگے۔ پس اس بیان سے صاف صاف ثابت ہوا کہ قیام و
قراءت و رکوع وغیرہ کا تکرار مقتضی امر کا نہیں۔ تا کہ تکرار کو مقتضی امر بار بار تصور کیا جاوے
جیسا کہ صاحب رسالہ نے سمجھا ہے۔ بلکہ مقتضی تکرار کا کوئی اور ہی امر ہے فثبت ان قوله

Marfat.com

"تکرار کا پڑھ لینا ایزاد ہوگا" مردود و منشاء عدم التوجہ علی قواعد اصول
اصحابنا الحنفیۃ رحمۃ اللہ علیہم کما تلونا علیک اگر صاحب رسالہ وقت تحریر عبارت
الامر لا یقتضی التکرار کے اسکے مابعد کی عبارت کو ملاحظہ فرماتے تو صاف صاف لکھا
پاتے - وما تکرر من العبادات فباسبابھا لا بالامر اور ایسے بے اصل جواب کے
پھندے میں نہ آتے اللھم ارنا الحق حقا والباطل باطلا **قولہ** آپ اسکو بلحاظ اس آیۃ اور آپ
کے اصول کے کسی نماز میں بھی قرآن پڑھنا ضروری نہ رہا **اقول** گذشتہ تقریر و تحریر سے
ثابت ہوچکا کہ اوس کو بلحاظ اسی آیۃ اور اصول حنفیۃ کے ہر نماز میں قرآن پڑھنا ایسا ضروری
رہا کہ بدون اوسکی نماز جائز نہیں ہوتی **قولہ** اگر فرضیت کا حکم اسی آیۃ یا اور اور دلیل سے کروگی
تو حکم تکرار ایزاد ہوگا اور وہ نسخ ہے **اقول** ہمنے فرضیت کا حکم اسی آیۃ سے کیا ہے اور وہ
حکم تکرار ایزاد بھی نہیں ہوتا کہ نسخ ہو فانظر ما اسلفناک **قولہ** کیونکہ وہ فرض ادا کرچکا ہے
اور امر کی تعمیل ہوچکی ہے **اقول** یہ فرض تاحیات اور اوسکی تعمیل تازیست اسکے ذمہ میں
ہے - فراغ ذمہ کا موت سے وری وری نہیں ہوتا **قولہ** دوبارہ کس دلیل سے اسکے ذمہ
پڑھنا لازم ہوتا ہے **اقول** اسی آیۃ شریفہ نے مامور دوبارہ سہ بارہ پڑھنے کا بنایا - الا
ف کہ ہر کس بقدر ہمت اوست **قولہ** پس ہر نماز میں ہمیشہ کے لئے مطلق قرأت
کا پڑھنا بھی اس امر سے ثابت نہ ہوا **اقول** ہر نماز میں ہمیشہ کے لئے مطلق قرأۃ
کا پڑھنا اسی امر سے ثابت ہوا - الا سمجھ شرط ہے **قولہ** بہرحال جب ایزاد ثابت
کروگے تو آپکو آیۃ کا منسوخ ماننا پڑیگا **اقول** دیکھا کہ ہم نے ایزاد نہیں تکرار ثابت بھی کردیا اور
آیتہ منسوخ بھی نہوئی فافہم وانصف **قولہ** اور عام کی تخصیص کو آپ لوگ نسخ کہتے
ہیں **اقول** یہ تخصیص جو ہماری نسبت کی گئی ہے بالکل غلط ہے - پہلے اس مسئلہ کی
نسبت اعلی درجہ کی تحقیق ہوچکی ہے - کہ کوئی حنفی اسکا قائل نہیں - کہ عام کی تخصیص
نسخ ہے - اور نہ کسی کتاب میں اس مسئلہ کا نشان ہے - اگر ہے تو آپ دکھلا دیں

Marfat.com

بلکہ تخصیص عام اور نسخ میں حنفیہ کے نزدیک تباین وتضاد ہے۔ جیسا کہ ہمنے ناسبق میں عبارات
کتب حنفیہ سے مفصلاً نقل کیے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں۔ ولا نعیدہٗ خوفاً للتطویل۔ پس یہ
تخصیص موجب نسخ آیۃ نہوئی **قولہ** **تنبیہ** یاد رہے کہ تخصیص کو اہلحدیث آلخ
اقول یاد رہے۔ اگر اہلحدیث واقعی کے نزدیک تخصیص اور نسخ میں فرق ہے۔ تو
چشم ما روشن ودل ماشاد۔ ہم اور وہ گروہ ناجیہ متفق ہیں۔ ہمارے اصحاب حنفیہ کے
نزدیک بھی ہر دو میں نسبت تباین وتضاد ہے۔ ایسا نہیں جیسا صاحب سالہ سمجھے
ہیں۔ دیکھو کتب اصول اور اس تحقیقات کو جسکو ہم نے ناسبق میں گزارش کی ہے
کھلا کھلا فرق بینہما معلوم ہوگا **قولہ** چوتھا جواب آیۃ شریف کا ماقبل پڑھو اور تمام
سورہ کریمہ کو دیکھو۔ قیام اللیل میں ہے۔ **اقول** بالرأس والعین ہمنے آیۃ شریف
کا ماقبل پڑھا اور تمام سورہ کریمہ کو دیکھا۔ قیام اللیل میں ہے۔ پھر اس سے ہم کو کیا
ضرر ہوا۔ کیونکہ اس تقدیر پر بھی معنے آیۃ شریف کے یہ ہوئے فاقرؤا ما تیسر من
القرآن فی قیام اللیل یعنے قیام اللیل میں جسقدر اور جہاں سے قرآن کریم آسان ہو پڑھو
تمام رات یا اسکا نصف یا ثلث یا ثلثین جاگنا اور قرآن کریم پڑھنا یہ ضرور نہیں
کیونکہ یہ تعیین موجب تکلیف ہے۔ اس جواب سے بھی کوئی بات تخصیص فاتحہ کی نہ نکلی
قولہ اگر قاعدہ العبرۃ لعموم اللفظ لا لخصوص السبب منظور نہیں **اقول** ہم کو
قاعدہ بسر وچشم منظور ہے۔ اسکا کوئی منکر ہی منکر ہوگا **قولہ** اور تخصیص [illegible]
لینا ہے **اقول** عموم جو حقیقی معنے ہیں بغیر داعی کے کیوں چھوڑ [illegible]
اور مجاز بلا ضرورت کیوں اختیار کیا جاوے۔ انما یصار الی المجاز [illegible]
قاعدہ مسلم ہے **قولہ** تو تہجد میں خاص رہے **اقول** [illegible] خاص [illegible]
وجہ نہیں۔ کیونکہ قاعدہ العبرۃ لعموم اللفظ آہ کی منظوری ہوچکی ہے **قولہ** یا [illegible]
ہی مجازاً من الصلوٰۃ مراد لیجئے **اقول** باوجود امکان حقیقت کے ارتکاب مجاز کا کون

Marfat.com

داعی ہی اور قاعدہ اِنّ العمل بالحقیقۃ ان امکن سقط بالمجاز کے ترک پر کون تقاضی ہے

قولہ فاقرؤا کے امر سے مقتدی - منفرد - امام - سب نمازیوں پر قرأت حقیقتاً فرض ہے - آہ

اقول (حقیقۃ کا لفظ یاد رہی) قال اللہ تعالیٰ فاقرؤا ما تیسّر آہ وقال علیہ السلام
لاصلوٰۃ الا بقرأۃ (رواہ مسلم) اس آیۃ شریف اور حدیث مرفوع سے معلوم ہوا - کہ امام - اور
مقتدی - منفرد پر قرأت فرض ہے - اور یہ مذکورین مامور مطلق قرأت ہیں - پھر شارع
صلے اللہ علیہ وسلم نے ہماری لئے بیان فرمایا کہ قرأت کے دو قسم ہیں - **حقیقی** - **حکمی** -
جیسے مثلاً وجود کے تین قسم ہیں - واجب - ممکن - ممتنع - یا کلی منقسم بدو قسم ہے - **کلی متواطی** - **کلی مشکک** - اور مورد اور مورد بھی بیان فرمائے کہ اول کا محل امام منفرد ہی کما ہو ظاہر اور دوم کا محل مقتدی
ہے والیہ اشار بقولہ فان قرأۃ الامام لہ قرأۃ پس ماذکر بیان سے معلوم ہوا کہ مقتضی
فاقرؤا کا قرأت مطلقاً ہے نہ قرأت حقیقتاً - اور یہ کہنا کہ ان مذکورین پر قرأت حقیقتاً
فرض ہے - ایجاد فقیر ہے - کیونکہ امر شارع کا فاقرؤا ہے - نہ فاقرؤا حقیقتاً فافہم وانصف

قولہ آپ لئے بعض فقہا نے فاقرؤا میں مقتدی کے حق میں قرأت حکمی اور مجازی لی ہے - **اقول** مقتدی کے حق میں قرأت حکمی لینا تو مذاہب کا مطابق حکم شارع کے ہے - الا اسکو مجاز کہنا ایجاد ہی - کیونکہ قرأت حکمی لینے کے یہ معنے ہیں کہ قرأت حکمی جو ایک قسم حقیقی قرأت مطلق کا ہے اسکا مامور مقتدی ہے نہ کہ قرأت حکمی کے معنے مجاز قرأت کے ہیں
کما فہم صاحب الرسالۃ ھذا ما سنح لی الآن **قال العینی** فی شرح الہدایۃ - فان قلت
قولہ صلی اللہ علیہ وسلم قرأۃ الامام لہ قرأۃ یعارض قولہ تعالیٰ فاقرؤا - فلا
یجوز ترک بخبر الواحد - قلت جعل المقتدی قاریا بقرأۃ الامام فلا یلزم الترک
انتہی

قولہ نواں ہیں ہم الے آخر قال عام کی تخصیص کو آپ اور کل حنفی نسخ جانتے ہیں

اقول بہ [illegible] بیان ہو چکا ہے - کہ کوئی حنفی اسکا قائل نہیں - کہ عام کی تخصیص
نسخ ہے - اور نہ کسی کتاب معتبر حنفیہ میں اسکا کچھ ذکر ہے - پھر تخصیص نسخ کس طرح ہوگا
فلینظر ماسلفنا لک **قولہ** چھٹا جواب ماناکہ یہ آیۃ منسوخ نہیں - الا کہتے ہیں کہ یہ آیۃ

Marfat.com

خاص حادثہ کا ذکر ہے **اقول** فرضی تسلیم کی کیا ضرورت ہے۔ فی الواقع یہ آیت منسوخ نہیں۔ اور نہ ابتک آپکی کلام سے اسکا نسخ ثابت ہوا ہے۔ اور خاص حادثہ کا ذکر بھی نہیں۔ بلکہ العبرۃ لعموم اللفظ کے قاعدہ سے عام ہے۔ اور ابتک اوس کا عموم زائل بھی نہیں ہوا **قولہ** دیکھو جمعہ کے خطبہ میں **اقول** اس مسئلہ میں چند امور قابل استفسار ہیں (**اول**) یہ دو رکعت سنت جمعہ ہیں۔ یا تحیۃ المسجد (**دوم**) علی التقدیرین فرض ہے۔ یا مستحب (**سوم**) سماع خطبہ کا فرض ہے یا نہ (**چہارم**) امام کے خطبہ پڑھنے کیوقت کلام ممنوع ہے یا مباح (**پنجم**) یہ قصہ سلیک غطفانی کا قبل الخطبہ تھا۔ یا عین خطبہ کیحالت میں (**ششم**) عدم جواز صلوۃ بوقت خطبہ حنفیہ کرام کا ہی مذہب ہے۔ یا صحابہ اور تابعین سے کسی اور کا بھی یہ مذہب ہے (**ہفتم**) جو شخص باہر سے آئے اوسی کے لئے یہ دو رکعت پڑھنی چاہیئے۔ یا جو پہلے سے ہی داخل مسجد ہو اوس کو بھی پڑھ لینی جائز ہے (**ہشتم**) جو شخص ابتدا خطبہ میں داخل ہو اوسی کو پڑھنی چاہیے۔ یا آخر خطبہ میں داخل مسجد ہو وہ بھی پڑھ لے۔ یہ جملہ امور قابل استفسار ہیں **قال النووی** اذا دخل (رجل) الجامع یوم الجمعۃ والامام یخطب استحب لہ ان یصلی رکعتین تحیۃ المسجد۔ ویکرہ الجلوس قبل ان یصلیھما۔ وانہ تستحب ان یجوز فیھما لیسمع بعدھما الخطبۃ۔ وحکی ھذا المذھب ایضا عن الحسن البصری وغیرہ من المتقدمین **قال القاضی** وقال مالک واللیث وابو حنیفۃ والثوری وجمہور السلف من الصحابۃ والتابعین لا یصلیھما وھو مروی عن عمر وعثمان وعلی رضی اللہ عنھم وحجتھم الامر بالانصات انتہی۔ یعنی نووی شافعی شارح صحیح مسلم۔ صحیح مسلم کی شرح میں کہتا ہے جب جمعہ کے دن کوئی آدمی جامع میں داخل ہو۔ اور امام خطبہ پڑھ رہا ہو۔ تو اسکے لئے مستحب ہے کہ دو رکعت خفیف تحیۃ المسجد پڑھے تاکہ اون کے بعد خطبہ سنے اور

مسئلہ سلیک غطفانی از بعض حدیث جواب

Marfat.com

پڑھنے سے پہلے اوسکو بیٹھنا مکروہ ہی۔ اور حکایت کی گئی ہی کہ یہ مذہب حسن بصری وغیرہ متقدمین کا ہے۔ اور قاضی عیاض نے کہا ہی۔ کہ امام مالک۔ لیث۔ امام ابو حنیفہ۔ اور جمہور سلف صحابہ اور تابعین نے کہا کہ نہ پڑھے اونکو۔ اور یہی روایت کی گئی ہے۔ حضرت عمر اور عثمان اور علی رضی اللہ عنہم سے۔ اور اونکی دلیل قوله وإذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا ہے نووی کے بیان سے ثابت ہوا کہ دو رکعت تحیۃ المسجد ہیں سنت جمعہ نہیں۔ اور یہ بھی ثابت ہوا کہ مستحب ہیں فرض نہیں۔ اور یہ بھی ثابت ہوا کہ یہ مذہب فقط حنفیہ کا ہی نہیں۔ بلکہ امام مالک اور لیث اور امام ثوری۔ اور جمہور سلف صحابہ اور تابعین کا بھی یہی مذہب ہے۔ اور حضرت عمر اور عثمان اور علی رضی اللہ عنہم سے بھی یہی مروی ہے۔ اور یہ بھی ثابت ہوا کہ جو باہر سے اگر اسحالت میں داخل ہو وہی پڑھے۔ موجود فی المسجد نہ پڑھے۔ اور یہ بھی ثابت ہوا۔ کہ جمہور سلف صحابہ اور تابعین۔ اور امام مالک۔ اور ثوری۔ اور لیث۔ اور امام ابو حنیفہ اور حضرت عمر اور عثمان اور علی رضی اللہ عنہم کے نزدیک سننا خطبہ جمعہ کا فرض ہی تارک تارک فرض ہوگا۔ امور مذکورہ سی امر (۱) (۲) (۶) (۷) (۳) کلام نووی سی ثابت ہو چکا رہا امر (۴) (۵) (۸) ثبوت امر چہارم عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا قلت لصاحبک یوم الجمعۃ انصت والامام یخطب فقد لغوت۔ متفق علیہ۔ مشکوٰۃ ص ۱۲۲ وعن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من تکلم یوم الجمعۃ والامام یخطب فهو کمثل الحمار یحمل اسفارا۔ والذی یقول له انصت لیس له جمعة رواہ احمد مشکوٰۃ ص ۱۱۵۔ ثبوت امر (۵) ذکر الزیلعی فی تخریج احادیث الهدایۃ وقد بوب النسائی فی سننه الکبری علی حدیث سلیک باب الصلوٰۃ قبل الخطبۃ ثم اخرجه عن ابی الزبیر عن جابر قال جاء سلیک قبل ان یصلی فقال له علیه السلام

Marfat.com

ارکعت رکعتین قال لا قال قم فارکعھما انتھی۔ ص ۳۱ لکن یاباہ لفظ الشیخین دخل
رجل یوم الجمعۃ والنبی صلی اللہ علیہ وسلم یخطب الحدیث۔ فثبت انہ کان فی الخطبۃ
ثبوت امرش فی ارشاد الشارع تنبیہ لوجاء فی اخر الخطبۃ فلا یصلی لئلا یفوتہ
اول الجمعۃ مع الامام۔ قال فی المجموع وھذا محمول علی تفصیل ذکرہ
المحققون من انہ ان غلب علی ظنہ انہ ان اصلیھا فاتتہ تکبیرۃ الاحرام
مع الامام لم یصل التحیۃ بل یقف حتی تقام الصلوۃ ولا یقعد لئلا یکون جالسا
فی المسجد قبل التحیۃ قال ابن الرفعۃ۔ ولو صلیھا فی ھذہ الحالۃ استحب الامام
ان یزید فی کلام الخطبۃ بقدر ما یکملھا فان لم یفعل الامام ذلک۔ قال فی
الام کرھتہ لہ۔ فان صلیھا وقد اقیمت الصلوۃ کرھت ذلک لہ انتھی۔ انتھی
ص ۵۶۱۔ اس نقل سے ثابت ہوا کہ شافعیہ کے نزدیک بھی اخیر خطبہ میں داخل
ہونیوالے کے لئے تحیۃ المسجد ممنوع و مکروہ ہے۔ اور اس کراہت کا داعی سماع
خطبہ کا ہے۔ واذا تقرر ھذا۔ پس نظر بار چہارم معلوم ہوا کہ وقت خطبہ کے
خود کلام کرنا۔ یا اور کو نصیحت۔ یعنی امر بالمعروف کرنا ممنوع شرعی ہے۔ اس کے
جواز کا کوئی بھی ائمہ دین سے قائل نہیں۔ محل نزاع فقط تحیۃ المسجد کذائی ہے۔ سو
نظر باز سوم ثابت ہو چکا ہے کہ جمہور سلف صحابہ۔ اور تابعین۔ اور مالک امام
اور ثوری۔ اور لیث۔ اور امام ابو حنیفہ۔ اور حضرت عمر فاروق۔ اور حضرت عثمان بن
عفان۔ اور علی بن ابیطالب رضی اللہ عنہم کے نزدیک سماع خطبہ کا فرض ہے۔ جبکہ
فرض ہوا تو تارک تارک فرض ہوگا۔ اور نظر بار دوم۔ اور ہشتم اس تحیۃ المسجد
کی فرضیت کا ائمہ دین سے کوئی قائل نہیں۔ شافعیہ کے نزدیک بھی مستحب ہے۔
مستحب بھی کیسا کہ اگر داخل فی المسجد اخیر خطبہ میں آئے تو تحیۃ المسجد نہ پڑھے۔ تاکہ اول
جمعہ مع الامام فوت نہو۔ اگر پڑھے تو مکروہ ہے۔ اور جب سماع خطبہ کا فرض ہوا۔ تو

Marfat.com

بموجب قرارداد سلف صحابہ اور تابعین اور حضرت عمر اور عثمان اور علی رضی اللہ
اور مالک وغیرہ ہم کے - امر یاسلیک فارکع رکعتین اور اذا جاء احدکم فلیرکع
رکعتین - امر استحبابی ہوا - وھذا لم یقل فرضیتنا عن احد من الائمۃ اس لیئے
ہمارے اصحاب حنفیہ کرام نے جب ان امور کیطرف نظر فرمائی - اور احادیث مرفوعہ - اور
آثار صحابہ اور عمل درآمد سلف صالحین کا ملاحظہ کیا - تو اس اجتماعی ہیئت سے ترجیح نہ
پڑھنے کی پائی - اور احتیاط اور عزم الامور اور جمع بین النصوص اسی میں پایا - نظراً
علی ذلک ہماری اصحاب نے حدیث سلیک کے کئے جواب دیئے (۱) حدیث سلیک (۱) جواب
معارض ہے اور حدیث کے **حدیث اول** عن عبداللہ بن بسر قال کنت جالسًا
الی جنبہ یوما الجمعۃ فقد جاء رجل یتخطی رقاب الناس یوم الجمعۃ - فقال لہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اجلس فقد اذیت وانیت رواہ الطحاوی - وابن
ماجۃ ولفظہ للطحاوی یعنے ایک آدمی جمعہ کے دن آیا - اور اوس نے لوگوں کو ایذا
دی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اوسے فرمایا کہ بیٹھ جا - تو دیر آیا - اور لوگوں کو ایذا
دی تو نے دیکھو کہ اس شخص کو حضرت ؐ بیٹھنے کے لئے فرمایا - اور تحیۃ المسجد کے لئے
نفرمایا - **طحاوی** نے کہا ہے کہ یہ حدیث مخالف ہے حدیث سلیک کے انتھی
وحملہ علی ان دخولہ وقع فی آخر الخطبۃ بحیث ضاق الوقت عن التحیۃ - او کان
قد صلی التحیۃ فی مؤخر المسجد ثم تقدم لیقرب من سماع الخطبۃ - فاحتمالات
رکیکۃ لا یقبلہ العلیم الخبیر **حدیث دوم** ذکر ابو محمد عبد الحق فی احکامہ
قال وروی ابو سعید الحالبی فی کتابہ عن محمد ابن ابی مطیع عن ابیہ عن محمد
بن جابر عن ابی اسحاق عن الحرث عن علی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا
تصلوا والامام یخطب انتھی - ذکرہ الزیلعی فی تخریج احادیث الہدایۃ ص ۲۰۱ (۲) (۲) جواب
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم - سلیک کے لئے خطبہ پڑھنے سے رک گئے - جب سلیک

Marfat.com

تحیۃ المسجد سے فارغ ہوئے۔ تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر خطبہ شروع
فرمایا۔ اور یہ اس لئے لوگونکو معلوم ہو کہ تحیۃ المسجد حق المسجد ہے۔ اور اوس کی
دلیل وہ حدیث ہی جسکو ابن ابی شیبہ نے بیان کیا ہے **حدثنا** ھشیم۔ انا۔
ابو معشر عن محمد بن قیس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم حیث امرہ ان یصلی رکعتین
امسک عن الخطبۃ حتی فرغ من رکعتیہ ثم عاد الی الخطبۃ۔ **ویؤیدہ**
ما روی الدارقطنی مسندًا ومرسلًا۔ وقال ھذا المرسل ھو الصواب اور مرسل
حجت ہی عندنا۔ وعند مالک۔ وجمہور الفقہاء۔ وقد مر فیما مر تحقیقہ فی
الفائدۃ الثانیۃ فلینظر ثمہ۔ اور کبھی کبھی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایسا بھی کرتے
تھے کہ خطبہ کو قطع کرتے اور پھر رجوع بخطبہ فرماتے **روی النسائی** بسندہٖ
عن عبد اللہ بن بریدۃ عن ابیہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یخطب
فجاء الحسن والحسین رضی اللہ عنہما وعلیہما قمیصان احمران یعثران فیہما فنزل
النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقطع کلامہ فحملہما ثم عاد الی المنبر الحدیث ص ۲۳۰
ورواہ ابو داود۔ والترمذی ایضًا۔ **ابن ابی شیبۃ**۔ اور دارقطنی کے بیان سی
صاف ظاہر ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سلیک کے لیئے خطبہ کو قطع فرمایا۔
جب وہ فارغ ہوئے تو پھر شروع کیا۔ فلم یکن حدیث سلیک الغطفانی حجۃ علینا
اور فتح القدیر ہدایہ میں بعد از ذکر احادیث دارقطنی کے لکھا ہے " وعن نقول المرسل
حجۃ فیجب اعتقاد مقتضاہ علینا۔ ثم رفع زیادۃ اذ لم تعارض ما قبلہا فان
خبرہ ساکت عن انہ امسک عن الخطبۃ اولا۔ وزیادۃ الثقۃ مقبولۃ۔ وعجزہ
زیادتہ لا توجب الحکم بغلطہ والا لم تقبل زیادۃ وزیادۃ مسلم فیہ من قولہ
اذا جاء احدکم الجمعۃ والامام یخطب فلیرکع رکعتین ولیجوز فیہما۔ لا ینفی کون
المراد ان یرکع مع سکوت الخطیب لما ثبت فی السنۃ من ذلک شا نتہی (۳) جواب حضرت

(حاشیہ:) ...یہ استماع خطبہ... (ص ۲۰)

Marfat.com

کا سلیک کو فرمانا فتم فصل قبل از نسخ کلام فی الصلوۃ تھا۔ جبکہ کلام فی الصلوۃ منسوخ ہوئی تو خطبہ میں بھی منسوخ ہوئی لانہا شطر صلوۃ الجمعۃ **اخرج الطحاوی** بسندہ عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا قلت لصاحبک انصت والامام یخطب فقد لغوت اور اس حدیث کو بخاری ومسلم نے بھی بطریق ابو ہریرہ بیان کیا ہے کمامر۔ **قال** الطحاوی فاذا کان قول الرجل لصاحبہ والامام یخطب انصت لغوًا۔ کان قول الامام للرجل قم فصل لغوًا ایضًا۔ فثبت بذلک ان الوقت الذی کان فیہ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الامر لسلیک بما امرہ بہ کان الحکم منہ فی ذلک۔ بخلاف الحکم فی الوقت الذی جعل مثل ذلک لغوًا **وقد روی** عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی ذلک عن ابی الدرداء۔ انہ قال جلس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی یوم الجمعۃ علی المنبر یخطب الناس فتلا اٰیۃ والی جنبی ابی بن کعب فقلت لہ یا ابی متی نزلت ھذہ الاٰیۃ فابی ان یکلمنی حتی اذا نزل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن المنبر قال مالک من جمعتک الا ما لغوت۔ ثم انصرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجئتہ فاخبرتہ۔ فقلت یا رسول اللہ انک تلوت اٰیۃ والی جنبی ابی بن کعب فسألتہ متی نزلت ھذہ الاٰیۃ فابی ان یکلمنی حتی اذا نزلت زعم انہ لیس لی من جمعتی الا ما لغوت **قال** صدق اذا سمعت امامک یتکلم فانصت حتی ینصرف **فقد** امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالانصات عند الخطبۃ وجعل حکمہا فی ذلک کحکم الصلوۃ وجعل الکلام فیہا لغوًا۔ فثبت بذلک الصلوۃ فیہا مکروھۃ۔ فاذا کان الناس منہیین عن الکلام مادام الامام یخطب کان کذلک الامام منہیًا عن الکلام مادام یخطب بغیر الخطبۃ۔ **الا** تری ان المأمومین ممنوعین من الکلام فی الصلوۃ فکذلک الامام۔ فکان ما منع منہ غیر الامام فقد منع منہ الامام فکذلک۔ **لما**

Marfat.com

منع غیر الامام من الکلام فی الخطبۃ کان الامام منع بذلک ایضا من الکلام فی ماھو من غیرھا **وقد** روی عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی ذلک ایضا پھر طحاوی نے مؤکد اس مضمون کے بہت احادیث مرفوعہ بیان کرکے فرمایا۔ ففی ھذہ الآثار ایضاً الامر بالانصات اذا تکلم الامام فذلک دلیل علی ان موضع کلام الامام لیس بموضع صلوۃ۔ فھذا حکم ھذا الباب من طریق تصحیح معانی الآثار **واما** وجہ النظر فانا رأینا ھم لا یختلفون ان من کان فی المسجد قبل ان یخطب الامام۔ فان خطبۃ الامام تمنعہ من الصلوۃ لیصیر بھا فی غیر موضع صلوۃ فالنظر علی ذلک ان یکون کذلک داخل المسجد والامام یخطب۔ داخلا لہ فی غیر موضع صلوۃ فلا ینبغی ان یصلی **وقد** رأینا الاصل المتفق علیہ **ان** الاوقات التی تمنع منہ الصلوۃ یستوی فیھا من کان قبلھا فی المسجد ومن دخل فیھا المسجد **فی** منعھا ایاھما من الصلوۃ۔ فلما کانت الخطبۃ تمنع من کان قبلھا فی المسجد عن الصلوۃ کانت کذلک ایضا۔ تمنع من دخل المسجد بعد دخول الامام فیھا من الصلوۃ انتھی۔ **ان** احادیث مرفوعہ اور وجہ نظر سے ظاہر ہوا۔ کہ حدیث سلیک کی اور اذا جاء احدکم الحدیث حنفیہ پر حجت نہیں۔ اب ہم وہ آثار جو متقدمین سے اس باب میں منقول ہیں نقل کرتے ہیں تاکہ متقدمین کا عملدرآمد بھی معلوم ناظرین ہو۔ **مالک** قال ابن شہاب فخروج الامام یقطع الصلوۃ وکلامہ یقطع الکلام انتھی۔ **ابن ابی شیبہ** فی مصنفہ عن علی وابن عباس وابن عمر انھم کانوا یکرھون الصلوۃ والکلام بعد خروج الامام علی القاری **طحاوی** بسندہ عن توبۃ العنبری قال قال الشعبی ارأیت الحسن حین یجیٔ وقد خرج الامام فیصلی عمن اخذ ھذا القدر۔ رأیت شریحا۔ اذا جاء وقد خرج الامام لم یصل **و** ایضا بسندہ عن اللیث قال حدثنی عقیل عن ابن شہاب فی الرجل یدخل المسجد

Marfat.com

یوم الجمعة والامام یخطب قال یجلس ولا یسبح ای لا یصلی **وایضا** بسندہ
عن خالد الحذاء ان ابا قلابة جاء یوم الجمعة والامام یخطب فجلس ولم یصل
وایضا بسندہ عن عقبة بن عامر قال الصلوٰة والامام علی المنبر معصیة **وایضا**
عن ابن شہاب قال اخبرنی ثعلبة بن ابی مالک القرظی ان جلوس الامام علی المنبر
یقطع الصلوٰة وکلامه یقطع الکلام **وایضا** بسندہ عن ہشام بن عروة قال رایت
عبداللہ بن صفوان۔ دخل المسجد یوم الجمعة وعبداللہ بن الزبیر یخطب علی
المنبر وعلیه ازار ورداء ونعلان وهو متعمم بعمامة فاستلم الرکن ثم قال السلام
علیک یا امیر المؤمنین ورحمة اللہ وبرکاته ثم جلس ولم یرکع **وایضا** بسندہ
عن عطاء قال کان ابن عمر وابن عباس یکرهان الکلام۔ اذا خرج الامام
یوم الجمعة **وایضا** بسندہ عن مجاهد انه کرہ ان یصلی والامام یخطب۔ انتہی
ابن ابی شیبة فی مصنفه عن عروة قال اذا قعد الامام علی المنبر فلا صلوٰة
انتہی۔ ذکرہ الزیلعی فی تخریج احادیث الہدایة ان آثار سے حال متقدمین کا معلوم
ہوا اور عملدرآمد انکا بھی ثابت ہوا۔ راقم کی غرض اس بیان سے صرف یہ ہو کہ ناظرین
کو معلوم ہو۔ کہ حنفیہ کرام نے قرآن اور احادیث مرفوعہ اور آثار صحابہ اور عمل متقدمین
میں اسطرح تطبیق فرمائی ہے۔ اور یہ بھی ظاہر ہو کہ صاحب رسالہ کا یہ کہنا کہ آپ لوگوں
نے اس جملہ (اذا جاء احدکم آہ) کو پس پشت ڈالا۔ طعن بیجا ہے۔ بفضلہ تعالے
صاحب رسالہ اپنی تحقیق کے سخت مدعی تھے۔ آنا معذور ہیں کہ قلم چلگیا۔ الا اس امر کا
خیال فرمایا کہ اس طعن کا محل صرف حنفیہ ہی نہیں۔ بلکہ اسکی نوبت مجتہد صحابہ۔ اور
تابعین اور حضرت عمر۔ عثمان۔ علی۔ عبداللہ بن عمر۔ ابن عباس۔ امام مالک۔ ثوری۔
لیث۔ ابن شہاب۔ شریح۔ شعبی۔ ابو قلابہ۔ ثعلبہ بن مالک۔ عبداللہ صفوان۔ مجاہد
عروہ۔ وغیر ذالک تک پہونچتی ہے۔ اگر ہم بھی باتباع صاحب رسالہ یہ کہیں کہ صاحب

Marfat.com

رسالہ یہ کہیں کہ صاحب رسالہ نے ظاہر امر استحبابی پر جسکی تطبیق بھی ہو سکتی ہے عمل کرنیکی جہت سے - قرآن کریم اور احادیث مرفوعہ اور آثار صحابہ اور عمل متقدمین خصوصًا حضرت عمر عثمان - علی ابن عمر - ابن عباس کو پس پشت ڈالا - تو شائد بیجا نہوگا - کہ یہ بیان واقعی ہے **قولہ** مرفوع کے سامنے معارضہ کے قابل نہین
اقول اس سے کون معارضہ کرتا ہے - بلکہ معارض اس کے وہ حدیثیں مرفوعہ ہیں - جنکا ذکر ما سبق میں ہو چکا ہے - یہ آثار صحابہ اور تابعین کے اونکے مؤیدات اور معاضدات سے ہیں - شاید صاحب رسالہ نے شبہ کرنے کی جہت سے اسی پر انحصار معارضہ کا فرمایا - اور ان حدیثوں کو پس پشت ڈالا **قولہ** اور مرسل کی حجت میں کلام ہے **اقول** مرسل کی حجت ہونے کی تحقیق فائدہ دوم میں گزر چکی ہے - اور اس محل مین مرسل کے حجت ہونے کے سوا زیادتی ثقہ کی ہے - وزیادة الثقة مقبولة كما مرّ من الفتح اور نیز یہ معاضد بھی ہی **قولہ** امام نووی نے سچ کہا ہے **اقول** امام نووی رح کا یہ طعن قابل تسلیم اوسوقت ہوتا - جبکہ ہم کو یقینًا معلوم ہو کہ حضرت عمر رض عثمان - علی - ابن عمر - اور ابن عباس کو یہ لفظ نہین پہونچا - بلکہ سنن کی روایت قال له صلّ ركعتين وحض على الصدقة الحديث بل عند احمد وابن حبان انه كرّر أمره بالصلوة ثلاث جمع ذكره القسطلاني یقین دلاتی ہے کہ حضرات مذکورین کو اس واقعہ پر اطلاع ہوئی ہوگی - کیونکہ جمعہ کے دن محضر کثیر مین یہ ماجرا وقوع میں آیا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حاضرین کو صدقہ پر شوق دلایا - اور تین جمعہ متواتر یہ واقعہ وقوع مین آیا - پھر عقل کب باور کرتی ہے - کہ ان حضرات کو یہ واقعہ [illegible] معلوم نہو فعلم انهم رضي الله عنهم مع علمهم بهذه الواقعة عملوا بما فهموا من مشكوة النبوة فكيف يسلم قول النووي (ولا اظن عالما الخ) پس معلوم ہوا کہ ظن امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کا اپنے مذہبی اعتقاد کے سبب سے ہے فھو لہ حجۃ علیہ

Marfat.com

الخصم **قولہ** اور حق یہہ ہے **اقول** پس حق یہہ ہے کہ آپ اصلاً اصلاً اصلاً کبھی بھی ان رکعتین عند الخطبہ کے مرتکب نہوں **قولہ** اوّل تو اسلئے کہ حدیث اذا جاء الحدیث حدیث صحیح غیر متعارض مرفوع ہے **اقول** اوّل تو اس لیے کہ دو حدیثین مرفوع اس کے معارض ہین کما بیناک من قبل **دوم** اس لئی کہ آثار صحابہ ان کے مؤید او معاضد ہین **سیوم** اسلئی کہ جمہور سلف صحابہ اور تابعین اور حضرت عمر و عثمان و علی و ابن عمر اور ابن عباس وغیرہم۔ علماء دین جنکا ذکر ہوچکا ہے۔ ان تمام نے نہ پڑھنے کو اختیار کیا۔ **قولہ** دوم اسواسطے کہ آپکے نزدیک صحابی کا قول حجت ہے۔ اور اس مسئلہ مین صحابی کا قول بلا معارض موجود ہے آہ **اقول** صحابی کا قول حجت تب ہوتا جب اوسکے معارض مرفوع حدیث نہوتی واذ لیس فلیس **علاوہ** بران اوسطرف ایک صحابی۔ اور اسطرف قول حضرت عمر۔ عثمان۔ علی۔ ابن عمر۔ اور ابن عباس کا موجود ہے۔ پھر مرجح کون ہوا۔ اور غیر معارض کہنا بے دلیل ہے۔ بلکہ اوس کے معارض قران اور مرفوع حدیثیں اور آثار صحابہ وغیرہ موجود ہین کما تلونا فیما مر **قولہ** اور آپ کے آثار اہ **اقول** احادیث مرفوعہ معہ آثار موجود ہیں۔ پس کیونکر حجت نہون **قولہ** رکعتین خفیفتین ہیں **اقول** جبکہ خطبہ کیوقت نماز مطلقاً ممنوع ہے تو خفیفتین کا جواز کہاں سے نکل آیا **قولہ** ایساہی محرم اگر حالت احرام مین مرجاوے تو اوس کے سر کو آپ لوگ ڈہانپنا اور حنوط لگانا جائز جانتے ہیں۔ اور فلا تحنطوہ ولا تخمروا راسہ فان اللہ یبعثہ یوم القیمۃ محرماً اسی ایک شخص کے حق مین خاص رکھتے ہیں جسکی حق مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا **اقول** یہہ حدیث پوری یون ہی **روی البخاری** بسندہ عن ابن عباس قال بینما رجل واقف مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعرفۃ اذ وقع من راحلۃ فاقصعتہ۔ او قال فاقعصتہ۔ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اغسلوہ بماء وسدر وکفنوہ فی ثوبین ولا تحنطوہ ولا تخمروا رأسہ فان اللہ یبعثہ

Marfat.com

یوم القیمۃ ملبیًا یعنی ابن عباس سے مروی ہے کہ روبرو ہمارے عرفہ میں حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھہ ایک آدمی (ابن حجر نے کہا کہ اوسکا نام معلوم نہیں ہوا) اپنے
مرکب پر سوار تھا۔ ناگہان گرکر مرگیا۔ حضرت صاحب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کو
پانی اور سدر سے غسل دو۔ دو کپڑون (یعنی اسی کے دونو کپڑون) مین اسی کفنا دو۔ اور حنوط
نہ لگاؤ۔ اور اوسکا سر نہ ڈھانپو۔ اس لیئے کہ اسکو اللہ دن قیامت کے محرم اوٹھائیگا۔ اس
حدیث سے صاحب رسالہ حنفیہ مالکیہ وغیرہ پر اعتراض کرتے ہین۔ کہ یہ لوگ اس حدیث کا خلاف
کرتے ہیں۔ محرم جب مرجاتا ہے تو اوسکو حنوط لگاتے ہیں۔ اوسکا سر کفن سے ڈہانپتے
ہیں۔ سو حنفیہ مالکیہ وغیرہ کا محرم متوفے کے بارہ مین عملدرآمد ایسا ہی ہے **ق**

حجتہم فی ذلک ما اخرج الدّارقطنی عن علی بن عاصم عن ابن جریج عن عطاء عن
ابن عبّاس عن النّبیّ صلی اللہ علیہ وسلم انّہ سئل فی محرم مات قال خمّروا رأسہ
ووجہہ ولا تشبّہوا بالیہود انتہی **قال** ابن القطّان فی کتابہ وعلّتہ
علی بن عاصم کان کثیر الغلط وھو عندھم ضعیف۔ قال ولکنّہ جاء باعم من
ھذا اللّفظ واصحّ من ھذا الطّریق۔ اخرجہ الدّارقطنی عن عبد الرّحمان بن صالح
الازدی **حدّثنا** حفص بن غیاث عن ابن جریج عن عطاء عن ابن عبّاس قال
قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خمّروا وجوہ موتاکم ولا تشبّہوا بالیہود انتہی
و عبد الرّحمن الازدی صدوق قالہ ابو حاتم وبقیّۃ الاسناد لا یسئل عنہ انتہی
کلامہ۔ انتہی ما فی تخریج الزّیلعی اور **میزان الاعتدال** مین علی بن عاصم کے ترجمہ
مین لکھا ہے قال احمد بن حنبل اما انا فاخذت عنہ کان فیہ لجاج ولم یکن متّہمًا
و قال وکیع ادرکت النّاس والحلقۃ بواسط لعلی بن عاصم انتہی۔ ان احادیث
کی تطبیق کے لیے حنفیہ اور مالکیہ نے اعرابی کے واقعہ کو۔ واقعۃ عین لا عموم لہا کہا ہے۔ عینی
شارح ہدایہ وبخاری لکھتا ہے۔ وتاویلہ ان النّبی صلی اللہ علیہ وسلم عرف بطریق

الوجہ خصوصیتہ احرامہ بعد موتہ - وقد کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یخص
بعض اصحابہ باشیاء انتہی - لانہ صلی اللہ علیہ وسلم علل ھذا الحکم فی ھذا
الاحرام بعلتہ لا یعلم وجودہ فی غیرہ - وھو انہ یبعث یوم القیامۃ ملبیا - وھذا
الامر لا یعلم وجودہ فی غیر ھذا المحرم بغیر النبی صلی اللہ علیہ وسلم - والحکم انما
یفہم فی غیر محل النص لعموم علتہ ولا عموم لھا بینھا - وتجعل الاحرام علتہ صرف
عن الظاھر - ولانہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فان اللہ یبعثہ یوم القیمۃ ملبیا - فاعاد
الضمیر الیہ ولم یقل المحرم - فلا یتعدی حکمہ الی غیرہ الا بدلیل - مع ان العموم
معارض آپ اہل نظر منصفانہ ملاحظہ فرمائیں - کہ جمع بین النصوص جسکو حنفیہ مالکیہ نے
اختیار کیا ہے - بہتر واولی ہے - یا مختار صاحب رسالہ کا کہ ایک معمول - دوسری
متروک ومہمل فتدبر والنصف **قولہ** اور اصل ما ثبت لواحد فی زمان النبی صلی اللہ
علیہ وسلم ثبت لغیرہ - کا خیال بھی نہ کیا **اقول (اولاً)** یہ اصل فی الواقع قابل
خیال نہ تھا - کیونکہ یہ اصل دراصل بے اصل ہے - حنفیہ تو درکنار - جمہور فقہاء اور
اصولی اسکے قائل نہیں **فی** مطالب الحصول الخطاب لواحد من الامۃ ان صرح با
لاختصاص بہ کما فی قولہ صلی اللہ علیہ وسلم یجزیک ولا یجزی احدا بعدک فلا شک
فی اختصاصہ بذلک المخاطب وان لم یصرح فیہ بالاختصاص بذلک المخاطب فذھب
الجمھور الی انہ مختص بہ ولا یتناول غیرہ الا بدلیل من خارج وقال بعض الحنابلۃ
وبعض الشافعیۃ انہ یعم - والحاصل فی ھذہ المسئلۃ علی ما یقتضیہ الحق ویوجبہ
الانصاف عدم التناول لغیر المخاطب من حیث الصیغۃ بل بالدلیل الخارجی انتہی -
وفی فواتح الرحموت - خطاب الشارع لواحد من الامۃ لا یعم غیرہ لغۃ ولا عرفا انتہی
ثانیاً ولو فرضنا عمومہ فمنقوض بما **روی** البخاری عن انس قال شھدنا
بنتا لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جالس علی القبر

(۱۹) اعتراض اول کا جواب

Marfat.com

ورأیت عینیہ تدمعان - فقال ہل فیکم من احد لم یقارف اللیلۃ فقال ابو طلحۃ
انا - قال فانزل فی قبرہا قال فنزل فی قبرہا انتہی - وقد کان عثمان اولی
بذلک من ابی طلحۃ - لان الزوج احق من غیرہ بمواراۃ زوجتہ - قال ابن منیر
ففیہ خصوصیۃ - نقلہ القسطلانی - فاین العموم **ومما روی** مسلم
بسندہ عن ام عطیۃ قالت لما نزلت ہذہ الآیۃ - یبایعنک علی ان لا یشرکن باللہ
الی اخر ما قال ویعصینک فی معروف - قالت ان منہ النیاحۃ - قالت فقلت یا رسول
اللہ الا آل فلان فانہم کانوا اسعدونی فی الجاہلیۃ - فلا بد لی ان اسعدہم
فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا آل فلان انتہی - **قال النووی**
قولہ الا آل فلان - ہذا محمول علی الترخیص لام عطیۃ فی آل فلان خاصۃ کما
ہو ظاہر - ولا تحل النیاحۃ لغیرہا ولا لہا فی غیر آل فلان کما ہو صریح فی
الحدیث - وللشارع ان یخص من العموم ما شاء انتہی - وقال ایضاً ان النیاحۃ
حرام مطلقاً - وہو مذہب العلماء کافۃ انتہی - یعنی نوحہ کرنا مطلقاً حرام ہے - الا
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ام عطیہ کو آل فلان کے لئے اجازت دی - واذا ثبت
ہذا فاین العموم **ومما روی** ابو داؤد عن عمارۃ بن خزیمۃ بن ثابت عن عمہ
وکان من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم ابتاع
من اعرابی فرساً الحدیث - وفیہ قال جعل النبی صلی اللہ علیہ وسلم شہادۃ خزیمۃ
برجلین یعنی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شہادت خزیمہ فقط کو برابر شہادت دو مرد کے
ٹھہرایا - فاین العموم **ومما** اخرج ابن سعد عن اسماء بنت عمیس قالت لما اصیب جعفر
بن ابی طالب قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تسلبی ثلاثا - ثم اصنعی ما شئت
حیث امرہا التربص لاحداد - فاین العموم - الغرض شارع حاکم ہے - لہ ان یخص من العموم
ما شاء - **قولہ** بہ تعصب کو ... **اقول** یہ کلمات جو کہ خلاف تہذیب اور تعصب آمیز

ہیں۔ لہذا انکی جواب سے قلم رُکتا ہے۔ علاوہ بران مابہ الامتیاز کا حال ماتقدم سے
بخوبی ظاہر ہو چکا ہے۔ ذرا تعصب اور ہٹہ دہرمی چھوڑ کر دیدہ انصاف سے دیکھنا چاہیے
قولہ ساتوان جواب **اقول** اسکا جواب۔ جواب چہارم میں مفصلا مذکور ہو چکا ہے
جسکا خلاصہ یہ ہے۔ منفرد۔ امام۔ اور مقتدی سب کے لئے قرات حقیقی ہے
مجازی کہیں بھی نہین۔ الا منفرد اور امام میں قرارت حقیقۃ ہے۔ اور مقتدی مین
قرارت حکماً ہے۔ اور یہہ دونون علی السویہ فرد قرارت کے حقیقی ہین۔ حقیقت و
مجاز نہیں۔ تاکہ جمع بینہما لازم آئی۔ کما فہمہ صاحب التی سالۃ۔ وما فیما من تخبت
ان الآیۃ قطعیۃ الدلالۃ لاظن فیہا **قولہ** الآعام قرآنی کی تخصیص آہ **اقول** عموم
قرآنی کی تخصیص سنت متواترہ سے جائز ہے خبر احاد سے جائز نہین **فی** فواتح الرحموت
یجوز تخصیص السنۃ بالسنۃ وتخصیص المتواترۃ بالکتاب بالعکس۔ ولا یجوز
عند الحنفیۃ تخصیص الکتاب بخبر الواحد لان الکتاب قطعی من کل وجہ
لان المتن متواتر والعام قطعی الدلالۃ کما مر باقوم حجۃ۔ والخبر ظنی متنا لانہ خبر
الواحد فلا یجوز انتہی ملتقطا **قولہ** اور فرضیت فاتحہ پر سنت ثابتہ موجود ہے **اقول**
درباب فاتحہ خبر واحد موجود ہے۔ اور وہ مثبت فرضیت نہین ہے۔ مع انہ معارض بالکتاب
والسنۃ الثابتۃ وآثار الصحابۃ **قولہ** اسکا ذکر سابق میں ہو چکا ہے **اقول**
اوسی محل میں اوسکا جواب بھی گزر چکا ہے **قولہ** صحابہ کرام میں معمول تہا کہ اخبار احاد
پر عمل کرتے **اقول** اخبار احاد پر عمل کرنا تو عین مذہب حنفیہ کرام کا ہے۔ دیکھو
نور الانوار میں لکھا ہے وانہ (خبر الواحد) یوجب العمل دون علم الیقین اور **تلویح**
میں ہے والثالث وھو خبر الواحد یوجب العمل دون علم الیقین اور **توضیح** میں ہے
الثالث (ای خبر الواحد) یوجب غلبۃ الظن اذا جمع الشرائط التی نذکرھا
ان شاء اللہ تعالی وھی کافیۃ بوجوب العمل اور صاحب **اصول شاشی** لکھتا ہے وھو

Marfat.com

ی خبر الواحد) یوجب العمل بہ فی الاحکام الشرعیۃ بشرط اسلام الراوی الخ۔

ی نقول سی ظاہر ہے کہ خبر واحد پر عمل کرنیمیں کچھ کلام نہیں۔ الا کلام خبر واحد کے مخصص ہونے میں ہی۔ کہ عموم قرآنی کا مخصص خبر واحد ہوتی ہی یا نہین ہوتی فقولہ "صحابہ کرام کا معمول تھا۔" لیس لہ فائدۃ تعتد بہا فی ایرادہ فی ہذا المحل فتدبر

قولہ اب تخصیص عموم قرآنی کی دلیل عرض ہوتی ہے۔ یوصیکم اللہ فی اولادکم الآیۃ

قول وباللہ التوفیق قبل الشروع فی المقصود۔ فیہ مقامات مستحقۃ للتحقیق (۱) لفظ کم عند الاصولیین صیغ عام سی ہے یا نہین (۲) آیۃ یوصیکم اللہ فی اولادکم میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم داخل ہین یا نہین (۳) مخصص اس آیۃ شریف کی حدیث نحن معاشر الانبیاء الخ ہے یا نہین (۴) اس حدیث کی راوی صرف حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہین یا کسی اور نے بھی اسکو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہی (۵) در صورت مخصص ہونے کے یہ حدیث کس قسم اور درجہ کی ہی (۶) یہ حدیث عموم کے مخصص ہونے کے قابل ہی یا نہیں۔ ان مقامات ستہ کی تحقیقات کے بعد جواب گذارش ہوگا

تحقیق مقام (۱) اصولیون نے صیغ عموم کی بحث بطوالت اور وضاحت کے ساتھ کی ہے۔ اوسکا پورا پورا ذکر موجب طوالت عظیم ہی۔ لہذا اوسکو بطریق اختصار لکھا جاتا ہے۔

مطالب الحصول میں لکھا ہی۔ ذہب الجمہور الی ان العموم لہ صیغۃ موضوعۃ حقیقۃ۔ وہی اسماء الشرط۔ و۲ الاستفہام۔ و۳ الموصولات۔ و۴ الجموع المعرفۃ تعریف الجنس۔ و۵ المضافۃ۔ و۶ اسم الجنس۔ و۷ النکرۃ المنفیۃ۔ و۸ المفرد المحلی باللام کل وجمیع ونحوہ۔ انتہی۔ وہکذا فی التلویح۔ وفواتح الرحموت اس بیان سے ثابت ہوا کہ کلمہ کم کا صیغ عموم سے نہین ہے۔ بلکہ صاحب فواتح نے اسکی تصریح کی ہی۔ حیث قال وکم لیس من صیغ العموم انتہی۔ یعنی لفظ کم جو ضمیر جمع مذکر مخاطب کی ہے عموم کے صیغون میں سی نہیں۔ (۲) یوصیکم اللہ فی اولادکم۔ مین حضرت صلعم

Marfat.com

داخل نہیں۔ اسلئے کہ عموم اولاد میں مراد اولاد مخاطبین بکم کی ہے۔ آور وہ اُمت ہے نہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم۔ **فی فواتح الرحموت** وخصوا تلک الآیة بقوله صلی اللہ علیہ وسلم نحن معاشر الانبیاء لانورث وفیه ان عموم الاولاد فی اولاد المخاطبین (بکم) وهم الامة ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیس مخاطبًا بها۔ وما تقدم من ان الرسول ص داخل فی العموم۔ فاذا کانت الصیغة عامة والجمع وهو کم لیس من صیغ العموم انتهی۔ (۳) مقام دوم سے معلوم ہوا۔ کہ یہ حدیث شریف اس آیۂ کریم کی مخصص نہیں۔ اسلئے کہ تخصیص کیضرورت بعد الشمول ہے۔ جبکہ شمول ہی نہیں تو تخصیص بھی نہیں (۴) اس حدیث شریف کے راوی صرف حضرت ابوبکر رضی اللہ ہی نہیں۔ بلکہ حضرت عائشہ صدیقہ اور ابی ہریرہ وغیرہ بھی ہیں **روی** مسلم بسنده عن ابی هریرة عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا نورث ما ترکنا ه صدقة۔ **و** بسند اخر عن ابی هریرة ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا یقسم ورثتی دینارا ما ترکت بعد نفقة نسائی ومؤنة عاملی فهو صدقة **وروی البخاری** وابو داؤد ایضًا عن ابی هریرة **وروی** مسلم بسنده عن عائشة قالت للازواج المطهرات ... اردن طلب المیراث " الیس قد قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا نورث ما ترکنا فهو صدقة۔ ورواه ابو داؤد عن عائشة رضی اللہ عنها **و** فی الترمذی۔ وفی الباب عن عمر وطلحة۔ والزبیر۔ وعبد الرحمن بن عوف۔ **و** سعد ... السنة۔ وفی المسوّی شرح الموطا۔ اتفق اهل السنة علی هذا الحکم **و** قد روی هذا الحدیث اکثر من عشرة من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم فلیس بخبر تفرد به ابوبکر الصدیق رضی اللہ خلافًا لمن زعمه۔ انتهی بعبارته۔ **و فی فواتح الرحموت** وقد عد ... ابن تیمیة الصحابة رواة هذا الحدیث فبلغ ثمانیة عشر انتهی۔ (۵) **و** لو سلمنا الشمول والتخصیص کہ یہ حدیث ایسی مستفیض اور مقطوع ہے جسکے ساتھ

Marfat.com

تخصیص عموم قرآنی کی جائز ہے۔ منجملہ احاد کے نہیں۔ جو کہ متکلم ما نحن فیہ
میں ہے۔ **قال بحر العلوم** ولو سلم العموم فلیس من الباب فی شئ۔ فان
تخصیص خلیفة رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما کان۔ لانہ کان قاطعا عندہ
مثل قطعیة الکتاب فانہ سمع مشافهة۔ فالقطع فیہ فوق القطع من المتواتر
واما تخصیص غیرہ فانہ کان مقطوعا عندہم۔ ایضاً الم تر الی ان امیر المؤمنین
عمر رضی اللہ عنہ حین جاءہ امیر المومنین علی وعباس یتنازعان۔ وفی المجلس
امیر المؤمنین عثمان۔ والزبیر (بن العوام)۔ والسعد (ابن ابی وقاص)۔ سائر القوم (قلت عبد الرحمن بن عوف نقلا الترمذی)۔ وقال للقوم انشدکم
باللہ الذی باذنہ تقوم السماء والارض۔ اتعلمون ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم قال لا نورث ما ترکناہ صدقة قالوا نعم۔ ثم اقبل علی امیر المؤمنین علی
والعباس۔ وقال انشدکما باللہ الذی باذنہ تقوم السماء والارض اتعلمان
ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا نورث ما ترکناہ صدقة قالا نعم۔ الی آخر
ما قال فقد ظهر بذلک ان اجلة الصحابة کانوا عالمین متفقین بالحدیث
المذکور حتی علموا انتهی ملخصا (۶) **مقام چہارم و پنجم** سے ظاہر ہوا۔ کہ یہ
حدیث مشہور مستفیض ہے۔ جبکہ اس درجہ کی ہوئی۔ تو قابل تخصیص عموم قرآنی
کے ہو گئی۔ جبکہ مقامات ستہ کی تحقیقات ہو چکی۔ تو اب جواب گزارش ہوتا ہے۔
اول تو جواب اس تحقیقات کے ضمن میں معلوم ہی ہو چکا ہے۔ الا زیادۃ للوضاحت
بطریق خلاصہ کے گزارش ہے۔ قولہ کم کا لفظ عام ہے۔ مقام اول سے صاف
ظاہر ہے۔ کہ لفظ کم کا عام نہیں۔ شاید صاحب رسالہ کو جمع کے صیغہ
اوسکی عموم کا وہم ہوا ہے۔ حالانکہ ہر جمع کو اصولی عام نہیں کہتے دیکھو کتب
اصول۔ بلکہ عموم کے صیغے مقررہ ہیں کما مر۔ قولہ نحن معاشر الانبیاء جیسی ب
جسکی راوی صرف ابوبکر ہی ہیں۔ مقام دوم سے کھلا کھلا معلوم ہو چکا ہے۔ کہ

Marfat.com

اول توحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس آیۃ مین داخل ہی نہین بہ تسلیم دخول حضور
مقام پنجم سے ظاہر ہے۔ کہ یہ حدیث خبر واحد نہین۔ بلکہ ایسی مستفیض اور مقطوع
ہے کہ قابل تخصیص عموم قرآنی کے ہے۔ اور **مقام چہارم** سے صاف ہویدا ہے
کہ راوی اسکے صرف ابوبکر ہی نہیں۔ بلکہ عائشہ صدیقہ اور ابوہریرہ وغیرہ بہت
ہین دیکھو بخاری۔ ترمذی۔ اور مسلم۔ اور تحقیقات ابن تیمیہ۔ **الحاصل**
اول تو اسی آیۃ مین حضرت صلی اللہ علیہ وسلم داخل ہی نہین تاکہ حاجت تخصیص
کی ہو۔ اگر فرضاً داخل بھی ہون۔ تو یہ خبر مستفیض قابل تخصیص عموم قرآنے کے
ہے فلا ضیر۔ اور لفظ کم صیغ عموم سے نہین۔ اور راوی اس کے صرف ابوبکر
ہی نہین۔ پس صاحب رسالہ کا یہ فرمانا کہ لفظ کم عام ہے غیر سدید۔ اور راوی
اس حدیث کا صرف ابوبکر ہی ہے۔ لیس من شان تحقیقاتہ۔ یا بخاری۔ اور مسلم
اور ترمذی کو ملاحظہ نہیں فرمایا۔ او سہو من الناسخ فلینصف الناظر **قولہ** اور
مومن کی کافر اولاد کو اسی حدیث کے باعث ورثہ سے محروم کیا **اقول** حدیث لا یرث
الکافر المسلم۔ کو آیۃ یوصیکم اللہ فی اولادکم کا مخصص کہنا صرف خیالی بات ہے
ورنہ حنفیہ کرام تو اس حدیث کو اس آیۃ شریف کا مخصص نہین کہتی **ہان** البتہ اگر مویدات
مخصص سی کہین تو بجا ہے **قال بحر العلوم** ان المخصص حقیقۃً لا یتخذ
المومنون الکافرین اولیاء لان المیراث من باب الولایۃ والحدیث لاحکام الآیۃ
انتہی۔ **قولہ** عموم قرآنے کو چھوڑ کر خبر واحد پر عمل کیا **اقول** تحقیق سابق سے
ثابت ہو چکا ہے کہ در صورت مخصص ہونے کے یہ حدیث خبر واحد نہین بلکہ مستفیض
مقطوع ہے فلا ضیر۔ **قولہ** اسی خبر پر عمل کیا **اقول** کیون نہ عمل کرتے اخبر مستفیض
مقطوع تھی فتامل فیما تلونا علیک من قبل **قولہ** پھر کسی آپ جیسی سنی نے اونکو
نہ کہا **اقول** ہماری جیسی سنت جماعت کیون کہتی کہ اونکی اصول مذہب کے خلاف ہی نہین

Marfat.com

کیونکہ دو صورت مخصص ہونیکے خبر مستفیض مقطوع ہے۔ البتہ آپ جیسی غیر مقلد اگر اوسوقت موجود ہوتے تو بھلا اتنا ہی کہتے۔ اور حضرت ابو بکر وغیرہ کو رائے دیتے کہ یہ تخصیص جائز با قاعدہ ہے الا گفتگو فرع وجود کی ہے۔ جب غیر مقلدونکا اوسوقت وجود ہی نہ تھا تو کہنے کی نوبت کجا **واضح** ہے کہ راقم کے نزدیک یہ فقرہ سخت خلاف تہذیب ہے الا باقتدا صاحب رسالہ کے لکھا گیا **قولہ** مسلم الثبوت مین اخبار احاد سے مانا ہی **اقول** مسلم الثبوت مین یہی لکھا ہے اور گزرا بھی یہی ہے التعبد بخبر الواحد واقع ہم پہلے لکھ چکے ہیں۔ کہ عمل بخبر واحد اور چیز ہے۔ اور مخصص ہونا خبر واحد کا واسطے عموم قرآن کے اور چیز ہے۔ **دیکھو** مسلم الثبوت مع الشرح مطبوعہ نولکشور کے صفحہ ۲۳۱ میں لکھا ہے۔ **مسئلہ** لا یجوز عند الحنفیۃ تخصیص الکتاب بخبر الواحد ما لم یخص بقطعی اور اوسی کتاب کے صفحہ ۲۳۳ میں موجود ہے قلنا تلک الاحادیث (ای نحن معاشر الانبیاء وغیرہم) المشاہیر لاجماعہم علی العمل فبلغت قوۃ فیزاد بہا علی الکتاب انتہی **انتباہ** مسلم الثبوت مین مسئلہ التعبد بخبر العدل واقع کے ذیل میں حدیث نحن معاشر الانبیاء کو بیان کیا ہے اس سے معلوم ہوا کہ یہ حدیث منجملہ اخبار احاد کے ہے۔ اور اسی سے صاحب رسالہ لکھتے ہیں۔ کہ مسلم الثبوت میں اخبار احاد سے مانا ہے۔ اور مسئلہ لا یجوز عند الحنفیۃ تخصیص الکتاب بخبر الواحد کے ذیل مین کہا کہ یہ حدیث منجملہ مشاہیر کے ہے۔ فہل ہذا الا تناقض قلت ہذا مدفوع اسلئے کہ مسئلہ تعبد میں خبر واحد مقابلہ متواتر کے ہے۔ اور مسئلہ تخصیص میں خبر الواحد مقابلہ متواتر اور مشہور کے ہے۔

والقرینۃ علیہ تقسیمہ رحمۃ اللہ علیہ۔ الخبر تارۃ الی المتواتر والواحد حیث

قال متواتر ان کان خبر جماعۃ یفید العلم بنفسہ۔ وان لم یکن (ای خبر جماعۃ

کذلک) فخبر الواحد وتارۃ الی المتواتر والمشہور والواحد حیث قال یا لیس

Marfat.com

بمتواتر - آحاد - ومشہور - هذا ما عندی ولعل عند غیری غیرہ **قولہ** جب
بیں اس مقام پر پہونچا الی آخر ما قال فرمایا کہ جناب عمر نے عموم قرآنی پر عمل کریں۔
ایک خبر واحد کو ترک فرمایا ہے **اقول** اس مہربان مختفی حقیقی یا فرضی نے یہ
نفرمایا کہ جناب عمر اور عائشہ صدیقہ اور زید بن ثابت اور اسامہ بن زید اور جابر
بن عبداللہ ان سب نے اس خبر واحد کو ترک فرمایا ہے۔ **قولہ** خبر واحد کے باعث
انکار کیا **اقول** انکار کا باعث خبر واحد ہونا خیال صاحب رسالہ کا ہے۔ ورنہ
پہلے اس انکار کا باعث بخوبی معلوم ہوچکا ہے فتذکر **قولہ** حضرت عمر نے اوسکی حدیث
کو نہ مانا **اقول** بلکہ حضرت عائشہ صدیقہ اور زید بن ثابت اور اسامہ بن زید اور جابر
بن عبداللہ نے بھی نہ مانا **قولہ** ترمذی اور ابو داود میں اسکا کچھ حصہ مذکور ہے **اقول**
اسکا پورہ قصہ صحیح مسلم اور نسائی اور طحاوی اور سنن دارمی میں بھی مذکور ہے۔ و
ذکر العینی والدارقطنی ایضا **قولہ** وقت پر جو جواب حاصل ہوا وہ بھی گزارش ہے **اقول**
وقت پر اس مسئلہ کی تحقیق جو راقم کو حاصل ہے۔ وہ بھی گزارش ہے **فاطمہ** بنت قیس
کی حدیث سوائے بخاری علیہ الرحمۃ کے ایک جماعہ محدثین نے روایت کی ہے۔ خصوصاً
امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اسحدیث کو بہت طرق سے بیان کیا ہے۔ ازانجملہ ایک طرق
یہ ہے مسلم۔ بسندہ عن ابی سلمۃ عن فاطمۃ بنت قیس انہ طلقھا زوجھا
فی عھد النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ وکان انفق علیھا نفقۃ دون فلما رأیت ذلک
قالت واللہ لاعلمن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ فان کانت لی نفقۃ اخذ
الذی یصلحنی۔ وان لم یکن لی نفقۃ لم اخذ منہ شیئا۔ قالت فذکرت ذلک
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال لا نفقۃ لک ولا سکنی۔ انتھی۔ حاصلش اینکہ
بہت قیل وقال کے بعد جب فاطمہ نے اپنا واقعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیخدمت میں
رفعہ کیا تو آپنے فرمایا لا نفقۃ لک ولا سکنی یعنی تیرے لئے نہ نفقہ ہے اور نہ سکنی۔ یہ حدیث

Marfat.com

جبکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو پوچھی۔ تو حضرت عمر نے اسکا انکار فرمایا۔ اور کہا کہ مطلقہ ثلاثہ کے لئے نفقہ اور سکنی فرض ہے۔ ولا ندع کتاب ربنا الخ اسحدیث عمر کو بھی سوائے بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے محدثین کی ایکجماعت نے روایت کیا ہے۔

مسلم۔ حدثنا محمد بن عمرو بن جبلۃ۔ قال اخبرنا ابو احمد قال اخبرنا عمار بن رزیق عن ابی اسحاق قال کنت مع الاسود بن یزید جالسا فی المسجد الاعظم ومعنا الشعبی فحدث الشعبی بحدیث فاطمۃ بنت قیس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یجعل لھا السکنی ولا نفقۃ ثم اخذ الاسود کفا من حصی فحصبہ بہ۔ فقال ویلک تحدث بمثل ھذا قال لا عمر لا نترک کتاب اللہ وسنۃ نبینا صلی اللہ علیہ وسلم لقول امراۃ لا ندری لعلھا حفظت او نسیت لھا السکنی والنفقۃ۔ **قال اللہ عزوجل** لا تخرجوھن من بیوتھن ولا یخرجن الا ان یاتین بفاحشۃ مبینۃ **ومسلم**۔ ایضا بسند اخر نحوہ ص۸۵ الدارمی **اخبرنا** محمد بن علا حدثنا حفص بن غیاث عن الاشعث عن الحکم وحماد عن ابراھیم عن الاسود عن عمر قال لا ندع کتاب ربنا وسنۃ نبینا لقول امراۃ۔ المطلقۃ ثلثا لھا السکنی والنفقۃ۔ **والدارمی** ایضا۔ بسند اخر عن ابراھیم عن الاسود عن عمر نحوہ **و** الدارمی ایضا۔ بسند اخر عن ابراھیم عن الاسود قال قال عمر لا نجیز قول امراۃ فی دین اللہ۔ المطلقۃ ثلثا لھا السکنی والنفقۃ ص۲۹۵-۲۹۶)

النسائی بسندہ عن ابی اسحاق عن الشعبی عن فاطمۃ بنت قیس قالت طلقنی زوجی فاردت النقلۃ فاتیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال انتقلی الی بیت ابن عمک عمرو بن ام مکتوم فاعتدی فیہ فحصبہ الاسود وقال ویلک لم تفتی بمثل ھذا قال عمر ان جئت بشاھدین یشھدان انھما سمعاہ من رسول اللہ

حضرت عمر الاثر عن عمر رضی اللہ عنہ ثابت

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم ولا نترک کتاب اللہ لقول امرأۃ لا تخرجوھن من بیوتھن ولا یخرجن الا ان یاتین بفاحشۃ مبینۃ ص ۲۶۲ **ابوداؤد** بسندہ عن ابی اسحاق قال کنت فی المسجد الجامع مع الاسود فقال اتت فاطمۃ بنت قیس عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فقال ماکنا لندع کتاب ربنا وسنۃ نبینا صلی اللہ علیہ وسلم لقول امرأۃ لا ندری احفظت ام لا ص ۲۶۴ **الطحاوی** بسندہ عن ابی اسحاق قال کنت عند الاسود بن یزید فی المسجد الاعظم ومعنا الشعبی فذکر والمطلقۃ ثلاثا فقال الشعبی حدثنی فاطمۃ بنت قیس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لہا لا سکنی لک ولا نفقۃ قال فرماہ الاسود بحصاۃ وقال ویلک اتحدث بمثل ھذا قد رفع ذلک الی عمر بن الخطاب فقال لسنا بتارکی کتاب ربنا وسنۃ نبینا صلی اللہ علیہ وسلم لقول امرأۃ لا ندری لعلہا کذبت **قال اللہ تعالیٰ** لا تخرجوھن من بیوتھن ولا یخرجن الآیۃ ص ۳۹ اور طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو بہت طرق سے بیان کیا ہے اون کا پورا ذکر موجب طوالت ہے۔ من شاء فلینظر **الترمذی** حدثنا ھناد اخبرنا جریر عن مغیرۃ عن الشعبی قال قالت فاطمۃ بنت قیس طلقنی زوجی ثلثا علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا سکنی لک ولا نفقۃ قال مغیرۃ فذکرتہ لابراھیم النخعی فقال قال عمر لا ندع کتاب اللہ وسنۃ نبینا صلی اللہ علیہ وسلم لقول امرأۃ لا ندری احفظت ام نسیت وکان عمر یجعل لہا السکنی والنفقۃ ص ۱۵۱ اور حدیث فاطمہ بنت قیس کا عائشہ صدیقہ نے بھی انکار فرمایا **روی البخاری** بسندہ عن عائشۃ انہا قالت یا لفاطمۃ الا تتقی اللہ تعنی فی قولہا لا سکنی ولا نفقۃ **والبخاری** بسند اخر انہ لیس لہا خیر فی ذکر ھذا الحدیث۔ **والبخاری** ایضا ان عائشۃ انکرت علی ذلک علی

Marfat.com

فاطمة وزاد ابن ابی الزناد عن هشام عن ابیه عابت اشد العیب الحدیث ص ۲۵۲
مسلم عنہا فقالت رای عائشة ما لفاطمة بنت قیس خیر ان تذکر
هذا الحدیث **وبسند اخر** فقالت (عائشة) اما انه لاخیر لها فی ذکر
ذلک ص ۲۵۰ **ابو داؤد** لقد عابت ذلک عائشة رضی الله عنها اشد العیب تعنی
حدیث فاطمة بنت قیس۔ **وبسند اخر** قالت (عائشة) اما انه لاخیر
لها فی ذکر ذلک ص ۳۱۴ اور حدیث فاطمہ بنت قیس کا اسامہ بن زید نے بھی
انکار کیا **الطحاوی** بسندہ وکان محمد بن اسامة بن زید یقول کان اسامة
اذا ذکرت فاطمة من ذلک شیئا رماها بما کان فی یدہ ص ۴۰ اور حضرت جابر
رضی اللہ عنہ نے بھی انکار فرمایا۔ اور اسحدیث کے خلاف پر عمل کیا۔ **روی**
الدار قطنی فی سننہ عن حرب بن ابی العالیة عن ابی الزبیر عن جابر عن النبی
صلی اللہ علیہ وسلم قال المطلقة ثلاثا لها السکنی والنفقة ذکرہ العینی فی
شرح الهدایة ص ۷۰ اور حضرت عبداللہ بن مسعود بھی انکار کیا **روی** الطبرانی
فی معجمہ بسندہ عن سلیمان عن ابراهیم ان ابن مسعود وعمر قالا المطلقة
ثلاثا لها السکنی والنفقة ذکرہ الزیلعی فی تخریج الهدایة ص ۵ **قولہ** دارقطنی نے
کہا کہ یہ جملہ کہ ہم سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کسطرح چھوڑین محفوظ نہین ثقات نے
ذکر نہیں کیا **اقول** امام ابو الحسین مسلم۔ اور ابو عیسی ترمذی۔ اور ابی محمد دارمی۔ اور
ابو داؤد۔ اور طحاوی۔ ان سب نے ان ہر دو (لا ندع کتاب ربنا وسنة نبینا) جملونکا
بیان کیا ہے شاید یہ لوگ ثقات مین سے نہین۔ یا یون کہین۔ کہ ابراہیم نخعی اور
اسود بن یزید۔ اور ابو اسحاق۔ وغیرہم نے ان ہر دو جملونکا ذکر کیا ہے یہ سب بھی
شاید کہ ثقہ نہون۔ اسسے بھی قطع نظر۔ اول تو امام مسلم۔ ترمذی۔ دارمی وغیرہ
اور ابراہیم نخعی۔ اسود بن یزید وغیرہ پر دارقطنی کا کہنا فوقیت اور مزیت نہین رکھتا ہے

Marfat.com

کہان اور وہ کہان دوم عدم الذکر مستلزم عدم مطلقا کا نہین۔ وہو ظاہر
دیکھو کہ بخاری علیہ الرحمۃ نے حدیث عبادہ لا یقرأن احد منکم اذا جہرت
بالقراءۃ الا بام القرآن کو ذکر نہین فرمایا۔ یعنی بخاری مین۔ پھر کیا اس سے
لازم آتا ہے کہ یہ حدیث ہی نہین۔ اور اسکی نظائر لاتعد ولاتحصی ہین۔ سیوم
دارقطنی نے یہہ کہا ہے کہ اس جملہ کو ثقات نے ذکر نہین کیا۔ اور یہ نہیں کہا کہ اس
جملہ کی ثقات نے نفی کی ہے۔ وبینہما بون بعید کما لایخفی چہارم دارقطنی نے یہہ
نہیں کہا کہ اس جملہ کو ثقات نے ذکر نہین کیا۔ بلکہ دارقطنی نے یہہ کہا ہے۔ کہ اس
جملہ کو ایک جماعت نے ثقات مین سے ذکر نہین کیا۔ دیکھو امام نووی علیہ الرحمۃ صحیح
مسلم کی شرح مین کہتے ہین قال الدارقطنی قولہ وسنۃ نبینا۔ ھذہ زیادۃ غیر
محفوظۃ لم یذکرھا جماعۃ من الثقات انتھی یہ عبارت بمفہومہ دال ہی کہ اس
زیادتی کو ایک جماعت ثقات نے ذکر نہین کیا۔ اور ایک جماعت ثقات نے اس جملہ کو ذکر کیا ہی
پنجم زیادۃ الثقہ مقبولۃ۔ ایک عام مقبولہ قاعدہ ہی یہان نہ قبول کرنیکی کیا وجہ۔
الحاصل دارقطنی کا بیان مستلزم اس امر کا نہین کہ حضرت عمر سے یہہ جملہ منقول ہی نہین
دہو المطلوب اور یہ گفتگو اس طرز بیان پر ہی اور جن لوگون نے اس جملہ کی نفی کی ہی
اونکا جواب نفی کی ذیل مین مذکور ہوگا انشاء اللہ تعالی **قولہ** امام احمد حنبل نے
فرمایا یہ جملہ لا ندع کتاب ربنا حضرت عمر سے منقول نہین۔ قرآن کریم میں مطلقۂ ثلث
کیواسطے نفقہ اور سکنی کا کہان ذکر ہے **اقول** نفی صحت روایت حضرت عمر کی واللہ اعلم
بالصواب حضرت احمد حنبل رحمہ اللہ علیہ نے کیون کی۔ شاید کہ امام رحمۃ اللہ علیہ کو یہہ روایات
نہین پونچی۔ یا کسی اور وجہ سے ہو۔ ورنہ جب امام مسلم۔ امام الصحت اور ترمذی اور ابو داؤد
اور نسائی۔ اور دارمی۔ اور طحاوی۔ اور دارقطنی وغیرہ محدثین ثقات اس روایت
کو باسناد بیان فرمائین۔ اور صحیح ہو۔ تو سوا تعجب کے اور کیا ہے۔ کیونکہ ہم کو در باب

Marfat.com

صحت اور سقم روایت کے اعتماد و اعتبار ثقات محدثین پر ہے۔ جبکہ انکی مرویات کذائی صحیح نہون۔ تو پھر کونسی کتاب قابل اعتبار و اعتماد ہو۔ اور امام احمد حنبل ع کا یہ فرمانا کہ مطلقہ ثلث کے لئے قرآن میں سکنیٰ اور نفقہ کا کہاں ذکر ہے۔ یہہ فہم امام احمد حنبل رحمہ اللہ کا ہے۔ ورنہ حضرت عمر۔ عبداللہ بن مسعود و اصحابہ۔ عائشہ صدیقہ۔ زید بن ثابت۔ اسامہ بن زید۔ جابر بن عبداللہ۔ مروان بن حکم۔ امام ابوحنیفہ۔ امام ابویوسف۔ امام محمد۔ امام زفر۔ امام شافعی۔ امام مالک۔ اہلمدینہ۔ امام احمد حنبل فی روایۃ۔ سعید ابن المسیب۔ قاضی شریح۔ شعبی۔ حسن بن حی۔ اسود بن یزید۔ امام ثوری۔ ابراہیم نخعی۔ اور انکے سوا خلق کثیر نے اسے قرآن کریم سے وجوب سکنیٰ کا سمجھا۔ اگرچہ وجوب نفقہ مین انکے دلائل مختلف ہین۔ بلکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے محضر صحابہ میں فاطمہ بنت قیس کے روایت کو رد کیا۔ اور اپنی حجت قرآن کریم پیش کی کمارواہ مسلم وغیرہ۔ تو ابن عباس کے کلمہ نے تسلیم فرمایا۔ اگر اد نکے مخالف ہوتا۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تردید کرتے۔ بلکہ من بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عمل اہلمدینہ۔ کوفہ۔ وغیرہ۔ کا بھی اسی پر رہا۔ دیکھو مسلم مین حدیث اسود بن یزید کی۔ اور طحاوی اور کیون نہو کہ حدیث فاطمہ بنت قیس پر بہت لوگون نے طعن کیا ہے۔ منجملہ اون کے حضرت عمر۔ حضرت عائشہ صدیقہ۔ اسامہ بن زید۔ مروان بن حکم۔ سعید بن المسیب۔ سلیمان بن یسار۔ اسود بن یزید۔ ابی سلمہ بن عبدالرحمن ہین۔ دیکھو فتح القدیر۔ اور طحاوی۔ اور زاد المعاد ابن قیم کی اس حدیث کا یہہ حال ہے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث کی قبولیت کا حال بھی معلوم ہوچکا ہے۔ کیف لا وان الصحابی اذا قال من السنۃ کذا کان مرفوعًا۔ فکیف

اذا قال من سنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ فکیف اذا کان القائل عمر بن الخطاب

وکیف اذا کان فی محضر الصحابۃ۔ واذا تعارضت روایۃ عمر و روایۃ فاطمۃ۔ فروایۃ

Marfat.com

عمدا ولی لاسیما و مظاهر القرآن اب رہی یہ بات کہ ان مذکورین رحمۃ اللہ علیہم نے کس آیتہ سے سکنی کا وجوب سمجھا ہے۔ سو اسمین فتح القدیر کی عبارت مکتفی ہے۔ اور تفاسیر کی نقل موجب طوالت ہے۔ حیث قال **قولہ تعالی**

اسکنوھن من حیث سکنتم من وجدکم ۔ قد علم ان المراد انفقوا علیھن من وجدکم وبہ جاءت قراءۃ ابن مسعود المرویۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مفسرۃ له **و**ھذہ الایۃ انما ھی فی البوائن بدلیل المعطوف وھو قولہ تعالی عقیبہ ولا تضاروھن لتضیقوا علیھن وان کن اولات حمل فانفقوا علیھن حتی یضعن حملھن ۔ ولو کانت الایۃ فی غیر المطلقات ۔ او فی الرجعیات کان التقدیر ۔ اسکنوا الزوجات والرجعیات من حیث سکنتم فانفقوا علیھن من وجدکم وان کن اولات حمل فانفقوا علیھن حتی یضعن حملھن و معلوم انه لا معنی حینئذ بجعل غایۃ ایجاب الانفاق علیھا بوضع ۔ فان النفقۃ واجبۃ لھا مطلقا ۔ حاملا کانت او لا وضعت حملھا او لا ۔ بخلاف ما اذا کانت فی البوائن فان فائدۃ التقیید بالغایۃ دفع توھم عدم النفقۃ علی المعتدۃ الحامل فی تمام عدۃ الحامل ۔ لطولھا والاقتصار علی قدر ثلاث حیض او ثلاثۃ اشھر وکذا **قولہ تعالی** لا تخرجوھن من بیوتھن ولا یخرجن الا ان یاتین بفاحشۃ مبینۃ ط فانه عام فی المطلقات انتھی ۔ پس ثابت ہوا کہ سکنی اور نفقہ کا ذکر قرآن کریم مین موجود ہے ۔ اما ۔ امام احمد حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا چونکہ مذہب ہر دو کی وجوب کا نہین ہے ۔ لھذا اس آیت شریف کی تاویل کی ۔ اور فرمایا ۔ کہ وجوب نفقہ اور سکنی کا ذکر قرآن مین نہین ہے ۔ کیونکہ اس مسئلہ مین فقہا کے مذاہب مختلف ہین **احدھا** ان لا نفقۃ ولا سکنی ۔ وھو قول ابن عباس وعن احمد فیھا ثلاث روایات ۔ **احدھا** ھذہ ۔ **والثانی** ان لھا نفقۃ والسکنی ۔ وھو قول عمر ابن الخطاب رض

بیان مذاہب علمائے امصار در نفقہ و سکنی معتدہ بائنہ

Marfat.com

ابن المسعود۔ وزید بن ثابت۔ واسامۃ بن زید۔ وعائشۃ وفقہاء الکوفۃ غیرہم **والثالث** ان لہا السکنیٰ دون النفقۃ۔ وھذا مذہب اہل المدینۃ وبہ یقول مالک والشافعی رحمہم اللہ۔ یہ خلاصہ نووی شرح مسلم اور فتح القدیر اور زاد المعاد کا ہے۔ لعلک تفطنت مما ذکر ان روایات احمد فی ذلک مضطرب۔

اللھم ارنا الحق حقا والباطل باطلا **قولہ** ابن قیم نے کہا ہے۔ یہ قصہ جناب حضرت عمر کا اقرار ہے قال نشہد باللہ الخ **اقول** اولاً ابن قیم اپنی کتاب زاد المعاد مین بعد قبل قال کے لکھتا ہے۔ واما حدث حماد عن حماد عن ابراھیم عن عمر سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لہا السکنیٰ والنفقۃ فنحن نشہد باللہ شہادۃ الخ یہ عبارت صریحًا دال ہی کہ ابن قیم نے اس روایت (عن ابراھیم عن عمر سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لہا السکنیٰ والنفقۃ) کی نسبت کہا ہی جو کچھ کہا ہے کیونکہ یہ روایت منقطع ہے۔ اس روایت کا ثبوت حضرت عمر سی بالاتصال نہین کیونکہ ابراہیم نخعی کی ملاقات حضرت عمر رضی اللہ عنہ سی نہین ہوئی۔ اور ابن قیم علیہ الرحمۃ خود لکھتا ہے کہ بعض من وجوہ الطعن جو کہ حدیث فاطمہ بنت قیس پر ہوئی ہین۔ بلا شک صحیح ہین۔ حیث قال وبعضہا صحیح عمن نسب الیہ بلا شک دیکھو زاد المعاد صفحہ ۳۱۵ سطر ۲۰۔ **ثانیًا** بالفرض اگر ابن قیم اصل قصہ کی نسبت بھی کچھ کہی تو طوطی کی آواز کو نقار خانون مین کون سنتا ہے۔ یعنی امام مسلم۔ اور نسائی۔ اور ابوداؤد اور طحاوی۔ اور دارمی۔ باسناد متصلہ۔ اور ترمذی۔ اس قصہ کو بیان فرماتے ہین۔ تو اسکی اصلیت اور صحت کو کون نہ مانے۔ گو کہ معمول بہا ہونے مین مختلف فیہ مجتہدین ہی اما وہ تبادیل ہے۔ ونحیما مراحل **قولہ** دوم اس قصہ کا راوی جناب عمر رضی اللہ عنہ سے ابراہیم نخعی ہے اور اسکی ملاقات جناب عمر سے ثابت نہین **اقول** اس قصہ کی روایات کا اتصال اور انقطاع اون روایات سی جو راقم نے مفصلاً ذیل قول صاحب رسالہ

Marfat.com

کے (وقت پر جو جواب حاصل ہوا گذارش ہی) بیان کی ہین بخوبی ظاہر ہے۔ حاجت اعادہ کی نہین لکلا بنظر زیادہ افادہ کے بطریق اختصار کے گذارش ہے **مرو ی**

مسلم بسندہ عن ابی اسحاق قال حدث الشعبی بحدیث فاطمة بنت قیس۔ فاخذ الاسود کفا من حصے فحصبہ بہ۔ فقال ویلک تحدث بھذا۔ قال عمر لا نترک کتاب ربنا الحدیث۔ اس روایت مین قال الاسود قال عمر لا نترک الحدیث واقعہ ہی۔ انقطاع اور ابراہیم کہان ہے۔ **ومسلم ایضاً** بسند اٰخر نحوہ اس روایت میں بھی انقطاع اور ابراہیم نہین **والدارمی** بسندہ عن ابراھیم عن الاسود عن عمر لا ندع الحدیث۔ والدارمی ایضاً بسند اخر عن ابراھیم عن الاسود عن عمر نحوہ **والدارمی ایضاً** بسند اخر عن ابراھیم عن الاسود قال قال عمر لا نجیز قول امرأۃ الحدیث دارمی کی ان تینون روایات مین اتصال ہے انقطاع کہان۔ **والنسائی** بسندہ عن ابی اسحاق عن الشعبی الحدیث اسکا حاصل ہے یہی ہی کہ قال الاسود قال عمر اس روایت میں بھی نہ ابراہیم ہے نہ انقطاع **ابوداود** بسندہ عن ابی اسحاق الحدیث اسکا حاصل ہے قال الاسود قال عمر ہے۔ اس سند مین بھی نہ ابراہیم نہ انقطاع **الطحاوی** بسندہ عن ابی اسحاق الحدیث اس روایت مین بھی نہ ابراہیم نہ انقطاع **والترمذی** بسندہ عن الشعبی الحدیث اور اس روایت مین اخیر مین قال مغیرۃ فذکرتہ لابراھیم فقال قال عمر لا ندع الخ اس روایت ترمذی مین ابراہیم اور انقطاع ہے۔ صاحب رسالہ نے مسلم۔ نسائی۔ ابوداود دارمی۔ اور طحاوی کے اسناد ملاحظہ نفرمائی۔ فقط ترمذی کی روایت پر غرہ ہوئی۔ اور انقطاع کا حکم لگایا۔ یہ امر شان تحقیقات صاحب رسالہ سی بہت بعید ہی۔ اور اصولی مسئلہ اذا ورد وابعض الثقاۃ مرسلا وبعضہم متصلا فالحکم لمن وصلہ سی بھی لظر بندکی اور اس مسئلہ کی تحقیق فایدہ ششم مین گزر چکی ہے۔ ناظرین کو چاہیے کہ اصل روایات

افادہ اصول

ملاحظہ فرمائیں۔ اور داد انصاف دیں **قولہ** صحابی جب صحابی کے خلاف ہو
تو یقین کا قول حجت نہیں ہوتا دیکھو اپنا اصول **اقول** (اوّلاً) صحابی صحابی
کے خلاف کا یہاں مصداق ہی کہاں۔ اسکا مصداق تو وہ محال ہی جہاں صحابی
اپنا قول اور اپنی اجتہادی رائے اظہار کرے۔ بخلاف اس محل کے۔ کیونکہ یہاں
تو حضرت عمر فاروق کا قول و سنت نبینا جو باتفاق علماء حدیث (دیکھو فائدہ سوم
مین قول ابن عبد البر) کے رفع حکمی ہے۔ بیان فرما رہے ہیں۔ فاین ھذا من
ذاک (**ثانیا**) ہم نے بحکم آپکے اپنا اصول دیکھا۔ تو لکھا پایا۔ اذا بلغ (قول
الصحابی) صحابیا اٰخر فانہ لا یخلو اما ان سکت ھذا الاخر مسلماً لہ۔ او خالفہ فان
سکت کان اجماعاً فیجب تقلید الاجماع باتفاق العلماء۔ وان خالفہ کان ذلک
بمنزلۃ خلاف المجتہدین فللمقلد ان یعمل بایہما شاء الخ نور الانوار اور قمر الاقمار
مین ہے وقیل ان الصحابۃ اذا اختلفت فالخلفاء الاربعۃ اولی۔ وان اختلفوا
فالشیخان۔ وفی باقی الصحابۃ یرجح بکثرۃ العلم وغیرہ من اسباب الترجیح انتہی
اس عبارت سے پانچ فائدہ حاصل ہوئی **۱** صحابہ کے اتفاقی اقوال مین تقلید الاجماع
باتفاق العلماء واجب ہے۔ **۲** صحابہ کے اختلافی اقوال مین قول مرجح اولی بالعمل ہے
بحالت صحابہ کے اختلاف کے۔ خلفاء اربعہ کا قول اولے بالعمل ہے **۴** بحالت اختلاف
خلفاء اربعہ کے شیخین کا قول اولی بالعمل ہے **۵** کثرت علم اسباب ترجیح سے ہی۔ اب
منصف غور کرے کہ اول کے سوای یہہ جملہ امور حضرت عمر مین موجود ہین (۲) تو اس لئے
کہ ظاہر قرآن مؤید قول حضرت عمر کا ہے (۳) اس لئے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلفاء
اربعہ مین سی ہے (۴) اسلئے کہ حضرت عمر شیخین مین سے ہین (۵) اس لئے اگرچہ فاطمہ
بنت قیس وحید العصر فاضلہ زمان کثیرۃ العلم تہین۔ الا حضرت عمر رضی اللہ عنہ
کی شان کجا اور فاطمہ کجا وہو ظاہر۔ اور نیز عدم اصلیت قول صاحب رسالہ کی ظاہر ہوئی

Marfat.com

یعنی صاحب رسالہ نے جو یہ قاعدہ بیان فرمایا ہے کہ جب صحابی۔ صحابی کے قول
کے مخالف ہو تو دونوں کا قول حجت نہیں ہوتا۔ ان مذکورہ عبارات سے معلوم ہوا کہ
یہ قاعدہ اصلاً بے اصل ہے۔ اور مخترع ہے بل ان یّعمل بایّهما شاء ان تعذّر الترجیح و
ان امکن فیعمل بالمرجح کما مرّ **وفی التلویح** وکذا یأخذ بایّهما شاء من قول الصحابی
انتهی **انتباہ** اس خلاف حضرت ابن عبّاس سے ایک عمدہ یہ بات پیدا ہوئی کہ اس قصہ کی
اصلیت ضرور ہے۔ اور صحابہ میں دائر اور سائر ہوا۔ (کما سبق فی تحقیقاتنا) ورنہ
خلاف ابن عباس کے کس طرح متصور ہو۔ اور بالفرض اگر افترا ہی ہوا ہے۔ تو اوسی زمانہ
میں بوجود گی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہوا ہے۔ حضرت ابن عباس نے نہ کہدیا کہ یہ قصہ
تو افترا ہے۔ ایسی افترائی قصہ کا خلاف ہی کیا کرتا ہے۔ قاتلان افترا خدا سے ڈریں اور
شرم کریں کہ خود ہی قائل بہ افترا ہوتے ہیں۔ اور پھر خلاف ابن عباس کو پیش کرتے
ہیں۔ ان هذا الا مفتریٰ (**ثالثا**) بہت مسائل میں صحابہ کرام باہم مختلف ہوئے
ہیں اگر ہر دو فریق کا قول حجت ہو۔ تو صدہا مسائل دین کے معطّل اور مہمل ہوں مثلاً
توریث جدہ میں بحالت موجودگی ابن میّت کے مختلف ہیں۔ فذهب عمر وابن مسعود
وابی موسیٰ الی انها ترث۔ وخالفهم فی ذلک زید بن ثابت قائلا بانها لا ترث۔
اور نیز صحابہ مختلف ہوئے ہیں جد میں فهل هو بمنزلة الاب فیسقط به الاخوة ام لا۔
فذهب ابوبکر وابن عباس وعبد الله بن الزبیر وعائشة ومعاذ بن جبل وابی
بن کعب وابو الدرداء وابو هریرة الی انه بمنزلة الاب وخالفهم فی ذلک علی بن
ابی طالب وزید بن ثابت وابن مسعود قالوا یرث الجد مع الاخوة۔ ونظائرها
کثیرة غیر خافیة علی من یُطالع الکتب الدینیة پس معلوم ہوا کہ یہ قاعدہ بے اصل
ہے۔ ہاں البتہ اگر اس عبارت (یعنی فریقین کا قول حجت نہیں ہوتا) کے یوں معنی کئے
جاویں۔ کہ فریقین کا قول ایک دوسرے پر حجت نہیں ہوتا۔ یعنی ایک صحابی کا فہم دوسرے

Marfat.com

صحابی پر حجت نہین ہوتا۔ لکان لہٗ وجہ ۔ الآیہ معنی صاحب رسالہ کے مفید نہین ۔
کیونکہ صاحب رسالہ اس قاعدہ کو اس غرض سے یہان نہین لایا ۔ فتامل **قولہ** چہارم جناب
عمر نے فاطمہ کی بات اہ **اقول** یہ قول صاحب رسالہ کا بھی اصلیت قصہ پر دال ہے
وہو المطلوب **قولہ** فما وافق القرآن فاقبلوہ وما خالف فردوہ الخ **اقول**
شیخ عبد الحق رحمہ اللہ علیہ نے **شرح سفر السعادت** مین اس حدیث کو بہت طرق سے بیان
کیا ہی اور کہا ہے اس حدیث کے ضعیف اور موضوع ہونیکی وجہ عبارت علما سے بھی معلوم
ہوتی ہے ۔ کہ معنی اس حدیث کے اور احادیث صحیحہ اور ما اتکم الرسول الآیہ کے مخالف ہین ۔ الا
جبکہ معنے اس حدیث کے یہ کئے جاوین ۔ کہ اگر قرآن کے مخالف ہو تو اوسکو رد کرو ۔ لکان لہ وجہ
وانکان لا یخلو عن خدشۃ **راقم** کہتا ہے کہ اسکے موافق وہ اثر ابن عباس کا ہی جسکو
دارمی نے بسند خود بیان کیا ہے فکان ابن عباس اذا حدث قال اذا سمعتمونی
حدثت عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلم تجدوہ فی کتاب اللہ او حسنا عند
الناس فاعلموا انی قد کذبت علیہ ۔ **قولہ** یہ ہماری حضرت احناف کی اصول
محققونکا حال ہے **اقول** خفی بشریت سے خالی نہین ۔ اگر بمقتضای بشریت ایسا سہو
قلم سے واقع ہو تو معذور رکہنا چاہیئے ۔ کیونکہ ایسا سہو بڑی بڑی حفاظ محدثین
سے بہی وقوع میں آیا ہی ۔ **دیکھو** نووی مسلم کے مقدمہ مین لکھتا ہے وقد
رأیت جماعۃ من الحفاظ المتاخرین غلطوا فی مثل ھذا فنفوا روایۃ البخاری
احادیث ۔ ھی موجودۃ فی صحیحہ فی غیر مظانہا السابقۃ الی الفہم ۔ انتہی
یعنی مینے ایکجماعت حفاظ محدثین متاخرین کو دیکھا ۔ کہ اونہون نے بنسبت بہت احادیث
کے کہدیا ۔ کہ بخاری مین موجود نہین ہین ۔ حالانکہ وہ بخاری مین موجود ہین اور
حدیث مسلم کی ابوذر سے ۔ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لہ یا اباذر انی احب لک
ما احب لنفسی الحدیث **قال** الحاکم فی المستدرک ھذا صحیح علی شرط الشیخین

Marfat.com

ولم یخرجاہُ حالانکہ مسلم مین موجود ہے۔ ذکرہ الزیلعی فی تخریج احادیث الھدایۃ
اور نووی اذکار مین لکھتا ہی و فی الصحیحین عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
لاصلوۃ الا بفاتحۃ الکتاب ص ۳۲ حالانکہ باین لفاظ ایک مین بھی نھین و
التاویل بانہ نقل بالمعنی یا باہ لفظ۔ اور دیکھو کہ **مولوی عبد الحی صاحب**
لکھنوی نے اپنی کتاب تذکرۃ الراشدین مین **نواب صدیق الحسن خان صاحب**
قنوجی ثم بھوپالوی کے کسقدر اغلاط اور سہو قلم بیان کئے ہین۔ کہ طومار در طومار لکھدیے
ہین۔ الا تاہم ہمارا اعتقاد اُنکی فضیلت علمی کی نسبت ویسا ہی ہی گو کہ اعتقادی مسائل
اور تقلید ائمہ مین وُہ ہماری سخت مخالف ہین۔ اور اپنی گروہ کے پیشوا ہین۔ الغرض
اگر کسی بشریت کی مقتضای سی سھو قلم واقع ہو تو ہاتھ دہو کر عیب گیری اور کمر باندہ کر نکتہ
چینی کرنی تھذیب سے بعید ہے۔ تو اُنکا دیکھنا۔ عیبون سی چشم پوشی کرنی۔ داب صالحین
ہے۔ ولنعم ماقیل ؎ خطای بزرگان گرفتن خطاست۔ قطع نظر ازین۔ اگر ہم بھی
اسموقعہ پر باتباع صاحب رسالہ کے بے تھذیبی کو اپنا شعار قرار دیکر لکھدین۔ کہ کیا آپکی تحقیقات
در بارہ حدیث نحن معاشر الانبیاء کہ اسکی راوی صرف ابوبکر ہین۔ اور در بارہ حدیث لاندع
کتاب ربنا کے۔ کہ منقطع ہے۔ کیا صاحب تلویح کی تحقیقات سی کچھ کم ہی تو شاید بیجا نہوگا
یعنی صاحب رسالہ فرماتے ہین کہ حدیث نحن معاشر الانبیاء کے راوی صرف ابوبکر ہین۔
حالانکہ بخاری اور مسلم مین یہ حدیث بروائیت ابوہریرہ اور مسلم میں بروائیت عائشہ صدیقہ
موجود ہے کمامر۔ اور حدیث لاندع کتاب ربنا کو صاحب رسالہ لکھتے ہین کہ منقطع ہی۔ حالانکہ
مسلم۔ نسائی۔ دارمی۔ طحاوی۔ وغیرہ مین متصل موجود ہے۔ وقد ذکرنا فیما
مر مفصلاً۔ یہ حال تحقیقات محققین کا ہے۔ عیاذاً باللہ۔ فی الواقع یہ گفتگو سخت بے
تھذیبی کی ہے الا ان الحکم الوزر علی البادی ہے اور جواب ترکی بہ ترکی کے قلم مجبور ہوا۔ اور ایسی
ناتھذیب کلمات کو لکھا والعذر عند کرام الناس مقبول **قولہ** اور عام کی تخصیص کو

Marfat.com

جائز کہا ہے **اقول** تخصیص عام اور چیز ہے۔ اور تخصیص عام بخبر واحد۔ اور
بحوث فیہ فیما نحن فیہ میں دوم ہی نہ اول **قولہ** محصول میں ہے یجوز تخصیص
الکتاب بخبر واحد عندنا **اقول** مسلم الثبوت اور فواتح الرحموت میں ہے
مسئلہ موجب العام قطعی عندنا۔ فلا یجوز تخصیصہ اذا وقع فی الکتاب۔
بخبر الواحد لکونہ ظنی الثبوت ولا بالقیاس لکونہ ظنی الدلالۃ والاکثر من
الشافعیۃ والمالکیۃ وبعض منا کالامام علم الھدی **الشیخ ابی المنصور**
ماتریدی قدس سرہ علی انہ ظنی محتمل للخصوص فیجوز تخصیصہ وان کان
فی الکتاب بخبر الواحد والقیاس انتہی۔ اور انہیں میں دوسری جگہ ہے
مسئلہ لایجوز عند الحنفیۃ تخصیص الکتاب بخبر الواحد مالم یخص بقطعی
واجاز الباقون من علماء الاصول مطلقا سواء خص بقطعی اولا وتوقف القاضی
ابوبکر من الشافعیۃ ای لا ادری یجوز التخصیص او لا لنا انہ ای الکتاب قطعی
من کل وجہ والخبر ظنی فلا یجوز تخصیصہ انتہی مختصراً اور توضیح میں ہے
لکن عند الشافعی ھو (ای العام) دلیل فیہ شبہۃ فیجوز تخصیصہ بخبر الواحد
والقیاس۔ وعندنا ھو قطعی مساو للخاص فلا یجوز تخصیصہ بالواحد منہما
انتہی اور تلویح کے باب البیان میں ہے **قولہ** فلا یجوز التخصیص ای تخصیص
الکتاب بخبر الواحد لان خبر الواحد دون الکتاب لانہ ظنی والکتاب قطعی
فلا یجوز تخصیصہ لان التخصیص تغییر وتغییر الشی لایکون الا بما یساویہ او بما
یکون فوقہ وھذا مبنی علی ان العام قطعی فیما یتناولہ۔ انتہی اور نور الانوار میں ہے
وانہ (ای العام) یوجب الحکم فیما یتناولہ قطعاً فلا یجوز تخصیص العام بالقیاس
وخبر الواحد انتہی ملتقطا۔ اور جابجا کتب اصول میں یہ عبارت (خبر الواحد ظنی
فلا یجوز تخصیص العام بہ لانہ قطعی) واقع ہے کما لا یخفی علی من یطالعہا۔ پس

قرآن کی دلالت کا محصول میں بیان ہے ۱

Marfat.com

عبارات مذکورہ سے صاف ظاہر ہے کہ عام کتابی کے تخصیص خبر واحد سے جائز نہیں مجہول
کی عبارت اگر اصل کتاب میں ایسی ہے اور ماول بالبعض بھی نہیں ہے۔ تو ان عبارات
ثقات اور منصور مذہب حنفیہ کے خلاف ہی کما یشھد علیہ عبارات القوم فلا یعبأ به
ولا یعتمد علیہ **قولہ** اور ابن حاجب نے **اقول** ابن حاجب مالکی رحمہ اللہ علیہ نے تخصیص
عام کی بابت وبہ قالت الائمۃ الاربعۃ کہا ہے نہ تخصیص العام بخبر الواحد کی بابت

ارشاد مین لکھا ہے - کا جواب

وبینہما مراحل فلا حجۃ فیہ **قولہ** ارشاد میں ہی اتفق اهل العلم سلفا وخلفا علی
ان التخصیص للعمومات جائز الخ **اقول** صاحب ارشاد یعنی امام شوکانی کی عبارت ہی
درباب تخصیص عمومات ہی نہ درباب تخصیص عام بخبر واحد۔ واصحابنا یقولون به فلا
حجۃ فیہ ایضا **قولہ** ویصح تخصیص العام من الکتاب بخبر الواحد والقیاس اھ
اقول کلمہ یصح کا مع اپنی معطوف علیہ یقینی کے مدخول حتی کا ہے۔ اور یہ یعنی حتی
غایت ظنا کی ہی۔ نہ قطعا و یقینا کی پس حاصل معنے عبارت کی یہ ہوئی۔ چونکہ شمول عام
کا اپنے افرادون کے لئے امام شافعی ومن معہ کے نزدیک ظنی ہی۔ تو ان کے نزدیک
تخصیص عام کی خبر واحد سے جائز ہوگی۔ اور جسکی نزدیک تناول عام کا لافرادہ قطعا و یقینا
ہے۔ انکی نزدیک تخصیص العام بخبر الواحد مالم یخص بقطعی جائز نہیں۔ اور منصور
مذہب حنفیہ کرام کا یہی ہے۔ جیسا کہ ماسبق عبارات سے واضح ہے۔ اور تلویح وتوضیح
کی عبارت پہلی بھی مرقوم ہو چکی ہے۔ انکا خلاصہ تو یہی ہے فلا یجوز تخصیص العام
بخبر الواحد فلا حجۃ فیہ ایضا **قولہ** جواب گیارہواں امام ابو حنیفہ کے نزدیک عام
کی تخصیص جائز ہے جیسا کہ جواب سیوم میں گزرا ہی **اقول** جواب تیسری میں اس
امر کا کچھ ذکر ہی نہیں کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ علیہ کے نزدیک عام کی تخصیص جائز ہے
بلکہ وہاں یہ عبارت ہی۔ حسب تحریر آپکے اور آپکے اہل اصول کے یہ آیت عام ہی اور عام کی
تخصیص کو آپ لوگ نسخ کہتی ہیں۔ شاید سہو قلم ہوا ہو۔ کہ بجائی سوین کے لفظ سیوم لکھے

Marfat.com

لکھا گیا - کیونکہ دسوین میں تو اسکا ذکر ہے اور اسکا جواب دیا گیا - اور اگر ذکر مطلق عام مراد ہو تو ذکر مطلق عام کی خصوصیت جواب ستیوم سے ہی نہین - بلکہ اسکا ذکر تو سنت جوابون مین ہوتا ہے آتا ہی - **قولہ** ثابت کر دیجئے اور دکھلا دیجئے کہ امام کے نزدیک تخصیص عام کی خبر واحد سے جائز نہین **اقول** بجواب سائل کسی شخص نے لکھا حرم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لحوم الحمر الاھلیۃ - متفق علیہ یعنے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے خانگی گدہونکا گوشت حرام کیا ہے - اور اوسکو روایت کیا ہے - الا ہم کو کسی خاص معتبر کتاب سے ثابت کر دو - اور دکہلا دو کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ایسا فرمایا ہے - تو اسکا جواب سوائی خموشی کے اور کیا ہوگا - کیونکہ بخاری - مسلم - سے اور کون سی کتاب حدیث معتبر ہے - جس سے ثبوت پیش کیا جاوہی - اور اوسکو دکہلایا جاوے - آسمانی فرضی کتاب ہی اوسکی تسلی اور اطمینان کے لئے بنانے سے رہی - سو ایسا ہی یہہ سوال ہے - جب ہم باواز بلند کہتے ہین - کہ شاشی - حسامی - نور الانوار - قمر الاقمار - توضیح - تلویح - حاشیہ ملا خسرو - چلپی تلویح - چلپی شرح وقایہ - مسلم الثبوت - فواتح الرحموت - ہدایہ - شرح وقایہ - عینی ہدایہ - عینی بخاری - فتح القدیر ہدایہ - رد المختار - مرقاۃ قاری - شرح مشکوۃ - وغیرہا - صدہا معتبر کتب مین یہ لکھا ہی - کہ حنفیہ کرام کے نزدیک تخصیص عام کتابی کی خبر واحد سے جائز نہیں - تو پہر فرمائیے کہ اور کون سی کتاب تسلی اور اطمینان سائل کے لیے پیش کیجاوے - الا تسلی کی تو حد ہی نہین - اور تسلیم کے لیے تو یہہ کتابیں ہی کافی اور وافی ہین - **قولہ** یہ عام کل حنفیون کے نزدیک مخصوص البعض ہے **اقول** اس عام یعنی فاقرؤا ماتیسر من القرآن میں دو تعمیمین ہین تعمیم اول فاقرؤا کی اسکا مدلول یہ ہے کہ ہر نماز میں پڑہنا فرض ہے اور یہ مخصوص البعض عند الحنفیہ ہے تعمیم دوم ماتیسر من القرآن کی اسکا مدلول مطلق قرات ہے - اور یہ عند الحنفیہ عموم پر ہے -

Marfat.com

ومن حدیثین بینهما فقد وقع فی حیص وبیص ـ وقال ما قال **انتباہ** یہ فائدہ آئندہ
جوابون مین بھی بہت کار آمد ہوگا ـ اسکو یاد رکھنا چاہئے **قولہ** جو عام مخصوص البعض
ہو اوسکی تخصیص بالاتفاق جائز ہے **اقول** اول اور عام دوم یعنی ما تیسر اپنے عموم پر ہے
مخصوص ہی نہین فضلا عن ان یکون بالاتفاق **قولہ** مقتدی کیواسطے بھی حنفی لوگ
کسی قدر قران کریم کا پڑھنا ضروری کہتے ـ **اقول** حنفیہ کرام مقتدی کو قاری کہتے ہین
ـ دیکھو جواب چہارم کے جواب کو **قولہ** اونہون نے ایک ضعیف حدیث یا ایسی حدیث
جس مین کلام ہے **اقول** حال صحیح ہونے اس حدیث کا حدیث نوزدہم مین گزر چکا ہے
فلینظر ثمہ **قولہ** یا جس مین کلام ہے ـ شاید حدیث عبادہ بن صامت کی ـ کلام سے
خالی ہے ـ کیونکہ راوی اسکا محمد بن اسحاق متکلم فیہ نہین ہے ـ وقد مر الکلام فیہ
فافہم **قولہ** یا جسکو امام الائمہ متواتر کہہ چکا ہو **اقول** اسکا جواب اٹھائیسوین جواب
مین گزارش ہوگا **قولہ** وہ اجماع کہان کب ہوا **اقول** وہ اجماع اوس زمانہ
مین ہوا ـ جبکہ عاجز عن القراءت کے لئے جسکو آپ بھی مانتے ہین ہوا تھا **قولہ** آیہ مخصوص
البعض ہوگئے ـ اور ایسا عام آپ صاحبونکے نزدیک قطعی نہین **اقول** پہلے گذارش
ہوچکا ہے ـ کہ اس آیۂ کریمہ مین دو عام ہین (۱) فاقرؤا اور (۲) ما تیسر من
القرآن ـ اول مخصوص البعض ـ دوم اپنے عموم پر ہے ـ مخصوص البعض نہین ـ فہو
حجۃ قطعیۃ مثبت للفرض ـ اور اسی کا مقتضی فرضیت مطلق قراۃ ہے صاحب رسالہ
نے دونو کو خلط ملط کر دیا ہے فقال ما قال **قولہ** اس عام مخصوص البعض کی تخصیص کیا
کون مانع ہے **اقول** یہ تو مخصوص البعض ہی نہین ـ اگر ہوتا تو ہم مانع بھی بیان کر دیتے
واذ لیس فلیس **قولہ** ساری اعتراض آپ پر الٹ پڑے **اقول** بنظر انصاف آپ ہی
فرمائین کہ کوئی اعتراض ہمپر وارد ہوا بفضلہ تعالی آپ پر تو وہی ہی کوئی بھی کم نہ ہوا شعر
پھرتا ہے جسیل حوادث مین کہین مردونکا موئے ـ شیر سیدھا تیرتا ہے وقت رفتن آب مین

Marfat.com

قولہ تیرہوان جواب آیۃ شریفہ فاقرؤا ماتیسر غیر قادر علی القراۃ کے لحاظ سے انکی نزدیک کیا تمام اہل اسلام کے نزدیک مخصوص البعض ہے **اقول** عام اول بلحاظ غیر قادر علی القراۃ کے جملہ اہل اسلام کے نزدیک ظنی ہی۔ اور عام دوم اپنے عموم پر ہی پھر قطعی ہوا نہ ظنی۔ اگر دو لو خلط نہ کرتے تو ایسا نہ لکھتے۔ اور جب مخصوص البعض ہوتا تو خبر واحد سے تخصیص بھی جائز ہوتی۔ جب کہ مخصوص البعض ہی نہیں۔ تو خبر واحد سے تخصیص بھی جائز نہین۔ اور اسی سے جواب چودہوین اور پندرہوین جواب کا بھی ہوگا۔ اور صاحب امام الکلام۔ اور ابن الہمام۔ اور عینی کے بھی یہی غرض ہے۔ کیونکہ عاجز عن القراۃ اور مدرک فی الرکوع فرد فاقرؤا کے ہین نہ ماتیسر کے فافہم وانصف

قولہ عام اکثر علماء کے نزدیک ظنی ہی الے ماقال حدیث اتبعوا سواد الاعظم سے استدلال پکڑا کرتے ہین **اقول** اتباع سواد اعظم سے ہم اہل اسلام کو بھلا کب انکار ہے قال اللہ تعالی ومن یتبع غیر سبیل المؤمنین نولہ ماتولی ونصلہ جہنم وساءت مصیرا یعنے جو تابع ہوا راستے سوا مومنون کی حوالہ کرین گے ہم اوسکو وہی طرف جو اوس نے پکڑی ہے اور داخل کرین گے ہم اس کو جہنم میں اور وہ بری جگہہ ہے **وروی مسلم** عن عرفجۃ قال رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی المنبر یخطب الناس فقال انہا ستکون بعدی ہنات وہنات فمن رأیتموہ فارق الجماعۃ اویرید ان یفرق امۃ محمد کائنا من کان فاقتلوہ فان ید اللہ علی الجماعۃ وان الشیطان مع الفارق الجماعۃ یرکض کذا فی جامع الاصول یعنی مسلم نے عرفجہ سے روایت کی کہا اوس نے دیکھا مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر خطبہ پڑہتی۔ سو فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نزدیک ہے کہ میرے پیچھے بری چال پھیلیگی۔ سو جسکو دیکھو تم کہ وہ جدا ہوا جماعت سے یا وہ ارادہ رکہتا ہے تفرقہ ڈالنیکا محمد کی اُمت مین جو کوئی ہو مار ڈالو تم اوس کو

Marfat.com

کیونکہ بیشک اللہ کا ہاتھ ہی جماعت پر۔ اور ضرور شیطان ساتھ ہی جدا ہونیوالی کی
ٹھوکر مارتا ہوا۔ ایسا ہی جامع الاُصول مین اور مشکوٰۃ کے باب الاعتصام
مین ہی **عن** ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ لا یجمع امتی
او قال امۃ محمد علی الضلالۃ وید اللہ علی الجماعۃ ومن شذ شذ فی النار۔ رواہ
الترمذی **وعنہ** قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتبعوا سواد الاعظم
فان من شذ شذ فی النار۔ انتہی۔ اس آیۃ شریفہ اور احادیث نبویہ سی صاف ظاہر ہی
کہ اتباع سواد اعظم کا ضروری ہے۔ مومن کو اوس سی چارہ نہین۔ جو جدا ہوا اوسکی جگہہ
جہنم ہے۔ اور جدا ہونیوالے کے ساتھ شیطان ہی۔ **واضح ہے** کہ سبیل المومنین
اور اُمتی۔ اور آمۃ محمد۔ اَور الجماعۃ۔ اَور سواد اعظم۔ اَن سبکا مرجع اور مفاد ایک
ہی ہے۔ اب ہمکو اس مین زیادہ اثبات کی ضرورت نہین۔ بلکہ سبیل المومنین۔
اور امتی۔ اور امۃ محمد۔ اور سواد الاعظم۔ ان الفاظ کو اہل محاورہ اور اہل مذاق کے
پیش کرتے مین۔ اور اون سی قسماً پوچھتے ہین۔ کہ امت محمد۔ اور اُمتی۔ اور سواد
الاعظم۔ ایک حصہ علماء مجتہدین شافعیہ مالکیہ کو دگو وہ بڑا ہی کیون نہ ہو) کہتے
ہین۔ یا السواد الاعظم بڑی سی بڑے حصہ امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے ہین
ظاہرا کوئی ابجد خوان بہی یہ نہ کہیگا۔ کہ امتی۔ اور امۃ محمد۔ اور السواد الاعظم۔ ایک حصہ
علماء مجتہدین شافعیہ مالکیہ کو کہتی ہین۔ دیکہو صاحب رسالہ والاکثر کے لفظ سے سواد
الاعظم سمجہی ہین۔ حالانکہ بفضلہ تعالی علما شافعیہ اور مالکیہ بھی کلھم اس سی مراد نہین۔ کما
یدل علیہ قولہ والاکثر۔ اس سے بھی قطع نظر دیکہو **بحر العلوم مسلم الثبوت کا**
شارح صفحہ ۱۵ مین لکھتا ہے۔ والاکثر من الشافعیۃ والمالکیۃ کاش اگر علمائے
مجتہدین شافعیہ مالکیہ کلھم ہی اسپر مجتمع ہوتے۔ تو بھی سواد الاعظم کہان تہا۔ کیونکہ
مجتہدین امت محمد کے تو ہزار در ہزار ہوئی ہین **بھلا** انکی مقابلہ مین ان علمائی

Marfat.com

مجتہد بن شافعیہ و مالکیہ کو کونسی نسبت ہوگی واللہ یعصمنا من هذه الاباطیل الواهیة

نعم اگر والاکثر کے معنے والاکثر من امة محمد صلی اللہ علیہ وسلم کھدیتے۔ تو البتہ سواد اعظم مراد لینی کی گنجائش ہوتی۔ فالنصف **قولہ** جب ان احادیث کو احادیث مشہورہ لکھکر جیسی عینی کہتا ہے **اقول**۔ عینی ہدایہ کی شرح ص ۱۰۷ مین لکھتا ہے فان قلت قوله علیه السلام قراءة الامام له قراءة۔ معارض لقوله تعالی فاقرؤا۔ فلا یجوز ترکه بخبر الواحد۔ قلت جعل المقتدی قاریا بقراءة الامام فلا یلزم الترک۔ او نقول انه خص منه المقتدی الذی ادرک الامام فی الرکوع فانه لا یجب علیه القراءة بالاجماع فیجوز الزیادة علیه حینئذ بخبر الواحد انتہی

اس عبارت سے تو صاف واضح ہے کہ عینی رحمہ اللہ علیہ حدیث قراءة الامام له قراءة کو خبر واحد کہتا ہے۔ مشہور نہین کہتا۔ ہان اس عبارت کے تھوڑے سے ماقبل یہ عبارت لکھی ہے۔ لقول العامه وظاهر النص والاحادیث المشهورة۔ شاید صاحب رسالہ اس عبارت سے۔ عینی کیطرف مشہور کہنا اسی حدیث کا منسوب کرتے ہونگے حالانکہ عینی رحمہ اللہ علیہ کی غرض اس کلام سے بہ نسبت اس حدیث کے مشہور مصطلح الاصول نہین۔ بلکہ مشہور لغوی مراد ہے۔ کیونکہ وہ خود ہی اس کے متصل بعد مین اس حدیث کو خبر واحد فرماتی ہین والا یلزم التعارض فی کلامه فیما قلنا مرتفع۔ دیکھو عینی **قولہ** لا صلوة والی حدیث کو مشہور ماننے سے کون امر مانع ہے **اقول** اسکا مانع عینی رحمہ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے۔ یعنے عدم صدق تعریف اور اگر تسلیم کرین کہ مشہور ہی ہے۔ تو محکم نہین بلکہ محتمل معنیین ہی نفی اصل صلوة اور نفی فضیلت صلوة مین فلا یجوز به الزیادة۔ ولانه معارض لما روی انه علیه السلام قال لا صلوة الا بقراءة فاتحة الکتاب او غیرها **وروی** لا صلوة الا بقراءة ولما بفاتحة الکتاب قد ذکر عنقریب **وروی** انه علیه السلام علم الاعرابی الصلوة

Marfat.com

الی ان قال الله اکبر ثم اقرأ ما تیسر معك من القرآن انتهی ما فی العینی لخصاً

ص ۱۳۶ اور اسی سے جواب دوم کا بھی جواب معلوم ہوا۔ یعنی اگر تعریف مشہور مین اسحدیث کو داخل ہی کیا جاوے تو باقی امور مانع تخصیص ہین فافہم **قولہ** اول جواب تو یہہ ہے کہ ہمنے صرف مشہور ہونے پر دلیل کا مدار نہین کہا **اقول** جس دلیل پر آپ نے مدار رکھا ہی بفضلہ تعالی اوسی کا جواب موقعہ موقعہ پر تحریر ہوچکا ہے فلا نعیدہ **قولہ** قرأۃ

الامام لہ قرأۃ الی اخر ما قال بلحاظ اسی شرط کی احادیث مشہورہ ہون **اقول** ہم کب کہتی ہین کہ یہ احادیث مشہورہ ہی ہین اور نہ عینی علیہ الرحمۃ انکے مشہور ہونیکا قائل ہے بکام۔ وکلام ابن الہمام یشیر الیہ ان کی مشہور بانسی فایدہ ہی ہمکو کیا ہے اور واحد ہونے سے کیا ضرر ہے۔ پھر بھی معمول بہ ہین۔ کیونکہ عام مخصوص البعض بدلیل قطعی کے تخصیص خبر واحد سی جب مسلم ہی۔ تو پھر انکا خبر واحد ہونا ہمین کچھ ضرر نہین کرتا۔ تا انکو ضرور مشہور مانا جاوی۔ اور اوس سی کوئی خاص فایدہ منصور ہو۔ جب کہ فی الواقع یہہ خبرین احاد ہین تو خواہ مخواہ مشہور بنانی سے رہی۔ خیر آپ اب حدیث لا صلوۃ کے مشہور بنانیکا فکر فرمائین۔ اگر قاعدہ مقررہ سی نہیں بن سکتی۔ تو بھی کوئی نہ کوئی تدبیر ضرور کرنی چاہیئے۔ کہ مشہور بنجائے۔ اگر اور کچھ نہ ہو تو صرف یہی کہدین کہ مشہور ہی۔ کوئی روک ٹوک تو ہی ہی نہین۔ جیسا کہ والاکثر علی انہ ظنی کو سواد الاعظم لکھ دیا ہے۔ کسنی روکا ہی اللہم ارنا الحق حقا **قولہ** اول لا تجزئ کی روایت مین آپکا احتمال ہی کہان **اقول** لا تجزئ اصل روایت مین ہی کہان زیلعی نے تخریج احادیث ہدایہ مین لکھا ہے۔ کہ اس حدیث کو دارقطنی نے روایت کیا ہے وقال

اسنادہ صحیح وصححہ ابن القطان ایضاً۔ وقال زیاد احد الثقات انتہی وقال

صاحب التنقیح انفرد زیاد بن دلویہ بلفظ لا تجزئ۔ ورواہ جماعۃ لا صلوۃ لمن لم

یقرأ وھو الصحیح۔ وقال ابن زیاد اراہ بالمعنی انتہی انتہی۔ صاحب تنقیح کے بیان سے

Marfat.com

ظاہر ہے کہ زیاد جو راوی اس حدیث کا ہی اوس نے بجاے لا صلوۃ کے لا تجزئ نقلاً بالمعنی لکھا ہے ورنہ در اصل لفظ صحیح حدیث کا (کما یدل علیہ قولہ وھو الصحیح) لا صلوۃ ہی جبکہ لا تجزئ کا اصل بھی لا صلوۃ ہی ہوا۔ تو اب فرمائیے کہ احتمال کہان ہی۔ یا کہ یہان ہی یعنی احتمال تو قائم ہی را۔ مندفع ہوا۔ اور لا تجزئ کا جواب ہم پہلی بھی دی چکے ہین۔ فتذکر۔ اور احتمال نفی اجزاء فضیلت صلوۃ کا بھی قائم ہے **قولہ** دوئم نفی ہیں نفی ذات آہ اور قولہ سیوم نفی صحت آخ **اقول** ان دو نو باتون کو صاحب رسالہ پہلے بھی بیان کر چکے ہین۔ اور وہان انکا جواب بھی بخوبی دیا گیا ہے۔ ایک بات بار بار کہنا کچھ چندان لطف کی بات نہین **سعدی** کہتا ہے **شعر** چو یکبار گفتی مگو باز پس + کہ حلوا چو یکبار خوردند و بس + **قولہ** اگر وہ دلیل نہوتی تو یہ معنی ہرگز نہ لئی جاتے **اقول** اگر ہم کو بھی قران کریم اور احادیث نبویہ علی صاحبہا الصلوۃ و التحیۃ مجبور نکرتین۔ تو ہم بھی ضرور قراۃ فاتحہ کے تعیین ضروری لکھدیتے۔ الا قرآن اور احادیث نے مجبور کر دیا معذور ہین **قولہ** امام بخاری نے رسالہ قراۃ مین فرمایا ہے۔ وتواتر الخبر عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم لا صلوۃ الا بفاتحۃ الکتاب آہ **اقول** (اولاً) ابن صلاح نے تو کہا ہے کہ خبر متواتر عزیز الوجود ہے۔ **قال** السید علی الجرجانی قال ابن الصلاح من سئل عن ابراز مثال لذلک رای المتواتر اعیاہ طلبہ **وحدیث** انما الاعمال لیس من ذلک **نعم** حدیث من کذب علی متعمداً الحدیث لنقلہ من الصحابۃ الجم الغفیر انتہی مختصراً **وفی شرح النخبۃ** ذکر ابن الصلاح ان مثال المتواتر علی التفسیر المتقدم یعز وجودہ۔ الا ان یدعی ذلک فی حدیث من کذب علی انتہی۔ اور **نواب صدیق الحسن خان صاحب** نے منہج الوصول مین لکھا ہے۔ کہ دعوی ابن الصلاح بابت اعیا حقیقت ندارد کہ مراد متواتر لفظی از قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم متواتر عزیز است کہ میسر نشود و ان نزد ہمگنان نیابت۔ و شک نیست کہ این قسم حدیث در نہایت ...

[illegible]

[illegible]

ابن الصلاح کے قول سے تو ظاہر ہے کہ حدیث لا صلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب متواتر نہین
اگر قول ابن الصلاح سے قطع نظر کرین اور تسلیم کرین۔ کہ حدیث متواتر کثیر الوجود ہی۔ جیسا کہ
عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے حدیث شفاعت۔ اور مسح علی الخفین۔ اور جذع حنانہ
وغیر ذلک کی نسبت کہا ہی۔ کہ متواتر ہین۔ الاحادیث لا صلوٰۃ کو انہون نے بھی متواتر ہین
شمار نہین کیا۔ اگر اس سے بھی قطع نظر کر کے کہیں کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ
نے کہا ہے۔ کہ یہ حدیث متواتر ہے۔ تو ہم یہ کہتے ہین کہ بخاری علیہ الرحمۃ کی بھی رای ہی۔ یا روایت
ظاہر ہے۔ کہ روایت تو نہین رائی ہے۔ اور بخاری علیہ الرحمۃ امام الروایۃ ہین۔ نہ امام
الرای۔ جبکہ صحابی کی رائے کو آپ صاحبان تسلیم نہین کرتے اور کہہ دیتے ہین۔ کہ
ھذا رای الصحابی لا روایتہ۔ والحجۃ فی روایتہ لا فی رایہ۔ دیکھو نواب
صدیق الحسن خانصاحب رحمہ اللہ علیہ لکھتے ہین۔ الحق انہ (ای
رای الصحابی) لیس بحجۃ۔ فان اللہ سبحانہ لم یبعث الی ھذہ الامۃ الا نبیا صلی اللہ
علیہ وسلم ولیس لہا الا رسول واحد وکتاب واحد وجمیع الامۃ مامورۃ باتباع
کتابہ وسنۃ نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ ولا فرق بین الصحابۃ ومن بعدھم فی ذلک انتھی
تو بخاری علیہ الرحمۃ کی رائے کہان **ثانیاً** شرائط اربعہ متواتر سے ایک شرط یہ ہے ورود
ذلک عن مثلھم من الابتداء الی الانتہاء۔ قالہ ابن حجر فی شرح النخبۃ جیسا کہ عدد رکعات
نماز۔ اور مقادیر زکوٰۃ۔ اور صلوٰۃ خمسہ۔ متواتر ہین۔ اور حدیث ابتدا میں ایسی نہ تھی۔
ورنہ بہت صحابہ فرضیت فاتحہ کے منکر نہوتی۔ اور اگر وسط میں اگر تواتر عارض ہوا ہو تو وہ
مفید نہین۔ بخاری علیہ الرحمۃ جزء قرأت میں لکھتے ہین فان احتج فقال اذا ادرک
الرکوع جازت فکما اجزاتہ فی الرکعۃ کذلک یجزیہ فی الرکعات۔ فقیل لہ
انما اجاز زید بن ثابت وابن عمر والذین لم یروا القراءۃ خلف الامام ص ۶ اور دوسری
جگہہ اُسی رسالہ کے لکھا ہے وقال علی ابن عبد اللہ انما اجاز ادراک الرکوع من اصحاب النبی

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم الذین لم یروا القراءۃ خلف الامام منہم ابن مسعود و زید بن ثابت
و ابن عمر انتہی ص ۳۰ عبد الرحمن ابن الصلاح لکھتا ہے - وحدیث انما الاعمال
بالنیات لیس من ذلک ای من المتواتر) وان نقلہ عدد التواتر والاکثر لان
ذلک طرء علیہ فی وسط اسنادہ انتہی یعنے حدیث انما الاعمال بھی از قسم متواتر نہین
کیونکہ ابتدا مین متواتر نہیں تھی - وسط میں اگر متواتر ہوگئی اور شرط متواتر کی یہ ہے -
کہ ابتدا - وسط - انتہا - اوسکا یکسان ہو - اس حدیث مین یہ بات نہین **ثالثا** ایسی یہ
حدیث جو کہ مدار صحت نماز کی ہو - اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو خمس الاوقات اوسکے معاملہ
بھی ہو - باوصف حضوری اور ملازمت صحبت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پھر اس حدیث
اور اوس کے تواتر پر مطلع نہون - (اگرچہ بعض مسائل صحابہ پر بھی مخفی رہے ہین) اس سے بڑھکر
اور کونسا مسئلہ دین کا ہے - جسکی کوشش اونپر ضروری تھی - تو معلوم ہوا - کہ یہ حدیث
ابتدا میں چنداں دائر نہ تھی - ورنہ ابن مسعود - زید بن ثابت - اور ابن عمر -
جو کہ ملازم صحبت بابرکت تھی - ضرور اس کے فرضیت پر اطلاع پاتے - کیونکہ فرض کا معاملہ
بڑہ کرتے - خصوصاً جب کہ موقوف علیہ نماز کا ہو - **رابعاً** جبکہ اس حدیث کی مشہور ہونے مین
علماء اعلام کو کلام ہے - جیسا کہ عینی وغیرہ نے کہا ہے - تو پھر متواتر ہونا کہاں - لان
کل متواتر مشہور قالہ فی شرح النخبۃ - ونفی العام یستلزم نفی الخاص - کا
الحیوان والانسان - **خامساً** اگر بقول امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے متواتر ہونا اسکا
تسلیم بھی کیا جاوے - تو بھی اپنے معنون مین محکم ہونا کجا - کیونکہ احتمال معنے اجزا اور نفی
فضیلت کا تو باقی ہے - ومع الاحتمال کیف الاستدلال **سادساً** اگر اس سے
بھی قطع نظر کرین - تو بھی آیۃ قرآنے اور احادیث نبویہ علی صاحبہا الصلوۃ والتحیۃ کے معارض
ہی کجا مقر - الغرض باینہمہ خدشات یہ حدیث مثبت فرضیت کب ہو سکتی ہے - البتہ اگر مثبت
وجوب کہا جاوے - تو بجا ہے - سو اسکی حنفیہ کرام بھی قائل ہین - جیسا کتب فقہ مین

Marfat.com

لکھا ہے **قال العینی** ھذا ھو العدل فی باب اعمال الاخبار ولیس من العدل ان یعمل باحدھما۔ ویھمل الاٰخر انتھی۔ **قولہ** استمرار اور دوام اس اختیار کا آیہ شریفہ سے نکالنا یقینی نہیں ظنی ہے۔ **اقول** ہر اصولی ماہر یقیناً جانتا ہے کہ فاقرؤا ما تیسر کا مقتضی اختیار مطلق ہے مقید نہیں۔ اور وہ قطعی یقینی ہے ظنی نہیں فلا یرفعہ الظنی لعدم المماثلۃ او الجزئیۃ۔ **والدوامی** ایضاً قطعی و یقینی لان وجود المعلول عند وجود العلۃ قطعی و یقینی لا یتخلف عنہا۔ فلا یزاحمہ الظنی فلیتامل فانہ للاذکیاء **قولہ** پہلا جواب اس حدیث کو بخاری علیہ الرحمۃ نے جزء القراءۃ میں یون روایت کیا ہے۔ الی آخرہ قال زیادتی ثقہ کی مقبول ہے **اقول** حاصل جواب صاحب سالہ کا یہ ہے کہ اس حدیث میں جو وتقرا ام القرآن آیا ہے۔ یہ زیادتی ثقہ کی ہے۔ وہ مقبول ہے۔ ام القرآن کا پڑھنا ضروری ہے۔ سو اسمین گزارش ہے **اولاً** حافظ ابن حجر عسقلانی نخبہ اور اوسکی شرح میں لکھتے ہیں وزیادۃ راویھما ای الصحیح والحسن مقبولۃ۔ مالم تضع منافیہ لروایۃ من ھو اوثق لمن لم یذکر تلک الزیادۃ۔ لان الزیادۃ اما ان تکون لا تنافی بینھما وبین روایۃ من لم یذکرھا۔ فھذہ تقبل مطلقا لان فی حکم الحدیث المستقل الذی یتفرد بہ الثقۃ۔ ولا یرویہ عن شیخہ غیرہ۔ و اما ان تکون منافیۃ بحیث یلزم من قبولھا رد الروایۃ الاخری۔ فھذہ ھی التی یقع الترجیح بینھا وبین معارضھا فیقبل الراجح ویرد المرجوح۔ انتہی **ص ۱۸** اس عبارت کا مفاد یہ ہے کہ زیادتی ثقہ کی اوسوقت مقبول ہے۔ جبکہ وہ منافی لمن ہو اوثق منہ کے نہو۔ اور عند التعارض راجح مقبول۔ مرجوح۔ متروک۔ مطروح۔ ہے۔ سو اب گزارش ہے۔ کہ راوی ثم اقرا ما تیسر معک من القرآن) کا (جو کہ بخاری میں ہے) راجح ہے یا کہ وتقرا ام القرآن (جو کہ جزء القراءۃ میں ہے) اول کو مرجوح کون کہے۔ کیونکہ امام بخاری رحمہ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ ایک لاکھ صحیح حدیث یاد رکھتے تھے۔ **نقلہ الشیخ الدھلوی**

Marfat.com

اور بخاری مین صرف چار ہزار ہی بلا تکرار ہے۔ باقی کو اس کتاب شریف مین داخل نہین
کیا۔ اسلئے کہ اسمین تو ان رواۃ کی احادیث لائی ہین۔ جن میں شرائط تلزمۃ الصحۃ
عندہ بدرجہ کمال اور بوجہ اتم پائی گئے ہین۔ اور یہی وجہ ترجیح بخاری کے اور صحاح پر ہے
قال الشیخ الدہلوی ولیس کتاب یساوی صحیح البخاری فی ہذا الباب بدلیل
کمال الصفات التی اعتبرت فی الصحۃ فی رجالہ انتہی۔ **نووی لکھتا ہے**۔ بظاہر
وجہ ترک اطلاع برعلت احادیث ہی۔ فثبت ان الراجح عند التعارض ہو الاول۔ و
الثانی۔ مرجوح بلا ریب فلا یعمل بہ۔ مع ان الثانی یزاحمہ القران **علاوہ**
اسکے اگر یہ حدیث قابل اندراج اس کتاب کے ہوتی۔ تو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ضرور ہی
اسکو درج کتاب فرماتے۔ **ایک** تو اس لئے اسمین اُم القرآن کا لفظ صراحتًا واقع تھا
دوم اس لئے کہ حنفیہ کے معارض صریح تھی۔ اور امام بخاری علیہ الرحمۃ کو حنفیہ کے خلاف
کی حدیث خدا دی۔ **قال العینی و البخاری** کثیرًا ما یتبع لما یرد علی ابی حنیفۃ
من السنۃ فیذکر الحدیث ثم یعرض بذکرہ فیقول قال رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کذا و کذا۔ ثم یقول وقال بعض الناس کذا ویشیر بہ الیہ ویشنع
بہ علیہ انتہی۔ پھر باوصف صراحتًا معارض ہونیکے۔ اسحدیث کو درج کتاب فرمانا۔ علت
سے خالی نہیں۔ الحاصل رجحان روایت مندرجہ کتاب بخاری) کا بھرحال ثابت و مبرہن
ہی **ثانیًا**۔ اقرا بام القرآن کی تخصیص میں وہ تمام باتین لازم آئینگے۔ جو کہ تخصیص
خبر واحد سے لازم آئین تھین **ثالثًا**۔ روایت احمد وغیرہ میں جو اقرأ بام القران ثم اقرأ
بما شئت اور اخیر مین وافعل ہذا فی صلوتک کلہا واقع ہی۔ اسکا مقتضی یہی ہے
کہ جملہ رکعات مین فاتحہ مع سورہ کی ضروری ہو وہو کما تری **حنیف قولہ** ای بخاری کے
مجمل جملہ سے عجیب استدلال کیا ہی الخ **اقول** یہ بخاری کا مجمل جملہ ایسا عجیب و غریب ہے جس کے
آگے ہزارہا تفصیلی جملے قربان ہیں اور اس جملہ نے اپنے رجحان کی باعث اہلو کو بخوبی

Marfat.com

باطل کر دیا۔ کما مر قبیل ھذا **قولہ** والحدیث یفسر بعضہ بعضًا **اقول** پہلے صاحب رسالہ نے فرمایا کہ لفظ ام القرآن جو اس حدیث میں ہے زیادتی ثقہ کی ہے اب فرماتے ہیں کہ تفسیر ما تیسر معک کی ہے۔ کتب اصول میں لکھا ہے کہ بیان تفسیر مجمل۔ مشترک۔ مشکل۔ اور خفی کے لئے لایا جاتا ہے۔ اب ہم استفسار کرتے ہیں کہ کلمہ **ما** کا ان میں سے کیا ہے۔ اور ان میں سے کس کی تعریف صادق آتی ہے۔ ہر عالم اصول کہیگا۔ کہ ان میں سے کسی کی تعریف لفظ **ما** پر صادق نہیں آتی۔ عدم صدق تعریف مشترک۔ مشکل۔ تو ظاہر ہی ہے۔ رہا مجمل اور خفی۔ سو عینی نے اسکا فیصلہ ہی کر دیا ہے۔ حیث قال ولا یجوز ان یکون مفسرًا لانہ لیس فیہ ابہامًا ومن قال ان کلمۃ ما مجملۃ فقد ابعد جدًا لانہ لا یصدق علیہ حد الاجمال کما ذکرناہ عنقریب انتھی مختصرًا۔ پوری عبارت عینی رحمہ اللہ کی بخوف طوالت ذکر نہیں کی گئی۔ من شاء فلینظرہ **قولہ** دوسرا جواب آہ **اقول** اسکا جواب اول جواب کے نمبر ۳ میں گزر چکا ہے فلا نعیدہ **قولہ** تیسرا جواب آہ **اقول** وہاں کے جملہ جوابات پھر یہاں بھی سمجھ لیجئے۔ **قولہ** ظنی کی تخصیص ظنی سے ممنوع نہیں۔ **اقول** درست ہے ظنی کی تخصیص ظنی سے ممنوع نہیں۔ جائز ہے الا اس تخصیص سے مخصوص بیکار ہو گیا۔ یعنی جب کہ ما تیسر معک من القرآن سے فاتحہ بخصوصہا مراد ہوئی۔ تو وہ بھی معارض قرآن ہو گیا۔ مطابقت حاصلہ اوسکی بھی جاتی رہی۔ اور قبل از تخصیص اوسمیں یہ بات موجود تھی۔ **قولہ** اس حدیث میں ما تیسر سے وہ قرآن مراد ہے جو فاتحہ کے سوا ہو۔ **اقول** (۱) ما تیسر سے مراد ماسوا فاتحہ کے لینا ظاہر کا سخت خلاف ہے۔ اسلئے کہ اس حدیث میں فاتحہ کا ذکر ہی کہاں ہے تاکہ ما تیسر کو حمل بر ما زاد علی الفاتحہ کے کیا جاوے۔ **قال العینی فی شرح البخاری** واما حملہ علی ما زاد علی الفاتحۃ۔ فمن این یدل ظاہر الحدیث علی الفاتحۃ

Marfat.com

حتی یکون قولہ ما تیسر دالا علی ما زاد علی الفاتحۃ انتھی۔ (۲) جبکہ ما تیسر سے محمول بر مازاد علے الفاتحہ ہو تو چاہیئے کہ فاتحہ مع تلک الزیادۃ فرض ہو۔ وانتم لا تقولون بہ۔ **قولہ** فاتحۃ الکتاب کی حدیث زیادہ غیر معارض ہے۔ اور زیادہ ثقہ کی بالاتفاق آپ کے نزدیک مقبول ہے **اقول** زیادہ ثقہ کی مقبول و نامقبول ہونیکا حال تو جواب اول کی نمبر (۱) سے بخوبی معلوم ہے ہو چکا ہے۔ فلا نکررہ۔ رہی یہہ بات کہ حدیث فاتحہ زیادہ غیر معارض ہے۔ (۱) تو جس حمل کا یہہ نتیجہ ہے وہ حمل ہی صحیح نہیں فکیف تکون غیر معارض (۲) بعد التسلیم اس تکلف سے معارضہ اس حدیث کا تو رفع ہوا۔ لا۔ قرآن کریم کا معارضہ جسکا رفع مقصود اہم تہا کسنے رفع کیا۔ وہ تو بدستور رہا۔ اوسکا بھی خیال چاہیئے تہا **قولہ** پس حدیث محتمل الوجوہ ہوگئی۔ اور محتمل حجت قطعی مثبت فرضیت نہین **اقول** (۱) ایسی مجرد احتمالات تو سلیک غطفانی کی حدیث میں دائر ہو سکتی ہیں۔ احتمال ہے کہ یہ حکم قبل از نہی کلام در صلوۃ و عند الخطبہ ہو۔ تا اوسکی حالت مفلوکیت کے اظہار کے لئے ایسا فرمایا ہو۔ یا اوسی کی خصوصیت ہو (۲) اس حدیث شریف کا محتمل الوجوہ ہونا کچھہ ہمکو مضر نہین کیونکہ ہمارے اصحاب حنفیہ کرام نے اثبات فرضیت قرات کا مدار اس حدیث پر ہی نہین کہا تا کہ اسکی عدم قطعیت مخل مقصود نہ ہو۔ بلکہ مثبت فرضیت قرات تو آیہ کریمہ ما تیسر من القران ہی اور احادیث کو مؤیدات ہی تصور کرتے ہیں فرضاً اگر یہ حدیث نہ بھی ہوتی تو کیا فرضیت قرات ہی نہ ہوتی فلا یضرنا کونہ محتمل الوجوہ **قولہ** اس اعرابی کی حدیث حجت ہے یا نہین۔ اگر نہیں تو اثبات مطلب میں کیوں لاتے **اقول** مدار اثبات مطلب اس حدیث پر نہیں۔ فرضیت کا مدار اور چیز پر ہے۔ او۔ واسطے تائید اثبات مطلوب کے اس حدیث کو لائے۔ ایسا لانا ممنوع نہیں۔ **قولہ** اس حدیث میں تو اور رکوع اور سجود کی طمانیت کا بھی حکم ہے اوسکو آپنے کیوں چھوڑ رکھا ہے۔ اوسی فرض کیون نہین کہتے۔ **اقول**

Marfat.com

(۱) اسی حدیث مین بیچ کے قعدے اور اوس میں التحیات پڑھنی اور فخذ بیسرے پر بیٹھنے
کے لیئے بہی فرمایا ہے۔ جیساکہ **ابوداؤد** مین رفاعہ بن رافع کی روایت مین ہے۔ فاذا
جلست فی الصلوۃ فاطمئن وافترش فخذک الیسری ثم تشہد الحدیث ص ۱۲۶
اوراسی حدیث مین وضع الکفین علی الرکبتین فی الرکوع کے لیئے بہی فرمایا۔ جیساکہ
رفاعہ کی دوسری روایت میں **ابوداؤد** نے روایت کیا ہے واذا رکعت فضع راحتیک
علی رکبتیک الحدیث ص ایضاً اوراس مین فاتحہ کے بعد سورہ پڑھنے کیواسطے بہی
فرمایا۔ کما ہو فی روایۃ احمد ثم اقرأ بام القرآن ثم اقرأ بما شئت الحدیث وافعل
ذلک فی صلوتک کلہا۔ تو اکثر روایتون مین وارد ہے۔ اور بعض روایت اس حدیث
مین **ثنا**۔ اور جلسہ استراحت بہی آیا ہے۔ یہ مذکورہ امور بہی اس حدیث مین وارد ہین
تو پھر آپ انکو کیوں فرض نہین کہتے۔ ان کے فرض ہونیسے کیون منکر ہین۔ اور صاف
الفاظ کو بھی آپ فرماوین۔ امر کا عجب من العجائب واغرب من الغرائب۔ یا
ابا العجائب اخذت شیئا وترکت شیئا حفظت بعضاً ونسیت بعضاً۔ نصحت
غیرک ونسیت نفسک وصرت مصداقا لقولہ تعالی شانہ۔ لم تقولون ما لا
تفعلون۔ پس جو جواب ان امور سے آپ دینگے وہی ہماری طرف سے بھی تصور فرماوین (۲)
روی البخاری بسندہ عن ابن عمران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہے
یوم خیبر عن اکل الثوم وعن لحوم الحمر الاہلیۃ ص ۹۰۶ اس حدیث میں بہی حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے لہسن اور حمر اہلیہ کے لئی نہی فرمایا ہے۔ پہر دونوں کو آپ حرام کیوں
نہیں کہتے۔ جو جواب آپ دینگے وہی جواب اسکا بھی سمجہین **قولہ** کیونکہ اس حدیث
مین مذکور نہیں **اقول** (۱) نووی نے **شرح صحیح مسلم** مین اسکا جواب
یون دیا ہے۔ لان الواجبات الثلثۃ المذکورۃ کانت معلومۃ عند السائل فلم یحتج
الی بیانہا انتہی۔ اور قسطلانی بخاری کی شرح مین لکھتا ہے انما لم یذکر لہ علیہ السلام

Marfat.com

بقیۃ الواجبات فی الصلوۃ کالنیۃ والقعود فی التشہد الاخیر - لانہ
کان معلوماً عندہ - اولعل الراوی - اختصر ذلک انتہی (۲) راقم سطور
کہتا ہے - کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اعرابی کو فرائض داخلیہ یعنے ارکان نماز
کے تمامہا تعلیم فرمائے - اون میں سے کسیکو ترک نہیں فرمایا - اگرچہ
بعض خارجیہ کو بھی بمقتضائے وقت او بغرض تعلیمہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمایا
اس لیے نیت اور قعدہ اخیرہ بھی ذکر نہ فرمایا - نیت کا خارج از ارکان ہونا تو
ظاہر ہی ہے قعدہ اخیرہ بھی ارکان میں داخل نہیں قال العینی فی شرح
الھدایۃ ذکر فی الایضاح اما القعدۃ الاخیرۃ فمن جملۃ الفروض و
لیست من الارکان لان رکن الشئ ما یفسر بہ ذلک الشئ و تفسیر الصلوۃ
لایقع بالقعدۃ - وانما یقع بالقیام والقراءۃ والرکوع والسجود انتہی و
قال ابن الھمام فی شرح الھدایۃ - و اعلم ان القعدۃ فرض غیر رکن لعدم
توقف الماھیۃ علیہا شرعاً - لان من حلف لایصلی یحنث بالرفع من السجود
دون توقف علی القعدۃ فعلم انہا شرعت للخروج وھذا لان الصلوۃ افعال
وضعت للتعظیم ولیس القعود کذلک بخلاف ما سواہ انتہی ص۱۱۲ **قولہ**
پس اسیطرح فرضیت فاتحہ بھی کسی اور دلیل سے ثابت ہو **اقول** اگرچہ یہ بات
مسلم ہے کہ فرائض کے حصر اس حدیث میں نہیں اور اور دلائل سے ثابت ہیں - مگر
فاتحہ کی فرضیت کی دلیل ہنوز معلوم نہیں ہوئی - اور جو دلیل فرضیت فاتحہ
کی صاحب رسالہ نے بیان فرمائی ہے وہ ظنی مدخول فیہ ہے - جیسا کہ تفصیلی
جوابوں سے سابق میں معلوم ہوچکا ہے فتذکرہ - فلا یضرنا ھذا الکلام
قولہ عینی نے اسی حدیث سے استدلال پکڑا ہے اور امام **نووی** پر تین اعتراض
جمائے ہیں **الاعتراض الاول** لو کان (الفاتحۃ) فرضاً لامر النبی صلی

اللہ علیہ وسلم لان المقام مقام التعلیم **اقول** عینی علیہ الرحمۃ نے بخاری کی شرح
میں یہہ عبارت لکھی ہے - قولہ ما تیسّر معک من القرآن یدل علی ان الفرض مطلق
القراءۃ وھو حجۃ واضحۃ للحنفیۃ علی عدم فرضیۃ القراءۃ الفاتحۃ - اذ
لو کانت فرضًا لامر النبی صلی اللہ علیہ وسلم لان المقام مقام التعلیم والبیان
انتھی - اب فرمائے کہ اس عبارت میں کونسا جملہ وارد ہے - کہ عینی نے - نووی پر اعتراض
جمایا ہے - بلکہ یہہ کلام نصًا صریحًا اسپر دال ہے - کہ عینی نے فاقرؤا ما تیسّر معک
من القرآن کا مدلول بیان فرمایا ہے نہ کہ اعتراض جمایا ہے کما فہمہ صاحب الرسالۃ
خیر ہمنے فرضًا تسلیم کیا کہ اعتراض ہی ہے - نووی پر نہ سہی کسی اور پر ہی سہی - تو
بھی غرض عینی رحمہ اللہ کی یہہ ہے - کہ یہ جملہ اس حدیث کا جو بخاری شریف مین
مرجح معمول بہ واقع ہے - نہ وہ جملہ بخاری کا جو جزو القراءۃ یعنی ام القرآن مرجوح
متروک ہے کما مرّ منا التحقیق قبل ذلک) اوسکا مدلول صریح عموم ہے - نہ خصوص -
فہذا الکلام حق لا سترۃ فی ذلک لان ظاہر ھذہ الروایۃ التی وقعت فی البخاری
تدل علی العموم لا علی الخصوص فلا یرد ما اورد علیہ - دیکھو **نووی کہتا ہے** -
فہذا الحدیث مشتمل علی فوائد کثیرۃ - ولیعلم اولا انہ محمول علی بیان الواجبات
دون السنن انتہی - تو غرض نووی رحمہ اللہ کی یہی ہے کہ اس حدیث مذکور فی المسلم کا
یہ حال ہے ورنہ اگر اسکی جملہ طرق کا لحاظ کیا جاوے تو یہ کلام نووی کا کب صحیح ہے کیونکہ
اسحدیث کے اور طرق مین تو سنن بلکہ آداب بھی مذکور مین کما لا یخفی علی ناظریہا
وقد مرّ قبیل ذلک ما یلوح منہ ھذا **قولہ** والجواب اما اولا فلامر النبی
صلی اللہ علیہ وسلم کما رأیت فی روایۃ البخاری **اقول** اما اولا فانہ رحمہ
اللہ علیہ فی صدد بیان مدلول ھذہ الروایۃ التی وقعت فی البخاری بقرینۃ قولہ
قولہ ما تیسر معک من القرآن یدل علی الخ - لا ما وقع فی کذا کذا **واما ثانیا**

Marfat.com

ماروى البخاري في جزو القراءة فهو مرجوح متروك كما مر تحقيقه - فصار
كانه امر يأمر لان وجوده كالعدم ثبت اذ لو كانت الفاتحة فرضا الخ **واما**
ثالثا لو كانت هذه الرواية على شرط البخاري رحمه الله لاورده في كتابه الشريف
لانها كانت صريحة في وجوب ام القران فلا تراجم ما في الكتاب **قوله**
واما ثانيا الى اخر ما قال لان المقام مقام التعليم **اقول** اما اولا فقد كان
ذلك معلوما له على ما قاله النووي والقسطلاني - فتعليمه يكون تحصيلا
للحاصل واما ثانيا فانه صلى الله عليه وسلم لم يكن بصدد تعليم الاركان القعدة
الاخيرة ليست بركن للصلوة على ما اشرنا فلا يضرنا عدم ذكرها **قوله** فان
قلت الخ **اقول** لا حاجة لنا الى ليت ولعل وأى داع يدعو الى ارتكاب هذه
التكليفات الباردة وعدم ذكر القعدة لا يخل بالمقصود لما سبق **قوله**
اما ثالثا **اقول** اما اولا - فقد كان عالما بها على اختيار النووي والقسطلاني
واما ثانيا فلما ذكرنا في القعدة الاخيرة لان النية ايضا ليست بركن للصلوة فلا
حرج في عدم تعليمه النية على اختيار اصحابنا **قوله** اما رابعا ففي رواية البخاري
الى اخر ما قال فلا بد عندك ان تكون هذه الاشياء فرائض آه **اقول** غرضه
رحمه الله انه صلى الله عليه وسلم علمه في هذا الحديث المذكور في البخاري - اركان
الصلوة كلها وما ترك منها شيئا فلو كانت الفاتحة ركنا لعلمه لان المقام مقام
التعليم **لا** ان جميع ما علمه فهو ركن فاندفع ما قيل عليه **قوله** جاء في رواية
ابي داود فان كان معك قران فاقرأ والا فاحمد الله وكبره وهلله الخ اقول
قال النووي في شرح البخاري - اما حديث ما تيسر معك من القران فمحمول على من
عجز عن الفاتحة انتهى - يعني من عجز عن قراءة الفاتحة ويقدر على ماسواها - من
القران - فله ان يقرأ ما تيسر من القران ومدلول كلامه صلى الله عليه وسلم في رواية

Marfat.com

ابی داؤد۔ انکان معك قرآن فاتحة کانت اوغیرها فاقرأ ان لم تعلمه مطلقا او عجزت عنه فاحمد الله الحدیث فاین هذا من ذلك آو نقول مدلول کلام النووی ان من عجز عن الفاتحة ویقدر علی ما سواها۔ ومدلول کلامه صلی الله علیه وسلم ان من عجز عن القرآن فهل جازت صلوته۔ فلیت شعری ما حمله علی هذا الحمل وکیف قال ان الحمل صحیح مع ان بین الکلامین بعد مراحل۔ فثبت ان قول العینی فحمل غیر صحیح صحیح لانه لیس فی الحدیث شئ یدل علیه فلیتامل الناظر فی ذلك ولینصف **قوله۔ الاعتراض الثالث الخ اقول** قال علیه السلام للاعرابی۔ اذا قمت الی الصلوٰة فکبر ثم اقرأ ما تیسر معك من القرآن الحدیث رواه البخاری۔ قال النووی فی شرح هذا الحدیث۔ اما حدیث ما تیسر فمحمول علی الفاتحة فانها متیسرة انتهی۔ یعنی به ان ما تیسر من القرآن هو الفاتحة لا غیر قال العینی هذه تمشیة لمذهبه بالتحکم۔ وکل هذا خارج عن معنی کلام الشارع اما قوله فالفاتحة متیسرة فلا یدل علیه ترکیب الکلام اصلا لان ظاهره یتناول الفاتحة وغیرها مما یطلق علیه اسم القرآن۔ وسورة الاخلاص اکثر تیسیرا من الفاتحة فما معنی تعیین الفاتحة فی التیسیر وهذا تحکم بلا دلیل انتهی مختصرا **قوله** الواجب والفرض فی العمل سواء وانکار التیسیر بعد اختیار الوجوب او الفرضیة تحکم **اقول** کلام العینی ناظر الی ان الحکم بحصر ما تیسر من القرآن فی الفاتحة تحکم لا یدل علیه ترکیب کلام الشارع اصلا لان مدلوله الصریح یتناول الفاتحة وغیرها مما یطلق علیه اسم القرآن فما معنی قوله ان ما تیسر هو الفاتحة لا غیر فهل هذا الا تحکم بلا دلیل۔ واختیار الوجوب والفرضیة لا مدخل له فی التیسیر فثبت ان قیل المعترض تحکم۔ تحکم بلا دلیل۔ بل

Marfat.com

فائدہ لطیفہ

الانصاف ما اتی المجیب فی رد ھذا الاعتراض شئ یعتمد به ویعتمد علیه۔
فائدۃ لطیفۃ واعتراض العینی علی النووی اعتراضا رابعا وما حاله
حوله صاحب الرسالة والوجه لدیه۔ وهو هذا قال النووی اما حدیث
ما تیسر محمول علی ما زاد علی الفاتحة بعدها انتهی ملتقطا۔ قال العینی واما
قوله علی ما زاد علی الفاتحة بعدها۔ فمن این یدل ظاهر الحدیث علی
الفاتحة حتی یکون قوله ما تیسر الا علی ما زاد علی الفاتحة **ومع هذا** (۱)
اذا کان مامورا بما زاد علی الفاتحة یجب ان تکون تلك الزیادة ایضا
فرضا مثل الفاتحة ولم یقل به الشافعی رحمه الله انتهی ملتقطا **قوله**
یہ حدیث جعفر بن میمون سے روایت ہے۔ اور وہ ثقہ نہیں **اقول** (۱) تقریب
التھذیب میں لکھا ہے جعفر بن میمون التمیمی صدوق یخطی من السادسة
انتھی۔ اور میزان الاعتدال میں ہے جعفر بن میمون قال مرۃ صالح
الحدیث۔ وقال الدارقطنی یعتبر به وقال ابن عدی لم ار حدیثا منکرا
انتھی بحذف البعض۔ اگرچہ جعفر بن میمون میں بعض ثقات کی کلام ہے الا یہ کلام
بنسبت محمد بن اسحاق کے کلام کے نہایت ہی کمتر ہے۔ **یحیی بن قطان** کہتا ہے
اشهد ان محمد بن اسحاق کذاب اور سلیمان تیمی نے بھی ایسا ہی کہا ہے۔ اور
حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اوسکو دجال من الدجاجلہ فرمایا ہے۔ دیکھو
میزان الاعتدال جبکہ اوسکی حدیث کو آپ بلا دغدغہ قبول فرماتے ہیں تو
پھر اس میں کیا تامل ہے علی انه قد ضعفه احمد وجماعة کما ذکره العلامة
الزیلعی (۲) جعفر بن میمون کے طریق میں کلام ہی سہی۔ اس طریق کے سوا
اس حدیث کا اور بھی طریق ہے۔ جس میں جعفر بن میمون نہیں **روی الطبرانی**
فی معجمه الاوسط من حدیث ابراهیم بن طهمان عن الحجاج بن ارطاة عن

Marfat.com

عبد الکریم عن ابی عثمان عن ابی هریرة قال امرنی رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم ان انادی فی اهل المدینة ان لا صلوٰة الا بقراءة ولو بفاتحة

الکتاب انتهی ذکرہ الزیلعی فی تخریج احادیث الهدایة ۔ اور اس حدیث کا

اور بھی طریق ہے اخرج ابو محمد الحارثی فی مسندہ ۔ وابن عدی ۔ لکن

اس طریق کو زیلعی نے کہا ہے کہ ضعیف ہے ۔ (۳) جعفر بن میمون کا طریق

ضعیف ہی سہی ۔ الا چونکہ اوسکی مؤید قرآن ۔ اور حدیث فاقرؤا ما تیسر من القرآن

ہے پس جبر ضعف کا ہوا **قولہ** آپکی روایت اس روایت سے کسطرح بڑھ کر نہیں **اقول**

اس روایت میں بھی وہی جعفر بن میمون موجود ہے ۔ پھر اس روایت کو کسطرح ترجیح

اور فوقیت ہے ۔ **روی** ابو داؤد حدثنا ابن بشار اخبرنا یحیی اخبرنا جعفر

عن ابی عثمان عن ابی هریرة قال امرنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان انادی

انہ لا صلوٰة الحدیث انتهی **قولہ** یہ حدیث احادیث مصرح بفرضیت کا مقابلہ

کب کر سکتی ہے **اقول** (۱) وہ احادیث مصرح ہی کہاں ہیں ۔ اور جو بیان ہوئی

ہیں وہ مثبت فرضیت نہیں ۔ جیسی جابجا معلوم ہو چکا ہے (۲) اگر یہ حدیث

تن تنہا ہی ہوتی تو شاید ۔ جبکہ اس کے مؤید اور معاضد اور احادیث صحاح اور قرآن

موجود ہے ۔ تو پھر مقابلہ نہ کرنے کی کیا وجہ ۔ **قولہ** ابو ہریرہ کا فتوی اسکے خلاف

ہے ۔ الی آخر ما قال آپ کی اصول میں وہ روایت حجت نہیں رہتی **اقول** یہ قاعدہ ہمارے

اصول میں اسطرح ہی وان عمل الراوی بخلاف ما روی قبل الروایة لا یجرح

لجواز انہ کان مذهبه ... بالحدیث وکذا اذا لم یعلم التاریخ لانہ حجة

بیقین فلا تسقط بالشک تلویح وتوضیح ص ۳۱۶ اب آپ ہی تاریخ بیان فرما دیجیے

یقینی نہیں تو ظنی ہی سہی پھر ہمارا عمل اور ہماری اصول کا قاعدہ کیونکر ٹوٹا ۔

اور یہ حدیث ہماری اصولی قاعدہ کے موجب قابل عمل ہی رہی صاحب ! ۔

Marfat.com

نے اس قاعدہ کی تفصیل ملاحظہ نہین فرمائی۔ ورنہ یہ اعتراض نہ کرتے **قولہ**
القرآن معرف باللام ہے اور حنفیہ کے اس اصل کو الف لام مین عہد اصل ہے
اقول اولاً عند العلماء مشہور یہہ ہے۔ کہ لام چار قسم پر منقسم ہین **اللام۔**
بالاجماع لتعریف مدخولها فاما ان یشار بها الی الحقیقة من حیث هی هی من غیر
نظر الی الافراد۔ فهی لام الجنس۔ واما ان یشار بها الی حصة معنیة من الحقیقة
فهی لام العهد الخارجی۔ او الی حصة غیر معنیة من الحقیقة وهی لام العهد
الذهنی۔ او الی جمیع افرادہ الحقیقة فهی لام الاستغراق۔ فالاول مثل
الرجل خیر من المرأة۔ والثانی مثل جاءنی رجل فقال الرجل کذا۔ والثالث
مثل ادخل السوق۔ والرابع مثل ان الانسان لفی خسر الا الذین امنوا وعملوا
الصلحت۔ هذہ خلاصة ما فی التلویح اور الف لام کی اقتضا عموم میں علماء کے
تین مذہب ہین **الاول** اذا کان هناك معهود حملت علی العهد فان لم
یکن حملت علی الاستغراق والیه ذهب جمهور اهل العلم **والثانی**
انها تحمل علی الاستغراق الا ان یقوم دلیل علی العهد **والثالث** انها
تحمل عند فقد العهد علی الجنس عن غیر استغراق اب استفسار طلب یہہ امر
ہے۔ کہ القرآن میں عہد ذہنی ہے یا خارجی۔ اگر ذہنی ہے تو ذہنی کا مشار الیہ الحصہ
غیر معین ہوتا ہے کما مر لہذا اسکو حکماً نکرہ کہتے ہیں۔ پس اس تقدیر پر معنی
آیت کے یہہ ہوے۔ جبکہ کوئی حصہ قرآن کریم کا ر فاتحہ ہو یا اوس کے سوا) پڑھا جاوے
تو اوسکو سنو۔ اور چپکے رہو۔ کچھ نہ پڑہو۔ اور حدیث شریف کا مضمون یہہ ہے
کہ فاتحة الکتاب پڑہو۔ چپ نہ رہو۔ پہر تطبیق سہل کیونکر ہوئی۔ **الحاصل**
اس تقدیر پر معنی آیت کے توصیح التطبیق سہل نہیں **ہان** وہ تطبیق جو کہ جابر
رضی اللہ عنہ نے دی ہی البتہ وہ سہل ہے۔ یعنے لا صلوٰۃ الا بفاتحة الکتاب

Marfat.com

اذا کان وحدہ ذکرہ الترمذی یعنی یہ حدیث منفرد کے لئے ہی مقتدی کو نہیں اور آیت کریمہ اذا قرئ القران فاستمعوا لہ وانصتوا لعلکم ترحمون مقتدی کیواسطے ہے۔ یہ تطبیق آسان اور سہل ہے۔ علاوہ ازان صحابی جلیل القدر۔ لغت دان محاورہ شناس۔ عالم النصوص۔ صاحب الصحبت۔ کی ہی۔ اور یہی مختار حنفیہ کرام کا ہے۔ اور اگر عہد خارجی ہے تو مشارٌ الیہ خارجی کا ایک خاص معین حقیقت کا ہونا ہے اور وہ مسبوق الذکر ہی ہونا چاہیے **کقولہ تعالیٰ** فارسلنا الی فرعون رسولا۔ فعصیٰ فرعون الرسول **و** کقول القائل جاء رجل فالرجل کذا۔ پھر یہاں کونسا حصہ خاص قرآن کا مسبوق الذکر ہے۔ کہ وقت پڑہنے قرآن کے بخصوصہا اوسی کا سننا فرض ہے۔ اور کونسا قرینہ اوس خاص حصہ کی تقرر پر دال ہے۔ اسکی علاوہ۔ اس تقدیر پر معنی آیت کے یہ ہوئے۔ جبکہ ایک خاص حصہ یعنی فلان آیت۔ یا فلان سورت۔ قرآن کریم کی پڑہی جاوے تو اوسکو سنو۔ کہ اوسی کا سننا وقت قرأت قرآن کی فرض ہے۔ اور فلان آیت یا فلان سورۃ۔ جبکہ پڑہی جاوے۔ تو تمہیں اختیار ہے۔ سنو یا نہ سنو۔ فرض نہیں **وھو کما** تری سخیف جدًا۔ لایقول بہ احد ولا تقتضیہ الآیۃ **ثانیا** القرآن کا لفظ معرف باللام۔ کتاب کریم میں بہت جگہہ واقع ہے۔ حسب تجویز مؤلف رسالہ کے وہان بھی عہد ہونا چاہیے۔ وھو بمراحل بعید عن التحقیق۔ وایضًا لایستقیم المعنی کما لایخفی علی من لہ قلب سلیم۔ قال عز من قائل ولقد صرفنا فی ھذا القران **وایضًا** ما انزلنا علیک القران لتشقی **وایضًا** طٰس تلک آیات القران وکتاب المبین **وایضًا** ان الذی فرض علیک القران لرادک الی معاد **وایضًا** یٰس۔ والقران الحکیم **وایضًا** ولقد ضربنا للناس فی ھذا القران من کل مثل لعلھم یتذکرون **وایضًا** قٓ۔ والقران المجید

Marfat.com

وایضًا ولقد یسّرنا القرآن للذکر **وایضًا** الرحمٰن علّم القرآن۔
وایضًا اذا قرأت القرآن فاستعذ باللّٰہ **وایضًا** انّ ھٰذا القرآن
یہدی للتی ھی اقوم ط انکے ماسوا کثیرًا من المواضع میں القرآن کا لفظ
معرف باللام واقع ہے ولا معنی العہد فی ھٰذہ المواضع کما لا یخفی **قولہ**
امر بالشئ اسکی ضد کی نہی کا مستلزم نہیں دیکھو اپنا اصول **اقول** حسب الحکم
ہمنے فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت دیکھی تو اس میں یہ قال کھلی **مسئلہ**
وجوب الشئ یتضمن حرمۃ ضدہ وقیل الامر بالشئ یقتضی کراھۃ ضدہ
وقیل الامر بالشئ نفس النہی عن ضدہ وقیل لیس الامر نہیًا عن الضد
ولا متضمنًا لہ عقلا وعلیہ المعتزلۃ وعامۃ الشافعیۃ انتہی مختصرًا۔
پھر نور الانوار تو اسمیں یہ عبارت پائی قیل الامر بالشئ یقتضی النہی عن
ضدہ والنہی عن الشئ یکون امرًا بضدہ فیدل الامر علی تحریم ضدہ
والنہی علی وجوب ضدہ۔ فان کان لہ ضد واحد فیھا وان کانت لہ
اضداد کثیرۃ ففی الامر یحرم اضدادہ۔ وفی النہی یکفی لہ الاتیان بواحد
من الاضداد غیر معین۔ وھٰذا ھو مختار الجصاص۔ وعندنا الامر بالشئ
یقتضی کراھۃ ضدہ انتہی مختصرًا۔ ازاں بعد حصول المامول کو دیکھا
اسمیں صاف ہی ہے ذھب الجمہور من اھل الاصول ومن الحنفیۃ والشافعیۃ
والمحدثین الی ان الشئ المعین اذا امر بہ کان ذلک الامر بہ نہیًا عن الشئ
المعین المضاد لہ۔ سواء کان ضدًا واحدًا او کان الضد متعددًا الی آخر
ماقال۔ وقال الرازی۔ والقاضی ابوزید۔ والصیرفی۔ وصدر الاسلام
واتباعھم من المتاخرین۔ الامر یقتضی کراھۃ ضدہ ولوکان ایجابًا انتہی
مختصرًا وملتقطًا اور تلویح وغیرہ کے عبارات نقل نہیں کیگئی۔ خوفًا للاطناب

Marfat.com

اب گزارش ہے۔ کہ ہماری اصول میں تو یہی لکھا ہے۔ امر بالشئ مستلزم نہی ضدہ اور کراہتہ ضدہ کا ہے آپنے کہاں سے اسکی نفی کا التزام فرمایا۔ کسی کتاب میں لکھا پایا۔ یا سنا سنایا ہے الزام لگایا۔ پس مطلق قرات یا قرات فاتحہ کی نہی یا کراہتہ واسطے مقتدی کے اس آیہ شریفہ سے ثابت ہوئی **قولہ** استماع کی تخصیص جہری نمازوں کے ساتھ اور انصات کی سریہ کے ساتھ مستلزم ظنیت عموم ہے

اقول۔ تفسیر کبیر مین ہے۔ الانصات السکوت والاستماع۔ یقال نصت وانصت وانتصت بمعنی واحد انتھی اور **فتح القدیر** میں ہے الانصات لا یخص الجھریۃ لانہ عدم الکلام لکن قیل ان السکوت للاستماع لا مطلقا وحاصل الاستدلال بالایۃ ان المطلوب امران الاستماع۔ والسکوت۔ فیعمل بکل منھما والاول یخص الجھریۃ والثانی لا۔ فیجری علی اطلاقہ فیجب السکوت عند القرآءت مطلقا وھذا بناء علی ان ورود الایۃ فی القرآءت فی الصلوۃ وھو کذلک الخ حاصل ترجمہ چپکے رہنا نمازوں جہریہ کی ساتھ مخصوص نہیں۔ کیونکہ انصات کے معنے نکرنا کلام کا ہے۔ اور کسی کا کہنا کہ چپکے رہنا واسطے سماع قرآن کے ہی۔ پس سریہ میں سکوت آیت سے ثابت نہوئی۔ تو اوسکا جواب یہ ہے۔ کہ آیت مشتمل دو حکم پر ہی۔ اول استماع قرآن دوم چپکے رہنا۔ فاستمعوا مخصوص بجہر ہے۔ وانصتوا جہریہ سریہ دونوں کو شامل ہے۔ پس مقتدی کو چپکے رہنا نماز جہریہ اور سریہ میں لازم ہوا۔ اور یہ دلیل اسپر مبنی ہی کہ ورود اس آیۃ کا درباب قرات فی الصلوۃ ہو۔ سو یہ امر ایسا ہی ہے **الی آخرہ** اب گزارش ہی اول تو کلام صاحب رسالہ کے ماذکر کے خلاف ہی۔ خیر اس سے قطع نظر مقصود اس کلام سے یہ ہے کہ فاستمعوا اپنے معنے موضوع لہ میں (یعنی جب قرآن جہر اپڑھا جاوی تو سنو) مستعمل ہی

Marfat.com

تو پھر ظنیت کہاں سے آگئی۔ پس اب آیۃ کریمہ اپنی عموم پر ہی مخصوص نہیں فلا یجوز تخصیصہ بالظنی **قولہ** یہ آیۃ اپنے اطلاق عموم پر بالکل نہیں الی آخر ما قال تخصیص خبر واحد سے ممنوع نہ ہوگی **اقول** قبل از جواب تین مسئلوں کا بیان کرنا ضروریات سے ہے۔ تاکہ مسئلہ تخصیص کی حقیقت پوری پوری معلوم ہو۔

مسئلہ اول تخصیص مصطلح کی تعریف والتخصیص فی الاصطلاح ھو قصر العام علی بعض مسمیاتہ بکلام مستقل موصول۔ فان لم یکن کلاما بان کان عقلا او حسا او عادۃ او نحوہ لم یکن تخصیصا اصطلاحا ولم یعد ظنیا۔ وکذا ان لم یکن مستقلا بل کان بغایۃ او شرط او استثناء او صفۃ وسیجئ تفاصیلھا۔ وکذا ان لم یکن موصولا بل کان متراخیا لا یسمی تخصیصا بل یسمی نسخا انتھی نور الانوار من عینہ۔ **مسئلہ ثانیہ** مخصص کی تاخیر جائز ہے یا نہ۔ **مسلم الثبوت** میں لکھا ہے لا یجوز تاخیر المخصص عند الحنفیۃ۔ خلافا للشافعیہ۔ وفی موضع اخر منہ۔ والحق ان المتراخی ناسخ اولا کان او ثانیا انتھی۔ اور **تلویح** میں ہے و مذھبنا فی المتاخر انہ نسخ لا تخصیص انتھی **مسئلہ ثالثہ** عام وضعا اپنے جملہ افراد کو مستغرق ہے۔ اور جس افرادوں کو متناول ہے اون افراد میں اوسکا حکم قطعی ہے۔ تو تخصیص عام جبتک کہ قطعی کے ساتھ نہ ہو لے ظنی (یعنی خبر واحد وقیاس) سے جائز نہیں۔ کیونکہ جب عام اپنے جملہ افراد کو من حیث الوضع مستغرق ہے۔ تو بعض پر اطلاق کرنا یا اطلاق علی الکل الجزو یا تسمیۃ الجزو باسم الکل کے قبیلہ سے ہے۔ پس احتمال تخصیص عام میں ایسا ہی جیسا کہ احتمال مجاز حقیقت میں ہی۔ اور ظاہر ہے کہ احتمال مجاز قطعیہ معنی حقیقی کو مضر نہیں۔ جبتک کہ کوئی قرینہ صارفہ عن الحقیقۃ نہ ہو **فی التوضیح** وعندنا ھو قطعی

Marfat.com

مساوٍ للخاص ويجئ معنى القطع فلا يجوز تخصيصه لواحدٍ منهما۔ مالم يخص بقطعي۔ لان اللفظ متى وضع لمعنى كان ذلك المعنى لازماً له الا ان تدل القرينة على خلافه۔ ولو اراد البعض بلا قرينة۔ لارتفع الامان عن اللغة والشرع بالكلية۔ لان خطابات الشرع عامة والاحتمال الغير الناشئ عن دليل لا يعتبر فاحتمال الخصوص ههنا كاحتمال المجاز في الخاص

انتہی مذکورہ مسائل سے ثابت ہوا۔ کہ تخصیص مصطلح وہ ہے کہ کلام مستقل موصول سے ہو۔ بحکم مسئلہ اولے کے۔ اور متاخر کو ناسخ کہتے ہیں۔ نہ تخصیص بحکم مسئلہ ثانیہ کے۔ اور مجرد احتمال غیر الناشی عن دلیل عام کو قطعیت سے خارج نہیں کرتا۔ بحکم مسئلہ ثالث کے۔ کیونکہ اگر مجرد احتمال سے عام ظنی ہو تو چاہیئے کہ خاص بھی ظنی ہو۔ اسلئے کہ اس میں بھی احتمال مجاز قائم ہے اور وَارْكَعُوْا بھی ظنی ہو۔ کیونکہ رکوع بمعنے اِنحنا ہے۔ اس میں احتمال ہے کہ کسی طرح کا انحنا ہو۔ اور کسیطرف ہو۔ اور محتمل کہ بمعنی مجازی ہو۔ اور وَاسْجُدُوْا بھی ظنی ہو۔ کیونکہ سجدہ کے معنے وضع الجبهة علے الارض ہیں۔ اسمیں احتمال ہے کہ وضو سے ہو یا بغیر وضو ہو۔ قبلہ کیطرف ہو یا جنوب وشمال کیطرف۔ اور احتمال ہے کہ بمعنی مجازی ہو۔ اور اٰمَنُوْا بھی ظنی ہو کیونکہ ایمان بمعنی گرویدن یعنی مان لینا ہے۔ اسمیں احتمال ہے کہ صرف زبانی ہو۔ اور جائز ہے کہ بمعنی مجازی ہو وغیرہ وغیرہ۔ خاص خاص احکام کا ذکر کیوں کیا جاوے۔ بلکہ چاہیئے کہ بہ تجویز صاحب رسالہ کے کوئی حکم قرآنی اور نبوی قطعی نہ ہو۔ کیونکہ مجرد احتمال وہمی تو ہر ایک میں پیدا ہو سکتا ہے۔ نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوۃ وغیرہ احکامات سب کو ظنی کہنا چاہیئے۔ قطعی کا نام ونشان ہی نہ رہا۔ الغرض ایسے ایسے احتمالات وہمیہ تو ہر ایک حکم میں موجود ہیں۔ پھر چاہیے کہ کوئی حکم قطعی نہ ہو وہو ظاہر البطلان۔

Marfat.com

پس تمام حکم اپنے افراد کو قطعاً اور یقیناً شامل ہے۔ اور متناول ہے۔ جبتک کہ کسی
قطعی دلیل سے مخصوص نہو ہوئی۔ اوسکی تخصیص خبر واحد سے۔ جو ظنی ہے جائز نہیں
اسلئے کہ جسکو قطعی متناول قطعاً اور یقیناً ہے اوسکا ابطال ظنی سے کب جائز ہے
اور طرفہ یہ ہے کہ لاصلوۃ الا بفاتحۃ الکتاب میں احتمال نفی فضیلت اور
اجزا کا ناشی از دلیل موجود و قایم ہے۔ پھر اسکو تو بلا وغدغہ قطعی مثبت فرضیت مان
لیا۔ ظنیت نے یہاں کچھہ اثر ہی پیدا نکیا۔ اس تفصیلی جواب سے صاحب رسالہ
کی آیندہ جواب بھی بہت سے رد ہو گئے فاحفظہ فانہ ینفعک علاوہ اسکے مشرق
میں پڑھی۔ تو مغرب والونکو سننا اور چپ رہنا کہنا مقتضے فاستمعوا کا اسکی
رد کے لئے کافی ہے کیونکہ فاستمعوا کا مقتضی۔ مقتضی ہے۔ کہ چپ رہنا اون
لوگونکے لئے ضروری ہے۔ جو کہ استماع کر سکیں۔ مشرق میں پڑھنے سے مغرب والے
استماع نہین کر سکتے صاحب رسالہ نے فاستمعوا کے لفظ کیطرف خیال
نفرما کے مونہہ آئی بات کہدے۔ گو کہ لفظ مقتضی ہو یا نہو **قولہ** آیت عام ہے
اور عام کی تخصیص سنت ثابتہ سے صحابہ کرام نے جائز رکھی ہے **اقول** سنت ثابتہ
یعنی قطعیہ مشہورہ اور متواترہ سے صحابہ کرام نے تخصیص جائز رکھی ہے۔ وھذا ھو
مذھب اصحابنا الحنفیۃ الکرام۔ اور سنت ظنیہ سے جائز نہیں فلا یضرنا
ھذا المقال **قولہ** تخصیص خبر واحد سے صحابہ کا معمول تہا **اقول** جن صحابہ
نے خبر واحد سے تخصیص جائز رکھی ہے۔ اوسکا نام او وہ حدیث بیان میں لائی
حتی نزاعا۔ اور جناب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے جو حدیث نحن معاشر الانبیاء
لا نورث ما ترکناہ فھو صدقۃ سے استدلال فرمایا۔ اول تو یہ حدیث خبر واحد
ہی نہیں کما تحقیقہ۔ دوم اگر فرضنا تسلیم کریں تو اوس کی قطعیت فوق التواتر خلیفہ
اول رضی اللہ عنہ کے نزدیک ہے۔ لانہ سمع مشافہۃ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

دیکھو بحر العلوم فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت میں لکھتے ہیں ولو سلم العموم فلیس ھذا من الباب فی شیء فان تخصیص خلیفۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما کان لانہ کان قاطعاً عندہ مثل قطعیۃ الکتاب فانہ سمع مشافھۃ فالقطع فیہ فوق القطع من المتواتر ومن ھھنا ظھر لك ان ماجرح بہ الخبیث النصیر الطوسی فی شان **صدیق الاکبر** انہ خصص الکتاب بخبر الواحد۔ لمن غایۃ حماقتہ وبلادتہ وجھلہ عصمنا اللہ ولسائر المسلمین عنہ۔ واما تخصیص غیرھم فلانہ کان مقطوعاً عندھم المرتبۃ الخ انتھی وقد مر فیما مر **قولہ** جمہور اہل اسلام نے عام کی تخصیص کو جائز کہا ہے **اقول** جواز تخصیص عام میں تو کلام ہی نہیں۔ کلام تو تخصیص العام بخبر الواحد میں ہے سو اوسکا یہاں ذکر ہی نہین **قولہ** امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک عام کی تخصیص خبر واحد سے جائز الخ **اقول** اسکا جواب فاقرؤا ما تیسر کے جوابوں میں گزر چکا ہے فلینظرہ ثمہ اور جہاں انکی دلائل مذکور ہیں وہاں اون کی جواب بھی مسطور ہیں **قولہ** نواں جواب **اقول** اسکا جواب چوتھی جواب میں مذکور ہو چکا ہے۔ تکرار موجب طوالت کلام ہے اوسی کو ملاحظہ کریں۔ **قولہ** دسواں جواب قولہ تعالیٰ میں اتنک کسینی منع نہیں کیا **اقول** نمبر ۱۰ ۱۱ ۱۲ ۱۳ ۱۴ تک ان سب کا بلکہ اس سے ماقبل کے بہت جوابوں کا مطلب ایک ہی ہے۔ صرف گنتی ہی بڑہائی گئی ہے۔ کما لا یخفی علے الناظر سو انکا جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ تخصیص مصطلح نہیں تاکہ مورث ظنیت عام ہو کیونکہ تخصیص عام مصطلح تو قصر العام علے بعض مسمیاتہ بکلام مستقل موصول کو کہتے ہیں۔ سو اگر تخصیص بکلام نہو۔ یا بکلام ہو۔ اور مستقل نہو۔ یا بکلام مستقل ہو۔ اور موصول نہو۔

یہ سب اقسام تخصیص مصطلح کے نہیں۔ اور نہ ان تحقیقات سے عام ظنی ہوتا ہے
ورنہ اللہ خالق کل شئ ولله على الناس حج البيت من استطاع اليه سبيلا
مخصوص البعض ہیں کہ انا نعلم فی الاول قطعا انه ليس خالق لنفسه وفی الثانی
انه ليس بمتناول للصبي والمجنون پھر ظنی ہوں وکذلک **قوله تعالى**
اذا نودی للصلوٰة من یوم الجمعة الآیۃ ونظائرها بھی مخصوص البعض ہیں
لخروج الصبي والمجنون ظنی ہوں **قال صاحب التلويح** لا يتوهم ان
خطابات الشرع التي خص منها الصبي والمجنون بالعقل دليل فيه شبهة
كالخطابات الواردة بالفرائض فانه يكفر جاحدها اجماعا مع كونها مخصوصة
عقلاً۔ فان التخصيص بالعقل لا يورث شبهة۔ فان كل ما يوجب العقل
تخصيصه يخص والا فلا انتهى۔ پس ثابت ہوا کہ ایسی ایسی تحقیقات سے عام
مخصوص البعض مصطلح (یعنی الذی تمکن فیه شبهة) نہیں ہوتا اور نہ یہ
تحقیقات مورث شبہ کے عام میں ہیں فكيف يجوز تخصيصه بالخبر
الواحد الذی هو ظنی كما مر فيما سبق **قوله** پندرہواں سولہواں جواب
اقول ان ہر دو جواب کا حاصل یہ ہے۔ کہ فاتحۃ الکتاب کی حدیث قراءۃ الامام
کی حدیث سے کم نہیں۔ اور یہ حدیث متواتر ہے۔ سو ان دونوں امر کا جواب مفصل فاقرؤا
ما تیسر من القرآن میں گزر چکا ہے فلينظر الطالب ثمه **قوله** ستارہواں جواب
آیت کے شان نزول میں اختلاف ہے الی قوله تو یہ آیت محتملہ حجت قطعیہ ہونے کے
قابل نہیں **اقول** اختلاف شان نزول مستلزم ظنیت آیۃ کا نہیں۔ اگر اختلاف
مستلزم ظنیت کا ہو تو بڑا حصہ قرآن کریم کا ظنی ہو کما لا یخفی علی من یعلم اسباب
النزول چنانچہ نظیراً بعض آیات واسطے ملاحظہ کے حوالہ قلم ہوتی ہیں **قال عز**
من قائل انما جزاء الذين يحاربون الله ورسوله الآية قد اختلف

الناس فی سبب نزول هذه الآیة فذهب الجمهور الی انها نزلت فی العرنیین وقال مالک والشافعی وابو ثور واصحاب الرای انها نزلت فیمن خرج من المسلمین بقطع الطریق والسعی فی الارض **نیل المرام** اخرج الشیخان عن المسیب قال لما حضر اباطالب الوفاة (وذکر القصة) فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لاستغفرن لک مالم انه عنک فنزلت ما کان للنبی والذین امنوا ان یستغفروا للمشرکین الآیة **واخرج الترمذی** وحسنه عن علی رضی اللہ عنه قال سمعت رجلا یستغفر لابویه وهما مشرکان۔ فقلت أتستغفر لابویک وهما مشرکان۔ فقال استغفر ابراهیم علیه السلام لابیه وهو مشرک فذکرت ذلک لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فنزلت واخرج الحاکم وغیره عن ابن مسعود خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوما الی المقابر فجلس الی قبر منها۔ فناجاه طویلا ثم بکی فقال ان القبر الذی جلست انه قبر امی وانی استاذنت ربی فی الدعاء لها فلم یاذن لی فانزل علی۔ ما کان للنبی والذین امنوا ان یستغفروا للمشرکین الآیه **اتقان** ص ۳۷ اور آیۃ فاینما تولوا فثم وجه اللہ کے شان نزول میں بھی اختلاف ہے **ما اخرجه** ابن جریر وابن ابی حاتم میں کچھ ہے۔ اور **ما اخرجه الحاکم** وغیرہ میں کچھ اور ہے۔ دیکھو اتقان صفحہ ۲۵ **روی** انه علیه السلام قال کنت بحراء فنودیت فنظرت عن یمینی وشمالی الی آخر ما قال فنزل جبریل وقال یایها المدثر قم فانذر وربک فکبر وثیابک فطهر وقیل تاذی من قریش فیعطی بثوبه متفکرا او کان نائما متدثرا فنزلت دیکھو **بیضاوی** صفحہ ۳۹۵ تو اسمیں بھی اختلاف ہے سورہ والضحی کے شان نزول میں بھی اختلاف ہے **ما اخرجه الشیخان** میں کچھ اور ہے اور **ما اخرجه الطبرانی** اور ابن شیبہ میں کچھ

Marfat.com

اور ہے۔ دیکھو اتقان ص ۲۵ اور بیضاوی اور فاتحۃ الکتاب کے
شان نزول میں بھی بڑا اختلاف ہے۔ اکثر کا قول یہہ ہے۔ کہ سب سے اول بھی
نازل ہوئی ہے۔ اور ابن عباسؓ کہتے ہیں۔ کہ اول اقرأ نازل ہوئی ہے۔ اور
بعض کا قول یہ ہے کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اول نازل ہوئی ہے۔ وقیل یا ایہا المدثر
اور بعض کہتے ہیں سورۂ فاتحہ مکی ہے۔ اور بعض کا قول ہے کہ مدنی ہے۔ اور بعض
کا قول ہے کہ دوبارہ نازل ہوئی ایکدفعہ مکہ میں اور دفعہ دوم مدینہ میں۔ اور بعض کا
قول ہے کہ نصف مکہ میں اور نصف مدینہ میں نازل ہوئی دیکھو اتقان وعلیٰ ہذا القیاس
بہت آیات احکامی وغیرہا کی شان نزول میں مفسرین کا اختلاف ہے۔ اگر
اختلاف موجب عدم حجت ہے۔ تو بہت آیات قرآنی قابل حجت نہیں رہتیں

قولہ استماع اور انصات آہستہ قرات کا مانع نہیں **اقول** مستعینا باللہ
اولاً اس آیۃ کریمہ میں باری تعالے نے حکم قرات کے بعد فَاسْتَمِعُوْا۔ فرمایا۔
استماع مع القرات سرّیہ بنظر ظاہر جونکہ ممکن تہا۔ یعنے ہوسکتا ہے کہ کوئی شخص
قرآن کریم سنتا بھی ہے اور سرّا کچھہ پڑہتا بھی ہے۔ اس لئے دفعاً لذلک اس کے
بعد وَاَنْصِتُوْا فرمایا۔ کہ ایسا مت کرو بلکہ جب قرآن کریم پڑہا جاوے تو سنو۔ اور چپکے
رہو۔ کچھہ نہ پڑہو۔ اگر آیۃ کریمہ کو اون معنوں پر حمل کیا جاوے جس پر **صاحب رسالہ** نے
حمل کیا ہے تو وانصتوا کا سوا تکرار بیفائدہ کے کوئی فائدہ معتد بہا نہیں رہتا و کلام
الباری **عزّ مجدہ** علو عن ذلک علواً کبیرًا۔ فثبت ان ذلک المحمل غیر سدید
اور انصات آہستہ قرات کا مانع ہے **انتباہ** یہ جواب تسلیم اتحاد معنی
پر مبنی ہے۔ والا بینہما فرق وسیا تے۔ **ثانیاً** علامہ ابن الہمام نے کہا ہے۔
الانصات عدم التکلم انتہی۔ جب انصات کے معنی عدم التکلم کے ہوئی۔ تو قرأۃ
سرًّا کو کوئی عدم التکلم نہیں کہتا۔ کیونکہ کوئی اہل المحاورہ نہیں کہیگا۔ کہ تکلم زید ثم انصت

Marfat.com

کے معنی یہہ ہیں۔ کہ زید بعد کلام کے چپکا تو ہو گیا الا اسرًا وہ ضرور کلام کرتا ہی ہا

ثالثاً قال الرازی کے الانصات السکوت والاستماع یقال نصت وانصت و
انتصت بمعنی انتہی۔ یعنی انصتوا کا مدلول مطابقی سکوت اور استماع ہے۔ اور مقتضا
اوسکا یہ دونوں امر ہیں ایک نہیں۔ تو معنی آیت کے یہہ ہوئے۔ کہ جب کوئی شخص
قران کریم پڑہے۔ تو سامعین پر سکوت یعنی کچھہ نہ پڑہنا اور استماع لازم ہو لینتفعوا
به ویتدبروا مافیه من الحکم والمصالح اور بقول صاحب رسالہ کے معنی
انصتوا کے یہہ ہوئے۔ کہ بوقت قراءت قرآن کا استماع لازم ہی۔ اور سکوت بمعنی
مذکور لازم نہیں۔ اول تو مقتضی انصتوا پر عمل ہے کہاں۔ دوم یہ تقسیم نہایت
عمدہ ہے کہ ایک لفظ کا نصف مدلول فرض ہی اور نصف فرض نہیں **رابعاً**
روی الخمسة الا الترمذی کے انما جعل الامام لیؤتم به فاذا کبر فکبروا
واذا قرأ فانصتوا۔ واذا رکع فارکعوا واذا قال سمع الله لمن حمده
فقولوا ربنا ولك الحمد اس حدیث میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کیفیت
اقتدا اور ائتمام کی بیان فرمائی۔ بعض امور میں امر بالمشارکت اور بعض میں امر
بالسکوت اور بعض میں جواب سُنا ارشاد فرمایا۔ واذا قرء میں فانصتوا فرمایا۔
اور یہہ نہ فرمایا کہ جب امام قراءت کرے ہے تو تم بھی آہستہ قراءت پڑہو۔ اور بعض
اخبار سے جو قراءت فاتحہ خلف الامام کا پڑہنا معلوم ہوتا ہے اونکا جواب ہو چکا ہے
پس انصتوا کو حمل قراءت سریہ پر کرنا خلاف تقسیم حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہے
فلا یعتد به **خامساً** حدیث شریف میں سکت ہنیئة کا لفظ واقع ہے
وانصت ہنیئة کا لفظ واقع نہیں۔ پس ثابت ہوا کہ قراءت سریہ مع السکوت مجامع
ہو اور مع الانصات مجامع نہو کہ الانصات السکوت والاستماع معًا۔ لا
السکوت فقط فیکون قیاس السکوت علی الانصات مع الفارق **سادساً**

Marfat.com

حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ میں سکوت بین الجہرین ہے۔ یعنے حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے جب اللہ اکبر جہراً فرمایا۔ اور پھر قرارت بھی جہراً پڑہے
اور دونوں کے درمیان تھوڑا سا سکوت فرمایا۔ تو ابوھریرہ رضی اللہ عنہ نے
کہا بابی انت وامی کیا آپ اس سکوت میں کچھہ آہستہ پڑہتے ہیں۔ تو آپنے فرمایا
کہ ہاں۔ میں یہ دعا آہستہ پڑہتا ہوں۔ پس جائز ہے کہ سکوت بین الجہرین میں قرارت
سریہ مجامع ہو۔ اور آیت میں یہ بات کہاں ہے فافترقا **سابعًا** یہ دعا
بلا معارض ہے۔ اور قرارت مقتدی کے معارض قران اور احادیث صحیحہ موجود ہیں
فلا یُقاس علیہا **ثامنًا**۔ سکتہ بین التکبیر والقرارت ہیں چونکہ دعا حضرت ؐ
سے ثابت ہے تو جائز ہے کہ یہ امر مخصوص سے آمحل کے لئے ہو۔ عام نہو۔ فلا یجاوز
غیرہ **تاسعًا** روی عن ابی بن کعب انہ لما نزلت ھذہ الایۃ رای اذا
قرء القران) ترکوا القراءۃ خلف الامام یہ قرینہ صریحہ ہے کہ صحابہ کرام رضؓ نے با
وصف حصول برکات صحبت نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم اور کمال محاورہ دانی کے
انصتوا سے ترک القراءۃ مطلقا سمجھا۔ نہ سکوت مع القراءۃ جیسا کہ صاحب رسالہ فرماتی
ہیں فاین ھذا من ذلک **عاشرًا** انہ تعالی امر اولا بالاستماع واشتغالہ
بالقرآءۃ یمنعہ من الاستماع۔ لان السماع غیر۔ والاستماع غیر۔ فالاستماع
عبارۃ عن کونہ بحیث یحیط بذلک الکلام المسموع علی الوجہ الکامل
کما قال اللہ تعالی لموسی علیہ السلام وانا اخترتک فاستمع لما یوحی واذا
ثبت ھذا وظھران الاشتغال بالقراءۃ مما یمنع من الاستماع۔ علمنا ان الامر
بالاستماع یفید النھی عن القرآءۃ مطلقا انتھی تفسیر کبیر **لحادی**
عشر علی سبیل التنزل ہم کہتے ہیں۔ کہ امتناع قرارت خلف الامام در جہریہ۔ آیت
آیت سے ثابت ہے اور سریہ کا امتناع اور احادیث وآثار سے جو کہ مذکور ہو چکی ہیں۔ منہ من

Marfat.com

اور ثابت ہو فالمقصود حاصل **قولہ** زیلعی نے عمرو بن عمرو سے نقل کر کے کہا ہے
کہ یہ حدیث سلیمان سے اشہر ہے **اقول** صاحب رسالہ نے زیلعی کی پوری عبارت
نقل نہیں کی۔ اشہر کے ماقبل زیلعی کی عبارت یہ ہے ورواہ ابن ماجہ فی سننہ
بسند ابی داؤد قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واذا قرء الامام فانصتوا
فاذا کان عند القعدۃ فلیکن اول ذکر احدکم التشہد انتہی **واخرجہ**
البزار فی مسندہ کذلک وقال لا نعلم احدا قال فیہ فاذا قرء فانصتوا الا سلیمان
التیمی الا ما حدثناہ محمد بن یحیی القطیعی حدثنا سالم بن نوح عن عمرو بن
عامر عن قتادۃ عن یونس بن جبیر عن حطان بن عبد اللہ عن ابی موسی
عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم بنحو حدیث سلیمان التیمی واذا قرء فانصتوا انتہی
وبہذہ السند رواہ ابن عدی فی الکامل عن سالم ابن نوح العطار عن عمرو
بن عامر وسعید بن ابی عروبۃ عن قتادۃ بہ ولم یعلہ وانما قال وہذا
الحدیث بسلیمان التیمی اشہر من عمرو ابن عامر وابن عروبۃ انتہی۔ اس
عبارت سے تین باتیں حاصل ہوئیں (۱) لفظ اشہر کا زیلعی کا مقولہ نہیں
بلکہ ابن عدی کا مقولہ ہے (۲) ابن عدی نے اس حدیث میں کوئی علت بیان
نہیں کی ہاں یہ کہا ہے کہ یہ روایت بہ نسبت اور رواۃ کی سلیمان سے اشہر ہے۔
(۳) بزار اور ابن عدی کے بیان سے صاف ظاہر ہے کہ راوی اس حدیث کا فقط
سلیمان تیمی ہی نہیں۔ بلکہ اس کے راوی اور بھی ہیں **قولہ** عینی نے
کہا ہے۔ اس لفظ کے خطا ہونے پر حافظوں کا اجماع ہی اون میں سے۔ ابوداؤد
ابن حاتم۔ ابن معین۔ حاکم۔ دارقطنی۔ ہیں **اقول** اس نقل میں
صاحب رسالہ نے سخت جسارت اور دلیری کی ہے۔ کہ عینی کی کلام کو محرفانہ بیان
فرمایا۔ دیکھو عینی شرح ہدایہ کے صفحہ ۱۱۷ میں بعد قیل وقال کے یہ عبارت لکھتا ہے

Marfat.com

فان قلت قال البیہقی فی المعرفۃ بعد ان روی حدیث ابی ھریرۃ وابی موسی قد اجمع الحفاظ علی خطاء ھذہ اللفظۃ فی حدیث ابوداؤد وابن حاتم وابن معین الحاکم والدارقطنی وقالوا انہا لیست بمحفوظۃ۔ قلت یردہ ھذا کلہ ما یوجد فی بعض نسخ مسلم ھذہ الزیادۃ عقیب ھذا الحدیث وصحح ابن خزیمہ حدیث ابن غیلان المذکور فیہ تلک الزیادۃ وقال مسلم ھو صحیح عندی یعنی حدیث الذی رواہ ابو ھریرۃ وفیہ الزیادۃ المذکورۃ فقیل لہ لم لم تضعہ ھھنا فقال لیس کل شیٔ عندی صحیح وضعتہ ھھنا۔ انما وضعت ھہنا ما اجمعوا علیہ ھذا مسلم جبل من جبال ائمۃ الحدیث واھل النقل قد حکم بصحۃ ھذا الحدیث ورد بھذا الکلام البیہقی وامثالہ انتھی۔ اب ناظرین منصفانہ نظر کریں۔ اور انصاف سے کہیں کہ عینی کی کلام کو کچھ بھی نسبت صاحب رسالہ کی کلام سے ہے **قولہ** ابو خالد کا اس زیادتے میں کوئی تابع نہیں قال الزیلعی وقال (ابوداؤد) وھذہ الزیادۃ واذا قرأ فانصتوا لیست بمحفوظۃ والوھم عندنا من ابی خالد انتھی۔ وتعقبہ المنذری فی مختصرہ فقال وھذا فیہ نظر فان اباخالد الاحمر ھذا ھو سلیمان بن حیان وھو من الثقات الذین احتج بھم البخاری ومسلم ومع ھذا فلم یتفرد بھذہ الزیادۃ بل تابعہ علیھا ابو سعید محمد بن سعد الانصاری الاشھلی المدنی نزیل بغداد وقد سمع من ابن عجلان وھو ثقۃ وثقۃ النسائی وابن معین وغیرھم **وقد** اخرج مسلم ھذہ الزیادۃ فی صحیحہ فی حدیث ابی موسی الاشعری من حدیث سلیمان التیمی عن قتادۃ انتھی۔ اور محمد بن سعد الانصاری کی حدیث نسائی نے اپنی سنن میں بیان کی ہے۔ دیکھو نسائی صفحہ ۱۵۲ **واخرجہ** الدارقطنی فی سننہ ایضاً ذکرہ الزیلعی وکسلیمان التیمی متابعان اخران غیر محمد بن سعد

Marfat.com

اخرج الدارقطنی فی سننه حدیثهما وضعفهما - احدهما اسمعیل بن ابان والآخر
محمد بن میسر ابی سعد ذکرہ الزیلعی اس کلام سے صاف ظاہر ہے کہ ابوخالد اس حدیث
میں متفرد نہیں - جیسا کہ صاحب رسالہ فرماتے ہیں - بلکہ اوس کے تابع کتنی ہی ہیں -
کما سمعت مما ذکرنا - فاندفع به قول من قال انه متفرد ولم یتابعه احد **قوله**
مسلم نے بھی یہہ بات لکھی ہے کہ یہ حدیث مجمع علیہ نہیں **اقول** مسلم رحمہ اللہ علیہ نے
غیر مجمع علیہ ہونا حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان فرمایا ہے - نہ حدیث سلیمان کا
جیسا کہ صاحب رسالہ سے ظاہر ہوتا ہے - مسلم کے ص ۱۷۴ میں لکھا ہے قال ابواسحاق
قال ابوبکر بن اخت ابی نضر فی هذا الحدیث - فقال مسلم ترید احفظ من
سلیمان - فقال له ابوبکر فحدیث ابی هریرة فقال هو صحیح عندی یعنی
واذا قرء فانصتوا فقال لم لم تضعه ههنا قال لیس کل شیء عندی صحیح
وضعتها ههنا انما وضعت ههنا ما اجمعوا علیه - انتهی - اور اس حدیث کی شرح
میں جو کچھہ نووی رحمہ اللہ علیہ نے لکھا ہے اوس سے بھی یہی بات ظاہر کیا بلکہ اظہر ہے
بلکہ نووی رحمہ اللہ علیہ نے مقدمہ صحیح مسلم میں اس حدیث ابی ہریرہؓ کو خاص
لا کر گفتگو کی ہے - دیکھو صفحہ ۵ سطر ۲۰ **قوله** حقیقی جواب کا خلاصہ یہہ ہے
کہ یہ حدیث احادیث حکم قراءۃ فاتحۃ الکتاب کے خلاف نہیں **اقول** اس حدیث
(واذا قرأ فانصتوا) کا مضمون یہی ہے کہ جب امام قراءت پڑہے - تو تم سنو - اور کچھہ نہ پڑہو
اور حدیث فاتحہ کا یہہ مطلب ہے کہ جب امام قراءۃ پڑہے تو تم چپکے مت رہو اور فاتحۃ
الکتاب پڑہو - اب یہ اور وہ باہم متعارض ہوئیں - کیونکہ تعارض کی تعریف علماء
اصول کے نزدیک یہہ ہے - التعارض فی الاصطلاح تقابل الدلیلین علی سبیل
الممانعة فثبت انهما متعارضان وفی المسلم وشرحه وحکمه ای التعارض
النسخ ان علم المتقدم والمتاخر والا فالترجیح ان امکن ویعمل بالراجح لان ترک

Marfat.com

الراجح خلاف المعقول والاجماع والا فالجمع بقدر الامكان انتهى وفي موضع
آخر ان قيل الاعمال بالدليلين اولى من الاهمال باحدهما فيقدم الجمع الذى
فيه اعمال الدليلين على الترجيح الذي فيه اهمال بالمرجوح قلنا تقديم الراجح
على المرجوح هو المعقول وعليه انعقد الاجماع فاولوية الاعمال انما هو اذا لم
يكن اهمال مرجوحا۔ والترقيه ان المرجوح عند مقابلة الراجح ليس دليلا
فليس في اهماله اهمال الدليل انتهى **مسلم الثبوت** اور اوسکی شرح سے یہ بات ثابت
ہوئی کہ جب دو دلیلیں باہم متعارض ہوں تو عمل بالراجح کرنا چاہیئے۔ پس ظاہر ہی
کہ حدیث سلیمان تیمی کی بوجوہات راجح ہے۔ حدیث عبادہ سے (۱) اس لئے کہ
اس کے مؤید قرآن کریم ہے (۲) اسواسطے کہ حدیث من کان له امام الحدیث متواتر یہی
کی ہے۔ (۳) اسی لئے کہ جملہ استثنائیہ (الا بام القرآن) حدیث عبادہ کا محفوظ
نہیں قال محقق الفن ابن المعین الجملة استثنائیة اسناده لیس بذاك (۴)
اس لئے کہ دوسری حدیث عبادہ کی جو اس حدیث کے معارض ہے اسکو ضعیف کرتی ہے
وقد عرفیما مر وغیر ذلك من الترجیح التی ذکرنا ها قبل ذلك فتذکرها
پس ثابت ہوا کہ صاحب رسالہ کا یہ فرمانا کہ یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں
خلاف ہے۔ وتقدیم الجمع على الترجیح خلاف الاصول والمعقول والاجماع
على ما ذکر **محب الله** بحر العلوم۔ صاحب المسلم والفواتح **قوله** خاص
مقابل کے ساتھ تخصیص کرنا انتخصیص **اقول** اصول کی کتابوں میں
میں اوسکی تصریح کی گئی ہے اسطرح ہے [illegible]
حمل على المقارنة۔ فعند الشافعی رحمه الله یخص العام بالخاص لانه ظنی والخاص
قطعی فلا یثبت حکم التعارض وعندنا یثبت حکم التعارض فی القدر الذی تناوله
الخاص والعام جمیعا لا فی القدر الذی تفرد العام بتناوله فان حکمه ثابت

Marfat.com

بلا معارض وسیجئی حکم تعارض النصین عند الجهل بالتاریخ انتہی ما فی التوضیح والتلویح باختصار و التقاط **حاصل مدلول** اس مسئلہ کا یہ ہے۔ کہ جب عام و خاص باہم متعارض ہوں اور تاریخ مجہول ہو۔ تو اون دونوں کو مقارنت پر حمل کیا جاوے تو بعد الحمل عند الشافعیہ خاص مخصص عام کا ہوگا۔ اور حنفیہ کے نزدیک جس مقدار کو عام و خاص متناول ہیں۔ اوس مقدار میں ہر دو متعارض ہونگے۔ اور حکم متعارضین کا اسکی ماقبل کے قول میں گزر چکا ہے۔ پس ما نحن فیہ میں جبکہ خاص و عام متعارض ہیں تو عمل بالراجح واجب ہوا لان المرجوح فی حکم العدم پس ثابت ہوا کہ تخصیص بالمقارن شافعیہ کا قول ہی۔ نہ جملہ متاخرین اہل اصول کا **قولہ** اور اسمیں بن عبادہ ہی خاص اور عام کا راوی ہے **اقول** عام قاعدہ ہے کہ جب عام و خاص باہم متعارض ہوں تو اونکو مقارنت پر حمل کیا جاوے خصوصیت واحد ہونے راوی کے قاعدہ کا مقتضی نہیں کیونکہ جب راوی واحد نہو تو کیا حمل علی المقارنۃ نہوگا۔ پس یہ کہنا کہ ہر دو کا راوی عبادہ ہے لیس لہ فائدۃ معتد بہا **قولہ** پہلا جواب الی قولہ لارساله وانقطاعه **اقول** بخاری علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ حدیث قرآءۃ الامام له قرآءۃ کسی اہل حدیث کے نزدیک ثابت نہیں۔ مرسل اور منقطع ہے اسکا متصل ہونا ثابت نہیں۔ سو یہ بخاری رحمہ اللہ کا محض ادعا ہے۔ اسلئے کہ اس حدیث کا ثبوت و اتصال باحسن وجوہ ثابت ہے۔ **قال محمد** اخبرنا ابو حنیفۃ قال حدثنا ابو الحسن موسی بن ابی عائشۃ عن عبد اللہ بن شداد بن الہاد عن جابر بن عبد اللہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ من قال من صلی خلف الامام فان قرآءۃ الامام له قرآءۃ اور رواۃ اس حدیث کے کلہم ثقات ہیں **قال العینی** اما ابو حنیفہ فابو حنیفۃ وابو الحسن موسی بن عائشۃ الکوفی من الثقات الاثبات ومن رجال الصحیحین و عبد اللہ بن شداد من کبار التابعین وثقاتہم۔ انتہی۔ اور ابن الہمام نے

Marfat.com

فتح القدیر میں لکھا ہے **وقولہم** ان الحفاظ الذین عدوہم لم یرفعوہ غیر صحیح قال احمد بن منیع فی مسندہ اخبرنا اسحاق الازرق **حدثنا** سفیان و شریک عن موسی بن ابی عائشۃ عن عبد اللہ بن شداد عن جابر رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من کان لہ امام الحدیث **وقال** وحدثنا جریر عن موسی بن ابی عائشۃ عن عبد اللہ بن شداد عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فذکرہ ولم یذکر عن جابر **ورواہ** عبد الحمید حدثنا ابو نعیم حدثنا الحسن بن صالح عن ابی الزبیر عن جابر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فذکرہ۔ واسناد حدیث جابر الاول صحیح علی شرط الشیخین۔ والثانی علی شرط مسلم۔ فھؤلاء سفیان و شریک وجریر وابو الزبیر رفعوہ بطریق الصحیحۃ فبطل عدھم فیمن لم یرفعہ انتھی۔ **الحاصل** یہ حدیث بہت طرق سے مروی ہے۔ ابن الہمام اور طحاوی وغیرہ نے بخوبی بیان کئے ہیں۔ نقول عبارات موجب طوالت کلام ہے الا مقام پر اعلم العلماء مولوی **عبد الحی** صاحب لکھنوی الحنفی علیہ رحمۃ اللہ القوی الوفی کی کلام پر اکتفا کرتا ہوں و ھذا کلامہ **وتلخص** منہ ان بعض طرقہ صحیحۃ او حسنۃ لیس فیہ شئ یوجب القدح عند التحقیق وبعضھا صحیحۃ مرسلۃ وان لم تصح مسندۃ والمراسیل مقبولۃ وبعضھا ضعیفۃ ینجبر ضعفھا بضم بعضھا الی بعض وبہ ظہر ان قول الحافظ ابن حجر فی تخریج احادیث الرافعی ان طرقہ کلھا معلولۃ لیس علی ما ینبغی۔ وکذا قول البخاری فی رسالۃ القراءۃ خلف الامام انہ خبر لم یثبت عند اھل العلم من اھل الحجاز والعراق لارسالہ وانقطاعہ **اما** ارسالہ فرواہ عبد اللہ بن شداد عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم واما انقطاعہ فرواہ الحسن بن صالح عن جابر عن ابی الزبیر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولا یدری

اسمع جابر عن ابی الزبیر ام لا- انتہی- لا یخلو عن خدشات واضحۃ انتہی- کلام الفاضل اللکھنوی- اس کلام سے ظاہر ہے کہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی کلام میں بہت خدشے ہیں- پھر باوصف موجودگی خدشات کے بخاری علیہ الرحمۃ کا فرمانا کب حجت ہو سکتا ہے **قولہ** حافظ نے کہا ہے جابر کی حدیث اوس کے کئے طرق ہیں صحابہ سے- اور سبھی روایتیں معلول ہیں **اقول** یہ بھی ادعا صرف ہی دیکھو اسکے طرق صحیحہ موجود ہیں کما مر فیما مر اسلئے فاضل لکھنوی مولینا عبد الحی صاحب نے فرمایا ہے- کہ حافظ کی کلام علے ماینبغی نہیں- **قولہ** فتح الباری میں لکھا ہے الی قولہ تعارض نہیں ہے ا **اقول** صاحب فتح الباری کے دعوا کا حال بھی ابن الہمام اور کلام فاضل لکھنوی سی کھلگیا- کہ یہ قول بھی بلا تحقیق ہے- جبکہ اسکے طرق صحیحہ یا حسنہ موجود ہیں- تو پھر کیا وجہ کہ جملہ حفاظ کے نزدیک ضعیف ہے- **ہاں** البتہ جو اس کے طرق ضعیف ہیں وہ حفاظ کے نزدیک ضعیف ہیں- نہ کہ صحیحہ بھی ضعیف ہیں- اور عام و خاص کے تعارض کا مسئلہ پہلے بیان ہو چکا ہے- فلا نعیدہٗ **قولہ** امام کی ولایت تمام قرارت میں سوا فاتحہ کے مسلّم ہے **اقول** رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم نے تو اس ولایت کو ان الفاظ سے بیان فرمایا ہے- واذا قرأ فانصتوا یعنے جب کہ امام قرارت پڑہی تو تم چپکے ہو اور سنو- اور قرأۃ فاتحہ وماسوا فاتحہ کو شامل ہے پھر اس ولایت عامہ کی تخصیص مقتضائے کلام شریف کا نہیں- اور فاتحہ کی حدیث کو منفرد پر کیوں نہ حمل کیا جاوی جیسا کہ حضرت جابر صحابی جلیل القدر اور سفیان نے حمل کیا ہے **قولہ** اس اجتماع کی ممانعت شرع میں کوئی ثابت نہیں **اقول**

اخرج محمد عن ابی حنیفۃ اخبرنا ابو الحسن موسی بن عائشۃ عن عبد اللہ بن شداد عن جابر بن عبد اللہ قال صلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ورجل خلفہ یقرأ

Marfat.com

فجعل رجل من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ینھاہ عن القراءۃ فی
الصلوٰۃ۔ فلما انصرف عن الصلوٰۃ اقبل علیہ الرجل فقال اتنھانی عن القراءۃ
خلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتنازعا حتی ذکر ذلک للنبی صلی اللہ علیہ
وسلم فقال علیہ السلام من صلی خلف الامام فان قراءۃ الامام لہ قراءۃ انتھی
ذکرہ ابن الھمام۔ یہ ممانعت نہیں تو اور کیا ہے۔ الا۔ لانسلم کی تو کوئی حد ہی نہیں
وذکر ابن الھمام بعد ذکر روایۃ ابی حنیفۃ۔ ھذا یفید ان اصل الحدیث ھذا
غیر ان جابرا روی منہ محل الحکم تارۃ والمجموع تارۃ ویتضمن رد
القراءۃ خلف الامام لانہ خرج تائیدا لنھی ذلک الصحابی عنھا مطلقا لاباحۃ
فعلھا وترکھا انتھی۔ اور جبکہ اس حدیث سے ممانعت ثابت ہوئی۔ تو منع کا مقدم
بر اثبات ہونا بھی ثابت ہوا **قولہ** اور قوت سند کا دعوی الی آخر ما قال فائدہ نہیں
دے سکتا۔ **اقول** ابن الھمام نے فتح القدیر میں لکھا ہے کہ یہ (قراءۃ
الامام الحدیث) حدیث اور جو کہ بعض روایات حدیث مالی انازع القرآن میں
فانکار لابد فالفاتحۃ اور عبادہ بن صامت کی حدیث جسکو ترمذی اور
ابوداؤد نے بیان کیا ہے۔ اور اس میں لاتفعلوا الا بفاتحۃ الکتاب فانہ
لاصلوٰۃ لمن لم یقرأ بھا وارد ہے۔ معارض ہوئیں (الا انہ رای قراءۃ
الامام الحدیث) یقدم لتقدم المنع علی الاطلاق عند التعارض ولقوۃ السند
فان حدیث المنع من کان لہ امام اصح۔ یعنی حدیث اول کی سند میں رافعین
محمود ہے دستور الحال ہے۔ قال فی التقریب اور حدیث عبادہ کی سند میں
جسکو ترمذی اور ابوداؤد نے روایت کیا ہے محمد بن اسحاق موجود ہے۔ اور اسکا
حال پہلے اسکے دو دفعہ مذکور ہو چکا ہے۔ جبکہ ایسا راوی جو عند الثقات متکلم فیہ
بھی روایت ترمذی اور ابوداؤد میں موجود ہے۔ تو اسکی صحت معلوم اور اصل حدیث

Marfat.com

من کان لہ امام کے رواۃ کلہم ثقات عند الحفاظ ہیں۔ حتی کہ ابن الہمام نے کہا ہے کہ حدیث اول علی شرط الشیخین ہے۔ اور دوسری علی شرط مسلم ہے۔ پس عند الموازنہ اصح ہونا حدیث من کان لہ امام۔ کا۔ بلاریب ثابت ہوا۔ اور یہ تقریر بے نظیر اور گوہر بے بہا نے علامہ ابن الہمام رحمۃ اللہ علیہ کی صرف مریدان راسخ الاعتقاد کے لئے۔ تسلی بخش اور روح افزا نہیں۔ اسلئے کہ وہ تو دوا ہے۔ اطاعت پیر روشن ضمیر سے سر نہیں اوٹھاتی۔ اور دلیل وکرامت اور خرق عادات کے طالب نہیں ہوتے۔ دیکھو حضرت صدیق الاکبر راس الصدیقین کہ بلا طلب معجزات اور رویت خرق عادات بمشیئتہ سابقہ سعادت ازلی پیران پیر جہانیان اور مقتدای عالم و عالمیان پر از صدق دل ایمان لائے۔ بلکہ منکران پیر کے توجیہ دلانے۔ اور انکی مرکوزہ کدورات و زنگ کہن سالہ دفعہ کرنے کے لئے مصقلہ اور مصفاۃ ہے کون دانش پسند اور ہوشمند ہے کہ آفتاب نصف النہار کو شام تصور کرے۔ یا لعل بدخشان کو خر مہرہ جانے اللّٰھم احفظنا من الآفات والبلیات و الکدورات **قولہ** عدم استثناء کو باطل نہیں کرتا **اقول** قبل ازین ثابت ہوچکا ہے۔ کہ حدیث من کان لہ امام متصل مرفوع بلا کلام عند الاعلام ہے۔ تو بعد استثنا موقوف ہوا بلکہ متصل مرفوع ہوا۔ پس مرفوع دلائل فاتحہ کے عموم کو اور عدم استثنا کو باطل کرسکتا ہے۔ وذلک غیر خافیۃ فالسؤال باق علی ما کان۔ **قولہ** اور ادلہ قرات فاتحہ۔ قرات پر نص ہیں **اقول** اگر وہ ادلہ نص ہیں تو ادلہ عدم قراۃ بھی صریح ہیں قال الفاضل اللکنوی وحدیث واذا قرء فانصتوا مع قولہ تعالی فاستمعوا وانصتوا۔ صریح فی منع القراءۃ خلف الامام حین قرأتہ لاخلالہ باستماع انتھی۔ اس عبارت سے واضح ہے۔ کہ منع المقتدی عن القراءۃ فقط مفہوماً ہی نہیں۔ تاکہ قاعدہ تقدیم النص علی المفہوم کا اقتضا ضروری ہو۔ بلکہ

Marfat.com

ولا مانع المقتدی عن القرأت کے صریح ہیں۔ اور صریح اپنی اغوات پر دوا تقدم
ہوتا ہے۔ دیکھو اصول **قوله** ابن عمر الی قوله فتوی آپ کے مراد کے برخلاف
ہی جیسا کہ آثار میں مذکور ہوا **اقول** ابن عمر کے فتوی کا حال تو موطا امام مالک
میں کھلا کھلا موجود ہے مالک عن نافع ان عبد اللہ بن عمر کان اذا سئل
هل یقرء احد خلف الامام۔ قال اذا صلی احدکم خلف الامام فحسبہ قراءۃ
الامام۔ واذا صلی وحدہ فلیقرأ۔ قال وکان عبد اللہ بن عمر لا یقرأ خلف
الامام انتہی اب فرمائیے کہ یہ فتوی ہے یا اور کچھ اور باقی تحقیقات اسکی انشاء اللہ تعالی
آثار میں گزارش ہوگی۔ **قوله** یہاں اکثر ترک القراءۃ کی حدیث کو مشہور مان لیا ہے
اقول اس سے ماقبل بھی مذکور ہو چکا ہے۔ کہ عینی رحمہ اللہ علیہ۔ اس حدیث
(قراءۃ الامام لہ قراءۃ) کو خبر واحد ہی کہتا ہے اور مانتا ہے۔ دیکھو عینی شرح ہدایہ
مطبوعہ نولکشوری جلد اول کے صفحہ ۱۰۷ میں یہ عبارت مرقوم ہے۔ فان قلت قوله
علیہ السلام قراءۃ الامام لہ قراءۃ معارض لقوله تعالی فاقرؤا۔ فلا یجوز
ترکہ بخبر الواحد۔ قلت جعل المقتدی قاریا بقراءۃ الامام فلا یلزم الترک
او نقول انہ خص منه المقتدی الذی ادرک الامام فی الرکوع۔ فانہ لا یجب
علیہ القراءۃ بالاجماع فیجوز الزیادۃ علیہ حینئذ بخبر الواحد انتہی اس عبارت
سے کہاں ثابت ہوتا ہے کہ اس خبر کو عینی رحمۃ اللہ علیہ خبر مشہور کہتا ہے۔ بلکہ یہ عبارۃ
صریح ہے کہ عینی رحمہ اللہ علیہ اسکو خبر واحد کہہ رہا ہے۔ پھر عینی رحمہ اللہ علیہ پر بار بار کیوں
یہ دھبہ اور اتہام لگایا جاتا ہے۔ شاید صاحب رسالہ کے پاس کوئی اور خاص عینی کی
جسمیں یہ عبارت موجود ہو۔ **ہاں** اس عبارت کے ماقبل احادیث مشہورہ کا لفظ لکھا
ہے۔ سو اوس سے مراد مشہور علی الالسنہ ہے نہ مصطلح والقرینۃ علیہ کلامہ المذکور بعدہ
یعنی فان قلت و قلت۔ اور مشہور کا اطلاق مشہور علی الالسنہ پر بھی شائع ہے حافظ

Marfat.com

ابن حجر رحمہ اللہ علیہ نخبۃ الفکر میں کہتے ہیں ثمّ المشہور یطلق علی ما
قرّر ھھنا و علی ما اشتہر علی الالسنۃ فتشتمل ماله اسناد واحد فصاعدًا
ویطلق علی مالا یوجد له اسناد واصلاً انتھی۔ پس فرمائیے کہ تقلید انصاف
کی دشمن ہی۔ یا خود رائی آنکھ بند کر دیتی ہے۔ اور خواہ مخواہ کے اعتراض پر آمادہ
کر دیتی ہے۔ **قولہ** بخاری نے جزء القراءۃ میں فرمایا ہے وقوله فانتھی
النّاس بکلام الزہری الی اخر ما قال **نووی** نے کہا ہے ھذا مما لا اختلاف
فیه بینہم **اقول** قال ابن الملک ھو من کلام ابی ھریرۃ وقال الفاضل الکھنوی
فی التعلیقات اکثر رواۃ ابن الشھاب عنه لھذا الحدیث یجعلونه من کلام
ابن الشھاب ومنہم من یجعلونه من کلام ابی ھریرۃ انتھی۔ اِس سے واضح ہے
کہ یہ امر مختلف فیه ائمہ حدیث میں ہی۔ پھر نووی رحمہ اللہ علیہ کا کہنا لا اختلاف فیه
بینہم کہاں درست ہوا۔ اور بخاری علیہ الرحمہ کا بھی اپنی مسموع کا بیان ہی جواب
اسکا بوجوہات ہی **وجہ اوّل** کلام زہری کا منافی ہونا کلام ابوہریرہ رضی
اللہ عنہ کے نہیں ہی۔ کیونکہ زہری نے کبھی اسکو مرسلًا روایت کیا ہی کما روی
الاوزاعی عن الزھری فاتعظ المسلمون بذلک فلم یکونوا یقرءون فیما
یجھر فیه رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم کما نقله الشیخ سلامۃ اللہ فی المحلّے۔
اور کبھی مرفوعًا روایت کیا ہی کما روی غیرہ من ائمۃ الحدیث اور ثقہ کبھی حدیث
مسندًا روایت کرتا ہی۔ اور کبھی مرسلًا۔ تو قائلین بالارسال نے ارسال سے گمان کیا
کہ یہ کلام زہری سے ہی فقط۔ اور بخاری وغیرہ رحمہ اللہ علیہم نے بلاواسطہ زہری سے
روایت نہیں کے تاکہ انکا قول ان ھذا من کلام الزھری۔ بیان اور نقل سند
متصل ہو اور اوزاعی کا زہری سے مرسلًا روایت کرنا دلیل اسپر نہیں۔ کہ یہ کلام زہری
کی ہی فقط۔ لما قلنا۔ اور نیز اوزاعی نے زہری سے اسطرح روایت نہیں کیا۔ کچھ

Marfat.com

قطعہ حدیث کا زہری کلام ہے - ابوہریرہ کی کلام نہیں - بل اتصال نظم الکلام
کما وقع فی مرویات ائمۃ الحدیث عن ابی ھریرۃ ینادی علی انہ من کلام
ابی ھریرۃ - لا من کلام الزہری **وجہ دوم** اگر ہم تسلیم کریں کہ کلام
زہری سی بھی ہے - توبھی ہمکو کچھ مضرت نہیں کیونکہ زہری تابعی جلیل القدر امام
ائمۃ الحدیث سے ہی - اور مرسل کا حجت ہونا فیما مر میں مبرہن ہوچکا ہے فکیف اذا
اعتضد بما ذکرنا **وجہ سوم** لشرط القبول کہ یہ قول زہری کا ہے - زہری
کا یہ قول روایت الحدیث کے قبیلہ سے نہیں - تاکہ صحت ورفع کے شرائط اوس
میں ملحوظ ہوں - بلکہ اخبار وحکایات اجماع کی بابت ہے - اور تابعی ثقہ جو امام ائمہ حدیث
سے ہے - اجماع صحابہ کو بغیر نقل طرق صحیحہ کے کب ترکوا القراءۃ کہہ سکتا ہے
وقد اعتضد بما روی ابی بن کعب وھو من فقہاء الصحابۃ لما نزلت - واذا
قرئ القرآن فانصتوا - ترکوا القراءۃ الخ اور اوس کے معتضدات اور شواہد بہت
ہیں - **حاصل کلام** - اس قول کا کلام زہری سے ہونا مختلف فیہ ائمہ
رواۃ کا ہے - اور اگر ایسا ہی ہو تو بھی یہ بات ضروری الثبوت ہے - کہ جب لوگوں
نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مالی انازع القرآن کو سنا تو فیما جہر فیہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم - میں قرات ترک کردی فھو المطلوب **قولہ** حدیث کا مدار ابن
اکیمہ لیثی پر ہے الی آخر ما قال اور حازمی نے کہا ہے **اقول** تعلیق الممجد میں
لکھا ہے - ابن اکیمہ بضم الھمزۃ وفتح الکاف مصغر اکمۃ واسمہ عمارۃ بضم المھملۃ
والتخفیف والیاء **وقیل** عمار بالفتح والتخفیف **وقیل** عمرو بفتح العین **وقیل**
عامر اللیثی ابو الولید المدنی ثقۃ مات سنۃ احدی ومائۃ قالہ الزرقانی انتہی - اور
تقریب میں ہے - عمارۃ ابن اکیمۃ اللیثی ثقۃ من الثالثۃ مات سنۃ احدی ومائۃ - ولہ
تسع وسبعون انتہی مختصرا - اور **ابوحاتم** نے کہا ہے - کہ صحیح الحدیث ہے - قالہ

Marfat.com

فی المیزان۔ ان نقول سے ظاہر ہے۔ کہ ابن اکیمہ اللیثی۔ ثقہ صحیح الحدیث۔ اور طبقہ ثالثہ سے ہی۔ اور حیات و وفات اوسکی بخوبی معلوم ہے۔ اور باصطلاح محدثین راوی مجہول الحال تین قسم پر ہی (۱) مجہول العدالت باطنا او ظاہرا۔ اور وہ غیر مقبول عند الجمہور ہے (۲) مجہول العدالت باطنا۔ لا ظاہرا۔ وہو مستور۔ اور اوس کا مقبول ہونا مختلف فیہ ہی۔ قال بعضہم مقبول۔ وقال بعضہم لا۔ وتوقف بعضہم الی استبانة حاله وهو مختار امام الحرمین (۳) مجہول العین قال الحافظ ابن حجر۔ فان سمی الراوی وانفرد راو واحد بالروایة عنه فهو مجهول العین کالمبهم۔ الا ان یوثقه غیر من ینفرد عنه علی الاصح۔ وکذا من ینفرد عنه اذا کان متاهلا لذلك انتهی۔ اور سید محمد ابراہیم نے کہا ہی فان سمی المجهول وانفرد واحد عنه فمجهول العین والحق عند الاصولیین۔ انه اذا اوثقه ثقة۔ الراوی۔ او غیره قبل۔ خلافا للاکثر المحدثین۔ والقول قول الاصولیین انتهی۔ اور خطیب بغدادی وغیرہ نے کہا ہی۔ راوی کی جہالت دو طریق سے مرتفع ہوتی ہے الاول بمعرفة العلماء له۔ والثانی ان یروی عنه عدلان انتهی۔ یہ مضمون منہج الوصول کا ہے۔ اس تحقیقات سے ثابت ہی کہ ابن اکیمہ اللیثی۔ مجہول العدالت ظاہرا اور باطنا۔ اور مستور الحال نہیں کما مر۔ اور مجہول العین بھی نہیں۔ لمعرفة العلماء له۔ لما سبق من الخطیب وغیرہ۔ اور ترمذی کی تحسین۔ اور ابن حبان کی تصحیح۔ اور ابو حاتم کا صحیح الحدیث کہنا۔ اور ابن حجر اور زرقانی کا ثقہ اور طبقہ ثالثہ سے کہنا مؤید اس تحقیقات کا ہے۔ اگر ان محققین کی تحقیقات سے قطع نظر کرکے بتقلید حمیدی وغیرہ کے ہم بھی لکھدیں۔ کہ ابن اکیمہ لیثی مجہول ہی۔ اور جس جہالت کو صاحب رسالہ تسلیم فرماتی ہیں۔ تسلیم کریں تو بھی ہم کو کچھ ضرر نہیں۔ کیونکہ مدار مسئلہ قراءة فاتحة الکتاب کا کچھ اسی حدیث پر نہیں

Marfat.com

بلکہ اوسکی اثبات سے ... ہیں۔ تمام فرمایا۔ **قولہ** اور اس حدیث کی ضعف پر
ائمہ نے اتفاق کیا ہے **اقول** ترمذی رحمہ اللہ کہتا ہے۔ کہ یہ حدیث حسن ہی۔
اور ابن حبان کہتا ہے کہ صحیح ہے۔ اور ابو حاتم کہتا ہے کہ مقبول ہی۔ پھر با ایں ہمہ یہہ
کہنا اس حدیث کے ضعف پر اتفاق ائمہ کا ہے۔ یعنی دعوائی اتفاق کرنا ضعف
سے خالی نہیں ہے۔ **حافظ ابن حجر شرح نخبہ مین کہتے ہیں** یقبل التزکیۃ
من عارف باسبابھا۔ ولو کانت من مزکٍ واحد علی الاصح۔ خلافاً لمن شرط
انھا لا تقبل الا من اثنین الحاقاً لھا بالشھادۃ فی الاصح ایضاً انتھی مختصراً
تو اس بیان سی فریقین کے نزدیک سقم اس حدیث کا مرتفع ہوا۔ فافہم **قولہ**
بلکہ حجت ہی نہیں **اقول** یہ کلام یعنی فانتھی الناس عن القراءۃ آہ من قبیل
فہم صحابی کے نہیں۔ تاکہ مقابلہ اور حجت میں کلام کیجاوے۔ بلکہ من قبیل حکایت
الحال و النقل کے ہے۔ یعنی ابو ہریرہ فرماتے ہیں۔ کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے بعد الاستفسار فرمایا مالی انازع القرآن تو لوگ قرات سی رکگئے۔ پھر یہہ فہم
ہی یا حکایت الحال۔ ہاں البتہ اگر یوں کہا جاتا۔ کہ لوگوں کا قراۃ سے ہٹ رہنا۔
کان من رایھم لا بامر الرسول۔ فلا حجۃ فیہ۔ تو معقول ہوتا۔ سو اسکا جواب صاحب تعلیق الممجد
نے یوں دیا ہی۔ وفیہ نظر ظاہر۔ لان انتھائھم کان بعد توبیخ النبی صلی
اللہ علیہ وسلم والظاہر اطلاعہ واقرارہ بالانتھاء۔ **قولہ** مقتدی کے جہر
پڑھنے میں منازعت ہوتی ہے الخ **اقول** اگر تسلیم کیا جاوے کہ آہستہ پڑھنے میں منازعت
نہیں۔ بہلا فرمائیے کہ یہہ کہاں سی ثابت ہوتا ہی کہ اوس قاری نے قرات جہراً ان
پڑہی تھی۔ **حدیث شریف** میں تو ھل قرأ لفظ واقع ہے۔ کسی مرفوع حدیث
سی صحیح نہیں تو ضعیف ہی سہی۔ اس خاص قصہ میں دکھلا دیجئے۔ کہ اوس قاری
نے جہراً ہی قرات پڑہی تھی اگر انصرف من صلوۃ جھر فیھا بالقراءۃ کو قرینہ قرار دیجیگا

Marfat.com

تو جواب اسکی گزارش ہوگا۔ کہ مطالبہ حدیث کا ہی یہ قیاسی بات ہی۔ ومع ذلک
عمران بن حصین کی حدیث میں صلی الظہر کا لفظ وارد ہی۔ اور حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے بھی خالجنیہا فرمایا ہے۔ اگر صلوۃ جہریہ قرینہ جہرا کا ہے۔ تو صلوۃ
سریہ قرینہ سرا کا ویسا ہی موجود ہے۔ وجہ مرجح کیا ہے۔ اور بخاری کی جزء القراءۃ
میں جو حدیث **محمد مقاتل** سے مروی ہی وہ قصہ اور ہی۔ پس معلوم ہوا کہ منازعت
اور مخالجت مخصوص بجہر انہیں۔ بلکہ اسکی وجہ ہی عمدہ ہی جو ایک صوفی مشرب نے
گزارش کی **قولہ** ہماری اکھصوفی مشرب **مولوی صاحب** کے رشید شاگرد نے
الی آخر ما قال انکاری استفہام کلام عرب اور قرآن اور حدیث میں نہیں سنا **اقول**
اول تو مذاق کلام۔ اور سوق عبارت اور سوال وجواب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کا دال بر استفسار ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یعنی استفسار کیا ھل
قرأ معی احد منکم فقال رجل نعم یا رسول اللہ۔ پھر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
انی اقول مالی انازع القرآن فرمایا۔ یہ سوال وجواب اور مذاق عبارت مقتضی استفہام
انکاری کا نہیں۔ اور ھل واسطے استفسار کے بھی آتا ہی۔ جیسی کہ روایت مسلم وغیرہ
میں آیا ہے۔ ان رجلا وقع بامرأتہ فی رمضان فاستفتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
عن ذلک فقال ھل لک رقبۃ فقال لا وقال ھل تستطیع صیام شہرین قال لا
قال فاطعم ستین مسکینا۔ **مسلم ص۳۵** اور نیز حدیث روایت مسلم میں حدیث
طویل میں وارد ہی صلی بنا رسول اللہ صلی اللہ خمسا فلما انفتل توشوش القوم
بینھم۔ فقال ما شأنکم۔ قالوا یا رسول اللہ۔ ھل زید فی الصلوۃ قال لا۔ قالوا
فانک صلیت خمسا الحدیث۔ ونظائرھا کثیرۃ غیر خافیۃ۔ خیر۔ چونکہ
کلام عرب میں ھل واسطے استفہام انکاری کی بھی آتا ہی۔ تسلیم کیا کہ واسطے استفہام انکاری کے
بھی ہے۔ الا استفہام انکاری سے یہ کہاں ثابت ہی۔ کہ اوس شخص نے ضرور جہرا

Marfat.com

ہی قراۃ پڑہی تہی۔ اس امر کا ثبوت۔ مدلول استفہام انکاری کا نہیں۔ غایۃ الامر اوسکا مدلول حصول علم یقینی ہے۔ سو وہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جائز ہے کہ تاثر نقص ناقص ہے یا بواسطہ کسی اور امر کے حاصل ہو۔ اور سائل اسکی ثبوت کا طالب تہا۔ حضرت صوفی صاحب کے سوال کا جواب تسلی بخش۔ استفہام انکاری ہونے سے ثابت نہیں ہوتا۔ **صوفی صاحب** کا منصب تہا کہ اس امر کا بار ثبوت بذمہ صاحب رسالہ عائد فرماتے۔ الا چونکہ صوفی مشربوں کو لئے قلت کلام ہی ضروری ہے سکوت کر گئے۔ یا جواب کی بضاعتگی پر مطلع ہو کر دم بخود ہوئے۔ **واللہ اعلم بالصواب**

نواب صدیق الحسن خانصاحب رحمہ اللہ علیہ شرح بلوغ المرام میں لکھتے ہیں۔ و تواند کہ سبب ثقل کراہت این فعل و ناخوش داشتن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم این فعل را از ایشان باشد۔ و سبب ثقل تاثر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باشد از نقص کہ ناشی میشد مر ایشانرا۔ از عدم انصات و استماع قراۃ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم۔ و کامل گاہے متاثر میشود بنقص ناقص۔ چنانچہ مروی ست کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم روزی در نماز صبح افتتاح قراۃ بستہ شد۔ و بیان کرد کہ سبب این بستگی آنست۔ کہ قومی پس ما می ایستند۔ کہ وضو را خوب نمیکنند۔ یا رعایت آداب نمیسازند۔ انتہی کلامہٗ۔ اس نقل سے یہ غرض ہے۔ کہ صافی قلب۔ لوگوں کے نقص سی کبھی متاثر ہوتا ہے۔ جہر اور سر اوسکی نزدیک متساویۃ الاقدام ہیں۔ اور نیز صوفی صاحب کے قول کو مؤید ہے۔ **قولہ** حدیث کا مقابلہ کب کرسکتا ہے **اقول** عدم مقابلہ کی وجہ اگر یہ ہے۔ کہ اس حدیث میں راوی ابن اکیمہ لیثی ہے۔ اور متکلم فیہ ہے تو یہ وجہ حدیث عبادہ میں بھی موجود ہے۔ کہ اس میں راوی محمد بن اسحاق ہے اور وہ ابن اکیمہ لیثی سے زیادہ متکلم فیہ ہے۔ اور اگر مسئلہ عام و خاص مدنظر ہے۔ تو اسکا جواب سابق میں مشرح گذارش ہوچکا ہے۔ اگر کوئی اور وجہ ہے۔ تو بیان فرمانی

چاہیئے۔ لینظر فیہا۔ **قولہ** سیوم مخالجہ اور مخالطہ کی حدیث۔ الخ

اقول اسکا اجمالاً جواب تو منازعت کی حدیث میں گزارش ہو چکا ہے۔ تفصیلی جواب انشاء اللہ آئندہ مذکور ہوگا **قولہ** اور قول صحابہ اور تفسیر راوی آپکی یہاں حجۃ ہے **اقول** صحابی کا قول اوسوقت مقبول ہے۔ جبکہ مقابلہ نصوص کے نہو۔ مقابلہ نصوص کے حجت نہیں دیکھو **اصول** اور یہ مسئلہ فیمابین مشروحاً مذکور ہو چکا ہے وہاں ملاحظہ فرمائیے۔ **قولہ** نقض الوضوء مس ذکر سے ثابت نہیں **اقول** اس مسئلہ میں طحاوی **شرح معانی الآثار** میں بہت طوالت کیساتھ گفتگو کی ہے اور احادیث فریقین کے نقل کر کے مالہا وما علیہا بیان کیا ہے۔ اور امام محمد نے بھی **مؤطا** میں بہت آثار نقل کئے ہیں۔ انکی کلام کی نقل موجب طوالت سمجھکر ترمذی کیحدیث اور زیلعی کی کلام پر اکتفا کیا گیا۔ **طحاوی** کے دیکھنے سے قائلین بالنقض کی قلعی کھلجاتی ہے۔ **روی الترمذی** حدثنا هنا وانا

ملازم ابن عمرو عن عبد الله بن بدر عن قیس بن طلق بن علی الحنفی عن ابیہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ قال وهل هو الا مضغة منه او بضعة منه۔ وفی الباب عن ابی امامة۔ قال ابو عیسیٰ وقد روی عن غیر واحد من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم وبعض التابعین انهم لم یروا الوضوء من مس الذکر وهو قول اهل الکوفة۔ وابن المبارک۔ وهذا الحدیث احسن شیء روی فی هذا الباب۔ وحدیث ملازم بن عمرو عن عبد الله بن بدر اصح واحسن انتهی مختصراً

قد رواه ابو داؤد۔ وقال رواه هشام بن حسان وسفیان الثوری وشعبة وابن عیینة۔ وجریر الرازی عن محمد بن جابر عن قیس بن طلق۔ ورواه النسائی وذکر الزیلعی **فی تخریج** احادیث الهدایة۔ ورواه ابن حبان فی صحیحه ورواه الطحاوی فی شرح الآثار۔ وقال هذا حدیث مستقیم الاسناد

Marfat.com

غیر مضطرب فی اسنادہ ومتنہ۔ ثم اسند من علی المدینی انہ قال حدیث ملازم
بن عمرو احسن من حدیث بسرۃ **وروی** عن عمرو بن علی الفلاس انہ قال
حدیث طلق عندنا اثبت من حدیث بسرۃ۔ وتروی ذلک عن علی بن ابی طالب
وعمار بن یاسر۔ وعبداللہ بن مسعود۔ وعبداللہ بن عباس۔ وحذیفۃ ابن
الیمان۔ وعمران بن الحصین۔ وابی الدرداء۔ وسعد بن ابی وقاص فی احدی
الروایتین عنہ۔ وسعید بن المسیب فی احد الروایتین۔ وسعید بن جبیر۔
وابراھیم النخعی۔ وربیعۃ ابن ابی عبد الرحمان۔ وسفیان الثوری۔ وابی حنیفہ
واصحابہ۔ ویحیی بن معین۔ واھل کوفہ انتہی ملتقطاً۔ اور صاحب **تعلیق الممجد**
نے استذکار سے نقل کرکے لکھا ہے والیہ ذھب جمہور علماء العراق۔ اور شریک اور
حسن بن صالح بن یحیی کو زیادہ کیا ہے والیہ ذھب الحسن۔ ان نقول سے کالشمس
فی النہار روشن ہے۔ کہ عدم نقض وضو از مس ذکر۔ صرف حنفیہ کا ہی مذہب نہین
بلکہ بہت صحابہ اور بہت تابعین رضی اللہ عنہم کا بھی یہی مذہب ہے۔ اور حنفیہ کرام کا
ماخذ حدیث صحیح بلکہ اصح و احسن ہی۔ **صاحب رسالہ** کا یہ طعن کہ حنفیہ اس مسئلہ میں
ایسا کہتے ہیں۔ محض انکی جبلت پر مبنی ہے۔ ورنہ جبکہ حنفیہ رحمۃ اللہ علیہم کے پاس
ایسی عمدہ حدیث صحیح اور احسن۔ اور صحابہ اور تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین کا عمل
موجود ہے۔ تو جای طعن ہے کیا ہے۔ اگر ترک حدیث بسرہ بنت صفوان کے خیال سے
ایسا کہا ہے۔ تو یہ طعن قائلین بانتقض پر بھی وارد ہے۔ کہ حدیث طلق بن علی کی
جو ایسی اصح و احسن ہے۔ اونکا عمل اسکے خلاف ہی۔ **غایۃ الامر** یہ مسئلہ مختلف
فیہا ہے۔ اور حدیث بسرہ بنت صفوان اور طلق بن علی کی۔ امام بخاری اور مسلم
نے تو روایت ہی نہین کی۔ اور محدثین نے ان دونون کو روایت کیا ہے۔ اور ترجیح
احدی الروایتین مین مختلف ہین۔ مجتہدین رحمہ اللہ علیہم نے۔ اپنی بقول شرائط

Marfat.com

بسم اللہ جہراً

اور مقررہ قواعد کے موجب ترجیح دیکر عمل کیا۔ ہر ایک مثوب و ماجور ہے۔ لکل وجهة هو موليها۔ پس صرف حنفیہ کرام پر طعن کرنا محض عنایت دلی پر محمول ہے۔ صحابہ کرام مذکورین اور تابعین مسطورین کو اگر اس طعن میں شریک کرلیتے تو مناسب ہوتا۔ والله يعصمنا ولاخواننا عن الاباطيل الواهية والاقاويل الباطلة **اب** بسم الله جہراً کا حال گزارش ہے۔ **صاحب** رسالہ فرماتے ہیں۔ بسم اللہ جہراً پڑہنا تسلیم نہیں کرتے۔ گول بات ہے۔ خارج از نماز بسم اللہ جہراً پڑہنا تسلیم نہیں کرتے۔ یا داخل نماز۔ اگر اول مراد ہے تو اتہام ہے۔ کوئی حنفی بیرون نماز بسم اللہ جہراً پڑہنے سے مانع نہیں۔ اگر داخل نماز مراد ہے۔ تو اوسکے باب میں گزارش ہے۔ **زیلعی**۔ اور **طحاوی**۔ اور **عینی** نے اس مسئلہ میں نہایت وسعت سے کلام کی ہے۔ اونکی نقل باعث ملال وکلال سامعین اگر نہوتا۔ تو پورا پورا ان کو نقل کیا جاتا۔ الا حکم ما لا يدرك كله لا يترك كله کے تحقیقاً للمقام مختصراً گزارش ہے **روی** مسلم بسنده عن انس رضی الله عنه قال صليت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم وابي بكر وعمر وعثمان رضي الله عنهم فلم اسمع احداً منهم يقرأ بسم الله الرحمن الرحيم **وايضاً** عن انس قال صليت خلف النبي صلى الله عليه وسلم وابي بكر وعمر وعثمان۔ فكانوا يستفتحون الصلوة بالحمد لله رب العلمين **وروی** النسائی۔ عن انس بن مالك قال صلى بنا رسول الله صلى الله عليه وسلم فلم يسمعنا قراءة بسم الله الرحمن الرحيم۔ وصلى بنا ابو بكر وعمر فلم نسمعها منهما **وفي رواية** صليت خلف رسول الله صلى الله عليه وسلم وابي بكر وعمر وعثمان رضي الله عنهم فلم اسمع احداً منهم يجهر۔ ببسم الله الرحمن الرحيم۔ **وايضاً** النسائی حدثنا ابن عبد الله بن مغفل قال كان عبد الله بن مغفل اذا سمع احدنا يقرأ بسم الله الرحمن الرحيم۔ يقول صليت خلف رسول الله صلى الله عليه وسلم وخلف ابي بكر وخلف

Marfat.com

عمر فما سمعت احدا منهم قرء بسم الله الرحمن الرحیم **وروی الترمذی**
باسناده عن عبد الله بن مغفل قال سمعنی ابی وانا فی الصلوٰۃ اقول بسم الله الرحمن
الرحیم فقال لی ای بنی محدث ایاک والحدث قال ولم ار احدا من اصحاب
رسول الله صلی الله علیہ وسلم کان ابغض الیہ الحدث فی الاسلام یعنی منہ -
قال وقد صلیت مع النبی صلی الله علیہ وسلم ومع ابی بکر وعمر وعثمان فلم
اسمع احدا منہم یقولھا - فلا تقلھا - اذا انت صلیت فقل الحمد لله رب العالمین
قال ابو عیسیٰ حدیث عبد الله بن مغفل حدیث حسن والعمل علیہ عند اکثر اھل
العلم من اصحاب رسول الله صلی الله علیہ وسلم - منہم ابو بکر وعمر وعثمان وعلی
وغیرھم - ومن بعدھم من التابعین وبہ یقول سفیان الثوری وابن المبارک
واحمد - واسحاق - لا یرون ان یجہر بہ بسم الله الرحمن الرحیم قالوا ویقولھا
فی نفسہ انتہی **وذکر العینی روی النسائی** فی سننہ واحمد
فی مسندہ وابن حبان فی صحیحہ والدارقطنی فی سننہ - وقالوا فیہ کانوا
لا یجہرون ببسم الله الرحمن الرحیم وزاد ابن حبان ویجہران بالحمد لله
رب العالمین - وفی لفظ لابن حبان والنسائی ایضا فلم نسمع احدا منہم
یجہر بسم الله الرحمن الرحیم وفی لفظ لابی یعلی الموصلی فی مسندہ فکانوا
یستفتحون القراءۃ فیما یجہر بہ بالحمد لله رب العالمین - وفی لفظ الطبرانی
فی معجمہ وابی نعیم فی الحلیۃ وابن خزیمۃ فی مختصر المختصر - والطحاوی
فی شرح الآثار - فکانوا یسرون بسم الله الرحمن الرحیم ورجال ھذہ الروایۃ
کلھم ثقات مخرج لھم فی الصحیحین انتہی - اور **فتح القدیر شرح ہدایہ** میں ہے
قال بعض الحفاظ لیس حدیث صریح فی الجہر الا وفی اسنادہ مقال عند
اھل الحدیث ولھذا اعرض ارباب المسانید المشہورۃ الاربعۃ واحمد فلم یخرجوا

Marfat.com

منها شيئا مع اشتمال كتبهم على احاديث ضعيفة **قال ابن تيمية** وروينا عن الدارقطني
انه قال لم يصح عن النبي صلى الله عليه وسلم فى الجهر حديث **وعن الدارقطني**
انه صنف كتابا بمصر فى الجهر بالبسملة - فاقسم بعض المالكية بعرفه الصحيح منها
فقال لم يصح فى الجهر حديث **وقال الحازمي** احاديث الجهر وان كانت مأثورة عن
نفر من الصحابة غير ان اكثرها لم يسلم من شوائب وقد روى **الطحاوي** وابو عمر
بن عبد البر عن ابن عباس الجهر قراءة الاعراب - وعن ابن عباس لم يجهر النبي صلى
الله عليه وسلم بالبسملة حتى مات الى آخر ما قال عن انس ان رسول الله صلى الله عليه
وسلم كان يسر ببسم الله الرحمن الرحيم وابا بكر - وعمر وعثمان - وعليا - و
من تقدم من التابعين وهو مذهب الثوري - وابن المبارك - وقال ابن عبد البر
وابن المنذر - هو قول ابن مسعود وابن الزبير وعمار بن ياسر - وعبد الله بن
مغفل - والحكم والحسن بن ابى الحسن والشعبي والنخعي والاوزاعي وعبد الله
بن المبارك وقتادة وعمر بن عبد العزيز - والاعمش - والزهري - ومجاهد - و
حماد - وابي عبيد - واحمد واسحاق التهى به مختصرا - حال ماخذ حنفیہ کرام کا اس مسئلہ
مین ہی - جیسے صاحب رسالہ فرماتے ہیں - کہ جہرا بسم اللہ پڑہنا تسلیم نہیں کرتے - اس
مسئلہ کی پوری تحقیق زیلعی تخریج احادیث ہدایہ - اور طحاوی شرح آثار میں دیکھنی چاہیئے - ان
نقول سے چند امر ثابت ہین (۱) بسم اللہ نماز میں سرا پڑہنا مسنون ہی (۲) اور اسی پر عمل
خلفا اربعہ و اکثر صحابہ اور تابعین کا ہی - (۳) جہرا مستحدث ہی (۴) جہر میں کوئی حدیث
صحیح صریح ثابت نہیں - جو ہی اوسکی اسناد میں اہل حدیث کو مقال ہی - (۵) دارقطنی
کا اقرار کہ جہر میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سی کوئی حدیث ثابت نہیں (۶) جہرا
بسم اللہ پڑہنا قراءۃ اعراب کی ہے (۷) تا انتقال حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل سرا
پر ہی رہا - اور یہ بہی واضح ہو - کہ صاحب رسالہ اس مسئلہ میں صحیحین سے بہی مستغنی ہوگئے ہیں

Marfat.com

اصح الکتب بعد الکتاب العزیز البخاری ومسلم کو بھی بالائے طاق رکھدیا۔ بسم اللہ کی حدیث صاحبان صحیحین نے تو روایت ہی نہیں کی۔ مسلم کی روایت انس بن مالک سے ستر اً پڑھنے میں صریح ہے۔ اور بخاری کی روایت ہے اسی پر دال ہے کان الحدیث بعضہ یفسر بعضاً اور دارمی نے باب کراھۃ الجھر بـبسم اللہ الرحمن الرحیم کا منعقد کرکے حدیث انس کی بیان کی ہے۔ اور ترمذی کی روایت بھی ستراً پڑھنے میں صریح ہے۔ پھر بالضمیمہ حنفیت مطعون جہراً پڑھنیوالی غیر مطعون وہ حضرت انصاف اسی کا نام ہے۔ اور محققانہ کلام بھی اسی کو کہتے ہیں۔ باقی رہا مسئلہ رفع یدین کا سو انشاء اللہ تعالے اسکا جواب اوس موقعہ پر جہاں اسکو صاحب رسالہ نے اعادۃً بیان کیا ہی گزارش ہوگا فانتظرہ **قولہ** خبر احاد سے خود ہی استدلال بھی پکڑنے لگے **اقول** نہیں حضرت طعن ناقص رہا۔ قرآن کریم کو بھی ساتھ ملا لیجئے۔ اور یوں فرمائیے کہ اخبار احاد اور قرآن کریم سے استدلال پکڑنے لگے۔ تاکہ شائبہ اتھام سے براءۃ حاصل ہو۔ اور عموم بلوی کی بابت مسئلہ مس ذکر۔ اور جہر بسم اللہ میں کیفیت معلوم ہوچکی ہے۔ کہ حنفیہ کا عموم بلوا ایسا ہے **قولہ** محل نزاع فاتحہ کا پڑھنا ہے نہ سورۃ کا **اقول** (۱) قائلین بالمنع تو مطلق قراءۃ کے مانع ہیں۔ فاتحہ غیرہا۔ اونکے نزدیک برابر ہیں۔ یہ تفرقہ مجوزین فاتحہ کے نزدیک ہو تو پڑا ہو۔ (۲) بالفرض اگر ایسا ہی تسلیم کریں تو بھی منازعت امام سے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا منع فرمانا ثابت ہے۔ اور علت منع کی حضرت صاحب نے منازعت فرمائی۔ اور یہ علت فاتحہ میں بھی دائر ہے۔ پس ممانعت فاتحہ کی بحکم دوران علت کے مستفاد ہے۔ ودعوی عدم المنازعۃ فی الفاتحۃ وکونہا فی السورۃ غیر مسموع۔ لانہ علیہ السلام منع عن السورۃ فی ہذہ القصۃ۔ ومنع عن مطلق القراءۃ نفعۃ مالی انازع القرآن فاستویا فیہ **قولہ** وہ جواب یہاں بھی بہ لیجئے۔

Marfat.com

اقول جو جواب وہاں ذکر کئے ہیں وہ جواب یہاں بھی تصور فرمایئے قولہ
قتادہ راوی سے پوچھا۔ کانہ کرھہ فقال لو کرھہ لنہی عنہ اقول (۱)
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا استفسار ایکم قرأ یخلجنیہا۔ فرمانا بمنطوقہ
ممانعت پر دال ہے۔ ورنہ قرارت اور عدم قرارت جب مساوی ہوں تو جواب وسوال۔ اور
خالجنیہا۔ فرمانیکا کچھ فائدہ نہیں۔ حالانکہ کلام مبارک محبوب جہانیاں ﷺ کی
فوائد سے خالی نہ تھی۔ ویؤیدہ حدیث انس رضی اللہ عنہ لا تفعلوا اخرجہ الطحاوی
فی شرح الآثار (۲) زہری یا ابو ہریرہ کا رسے علی الاختلاف) فانتہی الناس
عن القراءۃ۔ تو قابل التفات اور لحاظ قرار نہیں دیا گیا۔ اور قتادہ کا باین وسائط
بعیدہ لو کرھہ لنہی عنہ کہنا قابل احتجاج تصور کیا گیا۔ وھل ھذا الا لشئ
عجاب اور حجاج بن ارطاۃ کا حال یہ ہے۔ دارقطنی نے کہا ہے لا یحتج بہ

حجاج بن ارطاۃ کا حال

اور ایسا ہی نسائی نے بھی صفحہ ۳۴۷ میں لکھا ہے۔ الا اوسکی توثیق بھی بہت نے کی ہے۔
کچھ مختصر حال حجاج بن ارطاۃ کا میزان الاعتدال سے بطریق التقاط گزارش
ہے۔ حیث قال۔ حجاج بن ارطاۃ الفقیہ ابو ارطاۃ النخعی۔ احد الاعلام علی
لین فی حدیثہ۔ لہ عن الشعبی حدیث واحد۔ وعن عطاء وعمرو بن شعیب
و نافع۔ وطائفۃ کثیرۃ۔ وعنہ سفیان وشعبۃ۔ وعبد الرزاق وطائفۃ
قال الثوری ما بقی احد اعرف۔ بما یخرج من راسہ منہ۔ وقال العجلی کان
فقیہا مفتیا وکان فیہ تیہ۔ وروی نحوا من ستمائۃ حدیث۔ وقال احمد
کان من الحفاظ وقال یحیی بن یعلی المحاربی امرنا زائدۃ ان نترک حدیث
الحجاج بن ارطاۃ۔ وقال القطان ھو وابن اسحاق عندی سواء۔ وقال
ابو حاتم انہ اذا قال نا فھو صالح لا یرتاب فی صدقہ وحفظہ۔ وروی ابو غالب
عن احمد قال کان حجاج حافظا قیل لہ لیس ھو بذاک۔ قال لان فی حدیثہ زیادۃ

Marfat.com

علی حدیث الناس۔ وقال عثمان الدارمی عن یحیی۔ حجاج بن ارطاۃ فی زیادۃ
صالح۔ وقال شعبۃ اکتبوا عن حجاج بن ارطاۃ۔ وابن اسحاق فانہما حافظان
قال النسائی ذکر المدلسین۔ الحجاج بن ارطاۃ۔ والحسن۔ وقتادۃ۔ وحمید
ویونس بن عبید۔ وسلیمان التیمی۔ ویحیی ابن ابی کثیر۔ وابو اسحاق
والحکم۔ واسماعیل ابن ابی خالد۔ ومغیرۃ۔ وابو الزبیر۔ وابن جریج۔
وسعید بن ابی عروبہ۔ وہشیم۔ وابن عیینہ۔ قلت والاعمش۔ و
الولید بن مسلم۔ وبقیہ واٰخرون انتہی۔ اگرچہ صاحب میزان نے دارقطنی
نسائی وغیرہ جارحین کا ذکر بہی کیا ہے۔ الا مقصود بیان کرنا حجاج کے مادحین کا
ہے۔ تاکہ معلوم ہو کہ اوس کی توثیق کے اسقدر حفاظ قائل ہیں۔ پس جب کہ حجاج
بن ارطاۃ کے لئے حفاظ توثیق بیان کریں۔ تو بلحاظ انکی توثیق کے حجاج کی اس
زیادۃ کو اگر زیادہ ثقہ کی قرار دی جاوے تو ممانعت بوجہ تم ثابت ہوئی علاوہ
اسکے اوسکے مؤیدات قرآن کریم اور احادیث بہی ثابت ہیں **قولہ** یہ خاص ایک واقعہ
کا بیان ہے۔ اور اوسکو عموم نہیں ہوتا۔ **اقول** واقعہ خاص بہ نسبت اوس شخص قاری
کے ہے۔ یا بہ نسبت اس سورۃ خاص یعنے سبح اسم ربك الاعلی کے یا بہ نسبت دونو
کے۔ اگر بہ نسبت اوس شخص کے ہے۔ تو چاہیے کہ اور ونکو خلف الامام یہ سورۃ پڑہنے
ممنوع نہو۔ وحدیث عبادہ فقال صلی اللہ علیہ وسلم لا یقرأن احدکم والامام
یقرأ۔ الا بام القرآن رواہ البخاری فی الجزء) یمنعہ۔ اور اگر خاص بہ نسبت اسی
سورہ کے ہے۔ تو چاہیے کہ اور سورتین دسوائے فاتحہ کے) منع نہوں۔
لحدیث عبادۃ ومحمد بن ابی عائشۃ کما رواہ البخاری فی الجزء۔ فیشمل کونہ
واقعۃ عین لا عموم لہا۔ وثبت کونہ حاماً لہ ولسائر المسلمین واضح ہے
کہ باتباع صاحب رسالہ کے یہ گفتگو الزاماً کی گئی ہے۔ **قولہ** بخاری نے محمد بن مقاتل

سے الی آخرہ **اقول** امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو اسطرح نقل فرمایا ہے

البخاری قال ثنا محمد بن مقاتل قال ثنا النظر قال انبأ یونس عن ابی اسحاق

عن ابی الاحوص عن عبد اللہ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لقوم کانوا

یقرؤن فیجھرون بہ۔ خلطتم علی القران الحدیث۔ تو اسکی جواب میں گزارش ہے

اولاً۔ اس حدیث میں نماز کا ذکر ہی کہاں ہے۔ کہ عند المعارضہ حجۃ ہو۔ کیونکہ جائز

ہے کہ یہ واقعہ خارج نماز ہو۔ فھذا الحدیث لایقوم حجۃ **ثانیاً** یہ (فیجھرون) لفظ اس

روایت کے سوا اور روایتوں میں واقع نہیں ہوا جائز ہے کہ کسی راوی نے نقل بالمعنی

کرتے ہوئے۔ اس لفظ کا ازاد کیا ہو **روی البخاری** فی الجزء عن عبادۃ

وفیہ انی اراکم تقراؤن خلف امامکم الحدیث **وروی**

ایضاً فیہ عن انس وفیہ فقال اتقراؤن فی صلوتکم والامام یقرأ

الحدیث **وایضاً فیہ** عن محمد بن ابی عائشۃ عمن شھد ذلک وفیہ

قال اتقراؤن والامام یقرأ الحدیث **وایضاً فیہ** عن عبادۃ و

فیہ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لاصحابہ تقرأون القرآن اذا کنتم معی فی

الصلوۃ الحدیث **وایضاً فیہ** عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ

وفیہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تقرأون خلفی قالوا نعم الحدیث **و**

روی الترمذی وابوداؤد والنسائی معناہ عن عبادۃ وفیہ لعلکم

تقرءون خلف امامکم الحدیث **روی** الطحاوی وفیہ لعلکم تقراؤن

الحدیث - **ثالثاً**۔ اگر تسلیم کریں کہ ایسا ہی ہے تو بھی اس روایت سے منازعت

بالجھر کی ممانعت ثابت ہوئی۔ اور حدیث مالی انازع القرآن۔ اور خالجنیھا سے

منازعت جھری اور سری کی ممانعت ثابت ہے۔ تو انکی مجموعہ سے ممانعت منازعت

بالجھر اور منازعت بالسر دونوں کی ثابت ہوئی فھو المطلوب **علاوہ** اسکے واذا قرء القرآن الآیۃ

جواب فیجھرون اور خلطتم والی حدیث کا

Marfat.com

بھی اسکی مؤید ہے۔ **رابعًا** طحاوی نے شرح آثار میں اسی روایت کو بیان
کیا ہے۔ اور یہ لفظ اوس میں نہیں قال حدثنا ابو بکرۃ قال حدثنا ابو احمد
محمد ابن عبید اللہ بن الزبیر۔ قال حدثنا یونس بن ابی اسحاق عن ابی اسحاق
عن ابی الاحوص عن عبد اللہ قال کانوا۔ یقرءون خلف النبی صلی اللہ علیہ وسلم
فقال خلطتم علی القرآۃ انتہیٰ اور نیز اس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ واقعہ صلوٰۃ جہر ہے
قولہ علاوہ بریں جب کہ الی آخرہ **اقول۔ اولًا۔** اعادہ صلوٰۃ اور منع
ترتیب فرماتے۔ جبکہ یہ واقعہ نماز میں ہوتا۔ تو اس سے یہ روایت ساکت ہے۔ **ثانیًا۔**
بعد التسلیم کما ھو مدلول روایۃ الطحاوی۔ خلطتم علی القرآن اور مالی انازع القرآن
فرمانا ہی ممانعت ہے۔ اسی لئے سامعین نے قراءت خلف الامام ترک کر دی ہے۔ **ثالثًا۔**
بعد التسلیم۔ جملہ احکام نماز کا مدار اتنی ہی روایت پر نہیں ہے۔ واذا قرأ فانصتوا۔
اور واذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا۔ سے قراءۃ خلف الامام کی ممانعت ثابت
ہے **رابعًا۔** امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اسی روایت کے اخیر میں اوسی عبد اللہ سے
روایت کیا ہے۔ وکنا نسلم فی الصلوٰۃ فقیل لنا ان فی الصلوۃ لشغلا۔ حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ اعادہ صلوٰۃ کا حکم فرمایا۔ اور نہ منع کیا۔ بلکہ کراہت تک کا
بھی ذکر نہیں فرمایا۔ حالانکہ کلام عمدًا مفسد صلوٰۃ عند الکل ہے۔ اگر کوئی یہ کہے کہ احادیث
میں اس مسئلہ کا بیان ہو چکا ہے۔ تو ہم بھی کہینگے کہ اور احادیث اور قرآن کریم میں اس
مسئلہ کا حکم بھی ثابت ہو چکا ہے **قولہ** پہلا جواب یہ لا تفعلوا کی حدیث الی آخرہ قال
خواہ مخواہ ماننا پڑا **اقول** یہ دونو حدیثیں صاحب رسالہ پہلے ہی بیان کر چکے
اور اونکے جواب بھی وہاں بیان ہو چکے ہیں۔ تکرار کیفہ درست نہیں ہے
کرنا چاہئے۔ **قولہ** اس حدیث میں امام کے پیچھے الحمد سے ممانعت۔ **اقول**
سوال یوں ہے۔ کہ اس حدیث سے عدم فرضیت فاتحہ خلف الامام کی ثابت ہے۔

Marfat.com

کہ معنی حدیث کے یہ ہیں کہ سوا فاتحہ کے کسی کی نماز نہیں ہوتی ۔ کیونکہ پڑھنا فاتحہ کا ہر
ایک کے لئے فرض ہے ۔ الا اوس شخص کے لیے جو امام کے پیچھے ہو ۔ کیونکہ اوسکے لئے
فرض نہیں ۔ یعنی مقتدی پر پڑھنا فاتحہ کا فرض نہیں ۔ اور یہی مبحوث فیہ ہے ۔
جبکہ تقریر سوال یہ ہوئی ۔ تو صاحب رسالہ کا جواب پنجم اور ششم اور ہفتم ۔ ساقط ہوا
فافہم ۔ الا جبکہ صاحب رسالہ نے تقریر سوال کو ممانعت پر حمل کیا ہے ۔ تو ہم تسلیم اوس
پیرایہ کے جواب دیتے ہیں ۔ **قولہ** جواب اول امام مالک اور ترمذی نے اس حدیث
کو موقوف روایت کیا ہے نہ مرفوع **اقول** امام مالک اور ترمذی کا موقوف روایت
کرنا ۔ کیا منع کرتا ہے کہ مرفوع نہ ہو ۔ یا یہی کوئی قاعدہ عامہ ہے ۔ کہ جب ایک محدث
موقوف روایت کرے ۔ تو وہ مرفوع ہوتی ہی نہیں ۔ یا اوسکا رفع دشوار عند العقل
والنقل ہے ۔ ترمذی اور امام مالک رح کو موقوف پہونچی ۔ موقوف بیان کی ۔
اسی حدیث کو طحاوی نے شرح آثار میں مرفوع روایت کیا ہے **حدثنا**
بحر بن نصر قال حدثنا یحیی بن سلام قال حدثنا مالک عن وھب بن کیسان
عن جابر بن عبد اللہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال من صلی رکعۃ
فلم یقرأ فیھا بام القرآن فلم یصل الا وراء الامام انتہی ۔ اور یہ امر فائدہ ششم من
ماسبق میں نقلا عن النووی متحقق ہو چکا ہے ۔ کہ جب وصل و انقطاع ۔ اور وقف و
رفع میں اختلاف ہو تو حکم رفع اور وصل ہی کو ہوتا ہے ۔ پس اس قاعدہ سے تو
یہ حدیث مطلقا مرفوع ہے ۔ فثبت ھذہ ولم یثبت ما ادعاہ **قولہ** دارقطنی نے کہا
ہے اسکا راوی یحیی بن سلام ضعیف ہے ۔ اور عبد البر نے کہا اس حدیث کو مرفوع کہنا صحیح
نہیں ۔ بلکہ جابر پر موقوف ہے **اقول** ترمذی نے اپنی روایت میں اس حدیث کو حسن

موطا مالک اور ترمذی کی موقوف روایت سے طحاوی کی مرفوع روایت

سلہ شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ مصفی شرح مؤطا میں لکھتے ہیں ۔ سیوطی گفتہ است کہ مرسل و منقطع حجت است نزدیک مالک و سائر
انکہ مؤلف ادیدہ در ایں مسئلہ و ہم چنیں حجت شد نزدیک ما وقتیکہ معتضد باشد بروایۃ مرفوعہ یا موقوفہ صحابی ۔ و در مؤطا ہیچ مرسل نیست
مگر کہ معتضد است بروایات مرفوعہ بعینہا لفظا یا معنی آن پس صواب آنست کہ گفتہ شود کہ مؤطا صحیح ست نزدیک جمیع انتہی ۔ ۱۲ منہ

Marfat.com

یحیی بن سلام کا حال

صحیح کہا ہے۔ اور دارقطنی کے جرح غیر مبین ہے حافظ ابن حجر نے شرح نخبہ
میں لکھا ہے۔ کہ جرح غیر مبین مقبول نہیں۔ اور میزان الاعتدال میں لکھا ہے
وقال ابن عدی یکتب حدیثہ (یحیی بن سلام) مع ضعفہ انتہی۔ **قولہ** مرفوع ثابت نہیں آہ
اقول مرفوع ہونا اس حدیث کا معلوم ہو چکا ہے۔ جیسی روایت طحاوی سے گزرا ہے۔
اور اختلاف رفع اور وقف سے بھی ثابت ہو کہ ایسی حالت میں حکم مرفوع کے لئے ہے فینتھض
الحجۃ فالمنوع ممنوع **قولہ** آثار متخالفہ میں سے ہے **اقول** آثار متخالفہ کی جانب
راجح کے حجت ہونے میں کچھ کلام نہیں۔ لان الجانب المرجوح کالعدم۔ وھھنا کذلک
لانہ یرجحہ القرآن الکریم والحدیث المرفوع **قولہ** استثناء آپکے مذہب میں
آہ **اقول** مسئلہ استثناء میں حنفی اصولی مختلف ہیں۔ شرح اس مسئلہ کی ازبس دراز
ہے۔ یہ اوراق اوس کے متحمل نہیں۔ الا بحکم ضرورت مختصر طور پر گزارش ہوتا ہے **فی المسلم**
وشرحہ۔ الاستثناء من الاثبات نفی وبالعکس ای من النفی اثبات عند الجمہور
من الشافعیۃ والمالکیۃ والحنابلۃ۔ ولطائفۃ من الحنفیۃ المحققین۔ ومنہم
فخر الاسلام۔ والامام شمس الائمۃ والقاضی الامام ابوزید۔ وغیرہم من المحققین

مسئلہ استثناء کی تحقیق

وفی الہدایۃ لو قال ما انت الا حر عتق۔ لان الاستثناء من النفی اثبات علی وجہ
التاکید۔ وانما صار مؤکدا لکونہ مقصودا علیہ دون غیرہ انتہی بموجب
کلام اس طائفہ محققین حنفیہ کے استثنا نفی سے اثبات ہے۔ اور اثبات سے نفی۔ تو استثنا
صدر کے مخالف حکم کا مثبت ہوا۔ پس مقتدی کے لئے قرات فاتحہ سے منع کا مثبت
ٹھہرا۔ فثبت ما اراد السائل۔ اور بموجب قول صاحب **توضیح وتلویح** وغیرہ
کے کہ جو استثنا تکلم بالباقی بعد الثنیا۔ تو مقتدی حکم ما قبل یعنی صدر کلام میں
داخل نہیں۔ تو معنی اس حدیث کے یہ ہوئے۔ کہ سوا مقتدی کے جو شخص فاتحہ نہ پڑھیگا۔ اوسکی
نماز نہ ہوگی۔ جوز اتکالا۔ رہا مقتدی۔ سو اوسکے حکم میں بموجب اس احتمال کے۔ یہ

Marfat.com

حدیث ساکت ہے۔ اور اسکا حکم دلیل خارجی سے ثابت ہے۔ اور وہ آیۃ واذا قرأ القرآن اور حدیث واذا قرء فانصتوا وغیرہ کا ہے۔ پس بہر حال مقتدی کے لئے قرأت کی ممانعت ثابت ہوئی وھو مقصود السائل **قولہ** اس استثناء کا مدلول اشارہ ہے **اقول** اصطلاح میں اشارہ کی تعریف یہ ہے دلالۃ التزامیۃ لا تقصد اصلاً۔ لا بالذات ولا بالتبع ولا یکون لتصحیح الکلام کما فی المسلم وشرحہ اور صاحب نور الانوار اسطرح لکھتا ہے اشارۃ النص ما ثبت بنظمہ لغۃ لکنہ غیر مقصود و لا سیق لہ النص۔ ولیس بظاہر من کل وجہ انتہی۔ جبکہ اشارہ کی تعریف یہ ہوئی۔ تو کون دانشمند وقف از اصول کہہ سکتا ہے۔ کہ اس حدیث میں حکم فاتحہ کا اشارہ مذکور ہے۔ اور اسپر تعریف اشارہ کی صادق آتی ہے۔ کیونکہ وہ تو دلالۃ التزامی ہوتی ہے۔ اور سوق کلام کا بھی اسکے لئے نہیں ہوتا۔ اور من کل الوجوہ ظاہر نہیں ہوتی۔ اور اس حدیث میں بفضلہ یہ جملہ امور بالعکس موجود ہیں۔ اس لئے کہ سوق اس کلام کا بنا بر اظہار حکم فاتحہ کے ہے۔ اور حکم فاتحہ کا اس حدیث کا مدلول مطابقی ہے۔ التزامی نہیں اور فاتحہ کے حکم پر ظاہر دال ہے۔ بلکہ حکم فاتحہ کا اسکا مدلول عبارۃً کہنا چاہیئے۔ اس لئے کہ عبارۃ نص کی تعریف علماء اصول نے اسطرح کی ہے۔ وہی ما ثبت بالنظم مقصودًا بہ۔ اور نور الانوار میں ہے ما سیق الکلام لاجلہ پس ثابت ہوا کہ حکم فاتحہ پر حدیث عبارۃً دال ہے۔ نہ اشارۃً۔ فلم یثبت ما ادعاہ۔ اور اگر یہ غرض ہو کہ بسبب سکوت استثناء کے فاتحہ کی ممانعت مقتدی کی لئے اس استثناء سے اشارۃً مستفاد ہے۔ تو یہ اول سے بھی سخیف تر ہے **اولاً**۔ تو اس لئے کہ عند القائلین بہ کے نزدیک استثناء تکلم بالباقی پر دال بالوضع مطابقۃ ہے۔ فکانت دلالۃ علیہ بالمطابقۃ۔ لا بالالتزام۔ ولا اشارۃ من الثانی لا الاولی **ثانیاً** جبکہ اس استثناء میں لا نفیاً ولا اثباتاً مسیطر کا حکم نہیں۔ بلکہ وہ حکم سے مسکوت ہے۔ تو پھر اشارۃً ممانعت کہاں سے پیدا ہوئی۔ الحاصل یہ حدیث حکم

Marfat.com

فاتحہ پر عبارۃً دال ہے نہ اشارۃً۔ رہی یہ بات کہ جب حدیث عبارۃً دال ہوئی۔ اور اثر
ابوہریرہ کا بھی ایسا ہی ہے۔ تو پھر دونوں میں تعارض ہوا۔ فکیف التوفیق۔
تو کہا جاویگا کہ راجح پر عمل کرنا ضرور ہے۔ سو حدیث کا راجح ہونا ظاہر ہے
اول تو اس لئے کہ یہ حدیث مرفوع بھی مروی ہے۔ اور ابوہریرہ کا اثر بالاتفاق ہی موقوف
ہے۔ دوم آیۃ واذا قرأ القرآن فاستمعوا له وانصتوا بھی اسی کی مؤید ہے
سیوم حدیث صحیح۔ صحیح مسلم وغیرہ کی واذا قرأ فانصتوا بھی اسی کو
ترجیح دیتی ہے۔ چہارم اور آثار صحابہ کرام کے بھی اسیکو تائید دیتے ہیں وغیرہ
وغیرہ **قوله** ساتواں جواب استثنا کا مدلول اشارۃ ہے **اقول** اسکا جواب
ماقبل کے جواب میں۔ سے معلوم ہو چکا ہے۔ دوبارہ ذکر کرنا طوالت سے خالی نہیں
قوله نانواں اعتراض ابوسعید سی روایت ہے آہ **اقول** سوال کی تقریر اسطرح پر
ہے **اخرج البخاری** فی الجزء عن ابی هریرة قال قال رسول الله
صلی الله علیه وسلم اخرج فناد فی المدینة ان لا صلوٰة الا بقرآءة ولو بفاتحة
الکتاب فما زاد۔ واخرج ایضاً فیه۔ عن عطاء عن ابی هریرة فی کل صلوٰة قراءة
ولو بفاتحة الکتاب الحدیث۔ واخرج ایضاً فیه قال لنا ابو نعیم حدثنا الحسن
بن ابی الحسناء حدثنا ابو العالیه۔ فسألت ابن عمر بمکة اقرأ فی الصلوٰة۔ قال
انی لاستحیی من رب هذا البیت ان اصلی صلوٰة۔ لا اقرأ فیها۔ ولو بام الکتاب
واخرج ایضاً۔ فیه۔ قال ابو هریرة رضی الله عنه کان رسول الله صلی الله علیه
وسلم اذا اراد ان یقرأ سکت سکتةً۔ وکان ابو سلمة بن عبد الرحمٰن۔ ومیمون
بن مهران وغیرهم۔ وسعید بن جبیر۔ یرون القراءة عند سکوت الامام لکی
نون نعبد لقوله صلی الله علیه وسلم۔ لا صلوٰة الا بفاتحة الکتاب واخرج
ابوداؤد عن ابی هریرة قال لی رسول الله صلی الله علیه وسلم اخرج فناد فی

Marfat.com

ابن سید الناس کی عبارت

المدینة - لاصلوٰة الا بقراٰن ولو بفاتحة الکتاب فما زاد - سائل کہتا ہے -
ان مرفوعہ احادیث اور آثار سے معلوم ہوتا ہے - کہ فاتحہ بخصوصہا کا پڑھنا فرض نہیں
جبکہ فرض ہی نہیں ہے - تو امام کے پیچھے کیسی فرض ہوگی - **قولہ** معلوم نہیں
کہ یہ لفظ کہاں سے آگیا **اقول** وباللہ التوفیق **اولاً** - عدم العلم بالشئے - اور علم العدم
بہ - میں بہت بڑا فرق ہے - اول مستلزم ضعف کا نہیں **ثانیاً** ابن سید الناس
نے اپنی علم کی نسبت یہ فرمایا ہے اور وہ مستلزم عدم فی نفسہ کا نہیں - کیا حضرت
ابن عمرؓ نے بہ نسبت صلوٰة الضحیٰ کے بجواب سائل کے لا اخالہ نہیں فرمایا - یعنی میں
گمان کرتا ہوں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز فجر کی نہیں پڑھتے تھے کما رواہ البخاری
اعنی فی صحیحہ الخ
اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہما نے نہیں فرمایا - کہ سوا ایک دفعہ کے میں نے
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز ضحیٰ کی پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا رواہ البخاری ایضاً
حالانکہ نماز ضحےٰ کا ثبوت اور بارہا پڑھنا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کالشمس روشن ہے
کما رواہ مسلم وغیرہ ابو محمد حارثی اور ابن عدی نے اس حدیث کو ابی سعید خدری سے
روایت کیا ہے - اور قوی اور ضعیف ہونا حدیث ہذا کا یہ مجمل خود مبین ہے - الا
اس حدیث کی تخریج تو مجہول نہیں **قولہ** جیسے ابوداؤد میں ہے آہ **اقول** ابوداؤد
نے ابوسعید خدری سے روایت کیا امرنا ان نقرأ بفاتحة الکتاب وما تیسر اس
صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ فاتحہ اور ما تیسر دونوں مامور بالقراءة ہیں فھذا
الحدیث حجة علی القائلین بوجوب الفاتحة فقط **قولہ** ابوداؤد کی طریق میں
جعفر بن میمون ہے - نسائی نے کہا لیس بثقة الخ **اقول** جعفر بن میمون کو دارقطنی
کہا یعتبر حدیثہ - وقال مرة صالح الحدیث - وقال ابن عدی لم ار احادیثہ
منکرة وروی عنہ عبد ویحیی القطان ذکرہ فی میزان الاعتدال اس سے
بھی قطع نظر کرکے - تسلیم کیا کہ ابوداؤد کے اس طریق میں **جعفر بن میمون ہے** - الا

جعفر بن میمون کا حال

Marfat.com

ابوداؤد کا دوسرا طریق جسمیں یہ راوی نہیں وہ صحیح ہے ولفظه امرنا ان نقرأ
بفاتحة الكتاب وما تيسر۔ واخرجه ابن حبان وصححه ولفظه امرنا
رسول الله صلى الله عليه وسلم ان نقرأ بفاتحة الكتاب وما تيسر واخرجه
احمد وابويعلى الموصلى فى مسندهما۔ واخرج ابونعيم فى تاريخ اصبهان عن
ابى مسعود الانصارى قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا تجزئ صلوة
لا يقرء فيها بفاتحة الكتاب وشئ معها۔ واخرج احمد فى مسنده فى
صلوة المسئ صلوته عن رفاعة بن رافع ثم اقرأ بام القران ثم اقرء بما شئت
ورواه ابوداؤد عن محمد بن عمرو ثم اقرء بام القران وبما شاء الله ان تقرأ
یہ خلاصہ **نصب الدرایہ** حافظ ابن حجر کا ہے۔ پس ان احادیث سے فاتحہ مع شئے
آخر کی فرضیت ثابت ہے۔ پس قائلین فرضیت فاتحہ خلف الامام فقط پر یہ احادیث
حجت ہیں **قولہ** **فصاعدًا** الی حدیث صحیح ہے اھ **اقول** فرضًا
تسلیم کیا کہ حدیث فصاعدًا ماول کما اوله البخاری ہے۔ الاحادیث ثم اقرأ
بام القران ثم اقرأ بما شئت اور لا تجزئ صلوة لا يقرأ فيها بفاتحة الكتاب
وشئ معها اس تاویل کو قبول نہیں کرتی۔ اور اہل محاورہ کب پسند کرتے ہیں۔
اور ایسی تاویل جو مقتضائی عبارت سے خارج ہو۔ صرف عن الظاہر سے قطع نظر
خصم کے نزدیک حجت ہے۔ کب ہوسکتی ہے **قولہ** آپکے نزدیک قول صحابی حجت
ہے الخ **اقول** صحابی کا قول حجت اوسوقت ہے۔ جب کہ مقابلہ نصوص کے نہو۔ ورنہ
حجیت صحابی کے قول کی حنفیہ کرام کب قائل ہیں **فی التلویح** علی الخلاف فی
قول الصحابی المجتهد هل يكون حجة على مجتهد غير الصحابي۔ ولم يظهر له دليل
من كتاب وسنة انتهى۔ **وفی المنار** تقليد الصحابی واجب يترك به القيا
انتهى۔ پس ظاہر ہے کہ اس مسئلہ میں تقلید صحابی کی حنفیہ کے نزدیک واجب نہیں

Marfat.com

لورُود النصوص الظاهرة **انتباہ** سامعین غور کریں کہ جب ماذکر احادیث سے فاتحہ مع شئی زائد کی فرضیت ثابت ہے۔ تو پھر تخصیص وجوب فاتحہ میں اتباع بقول الرسول کہاں ہے۔ **قولہ** کوئی الزام عائد نہیں ہوسکتا **اقول** الزام کی بھلی کھی تنہا پیش قاضی روی۔ راضی آئی کی مثال صادق آتی ہے۔ ورنہ میدان مقابلہ میں اس دعوی کو کون سنتا ہے۔ اِس تجویز ذہنی پر چند در چند الزام عائد ہوتی ہیں۔ **اوّلاً**۔ مخالفت فاقرؤا ما تیسر من القرآن کی کہ اس آیت میں مطلق قراءت کا حکم ہے۔ تخصیص فاتحہ کی اس حکم کے خلاف ہے۔ **ثانیاً** ثم اقرء ما تیسر معک من القرآن کی تخصیص خلاف ہے **ثالثاً** حکم حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بجزئے صلوۃ۔ لا یقرء فیھا بفاتحۃ الکتاب وشئ معھا ہے تخصیص اس حکم کا خلاف ہے **رابعاً** حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ثم اقرء ام القرآن وبما شاء اللہ ان تقرأ۔ تخصیص اس حکم کے خلاف ہے **خامساً** امرنا ان نقرأ بفاتحۃ الکتاب وما تیسر کے خلاف ہے **سادساً** یہ تفریق ذہنی عموم الفاظ احادیث کی خلاف ہے **سابعاً** واذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا کے خلاف ہے **ثامناً** واذا قرأ فانصتوا کے خلاف ہے **قولہ** ہم کہتے ہیں ما زاد۔ کا پڑھنا بالکل منع نہیں **اقول** حاصل کلام صاحب رسالہ کا یہ ہے۔ کہ فاتحہ ما زاد کے خلف الامام جہراً۔ اور سرًا۔ صلوۃ جہریہ اور سریہ میں بالکل ممنوع نہیں۔ تو یا تو مقتدی کو ہر دو کا پڑھنا بطریق فرض ہوگا۔ یا بطریق مسنون۔ یا فاتحہ کا بطریق فرض۔ اور ما زاد کا مسنون۔ یا بالعکس یعنی ما زاد کا فرض۔ اور فاتحہ کا مسنون۔ فصار المسئلۃ مربعۃ۔ ہر چہار شقوق اسکے بالکل ممنوع ہیں۔ اول۔ دوم۔ سوم۔ تو اسلئے کہ واذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا لہ اور حدیث واذا قرء ای الامام فانصتوا۔ رواہ مسلم وغیرہ اور مالی انازع القرآن اور خالجنیھا۔ اور خلطتم علی القرآن وغیرہ کے خلاف ہے۔ اور

Marfat.com

شافعی جیسا امام اس اجماع پر مطلع نہ ہوتا - کا جواب بدو وجہ - وجہ اول -

چہارم ماذکر من الادلۃ کے سوا - لا قائل بہ من الامۃ المحمدیۃ علی صاحبہا الصلوۃ
والتحیۃ **علاوہ** ازاں جسقدر ادلہ درباب عدم قرارت الفاتحہ والسورۃ خلف الامام فی
مانحن میں مذکور ہوئی ہیں - یہاں بھی تصور کرنی چاہیئے - اور خودرائی تو خود
مرض لاعلاج ہے - اور کلام اتباع ادلہ شرعیہ میں ہے - **قولہ** شافعی جیسا
صاحب مذہب اس اجماع پر مطلع نہ ہوتا **اقول** فاتحہ خلف الامام میں اجماع ہوا
یا نہوا - اصل مسئلہ کی بابت استفسار ہے کہ اجماعیہ مسائل صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم
اجمعین پر دوردست بعید العہد پیدائش کی اطلاع ہو - کیا شرائط ضروریہ انعقاد
اجماع سے ہے - توافق وموافقت امام شافعی وغیرہ کی مسائل اجماعیہ
صحابہ میں تو مدار انعقاد اجماع کا نہیں ہے - پر کیا عدم اطلاع مانع عدم
انعقاد اجماع ہے **فی المسلم وشرحہ** لا عبرۃ فی الاجماع بالکافر
ولا عبرۃ ایضاً لوفاق من سیوجد اجماعاً - انتہی **ثانیاً** بہت مسائل
اجماعی ایسے ہیں کہ اون میں **صاحب رسالہ** کو بہ نسبت محدثین یہی بات کہنی
پڑیگی (۱) **نووی شرح صحیح مسلم** میں لکھتا ہے - اجمع العلماء علی جواز التیمم
عن الحدث الاصغر - وکذلک اجمع اہل ہذہ الاعصار ومن قبلہم علی
جوازہ للجنب والحائض والنفساء انتہی اور ابراہیم نخعی تابعی امام جلیل الشان
لا یری التیمم لہم پس صاحب رسالہ کہدیں - کہ اگر اجماع ہوتا - تو امام ابراہیم نخعی
تابعی قریب العہد مطلع نہ ہوتا (۲) **نووی** نے اوسی کتاب میں لکھا ہے -
اذا صلی الجنب بالتیمم ثم وجد الماء وجب علیہ الاغتسال باجماع العلماء
انتہی اور ابوسلمہ بن عبدالرحمن تابعی امام جلیل الشان ہو - قال لا یلزمہ الغسل
یہاں بھی صاحب رسالہ وہی بات کہدیں (۳) **نووی** اوسی کتاب میں
لا یبولن احدکم فی الماء الراکد کے ذیل میں لکھتا ہے والتغوط فی الماء

Marfat.com

کالبول فیہ۔ واقبح وعلیہ اجماع العلماء انتھی۔ مضمونًا۔ اور داؤد ظاہری
امام کہتا ہے۔ ان الغائط لیس بمنھی عنہ فی الماء پس اس میں بھی ویسا ہی
کھدیں (۴) اوسی کتاب میں نووی لکھتا ہے کہ عند البیع والشراء فقط
عورت کے مونہہ اور دونوں ہاتھوں کو دیکھ لینا جائز ہے۔ اور اسپر اجماع امت کا
ہے۔ **وقال الاوزاعی** ینظر الی موضع اللحم وقال داؤد ینظر الی
جمیع بدنھا پس یہاں بھی وہی بات کھدیں (۵) **نووی** نے اوسی کتاب
میں لکھا ہے نقل الحارث المحاسبی اجماع العلماء علی ان الام تفضل فی البر
علی الاب۔ وخالف فی ذلک مالک فانہ یقول انھما فی البر سواء۔ پھر
صاحب رسالہ یہاں ہی بھی فرماویں۔ کہ اگر اجماع ہوتا تو امام مالک جیسے امام
مطلع نہوتے۔ اور اوس کے نظائر ازبس ہیں طوالت قلم کو روکتی ہے وذلک
غیر خافیۃ علی ناظری کتب الفن۔ پس ثابت ہوا کہ عدم اطلاع امام شافعی وغیرہ
کی مانع انعقاد اجماع صحابہ کرام کی نہیں ہے فثبت وھن ھذا القول **قولہ**
باحسن وجوہ ثابت ہے **اقول** جیسی قراءت فاتحہ خلف الامام بعض صحابہ۔ اور
تابعین سے ثابت ہے۔ ویسی ہی عدم القراءۃ خلف الامام بھی صحابہ اور تابعین
سے بعمدہ وجوہ ثابت اور مبرہن ہے۔ فثبت ان المسئلۃ اختلافیۃ۔ الا امر
متنازع فیہ فرضیت فاتحہ خلف الامام ہے۔ سو اوسکا ثبوت اس کلام سے حیز منع میں
ہے۔ بلکہ اختلاف صحابہ اور تابعین کا مؤید عدم فرضیت کا ہے۔ رہی یہ بات
کہ مسئلہ اختلافی ہے تو اجماع کہنا درست نہوا۔ سو اسکی بابت آگے گزارش ہوگا **قولہ**
سینی بخاری نے کہا **حدثنا** یحیی عن الابان حدثنا ابو نضرۃ
الخ **اقول** اس روایت میں ابان سہو قلم ہے۔ بلکہ صحیح العوام ہے۔ اور یہہ عوام
بن حمزۃ المازنی ہے۔ سو میزان الاعتدال میں اسکی ترجمہ میں لکھا ہے۔

Marfat.com

روی عباس عن یحییٰ لیس حدیثه بشئ و قال احمد له مناکیر انتھی۔
قوله وبروایة عن عبدالرحمن بن ھرمز ان ابا سعید الخدری الخ **اقول**
اس حدیث کی ایک روایت میں یحییٰ بن عبداللہ بن بکیر مصری ہے۔ اور وہ مختلف فیہ
ہے میزان الاعتدال میں لکھا ہے۔ قال ابوحاتم کان یفھم ھذا الشان یکتب
حدیثه ولا یحتج به۔ **وقال** النسائی ضعیف۔ وقال مرة۔ لیس بثقة انتھی۔ اور
دوسری روایت میں عبداللہ بن صالح ہے۔ اور یہ عبداللہ بن صالح بن محمد بن مسلم
جھنی مصری ابوصالح کاتب اللیث بن سعد ہے۔ **تقریب** میں لکھا ہے صدوق
کثیر الغلط ہے۔ اور میزان میں کہا ہے قال النسائی لیس بثقة۔ وقال ابن المدینی
لا اروی عنه شیئاً۔ وقال ابن عدی ھو عندی مستقیم الحدیث الا انه یقع
فی اسانیده ومتونه غلط ولا یعتمد علیه انتھی **قوله** قال البخاری رحمه اللہ و
کانت عائشة تقول بذلک **اقول** یہ روایت بلا سند ہے۔ اگر اوسکی سند مذکور ہوتے
تو رواۃ کا حال معلوم ہوتا **قوله** قال البخاری قال عبدالرزاق الخ **اقول** اس روایت
کو صاحب رسالہ نے پورا پورا بیان نہیں کیا۔ بخاری رحمہ اللہ علیہ نے جزو قرات میں
اسکو یوں لکھا ہے قال البخاری قال عبدالرزاق عن ابن جریج عن عطاء قال اذا
کان الامام یجھر فلیبادر بقرایة ام القرآن۔ او لیقرء بعد ما سکت فاذا قرء
فلینصت کما قال اللہ تعالیٰ انتھی **اولا**۔ گذارش ہے کہ عبدالرزاق جو اس روایت
میں ہے عبدالرزاق بن ھمام بن نافع ہے۔ اور وہ متکلم فیہ عند الحفاظ ہے **میزان**
میں اوسکی توثیق کا حال بھی لکھا ہے۔ اور یہ بھی لکھا ہے وضعف بصرہ فی آخر
عمرہ فھو ضعیف السماع۔ وقال محمد بن عثمان الثقفی البصری۔ واللہ الذی
لا الہ الا ھو۔ ان عبدالرزاق کذاب۔ والواقدی اصدق منه۔ وقال زید
بن عبدالمبارک لا اروی عنه۔ وقال جعفر بن عثمان الطیالسی سمعت ابن معین

عبدالرحمن بن ہرمز
عبدالرزاق بن ہمام

Marfat.com

یقول سمعت من عبد الرزاق کلاماً یوماً۔ فاستدللت به علی تشیعه۔ فقلت
ان استاذیک الذین اخذت عنہم کلهم اصحاب سنة۔ معمر و مالک و
ابن جریج و سفیان۔ والاوزاعی۔ فعمن اخذت هذا المذهب۔ فقال قدم علینا
جعفر بن سلیمان الضبعی فرأیته فاضلاً حسن الهدی۔ فاخذت هذا عنه۔
وقال احمد بن خیثمة سالت ابن معین وقیل له ان احمد یقول ان عبید الله
بن موسی یرد حدیثه للتشیع۔ فقال کان۔ والله الذی لا اله الا هو عبد الرزاق
اعلی فی ذلک من عبید الله مائة ضعف انتهی ملتقطاً اور **تقریب** میں ہے
ثقة حافظ مصنف شهیر عمی فی آخر عمره فتغیر وکان یتشیع انتهی اور **ثانیاً**
یہ اثر خود دال ہے کہ اگر مقتدی کو موقعہ مذکور نہ ملے۔ تو انصات عند قرأة الامام
واجب ہے۔ فاتحہ نہ پڑھے۔ فاین فرضیة الفاتحة **قوله** قال البخاری عن
ابی السائب عن ابی هریرة رضی الله عنه الخ **اقول** یہ حدیث صاحب رسالہ پہلے ابتدا
رسالہ میں بیان کر چکے ہیں۔ اور اوسکا جواب وہاں عمدہ طرح سے دیا گیا ہے۔ فلا نعیده
قوله قال البخاری عن ابی المغیرة عن ابی بکر الخ **اقول** اس روایت
کی سند میں زیاد البکائی ہے۔ اور وہ زیاد بن عبد اللہ بن طفیل البکائی ہے۔
میزان الاعتدال میں اوس کے ترجمہ میں لکھا ہے قال ابن معین لا باس به فی المغازی
واما فی غیرها فلا۔ وقال ابن مدینی ضعیف کتبت عنه وترکته۔ وقال
ابو حاتم لا یحتج به۔ وقال النسائی ضعیف وقال مرة لیس بالقوی۔ وقال
ابن سعد کان عندهم ضعیفاً انتهی **قوله** عن ابن سنان قال قلت لابی بن
کعب الخ **اقول** اس روایت کی سند میں عبید اللہ بن موسی العبسی الکوفی شیخ
البخاری ہے۔ میزان میں لکھا ہے۔ عبید الله فی نفسه ثقة لکنه شیعی محترق۔ و
قال ابو داؤد کان شیعیاً محترقاً۔ وعن احمد کان عبید الله صاحب تخلیط حدث

زیاد البکائی کا حال۔

عبید اللہ بن موسی کا حال۔

Marfat.com

احادیث سوء واخرج تلک البلایا - وقد رایته بمکة فاعرضت له - وقد
استشار محدث احمد بن حنبل فی الاخذ عنه فنهاه انتہی - **قوله** قال البخاری
عن ابی رافع عن علی بن ابی طالب الخ **اقول** اس روایت میں سفیان بن حسین
سمعت عن الزہری واقع ہے - **میزان الاعتدال** میں لکھا ہے یروی عن
الزہری مضطرب فیه - وقال احمد لیس بذاک فی الزہری - وقال عباس
عن یحیی لیس به باس ولیس من کبار اصحاب الزہری - فی حدیثه ضعف
وروی ابن خیثمة عن ابن معین ثقة فی غیر الزہری - وروی یعقوب
بن شیبة عن یحیی کان مؤدبا لم یکن بالقوی - وروی ابوداؤد عن یحیی
لیس بالحافظ ولا بالقوی فی الزہری - وقال ابن معین لم یکن بالقوی
انتہی مختصرا **قوله** قال البخاری عن ابی مریم سمعت ابن مسعود الخ **اقول**
اس روایت کی سند میں اسماعیل بن ابان ہے **میزان** میں اوسکے ترجمہ میں
لکھا ہے اسماعیل بن ابان الازدی الکوفی الوراق شیخ البخاری - قال البخاری
صدوق وقال غیره کان یتشیع - وروی الحاکم عن الدارقطنی انه قال
لیس عندی بالقوی **قوله** قال البخاری عن سفیان وقال حذیفة یقرء
خلف الامام **اقول** یہ روایت جزء القراءت امام بخاری رحمہ اللہ - مطبوعہ مطبع
صدیقی لاہور کے صفحہ ۱۳ - سطر ۴ میں فقط اسقدر ہے - وقال حذیفة یقرء
اور خلف الامام کا لفظ اسمیں نہیں - شاید ایزاد ہے - یا ایجاد یا سہو کاتب ہے
اور یقرء عام ہے داخل ہو یا خارج نماز کے - اور مقتدی اور امام اور منفرد کو - فافہم
به الحجة علی القراءة خلف الامام - اور نیز اس روایت کی سند میں محمد بن یوسف
الفریابی شیخ البخاری ہے **میزان** میں اوس کی توثیق کے بعد لکھا ہے - و
قال العجلی اخطاء الفریابی فی مایة وخمسین حدیثا انتہی **قوله** حدثنا ابو الضرم

سفیان بن حسین ۱ ل

اسمعیل بن ابان ۱ ل

محمد بن یوسف الفریابی ۱ ل

Marfat.com

قال سالت ابا سعید عن القراءة خلف الامام **اقول** یہ روایت اور جو روایت کہ صاحب رسالہ نے اوّل بقولہ سنیے بخاری نے کہا ہے **حدثنا** مسدد حدثنا یحیی الخ بیان کی ہے۔ ایک ہی ہے۔ صاحب رسالہ نے اسکو آثار کی تعداد بڑہانے کے لئے یا سہو سے ان غرض آخر۔ مکرر بیان فرمایا۔ اسکی سند میں وہی عوام بن حمزة المازنی ہے یحیی نے کہا۔ لیس حدیثہ بشیٔ وقال احمد لہ مناکیر کما مر قبل ذلک من المیزان

قولہ وعن مجاهد اذا نسی فاتحة الکتاب فلا تعد تلک الرکعة **اقول** اس روایت سے استدلال صاحب رسالہ کا ظاہر البطلان ہے۔ کیونکہ اوسمیں خلف الامام کا کہاں ذکر ہے۔ تاکہ صاحب رسالہ کو مفید ہوتا۔ کما لا یخفی۔ جائز ہے کہ مجاہد سے نے منفرد کے لئے فرمایا ہو۔ جیسی حنفیہ کرام فرماتے ہیں۔ کہ منفرد کے لئے قراءة فاتحة الکتاب واجب ہے۔ اوس کے ترک سہواً سے بھی نقصان کمال لازم آتا ہے کما هو المذکور فی الفقه **قولہ** وعن عبد الله بن مغفل انه کان یقرا فی الظهر والعصر الخ **اقول** اس روایت کی سند میں عمر بن ابی سحیم النصری ہے سو اوسکو **میزان الاعتدال** میں غیر معروف لکھا ہے حیث قال عمر بن ابی سحیم۔ عن عبد الله بن مغفل لا یعرف یحیی بن ابی اسحاق الحضرمی عنه حدیث انتهی **قولہ** عن عبد الله بن الزبیر عن ابیه عن عائشة الخ **اقول۔ اوّلاً**۔ اس روایت کی سند میں محمد بن اسحاق ہے۔ محدثین کے نزدیک جو اوسکا حال ہے۔ سابق میں گزر چکا ہے۔ **ثانیًا** اس سے قطع نظر لفظ خداج مشترک ہے کما مر قبل ذلک فلا یتم به حجة **ثالثًا** لیس فی هذا الحدیث شیٔ یدل علی انه صلی الله علیه وسلم اراد بذلک الصلوة التی تکون وراء الامام۔ قد یجوز ان یکون عنی بذلک الصلوة التی لا امام فیها۔ **واخرج** من ذلک المامور بقوله من کان له امام فقراءة الامام له قراءة فلا یتم به الحجة **قولہ** عن عبادة صلی النبی صلی الله علیه وسلم

جواب [illegible]

جواب [illegible]

Marfat.com

صلوٰۃ الخ **اقول** اس روایت کی سند میں بھی محمد بن اسحاق ہے۔ اور نیز اسکا جواب ابتدا رسالہ میں گزرچکا ہے۔ اعادہ اوسکا طوالت سے خالی نہیں فلا نعیدہٗ

قولہ قال البخاری قال ابن خیثم قلت لسعید ابن جبیر الخ **اقول** میزان الاعتدال میں لکھا ہے عبداللہ بن عثمان بن خیثم المکی روی الدروی عن ابن معین احادیثہ لیست بالقویۃ۔ وقال مرۃ لا یحتج بہ۔ وقال النسائی لین الحدیث انتہی۔ اگرچہ اس عبداللہ کی بعض نے توثیق بھی کی ہے الا ضعف راجح ہے۔

قولہ قال البخاری قال انا محمد بن یوسف ثنا سفیان الخ **اقول** اس روایت کی سند میں جواب ابن عبیداللہ التیمی ہے **میزان** میں کہا ہے وثقہ ابن معین ضعفہ ابن نمیر۔ وقال ابو خالد الاحمر رأیتہ وکان یقص ... یذہب الی الارجاء۔ وقال الثوری لم اعرض لہ الا ارجاء۔ وقال ابن عدی لیس لجواب من المسند الا قلیل۔ لہ مقاطیع فی الزہد وغیرہ رحمہ اللہ انتہی ملخصاً

قولہ قال مجاہد اذا لم یقرأ خلف الامام الخ **اقول** یہ اثر اور عبداللہ بن عمر کا اثر حدیث مرفوع اور واذا قرأ (الامام) فانصتوا۔ رواہ مسلم والنسائی اور آیۃ قرآن واذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا۔ اور حدیث قراءۃ الامام لہ قراءۃ کا کب مقابلہ کرسکتے ہیں **قولہ** اسقدر آثار ایک ہی کتاب سے نقل کردیے ہیں **اقول** ہر ایک اثر کا حال معلوم ہوچکا ہے۔ اور ضعف اونکا واضح ور ظاہر ہوگیا۔ پھر ایسے ضعاف کو معرض مقابلہ اور محل استدلال میں پیش کرنا۔ سامحت کے سوا اور کیا کہا جاوے۔

قولہ ایک اور پیارا قول نقل کرنے کو جی چاہتا ہے **اقول** قطع نظر اسکے ... کہ یہ اثر بھی احادیث مرفوعہ اور آیۃ قرآنی کا مقابلہ کب کرسکتا ہے۔ اسکی سند میں بھی جواب تیمی ہے جسکا حال میزان سے گزرچکا ہے۔ اور **تقریب** میں لکھا ہے صدوق متہم بالارجاء۔ **قولہ** قال قال ابی بن خلف وحذیفۃ الخ **اقول** یہ اونھی آثار کا ...

Marfat.com

ہے۔ جنکا ضعف پہلے معلوم ہوچکا ہے۔ جبکہ آثار کا حال یہ ہے۔ تو پھر اس نتیجہ کو کون تسلیم کرے۔ **قولہ** وقال القاسم بن محمد کان رجال الخ **اقول** یہ روایت صاحب رسالہ نے پوری پوری بیان نہیں کی۔ ایک جملہ مطلب کا ذکر کیا۔ اور دوسرا جملہ بیان کرنے سے حیا مانع ہوا ہوگا۔ **مؤطا** میں ہے۔ قال اسامۃ فسألت القاسم بن محمد عن ذلک (ای القرأۃ خلف الامام) فقال ان ترکت فقد ترکہ ناس (ای من الصحابۃ) یقتدی بھم۔ وان قرأت فقد قرأت ناس یقتدی بھم وکان القاسم ممن لا یقرأ **فائدہ** اس اثر سے صاف ظاہر ہے۔ کہ بہت صحابہ خلف الامام قراءۃ نہیں پڑھتے تھے۔ جیسا فقد ترکہ ناس کا مدلول ہے قاری الفریضہ

قولہ وقال ابی مریم سمعت ابن مسعود الخ **اقول** ان سب آثار کا حال گزارش ہوچکا ہے **قولہ** کافی صاحب کا قول ہی ان آثار سے کذب بحت ثابت ہوگیا الی آخر ما قال۔ کیونکہ مرتضے رضی اللہ عنہ کا خلف الامام قراءۃ پڑھنا ثابت ہے **اقول** اولا۔ بہت عمدہ درجہ کا ثبوت ہوچکا ہے۔ بھلا اس سے بڑھکر اور کیا ثبوت ہونا چاہئے کہ خود امام الائمہ بخاری بصیغہ تمریض (یعنی یذکر عن علی رض) بیان فرماتے ہیں جبکہ بخاری رحمہ اللہ کے بیان پر مدار ثبوت ہے۔ تو بخاری کو تو یقینا یہ بات معلوم ہی نہیں ہوئی کہ حضرت خلیفہ چہارم خلف الامام قرأت پڑھتے تھے۔ یا نہ پڑھتے تھے۔ حضرت امام الائمہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ جبکہ خود ہی متوہم اور شاک ہیں تو پھر ثابت ہی کہاں ہوچکا ہے۔ وہ جیہ خوش۔ بخاری پر ہی اتہام لگانے سے باز نہ آئے اور آیۃ ان بطش ربک لشدید کو جلد ہی بھول گئے۔ **ثانیا** جس روایت پر مدار حصول علم قراءۃ خلف الامام خلیفہ چہارم کرم اللہ وجہ کا ہے۔ اوسکی سند میں سفیان بن حبیب ہے۔ اور اس سفیان کے ضعف کا حال نقلا عن المیزان بخوبی معلوم ہوچکا ہے۔ پھر ایسی ضعیف کی روایت کو درجہ ثبوت کہاں حاصل ہے **ثالثاً** حافظ ابن حجر عسقلانی نے تحریر

جواب صاحب القول القاسم الخ

جواب طعن برکاغی صاحب کے قول کاذب ہونیکا

Marfat.com

ہدایہ میں لکھتے ہیں۔ وانما یثبت ذلک (ای منع القراءة خلف الامام) عن ابن عمرؓ جابر

وزید بن ثابت وابن مسعود۔ وجابر عن سعید۔ وعمر۔ وابن عباس وعلی انتہی

تنبیہ جبکہ روایت مثبتہ قراءۃ حضرت علی کا یہ حال۔ اور امام الائمہ بخاری کو خود یقین ہی نہیں۔ اور ابن حجر جیسا محقق شافعی المذہب حضرت علی رضی اللہ عنہ کا منع قراءۃ خلف الامام نقل کرتا ہے۔ تو پھر صاحب کافی کے قول کو کذب بحت کہنے کو۔ اگر کذب بحت اور سخت عبارت کہا جاوے۔ تو شاید بعید از اعتدال نہو **قولہ** پہلا اثر جناب عمر رضی اللہ عنہ کا ہے بخاری نے کہا ہے آہ **اقول** حضرت عمرؓ کے اثر کو صاحب رسالہ نے پورا پورا بیان نہیں کیا۔ **زیلعی** نے **تخریج احادیث ہدایہ** میں ناقلا عن الخلاصہ للنووی۔ بیان کیا ہے حیث قال۔ عن ابی سلمة بن محمد بن علی ان عمر بن الخطاب صلی المغرب فلم یقرء فقیل له۔ فقال کیف کان الرکوع والسجود۔ قالوا حسنا قال فلا باس انتہی۔ وقال ھذا منقطع لانهما لم یدرکا عمر رضی اللہ عنه۔ قال وفی روایة للبیہقی موصولة ان عمر اعاد الصلوة انتہی ہم نے تسلیم کیا کہ پہلا اثر منقطع ہے۔ اور دوسرا موصول الا اعادہ نماز کا حضرت عمر فاروق نے بسبب نہ پڑھنے مطلق قرارت کے جو کہ فرض ہے فرمایا۔ وہو مذہب الحنفیة۔ نہ باعث نہ پڑھنے فاتحۃ الکتاب کے۔ کیونکہ اس اثر میں صلی المغرب ولم یقرء واقع ہے۔ سو اوسکا مدلول عدم القرات مطلقا نہ بعدم قراءۃ الفاتحۃ۔ فہذا الاثر لنا لا له **قولہ** ویکفی فی بطلانه اجماع المسلمین علی خلافه آہ **اقول** اس اجماع المسلمین میں صحابہ رضوان اللہ علیہم داخل ہیں یا نہیں۔ اگر داخل ہیں تو اوسکا کہنا اجماع المسلمین [illegible]

ہے **قال البخاری** فی الجزء۔ انما اجاز ادراک الرکوع من اصحاب النبی صلی اللہ علیه وسلم الذین لم یروا القراءة خلف الامام منهم ابن مسعود۔ وزید بن ثابت۔ وابن عمر انتہی۔ **بخاری** رحمۃ اللہ علیہ کے بیان سے واضح ہے۔ کہ قراءۃ خلف الامام

کل صحابہ کا مذہب نہیں ۔ پھر اجماع المسلمین علے خلافہ کہاں ہوا ۔ اور اگر صحابہ داخل نہیں ہیں ۔ تو اجماع المسلمین کجا ۔ فذلک اصرح البطلان من الاول ۔ اگر بعد انقراض زمان صحابہ رضی اللہ عنہم کے اجماع المسلمین علے خلافہ مراد ہے ۔ تو بھی صحیح نہیں لاختلاف التابعین ومن بعدہم فی ہذہ المسئلۃ وھو ظاہر غیر خافیۃ **قولہ** پھر بخاری نے کہا ہے علی مرتضی کا وہی اثر اول اور صحیح ہے **اقول** یہ اول اور صحیح وہی اثر ہے جسکا ذکر پہلے ہو چکا ہے ۔ اور اوسکی سند میں سفیان بن حسین ہے ۔ اور اوسکے ضعف کا حال میزان الاعتدال سے منقول ہوا ہے پھر باوصف ایسے ضعیف راوی کے اول اور صحیح کسطرح ہوا ۔ **قولہ** اور جناب امیر کی اوس اثر کی نسبت الخ **اقول** اس اثر کو حافظ ابن حجر نے تخریج احادیث ہدایہ میں اسطرح بیان کیا ہے اخرجہ (البیہقی) من طریق الحارث عن علی ان رجلا قال لہ صلیت فلم اقرأ فقال اتممت الرکوع والسجود قال نعم ۔ قال تمت صلوتک انتھی ۔ وقال الزیلعی فی تخریج احادیث الھدایۃ ۔ وقال الحارث مجمع علی ضعفہ فانہ کان کذابا انتھی ۔ اس روایت کی سند میں چونکہ حارث ہے اور وہ ضعیف مجمع علیہ ہے ۔ لہذا یہ روایت ضعیف ہوئی ۔ اگر فرضا حارث کے ضعف سے قطع نظر بھی کیجاوے ۔ تو بھی یہ روایت نصوص صریحہ دالہ بر وجوب قراءۃ مطلق کے معارض ہے ۔ کیونکہ سائل نے کہا صلیت فلم اقرأ یعنے مینے نماز پڑھی ۔ اور اوس میں قراءت بالکل نہیں پڑھی ۔ پس ظاہر ہے کہ جبکہ اوس نے قراءۃ مطلقا نہیں پڑھی تو پھر اوسکی نماز کسطرح صحیح ہو گی لان مطلق القراءۃ فرض ۔ وھو بعینہ مذھب الحنفیۃ رضوان اللہ علیہم اجمعین **قولہ** فرضونکی رکعتوں میں قراءۃ ضروری نہیں سمجھتے **اقول** اسکا جواب انشاء اللہ تعالے آگے ذکر ہو گا **قولہ** جابر کا قول مخالف ہے ۔ ابن ماجہ نے سنن میں لکھا ہے عن جابر کنا نقرأ فی الظھر الی آخرہ **اقول** ۔ اولا ۔

جواب قول جابر + جواب اثر علی رضی اللہ عنہ

جواب قول اثر حارث +

جواب فرضونکی رکعتوں میں قراءت + جواب قول جابر

ابن ماجہ نے روایت کی جابر رضی اللہ عنہ سے قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
من کان له امام فان قراءة الامام له قراءة **ثانیاً** ترمذی نے حضرت جابرؓ
سے روایت کیا ہے من صلی رکعة لم یقرأ فیها بام القرآن فلم یصل الا ان یکون
وراء الامام وقال هذا حدیث حسن **ثالثاً** قال الحافظ ابن حجر فی نصب الرایة
فی تخریج احادیث الهدایة انما یثبت ذلك ای المنع عن ابن عمر و جابر و زید بن
ثابت و ابن مسعود انتهی **رابعاً** قال ابن عبد البر ما اعلم فی هذا الباب من الصحابة
من صح عنه ما ذهب الیه الکوفیون فیه - من غیر اختلاف عنه الا جابر **خامساً**
قال بعض اعیان الدهلی لعل هذا کان باجتهاده - فلما احسن رسول اللہ صلی اللہ
علیه وسلم منهم - قال من کان له امام فان قراءة الامام له قراءة - کما یجیئ
فی باب - اذا قرء الامام فانصتوا انتهی - ان وجوہات سے صاف ظاہر ہے - کہ راجح
روایت یہی ہے کہ معمول حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا عدم القراءة تھا کما لا یخفے **قوله**
بخاری نے روایت کیا ہے عن الزهری عن مولی جابر ابن عبد اللہ آہ **اقول** امام
الائمہ بخاری علیہ الرحمة نے اس اثر کو جزء القراءة میں یوں بیان فرمایا ہے - **و**
روی سفیان بن حسین عن الزهری عن مولی جابر بن عبد اللہ قال لی جابر
بن عبد اللہ اقرأ فی الظهر و العصر خلف الامام انتهی - اسمیں گزارش ہے **اولاً**
اس روایت کی سند میں وہی سفیان بن حسین ہے - جسکا ضعف **میزان الاعتدال**
سے مذکور ہو چکا ہے فکیف الاحتجاج به **ثانیاً** حافظ ابن حجر نے تخریج احادیث ہدایہ
میں بیان کیا ہے کہ جابر رضی اللہ عنہ سے منع عن القراءة خلف الامام ثابت ہے و
هذه عبارته - وانما یثبت ذلك (ای منع القراءة خلف الامام) عن ابن عمر و جابر و
زید بن ثابت و ابن مسعود الخ **ثالثاً** روی الترمذی عن جابر بن عبد اللہ یقول
من صلی رکعة لم یقرأ فیها بام القرآن فلم یصل الا ان یکون وراء الامام - هذا حدیث

حسن صحیح انتھے **رابعًا** - روی الطحاوی فی شرح الآثار بسندہ عن جابر بن عبد اللہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال من صلی رکعۃ الحدیث **خامسًا** روی مالک فی مؤطاہ عن وھب بن کیسان انہ سمع جابر بن عبد اللہ یقول من صلی رکعۃ لم یقرأ فیھا بام القرآن فلم یصل الا وراء الامام انتھی **سادسًا** امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے نصا بیان کیا ہے - کہ جابر رضی اللہ عنہ نے حدیث لا صلوۃ لمن لم یقرء بفاتحۃ الکتاب کی تاویل کی ہے - اور فرمایا ہے - کہ یہ حدیث من کان وحدہ کے لئے ہے - من کان خلف الامام کیواسطے نہیں - بلکہ اوس کے لئے من صلی رکعۃ الحدیث ہی - اگر اسحدیث کا ثبوت عند الجابر رضی اللہ نہوتا - تو حضرت جابر کو تاویل حدیث اول کی کیا ضرورت تہی - اور احمد بن حنبل نے بہی حدیث لا صلوۃ کی الحدیث یہی تاویل کی ہے - **قال الترمذی** اما احمد بن حنبل فقال معنی قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا صلوۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب - اذا کان وحدہ واحتج بحدیث جابر بن عبد اللہ حیث قال من صلی رکعۃ لم یقرأ فیھا بام القرآن فلم یصل الا ان یکون وراء الامام - قال احمد فھذا رجل من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم تاول قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا صلوۃ لمن لم یقرء بفاتحۃ الکتاب ان ھذا اذا کان وحدہ انتھی - جب کہ حدیث حسن صحیح وانکان موقوفًا - اور مرفوع موجود - اور حضرت جابر سے ثبوت میں منقول - اور ما روی البخاری فی الجزء کا ضعف مکشوف - تو پہر اسحدیث کے ثبوت میں کیا کچہ کلام ہے **علاوہ** براں بخاری کا اثر ضعیف - مرفوع اور موقوف حسن صحیح اور احمد بن حنبل کی روایت کا بہلا مقابلہ کر سکتا ہے - **مخاصم** کا دہ کلام تو بند ہونا معلوم - وللمنصف ما نقلنا کاف **قولہ** اور ابن مسعود سے ثبوت قراءۃ خلف الامام اوپر گزر چکا ہے - **اقول** (اولًا) وہاں بہی اوس روایت کا

ابن مسعود سے ثبوت قراءۃ کا جواب +

حال بھی گزارش ہو چکا ہے۔ یعنی وہاں بیان ہو چکا ہے۔ کہ اس روایت کی سند میں
اسماعیل بن ابان ہے۔ **میزان الاعتدال** میں اوسکے ترجمہ میں لکھا ہے۔
اسماعیل بن ابان ازدی الکوفی الوراق شیخ البخاری قال البخاری صدوق وقال
غیرہ کان یتشیع۔ **وروی الحاکم** عن الدارقطنی انه قال لیس عندی
بالقوی انتہی **ثانیاً** خود امام الائمہ بخاری نے جزء القراۃ میں لکھا ہے انما اجاز ادراک الرکوع من اصحاب النبی
صلعم الذین لم یروا القراۃ خلف الامام منہم ابن مسعود وزید بن ثابت وابن عمر انتہی **ثالثاً** حافظ ابن حجر
تخریج احادیث ہدایہ میں لکھا ہے انما ثبت ذلک رای منع القراۃ خلف الامام عن ابن عمر
وجابر وزید بن ثابت وابن مسعود انتہی۔ یہ حال ثبوت مذکور کا ہے جس پر صاحب رسالہ
نازاں ہو کر فرماتے ہیں کہ ثبوت گزر چکا ہے **قولہ** اور ابن عمرو کے اثر کی نسبت
قال البخاری الحدیث **اقول** ۔ اولاً۔ یہ روایت عبداللہ بن عمر بن الخطاب سے
مروی ہے۔ ابن عمرو بالواو سہو قلم ہے بلا واو صحیح ہے) بخاری کے جزء القراءت
کی روایت میں۔ لا اقرا فیہما ولو بام القرآن ہے۔ اور **طحاوی** کی روایت میں
لا اقرا فیہما بام القرآن او ما تیسر واقع ہے۔ ہر دو روایتوں سے وجوب مطلق قراۃ
کا مستفاد ہوتا ہے۔ نہ فاتحہ کی تعیین **ثانیاً** اس روایت میں قراۃ فی الصلوۃ
کا ذکر ہے۔ قراءت خلف الامام کا اسمیں ذکر ہی کہاں ہے فہذہ الروایۃ لا تنفع
لصاحب الرسالۃ **قولہ** ان یحیی سال ابن عمرو عن القراۃ خلف الامام الحدیث
اقول ۔ اولاً۔ یہ روایت بھی عبداللہ بن عمر الخطاب سے مروی ہے۔ ابن عمرو بالواو
سہو ہے۔ اس روایت کی سند میں یحیی بن سلم البکائی ہے۔ میزان الاعتدال
میں لکھا ہے یحیی بن مسلم البکائی قال ابوزرعۃ لیس بالقوی۔ وقال ابن سعد
ثقۃ انشاء اللہ تعالی۔ واما یحیی القطان لا یرضاہ۔ وقال النسائی متروک
الحدیث۔ وقال الدارقطنی ضعیف۔ وقال ابن حبان لا یجوز الاحتجاج بہ۔

Marfat.com

وقال وکیع یروی عن شیخ ضعیف + وروی احمد بن زہیر عن ابن معین قال
یحیی البکاء لیس بذاک + وقال النسائی یحیی بن مسلم البکاء البصری متروک
انتہی۔ **وفی التقریب** ضعیف من الرابعۃ انتہی **ثانیاً** خود امام بخاری علیہ الرحمۃ
نے جزء القراءۃ میں۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ کو من لم یروا القراءۃ خلف الامام سے شمار کیا
ہے کما مر عبارتہ **ثالثاً** حافظ ابن حجر نے تخریج احادیث ہدایہ میں ابن عمر کو مانعین
قراءۃ خلف الامام سے گنا ہے۔ وایضاً سبقت عبارتہ **رابعاً** موطا امام مالک میں ہے
عن نافع ان عبداللہ عمر کان اذا سئل ہل یقرء احد خلف الامام۔ قال
اذا صلی احد خلف الامام فحسبہ قراءۃ الامام۔ واذا صلی وحدہ فلیقرء۔ قال
وکان عبداللہ بن عمر لا یقرأ انتہی۔ **خامساً** موطا امام محمد میں نافع کی روایت بعینہ
موجود ہے **وفیہ** ایضاً اخبرنی انس بن سیرین عن ابن عمر انہ سئل عن القراءۃ
خلف الامام قال یکفیک قراءۃ الامام انتہی مختصراً **وایضاً فیہ** کان ابن
عمر لا یقرأ خلف الامام ان عبارات سے کئی فایدہ معلوم ہوئے **اول** ضعف یحیی
البکاء کا حال جو بخاری کی روایت میں ہے۔ **دوم** یہ روایت معارض ہے۔ اوس
روایت کے جو خود بخاری نے بیان فرمائی ہے **سیوم** ابن حجر کے بیان
کے مخالف ہے **چہارم** امام مالک کی روایت جو قوی اوس کے معارض ہے **پنجم**
روایات موطا محمد کے مخالف ہے **پھر** باوصف ضعف اور معارضات کے کیف یصح
الاحتجاج بہ **قولہ** اور زید بن ثابت کے اثر بخاری نے کہا ہے لا یعرف **اقول**
اس جواب میں صاحب رسالہ نے بہت عمدہ نمایاں حکیمانہ کارروائی فرمائی ہے۔ ظاہر
ظاہر میں گو یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ بخاری کا جواب زید بن ثابت کی دونوں اثروں کا جواب ہے
والحال انہ لیس کذلک بخاری رح کی جزء القراءۃ کی عبارت یہ ہے قال البخاری وروی
عمرو بن موسی بن سعد عن زید بن ثابت قال من قرء خلف الامام فلا صلوۃ لہ۔ وقال

Marfat.com

یعرف لهذا الاسناد سماع بعضهم من بعض ولا یصح مثله - یہ جواب صرف اسی اثر کا ہے - اور زید بن ثابت کی روایت جو امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں بیان فرمائی ہو صاحب رسالہ اوسکے جواب سے ساکت ہیں - اور وہ یہ ہے عن عطاء بن یسار انہ اخبرہ انہ سأل زید بن ثابت عن القراءۃ خلف الامام - فقال لا قراءۃ مع الامام فی شیٔ انتہی واخرجہ النسائی ایضاً فی سجود القرآن **قولہ** ابوالدرداء کے اثر پر خود ابوالدرداء کا قول کافی ہے - الخ **اقول** - اولاً - یہ امر تو پہلے ہی معلوم کہ یہ اثر ابوالدرداء کا ہے - مرفوع صریح نہیں - پھر اوسکے جواب میں یہ کہنا کہ ابوالدرداء کہتا ہے کہ میں خیال کرتا ہوں - یہ جواب ہے - تاکہ اوسکی عبارت کا ترجمہ علاوہ اکثر شارحین نے ترجمہ اری کا اعتقد کے ساتھ کیا ہے نہ خیال سے ثانیاً - یہ حدیث درباب وجوب قراءۃ فی الصلوۃ میں وارد ہے - نہ وجوب قراءۃ خلف الامام میں کما یدل علیہ لفظ الحدیث روی النسائی بسندہ عن ابی الدرداء سمعہ یقول سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم - أفی کل صلوۃ قراءۃ قال نعم قال رجل من الانصار وجبت ہذہ الحدیث ثالثاً - طحاوی نے شرح آثار میں لکھا ہے فہذا ابوالدرداء قد سمع من النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی کل صلوۃ قراءۃ فقال رجل من الانصار وجبت ہذہ فلم ینکر ذلک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من قول الانصاری - ثم قال ابوالدرداء بعد من رأیہ ما قال انتہی الی حاصل ابوالدرداء کا بعد سماع نعم کے اری ان الامام اذا ام القوم فقد کفاہم - کہنا بغیر حصول علم کے مشکوۃ نبوۃ سے بن نہیں پڑتا - فیکون معنی کہنا ابن الہمام نے شرح ہدایہ میں لکھا ہے لایکون ذلک عن ابی الدرداء الا لعلم عندہ فیہ من النبی صلی اللہ علیہ وسلم انتہی بمضمونہ **قولہ** اور اوسکو ان کے مقابلہ میں عبادہ بن ثابت کا اثر ہے وہ سنیے **اقول** اولاً - علی تقدیر تسلیم

Marfat.com

التقابل کے۔ ظاہراً معلوم نہیں ہوتا کہ اس جواب کا حاصل ہی کیا ہے۔ کیونکہ جواب ترکی بہ ترکی۔ ہم ہی یہ کہہ سکتے ہیں۔ کہ عبادہ بن صامت کے اثر کے بالمقابل ابو الدرداء کا اثر موجود ہے۔ اور نیز زید بن ثابت کا وہ اثر جو امام مسلم اور نسائی نے بیان کیا ہے۔

رسئل زید بن ثابت عن القراءة خلف الامام فقال لا قراءة مع الامام فی شیء) عبادہ

اثر کے مقابل ہے۔ اور عبداللہ بن عمر کا اثر بھی اوسکے مقابل ہے۔ اور نیز اور بہت آثار اوسکے بالمقابل وارد ہیں۔ بلکہ مرفوعہ احادیث۔ بلکہ قرآن کریم بھی اوسکے مقابلہ میں موجود ہے۔ اگر تقابل پر ہی کارروائی ختم ہے۔ تو تقابل کا یہ حال ہے جو کہ مختصراً گزارش ہوا **انتباہ** صاحب رسالہ کی عبارت میں جو عبادہ بن ثابت بالثاء المثلثہ لکھا ہی سہو قلم ہے۔ صحیح عبادہ بن صامت بالصاد المهملہ ہے۔ ثانیاً۔ بنظر غور و تامل مقابلہ ہی کہاں ہے۔ کیونکہ ابو الدرداء نے تو صراحۃً بیان فرمایا کہ مقتدی کو قرارت خلف الامام کی کچھ ضرورت نہیں۔ امام کی قرارت اس کے لئے مکتفی ہے۔ اور عبادہ کی روایت کو اگر منفرد پر محمول کیا جاوے اور ظاہر بھی یہی ہے تو پھر تقابل ہی کہاں رہتا ہے **قولہ** اب رہا عبداللہ بن عباس کا اثر۔ اوسکے جواب میں **بخاری** صاحب فرماتے ہیں۔

قال ابن عباس و مجاهد لیس لاحد بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ الا یوخذ فی قولہ ویترک الا النبی صلے اللہ علیہ وسلم **اقول**۔ اصل کتاب میں عباس فی کے متن ہے۔ اور یہی صحیح ہے۔ نی۔ سہو قلم ہے۔ اسمقام میں صاحب رسالہ نے عجیب ترکارروائی فرمائی ہے۔ گو کہ اوسکا بیان موجب طوالت کلام ہی۔ الا بغیر بیان کئے ہوئے اس کارروائی کی ماہیت معلوم نہیں ہوتی۔ **بخاری علیہ الرحمۃ** کے جزء القراءۃ کی عبارت یہی ہے۔ **وروی** ابو حنیفہ عن سلمۃ بن کهیل عن ابراهیم قال قال علقمۃ عبداللہ۔ وددت ان الذی یقرأ خلف الامام ملئ فوہ نتنا۔ وهذا مرسل لایحتج بہ۔ وخالفہ ابن عون عن ابراهیم عن الاسود وقال رضفا۔ ولیس

Marfat.com

هذا من کلام اهل العلم بوجوہ ۔ اما احدها قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا تلاعنوا

بلعنۃ اللہ ولا بالنار ۔ ولا تعذبوا بعذاب اللہ ۔ والوجہ الآخر انہ لا ینبغی لاحد

ان یتمنی ان یملأ افواہ اصحاب النبی مثل عمر بن الخطاب وابی بن کعب حذیفۃ

ومن ذکرنا رضفا ولا نتنا ولا ترابا ۔ والوجہ الثالث اذا ثبت الخبر عن النبی

صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ فلیس فی الاسود وحزم حجۃ قال ابن عباس ومجاھد

لیس احد بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم الا یؤخذ من قولہ ویترک الا النبی صلی اللہ

علیہ وسلم انتھے ۔ اب ہم **صاحب رسالہ** کو مقام قیام عند اللہ یاد دلاتے ہیں ۔ اور قسم دلا کر پوچھتے ہیں ۔ کہ بخاری علیہ الرحمۃ نے یہ جواب اثر ابن عباس کا دیا ہے ۔ یا اثر اسود وغیرہ کا جواب فرمایا ہے ۔ اللہ سے ڈرنا چاہیئے ۔ **بخاری امام المسلمین مقتدائے محدثین** قافلہ سالار اہل ہدیٰ مزین کلام خیر الورےٰ ۔ مارأت اعین مثلہ ۔ و ما سمعت اذن نظیرہ بعدہ کو ۔ ایسے جھوٹے اتہام سے بچانا چاہیئے ۔ ابن عباس کے اثر کا جواب بلا سے اگر نہیں بن پڑا تو نہ سہی ۔ کیا ایک اثر کے جواب نہ آنے سے کچھ شان کم ہو جاتی ہے ۔ یا کم علمی کا دھبہ لگ جاتا ہے ۔ قبل اسکے زید بن ثابت کے اثر کا جواب نہیں دیا گیا ۔ تو کیا کچھ عظمت میں فرق آگیا ہے ۔ **مصرع** راستی موجب رضائے خدا است + اگر کوئی منجانب صاحب رسالہ کے مختارانہ یہ جواب دے ۔ کہ اگرچہ یہ کلام بخاری علیہ الرحمۃ کا ۔ بظاہر ابن عباس کے اثر کا جواب نہیں ہے ۔ الا یہ کہ کلام بخاری کا بعمومہ تو جواب اس اثر کا بھی بن سکتا ہے تو صاحب رسالہ نے بنا بر عموم کے ایسا فرمایا تو اسکے جواب میں گزارش ہے اول تو عبارت صاحب رسالہ کی (اب رہا عبد اللہ بن عباس کا اثر اوسکے جواب میں بخاری صاحب فرماتے ہیں) اس تاویل کی مقتضی نہیں ۔ بلکہ آبی ہی بالفرض محال بعد تسلیم اس عموم کے ہم کہتے ہیں کہ صاحب رسالہ کی اگر یہ عموم مد نظر ہوتا تو پھر اتنی دردسری اور طوالت کلام کی کیا حاجت تھی صرف اتنا ہی کہنا کافی تھا کہ جملہ آثار پیش کلام نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے پایۂ اعتبار سے ساقط اور نامعتبر ہیں ۔

Marfat.com

قولہ قال ابن عباس و مجاهد لیس احد بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم اہ
یہ حال آپ کے ان آثار کا ہے **اقول** ان آثار اور جو آثار کہ ایک ہی کتاب سے آپ نے
نقل کئے ہیں۔ اور بہت وضاحت سی سندہ کا حال مفصل لکھا گیا ہے۔ انصاف کی
نظر سے ملاحظہ فرمائیے **قولہ** یہ آثار جن سے آپ لوگ الی آخر ما قال مقابلہ کرو کون سی
آثار کو ترجیح ہے **اقول**۔ **میزان الاعتدال** انصاف کے ہاتھ میں ہیں۔
اور موازنہ فرمائیں۔ بعد ش کہیں۔ کہ اون آثار سے کونسا اثر مجروح نہیں۔ بالغرض
اگر کوئی اون میں سے من حیث السند مجروح نہیں۔ تو مقابلہ نصوص مرفوعہ سے خالی
ہو گا کما حررنا فیما مر فلیطالعہا **قولہ** مفید مطلب آثار ثابت نہیں الی آخر
ما قال آثار متعارضہ حجت نہیں **اقول** ثبوت و عدم ثبوت کا حال بعد ملاحظہ
ان اوراق کے فرمائے۔ اور آثار متعارضہ کا حجت نہ ہونا اوس وقت ہے۔ جبکہ
مؤید بالنصوص مرفوعہ نہوں۔ وههنا لیس کذلک بل الآثار مؤیدة بالنصوص
المرفوعة بل بالقرآن الکریم۔ فکیف لا تکون حجة **دیکھو**
کتب اصول **قولہ** اکثر آثار سے جنکو آپ لوگ بیان کرتے ہیں الی آخر ما قال
منع نکلتی ہی نہیں **اقول** بہت آثار منع پر دال ہیں۔ نظر شرط ہے۔ سنیئے
اول من قرء خلف الامام فقد اخطاء الفطرة **دوم** ابن مسعودؓ نے اپنی اصحاب
کے ساتھ نماز پڑھی فسمع ناسًا یقرأون خلفه فلما انصرف قال اما ان لکم ان تفهموا
اما ان لکم ان تعقلوا۔ اذا قرء القرآن فاستمعوا له وانصتوا کما امرکم الله
سیوم زید بن ثابت کا اثر جو بخاری علیہ الرحمۃ نے بیان فرمایا ہے من قرء
خلف الامام فلا صلوٰة له **چہارم** زید بن ثابت کا وہ اثر جو **مسلم** نے بیان
اپنی صحیح میں اور **نسائی** نے سجود القرآن میں بیان کیا ہے۔ سأل زید بن
ثابت عن القراءة خلف الامام فقال لا قراءة مع الامام فی شیء انتهی (ای

Marfat.com

من الصلوٰۃ **پنجم** ابن عباس کا اثر جو طحاوی نے بیان کیا ہے قلت لابن عباس
اقرء والامام بین یدے قال لا یہ آثار خود صاحب رسالہ نے ص ۲۹۸ میں بیان
فرماتے ہیں۔ کیا یہ آثار دال بر منع نہیں ہیں **ششم** روی الطحاوی بسندہٖ عن
عبداللہ بن مقسم انہ سال عبداللہ بن عمر۔ وزید بن ثابت۔ وجابر بن عبداللہ
فقالوا لا تقرءوا خلف الامام فی شیء من الصلوات **ہفتم** الطحاوی عن
عبداللہ بن مقسم قال سمعت جابر بن عبداللہ ثم ذکر الحدیث مثل
ذلک **ہشتم** الطحاوی بسندہٖ عن مخرمۃ بن بکیر عن ابیہ عن عطاء بن
یسار عن زید بن ثابت سمعہ یقول لا تقرأ خلف الامام فی شیء من الصلوٰۃ
نہم الطحاوی بسندہٖ عن یزید بن قسیط عن عطاء بن یسار عن زید مثلہ
دہم ان سعدًا قال وددت ان الذی یقرء خلف الامام
فی فیہ جمرۃ۔ رواہ محمد فی موطاہ۔ ورواہ عبدالرزاق الا انہ قال فی
فیہ حجر **یازدہم** روی محمد عن ابن عجلان ان عمر بن الخطاب
قال لیت الذی یقرء خلف الامام فی فیہ حجرًا۔ ورواہ عبدالرزاق ایضًا
اب بنظر انصاف فرمائیے کہ یہ جملہ آثار منع پر دلالت کرتی ہیں۔ یا کہ کفایت پر۔
کون دانشمند کہیگا کہ دال بر منع نہیں **قولہ** بلکہ کفایت نکلتی ہے۔ اور آپکا
مدعی نہیں **اقول** اصل مقصود ہمارا یعنے حنفیہ کرام کا یہ ہے کہ حظ المقتدی
سماع اور انصات اور عدم القراءت ہے۔ سو یہ کفایت مذکورہ ان آثار سے
مستفاد ہے۔ فکیف لا تکون الکفایۃ مطلوبًا لنا ایضًا فافہم **قولہ**
مطلق آثار کی حجیت حنفیہ مسلم ہے۔ **اقول** ہم کب کہتے ہیں۔ کہ عدم القراءۃ
خلف الامام مطلق آثار سے ثابت ہے۔ بلکہ اوسکے منع کے اصلیہ دلائل تو احادیث
مرفوعہ اور قرآن کریم ہے۔ آثار تو فقط معاضد اور مؤید ہیں۔ فلا ینفعہ ہذا

Marfat.com

الکلام **قوله** آثار صحابہ کرام الی آخر یا قال مرفوع حدیث سے فقیر ثابت
کرچکا ہے **اقول** تسلیم کیا کہ آثار فقط حجت نہیں الا احادیث مرفوعہ اور آثار صحابہ
بالمجموع کی حجیت میں کسکو کلام ہے وھھنا کذلک اور اوسی مقام میں راقم
بھی عدم وجوب فاتحہ خلف الامام۔ احادیث مرفوعہ اور قرآن کریم سے ثابت
کرچکا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔ **قوله** آثار کفایت بلکہ منع قرارت خلف الامام۔
اقول منجملہ منع قرارت خلف الامام کے آثار سے من قرء خلف الامام فقد
اخطاء الفطرۃ اور من قرء خلف الامام فلا صلوٰۃ له ہے۔ پھر آپ ان پر
کہاں عمل کرتے ہیں۔ مجرد دعوی اور چیز ہے امر واقعی اور **قوله** اور حدیث
فصاعدًا سب پر عمل کیا اور کرتے ہیں **اقول** حدیث لا صلوۃ لمن لم یقرء بام
القرآن فصاعدًا رواہ البخاری فی الجزء اور حدیث ابی ہریرہ امرنی النبی
صلی اللہ علیہ وسلم ناد فی المدینۃ ان لا صلوۃ الا بفاتحۃ الکتاب وما زاد
رواہ البخاری معناہ۔ منجملہ احادیث اس باب کے ہیں۔ پھر آپ انپر کیونکر عامل
ہیں۔ کیا ان احادیث کا مدلول بھی ہے۔ کہ فاتحہ کا پڑھنا ضروری ہے۔ اور
سورہ کا پڑھنا ضروری نہیں۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو فرماتے ہیں۔ کہ
بغیر فاتحہ اور ما زاد کے نماز نہیں ہوتی۔ اور یہ احادیث فاتحہ مع ما زاد کی فرضیت
پر دال ہیں۔ پھر فاتحہ کا پڑھنا ضروری۔ اور سورۃ کا غیر ضروری
جاننا۔ کیا عمل ان احادیث پر ہے۔ یا انکے معارض پر۔ **قوله** دیکھو سب احکام
الٰہیہ پر سر تسلیم جھکائے بیٹھے ہیں **اقول** ہاں صاحب دیکھا + کس نگوید کہ دوغ
من ترشست + کیفیت عمل احکام کی معلوم ہوئی۔ البتہ حنفیہ کرام اگر ایسا کہیں
تو بجا ہے۔ کہ آثار منع پر بھی عمل کرتے ہیں۔ کہ مقتدی کو قراءۃ سے منع کرتے
ہیں۔ اور حدیث فاتحہ پر بھی عامل ہیں۔ کہ سوای مقتدی کے قراءۃ فاتحہ کو واجب

Marfat.com

جانتے ہیں۔ اور آیہ پر بھی عمل بلا دغدغہ کر رہے ہیں۔ کہ وقت قرات قرآن
کریم کے سماع اور انصات ضروری جانتے ہیں **قال العینی فی شرح**
الهدایة قلنا بوجوب قراءة الفاتحة وضم السورة حتی یاثم تارکهما اذا
عمد ویلزمه سجود السهو اذا سهی۔ والحاصل انا عملنا بالعدل بالقرآن
والحدیث۔ واثبتنا فرضیة مطلق القراءة بالنص۔ ووجوبیة قراءة الفاتحة
وضم السورة بالحدیث۔ وهذا هو العدل فی باب اعمال الاخبار۔ ولیس
من العدل ان یعمل باحدهما ویهمل الاخر انتهی۔ **قوله** اور جو آثار آپ کے
خلاف ہیں وہ تو خود صحیح ہیں **اقول** جو آثار ہمارے خلاف ہیں اور آپ نے
بیان فرمائے ہیں۔ اونکی صحت تو معلوم۔ بلکہ حالت ہر ایک کی ما قبل میں
بیان کیگئی ہے وہاں ملاحظہ فرمائیے۔ اگر اسکا نام صحت ہے۔ تو پھر مجروح
کہاں **قوله** پیش کیجئے **اقول** آیہ فاقرؤا ما تیسر من القرآن اور اذا
قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا۔ اور احادیث صحاح اور آثار وارده فی القراءة
کو۔ اپنا عروة الوثقے ٹھہرا کر عمل کیا جاتا ہے **قوله** آپکا عینی امام شافعی کی عدم
اطلاع پر الی آخره ما قال کیوں دہوکہ دیتے ہو **اقول** ہاں اور عینی کی عبارت
اسمقام میں یہہ ہے وعلیه اجماع الصحابة رضہ ای علی ترک القراءة خلف
الامام۔ فان قلت کیف ینعقد الاجماع مع خلاف البعض۔ قلت سماه اجماعا
باعتبار اتفاق الاکثر۔ فانه یسمی اجماعا عندنا۔ او نقول اجماع ثبت
بنقل الاحاد ولهذا لم یعد مخالفه جاهلا۔ فلا یمنعه نقل البعض خلافه
کنقل حدیث الاحاد لا یمنع نقل حدیث اخر معارض له انتهی عبارة العینی
ملخصا مختصرا۔ اس عبارت پر صاحب رسالہ فرماتے ہیں۔ نقل متواتر کہاں
جس سے اجماع ثابت ہو۔ اور امام شافعی کی عدم اطلاع پر دم بخود ہے۔ اور

Marfat.com

خبر واحد سے ثابت ہے۔ سبحان اللہ کیا یہی اجماع آپکے اصول میں حجت ہے۔ خادمی
ذرو کتب اُصول میں لکھا ہے۔ اجماع کی نقل کبھی بتواتر منقول ہوتی
ہے۔ اور وہ مفید قطعی ہے۔ اور کبھی بشہرت۔ اور اوسکا فایدہ بہی اس کے
قریب ہے۔ اور کبھی بطریق احاد کے منقول ہوتی ہے۔ اور وہ مفید ظن کے ہے
الا عمل اسکو ساتھ بھی واجب ہے۔ صاحب تلویح لکھتا ہے نقل الاجماع الینا
قد یکون بالتواتر فیفید القطع۔ وقد یکون بالشهرة فیقرب منه وقد
یکون بخبر الواحد فیفید الظن۔ ویوجب العمل۔ لوجوب اتباع الظن
بالدلائل المذکورة انتہی۔ اور نور الانوار ومنار میں ہے۔ واذا انتقل
الینا اجماع السلف باجماع کل عصر علی نقله کان کنقل الحدیث المتواتر
فیکون موجبا للعلم والعمل قطعا کاجماعهم علی کون القرآن کتاب
الله تعالی وفرضیة الصلوة وغیرها۔ واذا انتقل الینا بالافراد۔ ای
بنقل الاحاد من دون وصول الی حد التواتر بان روی ثقة ان الصحابة اجمعوا
علی کذا۔ کان کنقل السنة بالاحاد۔ فانه یوجب العمل دون العلم مثل
خبر الاحاد انتہی اور حصول المامول میں منقول ہے۔ الاجماع المنقول بطریق
الاحاد حجة۔ وبه قال الماوردی وامام الحرمین والامدی انتہی اور صاحب
مسلم الثبوت۔ اور فواتح الرحموت فرماتے ہیں۔ الاجماع المنقول باخبار
الاحاد۔ یجب العمل به فی المختار۔ لنا اولا نقل الظنی احادا کالخبر الماول مثلا
موجب للعمل قطعا فالقطعی المنقول احادا۔ الذی هو الاجماع۔ اولی بان
یوجب العمل۔ وهذا ظاهر جدا انتہی ملخصا نقول اصول سے ثابت اور مبرہن
ہوا کہ اجماع کی نقل تین طرح پر ہوتی ہے۔ کما مر تفصیله عینی فرماتے ہیں
کہ اگر اجماع اس مقام میں بطریق تواتر نہی منقول ہو تو بہی کچھ حرج نہیں کیونکہ

کیونکہ اجماع منقول بطریق الاحاد بھی حجت اور مفید وجوب عمل کا ہے متنح بہ
صاحب حصول المامول ایضًا۔ ولاجماع المنقول بطریق الاحاد حجۃ وبہ
قال الماوردی وامام الحرمین والامدی سے پھر عینی نے اگر یہاں اجماع احادی
مراد لیا۔ تو کیا بیجا کیا۔ کیونکہ یہہ قسم اجماع کا بھی اصولیوں کے نزدیک حجت اور واجب
العمل ہے۔ ہاں اگر عینی علیہ الرحمۃ اس قسم اجماع کا خود موجد ہوتا۔ تو البتہ اگر
شبہہ کیا جاتا تو شائد بیجا نہ ہوتا واذلیس فلیس پس صاحب رسالہ کا یہہ کہنا
کہ سبحان اللہ کیا یہی اجماع آپکے اصول میں حجت ہے۔ لایخلو عن مسامحۃ
وجسارۃ کما لایخفی۔ لان الاجماع المنقول باخبار الاحاد حجۃ یجب العمل بہ بلا ارتیاب
اور امام شافعی علیہ الرحمۃ کے عدم اطلاع کی بابت ازیں بیشتر گذارش ہوچکا ہے۔
فلا نعیدہ **قولہ** جو اجماع اصول فقہ میں بعد از سنت حجت مانا گیا ہے۔ وہ
اجماع الکل ہے۔ اور جس اجماع سے صاحب ہدایہ استدلال پکڑ رہے ہیں وہ حسب
بیان آپ کے جمہوری اجماع ہے اور وہ حجت نہیں **اقول**۔ اولا۔ اجماع الکل
سے اگر اجماع الکل من حیث الکل بحیث لایشذ فرد منہ مراد ہے۔ تو چاہیئے کہ اجماع صحابہ
کرام کا خلافت امام الاصدقین راس المتقین خلیفہ اول حضرت صدیق اکبر
رضی اللہ تعالی عنہ پر حجت نہو لتخلف البعض عنہ۔ اس اجمال کی تفصیل یہہ ہے روی
مسلم بسندہ عن عروۃ بن الزبیر عن عائشۃ رضی اللہ تعالی عنہ فی حدیث طویل فابی
ابوبکر ان یدفع الی فاطمۃ شیئا۔ فوجدت فاطمۃ علی ابی بکر فی ذلک قال
فھجرتہ۔ فلم تکلمہ حتی توفیت۔ وعاشت بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
ستۃ اشھر فلما توفیت دفنہا زوجہا علی بن ابی طالب رضی اللہ لیلا لم یوذن
بھا ابابکر وصلی علیہا علی۔ وکان لعلی من الناس جھۃ حیاۃ فاطمۃ رض۔ فلما
توفیت استنکر علی وجوہ الناس فالتمس مصالحۃ ابی بکر ومبایعتہ۔ ولم یکن

Marfat.com

ولم یکن بایع تلك الاشهر الحدیث جبکہ چھ مہینے تک حضرت علی رض کا تخلف عن البیعۃ ثابت ہی تو پھر اجماع الکل من حیث الکل کسطرح ہوا۔ اور نیز سعد بن عبادہ بدری نے تخلف عن البیعۃ کیا۔ لما روے البخاری فی حدیث طویل۔ فقال عمر رضی اللہ تعالی عنہ بل نبایعك انت فانت سیدنا وخیرنا واحبنا الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاخذ عمر بیدہ فبایعہ۔ فبایعہ الناس۔ فقال قائل قتلتم سعد بن عبادۃ۔ قال عمر قتلہ اللہ الحدیث۔ اور نیز توقف کیا حضرت عباس بن عبد المطلب عم النبی صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ اور بہت بنی ہاشم نے۔ کما قالہ صاحب **دراسات اللبیب** والعہدۃ علیہ۔ حیث قال۔ وقد وافقہ فی توقف البیعۃ عباس بن عبد المطلب عم النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ وسائر بنی ہاشم انتہی ص ۲۱۱ اور نیز حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے بیعت نہ کی۔ صاحب **مسلم الثبوت** لکھتا ہے صح خلافۃ ابوبکر رض مع خلاف امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ۔ وسعد بن عبادہ وسلمان انتہی اور یہی حال خلافت حضرت علی کرم اللہ وجہہ خلیفہ چہارم کا ہے لو سلم ان خلافۃ رضی اللہ ثبتت بالاجماع کیونکہ اس بیعت سے تخلف کیا حضرت امیر المؤمنین معاویہ رضی اللہ نے قالہ فی المسلم۔ اور نیز تخلف کیا اسامہ بن زید اور ابو موسے اور ابو مسعود رضی اللہ عنہم نے کما رواہ البخاری فی کتاب ظہور الفتن اور نیز تخلف کیا حضرت ابو بکرہ رضی اللہ نے کما یلوح من البخاری فی الکتاب المذکور۔ وایضا ذکرہ صاحب مسلم الثبوت پھر فرمائیے کہ باوصف تخلف اتنی لوگوں کے اجماع الکل کہاں ہوا۔ ثانیا۔ **مسلم الثبوت** اور اوسکی شرح **فواتح الرحموت** میں لکھا ہے۔ اور یہ اصولے کتابیں ہیں واما الصحۃ ای صحۃ الخلافۃ فللاجماع علی کفایۃ بیعۃ بالاکثر وقد وجدت فانا لم یتخلف یوم السقیفۃ الا رجال اقلون ثم بایعوا بعد ذلك فافہم انتہی۔ ثالثا۔ اہل اصول کے نزدیک دراصل یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے

حصول المامول میں لکھا ہے۔ اذا خالف اہل الاجماع واحد من المجتہدین فقط فذہب الجمہور الی انہ لا یکون اجماعا ولا حجۃ۔ قال الغزالی المذہب انہ ینعقد مع مخالفۃ الاقل۔ وقیل حجۃ ولیس باجماع ورجحہ ابن حاجب الخ وقیل لا ینعقد مع مخالفۃ الاثنین دون الواحد وقیل مع الثلاثۃ دون الاثنین انتہی۔ **الحاصل** اصول میں اجماع الکل حجت بلا اختلاف مانا گیا ہے۔ اور اجماع الکل مع ندرۃ المخالف بھی حجت ہے۔ الا علی الاختلاف۔ اور اجماع الاکثر بھی حجت علی الاختلاف ہے۔ **پس صاحب رسالہ** کا یہ فرمانا کہ جس اجماع سے صاحب ہدایہ استدلال پکڑ رہے ہیں۔ وہ جمہور کی اجماع ہے۔ اور وہ اصول میں حجت نہیں علی الاطلاق صحیح نہیں کما سمعت لما تلونا علیک۔ ومن ہہنا قال العینی قلت سماہ اجماعا باعتبار اتفاق الاکثر فانہ یسمی اجماعا عندنا انتہی۔ ای یسمی اجماعا عندنا ایضا فافہم۔ اگر کسی کا یہ خیال ہو کہ اصولیوں نے اجماع کی تعریف اتفاق المجتہدین من امۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم بعد وفاتہ فی عصر من الاعصار علی امر من الامور کی ہے۔ اور اوس کا مقتضا اتفاق الکل من حیث الکل ہے کما ہو مقتضی لام الاستغراق تو کہا جاویگا کہ یہ تعریف اجماع اتفاقی کی ہے۔ والقرینۃ علیہ اختلاف مذاہبہم فی ذلک کما مر من حصول المامول فلا ورود اور اگر کل من حیث الکل بحیثیت مذکورہ مراد نہیں ہے تو استدلال صاحب ہدایہ کا بجا و ٹھیک ہے **قولہ** بہ تسلیم محال مانا کہ اجماع جمہوری حجت ہے الی ان قال العمل علی ہذا الحدیث فی القراءۃ خلف الامام عند اکثر اہل العلم **اقول** اولا عینی کی دلیل ثبوت اکثریۃ فی عصر واحد یعنی عصر الصحابۃ رضی اللہ عنہم کا ہے اور **ترمذی** اور **بخاری** کی غرض ثبوت اکثریۃ فی زمان بعد زمان کے ہے۔ وبینہما بون بعید **اول** مثبت اجماع وانکار

علی الخلاف کا ہے۔ اور دوم میں اسکی بو بھی نہیں۔ پس اسکو جمہوری اجماع کہنا
صحیح نہ ہوا۔ کیونکہ اجماع اتفاق المجتہدین فی عصر واحد کو کہتے ہیں۔ نہ اتفاق فی
الاعصار کو۔ والاصل فی الاصول ثمّ **ثانیاً** مسئلہ قراءۃ فاتحہ خلف الامام کا چونکہ
در اصل مختلف فیہ ہے۔ ترمذی اور بخاری نے اپنا ما ثبت بیان فرمایا۔ اور عینی
اور صاحب ہدایہ نے اپنی تحقیقات کا اظہار کیا۔ ولکل وجہۃ۔ اور قوی اور راجح جانب
مذکورہ ادلہ (سوا اس دلیل کے) اور ما سیاتی سے ثابت اور مبرہن ہے **قولہ** تنبیہ۔
آپ لوگ عمل بالحدیث پر یہ اعتراض فرمایا کرتے ہیں۔ کہ احادیث میں بعض سے اطلاق
کا ذکر ہے **اقول** اولاً۔ یہ کہنا کہ حنفیہ کہتے ہیں کہ مطلق کو جہاں مقید کرنا تھا وہاں
فقہا نے مقید کردیا۔ اور کوئی ایسا مطلق نہیں جو کہ فقہا نے اوسکو مقید نہ کیا ہو۔ یہ
ایسا حصر کلی کرنا۔ خلاف داب حنفیہ کرام کا ہے۔ کوئی محقق حنفی انشاء اللہ تعالی ایسے
حصر کلی کا قائل نہیں صاحب رسالہ کو چاہئیے کہ اس حصر کے نقل کتب معتبرۂ
حنفیہ سے پیش کریں۔ ورنہ ایسی دعوی کو فضول تصور فرمائیں۔ **ثانیاً** بعد الفرض
والتسلیم۔ حسب مقولہ مولف رسالہ کے (فقہاء مقلدین خاص ایک امام اور اوسکے شاگردوں
نے خوب مفصل بیان کردیا۔ اور مطلق جہاں مقید کرنا تھا وہاں مقید کردیا) لفظ فقہاء
عام شامل واسطے مقلدین وغیرہ کے ہی۔ پس اس مطلق کو بھی فقہا نے مقید کردیا ہے
پھر اس مطلق سے شبہ اور خلل مولف صاحب رسالہ کیونکر صحیح اور درست ہوا۔ او غفل
عن قولہ المذکور غفلۃ لاستر فی ذلک فافہم **قولہ** عمر رض مرتضی رض ابن مسعود
ابن عمر رض ابن زبیر رض **اقول** جن آثار سے مولف رسالہ نے حضرات مذکورین رضی اللہ
عنہم سے قراءت ثابت فرمائی ہے۔ وہ آثار درحد ذات خود مجروح اور مخدوش ہیں کما
مر قبل ذلک فی تلک الآثار مفصلاً و مشروحاً۔ پھر ثبوت ہی کہاں کردیا۔ اگر کہیں اونرضی اللہ عنہم
ثبوت ہے تو وہ امر علیحدہ ہے **قولہ** اب انکو کافی ہوگا یہ قول منہم مرتضی والعبادلۃ۔

Marfat.com

معلوم ہو گیا۔ کہ کہاں تک سچ ہے۔ بات تو یہ ہے کہ بالکل غلط ہے **اقول** آثار مثبتہ
کا حال تو فیما سبق میں مفصلاً معلوم ہی ہو چکا ہے۔ اور درباب عدم قرأت ان
حضرات کے بخاری علیہ الرحمۃ جزء القراءۃ میں لکھتے ہیں۔ انما اجاز ادراک الرکوع
من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم الذین لم یروا القراءۃ خلف الامام۔ منہم
ابن مسعود۔ وزید بن ثابت۔ وابن عمر انتہی **اور حافظ ابن حجر عسقلانی** ۔ تخریج
احادیث ہدایہ میں لکھتے ہیں۔ انما ثبت ذلک ای المنع عن ابن عمر وجابر وزید
بن ثابت وابن مسعود۔ وجاء عن سعد وعمر وابن عباس وعلی انتہی۔ آپ کو
کافی کا قول معلوم ہوا۔ کہ کیسا درست اور صحیح ہے۔ بات تو یہ ہے کہ بالکل ہی صحیح
اور درست ہے **تنبیہ** صاحب رسالہ کا اس غلطی کے نسبت فقط کافی کی
طرف کرنا۔ کافی نہیں۔ غلط ہے۔ بلکہ کافی کے ساتھ بخاری اور ابن حجرؒ کو
بھی ملا لینا چاہیئے تھا۔ کیونکہ نقل اس قول میں کافی تن تنہا نہیں۔ بلکہ بخاری
اور حافظ ابن حجرؒ بھی اوس کے ساتھ کے ہیں **قولہ** یہ آثار ثابت ہیں **اقول**
ان آثار کے ثبوت کی نسبت ماسبق میں گزارش ہو چکا ہے۔ فلا نعیدہ **قولہ** بہت
آثار کو جہر قرأت کے منع پر حمل کر سکتے ہیں۔ اور وہ آثار جہر کے مانع ہیں نہ سر کے۔
اقول سلمنا ذلک۔ حسب تسلیم آپکے جبکہ بہت آثار جہر قراءۃ کے مانع ہیں تو ممانعت
قرأت جہریہ کی تو ان آثار سے ثابت ہوئی۔ اور باقی آثار رسولا دن بہت آثار قراءۃ
سریہ کے ممانعت۔ یا سریہ اور جہریہ ہر دو کی ممانعت پر دال ہیں۔ پس ان کی ہیئت مجموعی
ہر دو کی ممانعت حسب تسلیم آپکے ثابت ہوئی۔ فہو المطلوب۔ اور پندرہویں جواب
کی ہر ایک شق کی بابت ماسبق میں جابجا گزارش ہو چکا ہے۔ ملاحظہ فرمادیں
اور امکان جمع میں بھی کلام گزارش ہو چکا ہے۔ **قولہ** کیونکہ جمہوری اجماع کو
کتب فقہ میں اجماع کیا ہے وہ حجت نہیں الی قولہ رد وہ اجماع اکل ہے **اقول** تحقیقاً

Marfat.com

مسئلہ اجماع اور اوس کے حجت ہونیکی قریب ہی گزر چکی ہے - بار بار ذکر ایکہی بات
کا موجب طوالت کلام ہے **قولہ** عینی کا فرمانا باعتبار الاکثر کل صحابہ کرام کے
لحاظ سے ہے - یا مختلفین فی مسئلہ فاتحہ الکتاب والقراءۃ کے اعتبار سے ہی **اقول**
چونکہ ایکجماعت صحابہ رضی اللہ عنہم سے ترک قراءۃ فاتحہ خلف الامام مروی ہے -
وان کان الروایۃ عنہم مختلفۃ فیہا - لھذا عینی علیہ الرحمۃ نے اوس جماعت صحابہ
کو کثرت واقعیہ نفس الامریہ (جو کہ شق ثالث ہے) لحاظ و اعتبار کرکے والاکثر فرمایا **اخرج**
الطحاوی بسندہ عن ابن مسعود قال انصت للقراءۃ فان فی الصلوۃ شغلا و اثر ابن مسعود
سیکفیک ذاک الامام - وبسند اخر ایضًا نحوہ - وبسند اخر نحوہ - **واخرج**
ایضًا عن ابن مسعود قال لیت الذی یقرأ خلف الامام ملئی فوہ ترابا - وبسند
اخر ایضًا نحوہ **واخرج ایضًا** بسندہ عن زید بن ثابت و جابر بن عبد اللہ
لا یقرأ خلف الامام فی شیء من الصلوات - وبسند اخر عن جابر مثل ذلک **و** اثر زید بن ثابت و جابر بن عبد اللہ
اخرج ایضًا بسندہ عن عطاء بن یسار عن زید بن ثابت سمعہ یقول لا یقرأ
خلف الامام فی شیء من الصلوات وبسند اخر مثلہ **واخرج** مسلم فی باب السجود
التلاوۃ بسندہ عن عطاء بن یسار انہ سأل زیدًا عن القراءۃ مع الامام فقال لا قراءۃ
فی شیء **واخرج** الامام محمد فی الموطا بسندہ عن ابی وائل قال سئل
عبد اللہ بن مسعود عن القراءۃ خلف الامام قال انصت فان فی الصلوۃ شغلا
سیکفیک ذاک الامام **واخرج ایضًا** بسندہ عن علقمۃ بن قیس ان
ابن مسعود کان لا یقرأ خلف الامام فیما یجہر فیہ و فیما یخافت فیہ فی الاولیین
ولا فی الاخریین - واذا صلی وحدہ قرأ فی الاولیین بفاتحۃ الکتاب وسورۃ
ولا یقرأ فی الاخریین شیئا **واخرج الطحاوی** بسندہ عن نافع عن عبد اللہ اثر ابن عمر
بن عمر کان اذا سئل ہل یقرأ احد خلف الامام یقول اذا صلی احدکم خلف الامام

Marfat.com

فحسبه قراءة الامام۔ وکان عبد الله لا یقرأ خلف الامام **واخرج الامام** محمد فی الموطا بسنده عن نافع عن ابن عمر قال من صلی خلف الامام کفته قراءة الامام **واخرج مالك** فی الموطا عن نافع عن ابن عمر انه کان اذا سئل هل یقرأ احد مع الامام قال اذا صلی احدکم مع الامام فحسبه قراءة الامام وکان ابن عمر لا یقرء مع الامام **واخرج** عبد بن حمید وابن جریر وابن ابی حاتم وابو الشیخ والبیهقی عن ابن مسعود انه صلی باصحابه فسمع ناسا یقرأون خلفه فلما انصرف قال۔ اما آن لکم ان تفهموا اما آن لکم تعقلوا۔ واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا۔ کما امرکم الله کذا ذکره السیوطی فی الدر المنثور عند تفسیر قوله تعالی۔ واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا **و** اخرج علی ما ذکره السیوطی ایضا فی الدر المنثور۔ ابن ابی شیبه والطبرانی فی الاوسط وابن مردویه والبیهقی فی کتاب القرأة عن ابی وائل عن ابن مسعود انه قال فی القرأة خلف الامام انصت للقرآن کما امرت فان للصلوة شغلا وسیکفیك ذاك الامام۔ **واخرج** علی ما ذکره ایضا ابن ابی شیبة عن زید بن ثابت قال لا قراءة خلف الامام **واخرج** الترمذی بسنده عن ابی نعیم وهب بن کیسان انه سمع جابر بن عبد الله یقول من صلی رکعة لم یقرء فیها بام القرآن فلم یصل الا ان یکون وراء الامام **قال** الترمذی۔ هذا حدیث حسن **و**اخرج مالك فی الموطا عن وهب بن کیسان عن جابر انه قال من صلی رکعة لم یقرء فیها بام القرآن فلم یصل الا وراء الامام **و**اخرج محمد فی موطاه بسنده عن جابر بن عبد الله عن النبی صلی الله علیه وسلم۔ انه قال من صلی خلف الامام فان قراءة الامام له قراءة **وایضا** اخرج محمد بسند اخر عن جابر بن عبد الله قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم الحدیث **واخرج** النسائی

بسندہ عن کثیر بن مرۃ الحضرمی عن ابی الدرد سمعہ یقول سئل
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افی کل صلوٰۃ قراءۃ قال نعم قال رجل من
الانصار وجبت ہذہ فالتفت الیّ وکنت اقرب القوم منہ۔ فقال ما اری
الامام اذا ام القوم الا قد کفاہم **قال** ابو عبدالرحمٰن النسائی ہذا عن رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطاء انما ہو قول ابی الدرداء **واخرج الطحاوی**
بسندہ عن کثیر بن مرۃ عن ابی الدرداء انّ رجلا قال یا رسول اللہ افی الصلوٰۃ
قرآن قال نعم فقال رجل من الانصار وجبت قال۔ وقال ابو الدرداء۔ اری
ان الامام۔ اذا ام القوم فقد کفاہم **قال الطحاوی** فہذا ابو الدرداء قد
سمع عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی کل صلوٰۃ قرآن فقال رجل من الانصار وجبت
فلم ینکر ذلک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من قول الانصاری۔ ثمّ قال
ابو الدرداء من رایہ ما قال وکان ذلک عندہ علی من یصلی وحدہ لا علی الماموین
انتہی **واخرج الطحاوی** بسندہ عن المختار بن عبداللہ بن ابی لیلی قال قال علی
رضی اللہ عنہ من قرء خلف الامام فلیس علی الفطرۃ۔ واخرج علی ما ذکرہ السیوطی
فی الدر المنثور ابن ابی شیبۃ عن علی قال من قرء خلف الامام فقد اخطا **و
اخرج الدارقطنی** من طرق عن علی انہ قال من قرا خلف الامام فقد اخطا
الفطرۃ۔ ورواہ ابن ابی شیبۃ وعبد الرزاق ایضاً ذکرہ الزیلعی **واخرج**
الدارقطنی بسندہ عن الحارث عن علی قال قال رجل للنبی صلی اللہ علیہ وسلم
اقرأ خلف الامام او انصت قال بل انصت فانہ یکفیک انتہی **واخرج**
الطحاوی بسندہ عن ابی حمزۃ قال قلت لابن عباس اقرأ والامام بین یدی فقال
لا **واخرج** الدارقطنی بسندہ عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال
یکفیک قراءۃ الامام خافت او جہر انتہی۔ **واخرج** محمد فی موطاہ

Marfat.com

عن داؤد بن قیس الفراء المدینی قال اخبرنی بعض ولد سعد ابن ابی وقاص ان
سعدًا قال وددت ان الذی یقرء خلف الامام فی فیه جمرۃ - ورواہ
عبد الرزاق فی مصنفہ الا انہ قال فی فیه حجر - وکذلک ابن ابی شیبۃ
ذکرہ الزیلعی فی تخریج احادیث الهدایۃ **قال** محمد فی مؤطاہ اخبرنا
داؤد بن قیس الفراء اخبرنا محمد بن عجلان ان عمر بن الخطاب قال لیت فی
فم الذی یقرء خلف الامام حجرا انتہی - واخرجہ عبد الرزاق ایضاً ذکرہ
الزیلعی **واخرج الدارقطنی** فی سننہ بسندہ عن سهیل
ابن ابی صالح عن ابیه عن ابی هریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم
من کان له امام فقراءۃ الامام له قراءۃ **واخرج ابوداؤد**
والنسائی وابن ماجۃ بسندهم عن ابی هریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ
علیه وسلم انما جعل الامام لیؤتم به فاذا کبر فکبروا واذا قرء فانصتوا
واذا قال سمع اللہ لمن حمدہ فقولوا ربنا لک الحمد **واخرج مسلم**
فی صحیحه عن ابی موسی واذا قرء فانصتوا **وروی الطبرانی**
فی معجمه الاوسط بسندہ عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ صلی
اللہ علیه وسلم من کان له امام فقراءۃ الامام له قراءۃ انتہی **و**
اخرجه ابن عدی فی الکامل ایضاً ذکرہ الزیلعی **وقال العینی**
فی شرح البخاری روی عبد الرزاق فی مصنفه اخبرنی موسی بن عقبۃ
ان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم وابابکر وعثمان کانوا ینهون عن
القراءۃ خلف الامام انتہی **واخرج ابن مردویه** فی تفسیرہ بسندہ
عن معاویۃ بن قرۃ قال سألت بعض اشیاخنا من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ
علیه وسلم قال السروقی احسبه قال عبد اللہ بن مغفل قلت له اکل من سمع

Marfat.com

القرآن وجب علیه الاستماع والانصات۔ قال انما نزلت هذه الآیة وَ
اذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا فی القراءة خلف الامام۔ اذا قرء
الامام فاستمع له۔ وانصت انتہی۔ **زیلعی۔** **واخرج** ابن ابی حاتم
وابو الشیخ وابن مردویه والبیہقی فی القراءة عن عبداللہ بن مغفل رضہ
انه سئل اکل من سمع القرآن وجب علیه الاستماع والانصات قال انما
نزلت هذه الآیة وَاذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا فی القراءة خلف
الامام۔ اذا قرئ الامام فاستمع وانصت انتہی ذکرہ الفاضل الکنوی فی
الامام **واخرج الدارقطنی** بسندہ عن عمران بن حصین قال کان
النبی صلی اللہ علیه وسلم یصلی بالناس ورجل یقرء خلفه فلما فرغ قال من ذا
الذی یخالجنی سورۃ کذا فنهاهم عن القراءة خلف الامام انتہی **و
روی** الطحاوی فی شرح الآثار بسندہ عن ابی قلابة عن انس قال صلی
رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم ثم اقبل بوجهه فقال اتقرؤن والامام
یقرأ فسکتوا فسالهم ثلثًا فقالوا انا لنفعل قال فلا تفعلوا انتہی **الغرض**
ان مذکورین حضرات یعنی۔ ابن مسعود۔ زید بن ثابت۔ جابر بن عبداللہ۔ عبداللہ
بن عمر۔ ابی الدرداء۔ علی ابن ابی طالب۔ عبداللہ بن عباس۔ سعد بن ابی
وقاص۔ عمر بن الخطاب۔ ابو ہریرہ۔ ابی موسی اشعری۔ ابی سعید
الخدری۔ ابوبکر الصدیق۔ عثمان ابن عفان۔ عبداللہ بن مغفل۔
عمران بن حصین۔ انس بن مالک رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ترک قراءۃ
خلف الامام مروی ہے کما دلت الآثار المذکورۃ علیه پس عینی علیه الرحمۃ
کا والاکثر کہنا بلحاظ اس جماعت صحابہ کے جو کہ کثرت نفس الامری ہے۔ صحیح ہوا۔ اگرچہ
اسناد بعض آثار پر محدثین کو کلام ہے۔ **غرض** راقم کی یہ ہے کہ درباب ترک قراءۃ

Marfat.com

خلف الامام صحابہ رض سے نفس الآثار مروی ہوئے ہیں کلام نہیں (عبارت بالا
سے بہت اقوال آیندہ مؤلف رسالہ کے حل ہو گئے فتدبر۔ زیادہ تنقیح کی حاجت نہیں)
قولہ جواب پہلا۔ آپنے تخریج مواعید کا بیان کیاہ (**اقول**) وباللہ
التوفیق **اوّلاً** وعید عام اس سے ہے کہ ثبوت اوسکا آثار سے ہو۔ یا آیات قرآنے
یا مرفوعہ احادیث سے۔ سو اسمقام میں واذا قرئ القران فاستمعوا لہ۔ الآیۃ
کا خلاف بھی داخل وعید ہے۔ اور واذا قرء فانصتوا۔ رواہ مسلم وغیرہ
کا خلاف بھی داخل وعید ہے۔ ہم نے فرض کیا۔ جو آثار کہ مولف رسالہ نے بیان
کئے ہیں وہ قابل استدلال نہیں۔ ثبوت وعید کا اون سے پایہ ثبوت کو
نہیں پہونچتا۔ الآیۃ قرآنے اور حدیث صحیح مرفوع جو اوپر بیان ہو چکی ہیں۔ اونکی
قوت اور صحت میں بھی کچھہ کلام ہے۔ پھر وعید کی نفی کیونکر ہو۔ **ثانیاً**
قال محمد اخبرنا داؤد بن قیس الفراء **اخبرنا** محمد بن عجلان ان عمر
بن الخطاب قال لیت فی فم الذی یقرء خلف الامام حجرا انتہی اور رواۃ
اس اثر کے ثقہ ہیں۔ اما داؤد بن قیس فوثقہ الشافعی۔ واحمد۔ وابن معین۔
وابو زرعہ۔ وابو حاتم۔ والنسائی۔ والساجی۔ وابن المدینی۔ وغیرہم
وذکر عبارتہم صاحب التہذیب تہذیبہ۔ واما محمد بن عجلان فوثقہ
احمد وابن معین وابن عیینہ۔ وابو حاتم۔ وروی عباس عن ابن معین
قال ابن عجلان اوثق من محمد بن عمرو قالہ فی المیزان۔ وانقطاعہ
لا یضرنا لانہ من المؤیدات **ثالثاً** قال محمد اخبرنا بکیر بن عامر حدثنا
ابراہیم النخعی عن علقمۃ بن قیس قال لان اعض علی جمرۃ احب الی
من ان اقرء خلف الامام انتہی۔ اور جملہ رواۃ اس اثر کے بھی ثقہ ہیں اما
بکیر بن عامر قال ابن سعد الحاکم ثقۃ۔ وذکرہ ابن حبان فی الثقات

Marfat.com

وقال ابن عدی لیس بکثیر الروایۃ - وروایتہ قلیلۃ ولم اجد لہ متنا منکرا وھو ممن یکتب حدیثہ **کذا فی تھذیب التھذیب** واما ابراھیم النخعی قال الاعمش کان خیرا فی الحدیث وقال الشعبی ما ترک احدا اعلم منہ - کذا فی تھذیب التھذیب وفی التھذیب فقیہ ثقۃ - واما علقمۃ بن قیس وثقہ ابن معین - وشعبۃ وابن سیرین وغیرھم واثنوا علیہ خیرا - وھو من اجل اصحاب ابن مسعود - کذا فی تھذیب التھذیب **الحاصل** قرارۃ خلف الامام وعید سے خالی نہیں - **قولہ** عمر رضی اللہ عنہ کا فتوی اوپر گزرا - کہ اسکے خلاف ہے (**اقول**) وباللہ التوفیق اوسکا جواب بہی اوپر گزرا ہے - کہ اس روایت مین کی سند میں جواب تیمی ہی اوسکی ضعف کا حال میزان الاعتدال سے پہلے بیان ہوچکا ہے فلا نعیدہ ولا ینھض حجۃ **قولہ** لیس من کلام اہل العلم آہ (**اقول**) وباللہ التوفیق مولوی عبدالحی صاحب لکہنوی نے اسکی جواب میں لکہا ہے وھذہ عبارتہ وفیہ انہ لا باس بامثال ھذا الکلام للتھدید والتشدید - والتعذیب بعذاب اللہ ممنوع لا التھدید بہ انتہی ما فی التعلیق **قولہ** اگر ترجیح عدم قراءت فاتحہ کا موجب بھی آثار ہیں اور کچھ نہیں - بلکہ اس کی ترجیح کی وجہ تو آیہ قرآنی اور احادیث صحیحہ مرفوعہ اور آثار نبویہ جو اوپر گزارش ہوچکے ہیں - ان آثار وعیدیہ پر مدار ثبوت اس مسئلہ کا نہیں - اور نہ کسی حنفی نے یہ بات کہی ہے - کہ مدار اس مسئلہ کا اور اسکا موجب ترجیح فقط یہی آثار ہیں - یہیں تک بات ہی **قولہ** الا جہاں تقلید شخصی کی جمود نے تحقیق سے دور پہینک دیا ہو آہ (**اقول**) وباللہ التوفیق یہ گفتگو خلاف تہذیب ہے - ہرچند ایسی بے تہذیبی سے قلم رکتا ہے الا باتباع مؤلف سالہ کے کچھ نہ کچھ کہنا پڑتا ہے ؎ بد نہ بولے زیر گردوں گر کوئی میری سنے - ہے یہ گنبد کی صدا جیسی کہے ویسی سنے - انکی تحقیقات کی

نسبت میں دورہ جواب اعلاء الحق

قلعی اس رسالہ کی تحقیقات کے مطالعہ سے کھلجاتی ہے۔ **جمود**۔ اور تشال
کا حال بھی اس سے ظاہر ہوتا ہے۔ واللہ یھدی لمن یشاء الی صراط
مستقیم **قولہ** پہلا جواب رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر نماز میں فاتحہ
کے پڑھنے کی تاکید فرمائی ہی الی اخر ما قال لا صلوٰۃ لمن لم یقرء بفاتحۃ
الکتاب آہ **اقول** وباللہ التوفیق **اولاً** یہہ عبارت بعینہا یا قریب بعینہا
کے مؤلف رسالہ نے صدر رسالہ میں بیان فرمائی ہیں۔ اونکا جواب شافی
مفصلاً وہاں بخوبی دیا گیا ہے۔ فلینظر الطالب ثمہ **ثانیاً** باری تعالے
جل وعلا نے استماع قران کریم کی سخت تاکید فرمائی ہے واذا قرئ القران
فاستمعوا لہ وانصتوا لعلکم ترحمون یعنی جب قرآن پڑھا جاوے تو تم اسکو
سنو اور چپ رہو تاکہ تم لائق رحمت الٰہی کے ہو۔ پہر یہہ ظاہر ہی کہ یہہ
حدیث ہمسنگ قران کریم کے نہیں ہو سکتی۔ اگر آپ اس آیت شریفہ کی تخصیص
کرینگے تو ہم بھی اوس حدیث شریف میں تاویل کرینگے۔ اور نیز یہہ وہ دلیل
ہے۔ کہ جسکو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت امام شافعی رحمہ اللہ بہی مان
گئے ہیں۔ جو تمام جہاں میں ایجاب قراۃ فاتحہ علے المقتدی میں علم میں یہی
وجہ ہے کہ ایکصاحب تو تتبع سکتات الامام کی تکلیف دی رہے ہیں۔ اور
ایکصاحب فاتحہ اور سورۃ کے درمیان سکتہ طویلہ نکالتے ہیں۔ اگر مخالفت
آیۃ کا کھٹکا نہ تھا۔ تو پھر ماخذ وجوب قراۃ فاتحہ علی المقتدی تو خود ہی عام تھا
اس تجویز غیر مروی کی ضرورت ہی کیا ہے۔ **ثالثاً** دار قطنی۔ بیہقی۔ ابن
جریر۔ عبد بن حمید۔ ابن مردویہ۔ سعید بن منصور۔ ابن ابی حاتم۔ ابو الشیخ
ابن عساکر۔ ابن ابی شیبہ۔ وغیرہم نے فرمایا ہے نزلت ھذہ الآیۃ فی قراۃ الصحابۃ
ورفع الاصوات بہا خلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی ما بسطہ السیوطی

Marfat.com

الدر المنثور۔ نقله الفاضل اللکھنوی۔ فدلت هذه الآیة علی فرضیة
استماع القرآن والانصات للمقتدی له اگر اس سے ہی تنزل کریں تو ثبوت وجوب تو
کہیں نہیں گیا۔ پھر اس تقدیر پر اگر کوئی عالم فساد یا کراہتہ نماز مقتدی درصورت
قراءة الفاتحة خلف الامام سے کہہ دیوے تو کیونکر ملام ہی لانه عمل بالظاهر الآیة
مع انه یعاضده نزولها فی الصلوة کما مر انفا من الدر المنثور۔ والحدیث
عنده ماؤل کما اوله جابر رض پس جب کہ اوسکے نزدیک مقتدی کذای تارک فرض
یا واجب نماز کا ہے۔ تو پھر فساد یا کراہتہ کہنے سے کون مانع ہے لان الفساد هو
خروج العبادة بسبب فوت بعض الفرائض من الشرائط والارکان۔ وما
یفوت الوصف فیه مع بقاء الاصل سمی مکروها۔ **قوله** اور کیا اسناد
اس حدیث کا صحیح ہے اھ **اقول** وبالله التوفیق **اولا** ہم پہلے بھی لکھ چکے ہیں
کہ اس حدیث کی صحت میں ہم کو کیا۔ بلکہ کسی محدث کو کلام نہیں۔ الا کلام اسمیں
ہے کہ یہ حدیث شریف قرآن کا معارضہ نہیں کر سکتی۔ لہذا ماؤل ہی کما اوله
جابر الصحابی۔ **ثانیا** دارقطنی نے کہا ہے کہ اسناداً یہ حدیث صحیح ہے۔ یہ
نہیں کہا کہ معنی بھی غیر ماؤل ہے واین هذا من ذاک **قوله** اعرابی
مسیٔ فی الصلوة کی حدیث میں۔ امام احمد۔ ابوداؤد۔ ابن حبان میں ہے
ثم اقرء بام القرآن **اقول** وبالله التوفیق **اولا** ابو داؤد کے صفحہ ۱۲۶
میں ثم اقرأ بام القرآن وبما شاء الله ان تقرأ۔ اور **تخریج زیلعی**
ہدایہ کے صفحہ ۱۹۲ اور نصب الرایة صفحہ ۲۷ میں مسند احمد سے ثم اقرأ بام القرآن
ثم اقرأ بما شئت ہے۔ **مؤلف رسالہ** نے اخیر جملہ ہر دو حدیث کا ذکر نہیں فرمایا
سو گزارش ہے کہ اس روایتہ میں تو حکم فاتحہ مع شئے زاید کا ہے۔ پھر فاتحہ فقط کی
خصوصیت اس روایتہ سے کیونکر ثابت ہوئی **ثانیا** اعرابی مسیٔ فی الصلوة۔ تو

Marfat.com

اکیلا ہی نماز پڑر ہا تہا - کما ہو مدلول حدیث احمد وغیرہ - جاء رجل ورسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جالس فے المسجد فصلی قریبًا منہ الحدیث پہر مقتدی پر
وجوب فاتحہ کا جو متنازعہ فیہ ہی اسحدیث کے کونسے جملہ کا مدلول ہی اور اور احادیث کا ذکر آپ نہ
فرماویں کہ انکا جواب ماسبق میں گذر چکا ہی اور عبادہ کی حدیث کا بہی گذر چکا ہی فلا نعیدہ **قولہ**
بالتخصیص آہستہ فاتحہ الکتاب خلف الامام پڑہنے کی منع پر کوئی حدیث صریح صحیح مرفوع نہیں
اقول وباللہ التوفیق **اولاً** حدیث شریف کی تجسس اور تلاش کی کیا
ضرورت ہی - قران کریم ہی کفایت کرتا ہے - اذا قرئ القران فاستمعوا لہ
وانصتوا لعلکم ترحمون خود اسی مرض کا علاج ہے - جبکہ ہر ایک سامع
کی لیئی سننی اور چپ رہنیکا حکم ہے - تو مقتدی بہی اوسی میں داخل ہے **ثانیاً**
کوی حدیث صحیح متفق علیہ مرفوع ایسے نہیں جس سی مقتدی کے لیئے خصوصًا امر
وجوب قرارت بطور نص نکلتا ہو **قولہ** اور حدیث مثبت فاتحہ ترجمہ بخاری
متواتر ہے - **اقول** وباللہ التوفیق اسکا جواب جہاں ماسبق میں مؤلف رسالہ
نے نقلاً عن البخاری فرمایا ہے تواتر الخبر عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الحدیث
بوضاحت ہوچکا ہے - ایک بات کا ذکر بار بار مثمر دیبا ہی نہیں **قولہ** اگر خبر
واحد ہی مان لیں تو خبر واحد قطعی اور باعث یقین بہی ہوتی ہے تذکرہ راشدہ
میں **مولوی عبد الحی صاحب** نے لکہا ہے آہ **اقول** وباللہ التوفیق
تذکرہ راشدہ کے صفحہ ۱۰۱ میں مولوی عبد الحی صاحب نے بعض کتب کی عبارات
نقل کی ہیں - از انجملہ **شرح مختصر عضدی** کی عبارت نقل کی ہے
اختلف فی خبر الواحد العدل بل یفید العلم اولا والمختار انہ یفید العلم بانضمام
القرائن انتہی اور اسی قبیل سے اور بہی دو تین کتاب کی عبارت منقول ہے - اور
شرح الشرح نخبہ میں لکہا ہے اختلف فی خبر الواحد العدل یفید العلم الیقینی

Marfat.com

اولا فقال قوم یحصل العلم بہ مطلقا سواء انضم الیہ قرینۃ اولا۔ ثم اختلفوا فقال احمد وداؤد ظاہری یحصل العلم بہ بلا قرینۃ ویطرد ای کلما حصل خبر الواحد حصل العلم۔ وقال قوم لا یطرد ای قد یحصل العلم بہ بلا قرینۃ وقد لا یحصل **والمختار** انہ یفید العلم بانضمام القرائن وقال الاکثر لا یحصل بہ العلم الیقینی مطلقا سواء کان مع القرائن اولا بل یحصل بہ الظن انتہی۔ یہہ حال اس مسئلہ کا بین العلماء ہے۔ اور جب جہالت کو مؤلف رسالہ ان ہی ہیں۔ اوسکا حال بہی معلوم ہوا۔ **اب گزارش ہے** کہ اول خبر واحد کا قطعی اور باعث یقین ہونا معلوم۔ اگر ہم تنزلا اوسکو بہی تسلیم کریں۔ تو غایت الامر یہہ ثابت ہوا۔ کہ اسحدیث کا ثبوت قطعی ہے۔ اور نیز باعث یقین ہے۔ تو اسبات کا کب ہمنے انکار کیا ہے۔ بلکہ پہلے ہی ہم لکھہ چکے ہیں کہ یہہ حدیث لا صلوۃ لمن لم یقرء بفاتحۃ الکتاب نہایت صحیح ہے۔ الا کلام اسمیں ہے کہ یہ حدیث اپنی عموم پر نہیں۔ بلکہ باول کما اولہ جابر رضی اللہ ہی۔ ورنہ معارض کتاب کریم کی ہوگی فتدبر۔ **قولہ** جب فاتحہ خلف الامام کا پڑھنا ثابت ہوا دیکھو جواب اول **اقول** وباللہ التوفیق کہاں ثابت ہوا دیکھو جواب اول کا جواب **قولہ** پس اس مسئلہ میں آپکے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان اختلاف ہوا۔ **اقول** وباللہ التوفیق حنفیہ کرام اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان اختلاف کی بو بہی نہیں (لازعم مولف رسالہ کے) بلکہ حنفیہ رضوان اللہ علیہم نے تو حدیث لا صلوۃ۔ اور قراءۃ الامام لہ قراءۃ اور وغیرہ وغیرہ احادیث اور احادیث آثار صحابہ اور قرآن کریم واذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ اور فاقرؤا ما تیسر من القرآن جو کہ اس مسئلہ میں وارد ہیں سب پر عمل کیا ہے

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم + چشمۂ آفتاب را چہ گناہ + ہاں البتہ اسمقام میں

(حاشیہ:) اس مسئلہ میں آپکے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان اختلاف ہوا

یہ کہیں کہ مؤلف رسالہ اور خداوند کریم میں اختلاف ہوا تو شاید بیجا نہو۔ کیونکہ
ہمنے جب کہ اسحدیث میں یا اسباب کی احادیث اور قرآن کریم پر تطبیق دیکر عمل کیا
ہے رگو وہ تطبیق مؤلف رسالہ کی رائے کے مطابق نہو) پھر باوصف ایسی عمدہ
عمل کے مخالف رسول ص کے ہوئی۔ تو اسی طرح مؤلف رسالہ نے بھی آیۃ قرآنی
پر بالتاویل عمل کیا ہے اگر ایسا ہی عمل مخالفت ہی تو مؤلف رسالہ بھی آپنے
آپکو مخالف خدا سمجھیں۔ اگر ایسا نہیں تو نہیں۔ **قولہ** راقم اور کل اہلحدیث
رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کہتے ہیں **اقول** وباللہ التوفیق ۔ کس
گگوئیکہ دوغ من ترشست + کل فرق مدعی اسلام۔ شیعہ۔ خارجی۔ معتزلہ
جہمیۃ۔ وغیرہم کب کہتے ہیں۔ کہ ہم رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم کی بات
نہیں مانتے اور نہیں کہتے۔ آلا راستی پیروی فرقہ ہے۔ جسکی لئے رسولخدا ص
نے فرمایا۔ ماانا علیہ واصحابی ہاں البتہ اگر مؤلف رسالہ اسطرح فرماتے۔ کہ راقم اور
کل اہلحدیث کیا کل اہلسنت وجماعت رسولخدا کی بات کہتے ہیں۔ تو فی الجملہ راستی
کا خیال کیا جاتا **قولہ** افسوس ہے ہماری توحنفی ہے اس مسئلہ میں اہ **اقول**
وباللہ التوفیق۔ اس تقدیم میں علما کا اختلاف ہے۔ ابو یوسف اور امام احمد نے
فی روایۃ تقدیم اقرء کی فرماتے ہیں لحدیث ابی مسعود الانصاری یؤم القوم
اقرءھم لکتاب اللہ فان کانوا فی القراءۃ سواءً فاعلمہم بالسنۃ الحدیث
اخرجہ الجماعۃ الا البخاری اور امام شافعی اور مالک اور امام ابوحنیفہ و محمد
اور امام احمد نے روایۃ تقدیم اعلم بالسنۃ فرماتے ہیں لحدیث مروا ابابکر فلیصل
بالناس اخرجہ البخاری ومسلم وغیرہما۔ وکان ثمہ من ھو اقرء منہ
لا اعلم **دلیل الاول** قولہ صلی اللہ علیہ وسلم اقرأکم ابی **ودلیل الثانی**
قول ابی سعید کان ابوبکر اعلمنا۔ وبھذا اخر الامرین من رسول اللہ صلی اللہ م

Marfat.com

علیہ وسلم فیکون المعوّل علیہ - کذا حققہ صاحب الفتح الشیخ ابن الہمام رحمۃ اللہ وعلیٰ ذلک مشی البخاری الامام - حیث بوب علیہ بابا فی صحیحہ واتی بحدیث عائشۃ رضی اللہ عنہا - **باب اہل العلم والفضل احق بالامامۃ** مروا ابا بکر فلیصل بالناس اور امام قسطلانی لکھتا ہے - فان ابا بکر افضل الصحابۃ واعلمہم وافقہہم کما یدل علیہ مراجعتہ الشارع - بانہ ہو الذی یصلی - والاصح ان الافقہ اولی بالامامۃ من الاقرأ والاورع - الحاصل یہ مسئلہ علماء میں مختلف فیہا ہے - بلکہ حنفیہ اور امام شافعیہ اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہم کی دلیل قوی ہے - اور حدیث اول متاول ہے لیحصل التطبیق - افسوس ہے کہ صاحب رسالہ نے اس افسوس میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو شریک نہیں فرمایا - تاکہ امام بخاری کا مذہب بھی معلوم ہوتا **قولہ** تیسرا جواب رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت حضرت حقسبحانہ وتعالیٰ کی اطاعت ہے قال اللہ تعالیٰ الخ **اقول** وباللہ التوفیق **اولاً** اس سے کون انکار کرتا ہے لاینکرہ الا المرتاب اسی مقام سے ہے کہ جسنے حدیث واذا قرئ (ای الامام) فانصتوا اخرجہ مسلم وغیرہ اور قراءۃ الامام لہ قراءۃ کما رواہ جابر مرفوعاً پر عمل کیا اوس نے حقسبحانہ وتعالیٰ کی فرمودہ پر عمل کیا بات ابتک نہوئی مغز سخن سے نا آشنا ہو + لاحول ولا قوۃ الا باللہ **ثانیاً** حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مس ذکر کی بابت ہو مضغۃ او بضعۃ منہ فرمایا - اخرجہ احمد والترمذی وابو داؤد والنسائی وابن ماجہ من حدیث طلق بن علی اور آپ صاحبان کے نزدیک مس ذکر ناقض وضو ہے - پس اسکا خلاف حقسبحانہ وتعالیٰ کا خلاف ہے - اور ترک الوضوء مما مست النار میں حضرت جابر فرماتے ہیں کان آخر الامرین من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ترک الوضوء مما مست

Marfat.com

النار وهو حدیث صحیح رواہ ابو داؤد والنسائی وغیرہما من اهل السنن
باسانیدهم الصحیحة کما قال النووی ہے آور اکل لحوم الجزور (یعنے اونٹ کا گوشت)
آپکے نزدیک ناقض وضو ہے - پس اسکا خلاف حقسبحانہ وتعالی کا خلاف ہے۔
اور اوسکے نظائر بہت ہیں ← یکحرف بسست گر شعور ست + فما هو جوابکم
فهو جوابنا **قوله** اکثر صحابہ کرام جیسی ترمذی نے بیان کیا ہے **اقول**)
اولاً- اسکا جواب ماقبل میں گزرچکا ہے فلا نعیدہٗ **ثانیاً** الوضوء بما مست
النار کی باب میں نووی شافعی لکھتا ہے ذهب جماهیر العلماء من السلف و
الخلف الی انه لا ینقض الوضوء باکل ما مسته النار - ممن ذهب الیه
ابو بکر الصدیق رضی الله عنه وعمر بن الخطاب رضی الله عنه وعثمان
بن عفان رضی الله عنه وعلی بن ابی طالب کرم الله وجهه وعبدالله بن مسعود
وابو الدرداء وابن عباس وعبدالله بن عمر وانس بن مالک وجابر بن سمرة
وزید بن ثابت وابو موسی وابو هریرة وابی بن کعب وابو طلحة و
عامر بن ربیعه وابو امامه وعائشه رضی الله عنهم وهؤلاء کلهم
صحابة - وذهب الیه جماهیر التابعین وهو مذهب مالک وابی حنیفة
والشافعی واحمد واسحاق بن راهویه ویحیی بن یحیی وابو ثور وابی خیثمه
رحمهم الله حضرت سلامت یہ صحابہ اور تابعین رح ایک طرف ہیں۔ اور آپ کا
قول اکیطرف پس ایکے مقابلہ آپکا قول اگر خفگی نہو تو .... ہوگا **قوله** اور ایکطرف
ابو حنیفہ رح جیسا تابعی اگر مان لیں آہ **اقول**) حضرت یہہ تو محض ہی غلط ہے
ورنہ البخاری رح کا **جزء القراءة** ہی دیکھا ہوتا - کہ خود بخاری علیہ الرحمۃ
اوسکے صفحہ ۱۔ اور صفحہ ۱۳ - میں فرماتے ہیں انما اجاز ادراک الرکوع من
اصحاب النبی صلی الله علیه وسلم الذین لم یروا القراءة خلف الامام **منهم**

Marfat.com

ابن مسعود و زید بن ثابت و ابن عمر انتہی - اور حجر عسقلانی نے بھی ایسا ہی
لکھا ہے کما مرّ فیما سبق پھر فرماتے ہیں کہ اسطرف ایک ابو حنیفہؒ ہیں
یا کہ انکے ساتھ اصحاب رسول اللہ صلعم کے بھی ہیں - باآنکہ امام صاحبؒ کے قول
کیموافق نص قرآنی بھی موجود ہے - پھر کون مرجح ہوا - واضح رہے -
کہ یہ کلام عدم جواز قرات خلف الامام میں ہے - اور امام صاحب کا تابعی ہونا
واقعی ہے - فرضی کی کچھ حاجت نہیں کما مرّ فی صدر الرسالۃ **قولہ**
خود علماء حنفیہ استحسان قرات فاتحہ خلف الامام کے قائل ہیں **اقول**
اولاً علماء حنفیہ کا قائل باستحسان ہونا اور نہ ہونا فتح القدیر کی عبارت
سے واضح ہے اور وہ یہ ہے قولہ علی سبیل الاحتیاط فیما روی عن محمد
یقتضی هذه العبارة انها لیست ظاهر الروایة عنه کما قال فی الزکوة
خلافا لابی یوسف فیما یروی عنه فی دین الزکوة - وهو الذی یظهر
من قوله فی الذخیرة و بعض مشائخنا ذکر وان قول محمد رح ولا یکره
وعلی قولهما یکره ثم قال فی الفصل الرابع الاصح انه یکره والحق ان
قول محمد رحمه الله کقولهما فان عبارته فی کتبه مصرحة بالتجافی
عن خلافه فانه فی کتاب الآثار فی باب القراءة خلف الامام بعد ما
اسند الی علقمة بن قیس انه ما قرأ قط فیما یجهر فیه ولا فیما لا یجهر فیه
قال وبه نأخذ لا نری القراءة خلف الامام فی شیء من الصلوة یجهر
فیه او لا یجهر ثم استمر فی اسناد آثار اخر ثم قال محمد لا ینبغی ان
یقرء خلف الامام فی شیء من الصلوة **وفی موطاه** بعد ان روی
فی منع القراءة فی الصلوة ما روی قال محمد لا قراءة خلف الامام فیما جهر
ولا فیما لم یجهر وبذلک جاءت عامة الاخبار وهو قول ابی حنیفة - ثم

فی استحسان فاتحہ کے قائل ہیں - جواب

لا یخفی ان الاحتیاط فی عدم القراءۃ خلف الامام۔ لان الاحتیاط هو

العمل باقوی الدلیلین۔ ولیس اقواهما القراءۃ بل المنع انتهی بحذف البعض

یہ عبارت فتح القدیر کی مؤلف رسالہ اور مولوی عبدالحی صاحب ہردو

صاحبان پر حجت ہے۔ اور امام محمد کے اقوال مصرحہ صریحًا اس بیان کے

خلاف ہیں۔ اگرچہ مولویصاحب موصوف نے اشارہ بھی اسی طرف فرمایا ہے

وهو. وانکار ضعیف روایتہ۔ **ثانیًا**۔ مؤلف رسالہ نے مولوی عبدالحی

صاحب کا انصاف حدیث من کان له امام فقراءۃ الامام له قراءۃ۔ میں

ملاحظہ نفرمایا۔ اور وہ انصاف نہ ی۔ باری کیوں دیکھتے کہ اونکے مدعی مفروض

کے خلاف تہا۔ حیث قال بعد نقل طرق هذا الحدیث هذا خلاصة الکلام

فی طرق هذا الحدیث وتلخص منه ان بعض طرقه صحیحة او حسنة لیس

فیه شئ یوجب القدح عند التحقیق وبعضها صحیحة مرسلة وان لم تصح

مسندۃ۔ والمراسیل مقبولة۔ وبعضها ضعیفة ینجبر ضعفها بضم بعضها

الی بعض وبه ظهر ان قول الحافظ ابن حجر فی تخریج احادیث الرافعی ان

طرقه کلها معلولة۔ لیس علی ماینبغی۔ وکذا قول البخاری فی رسالة القراءۃ

خلف الامام انه حدیث لم یثبت عند اهل العلم من اهل الحجاز والعراق لارساله

وانقطاعه۔ اما ارساله فرواه عبدالله بن شداد عن النبی صلی الله علیه

وسلم۔ واما انقطاعه فرواه الحسن بن صالح عن جابر عن النبی صلی الله علیه

وسلم ولا یدری اسمع جابر عن ابی الزبیر ام لا انتهی لا یخلو عن خدشات واضحة

انتهی **قوله** قائلین بکراہت اور قائلین باستحسان کو آپس میں متعارض سمجھکر

ساقط کردینگے۔ (**اقول**) یہاں تعارض ہی کہاں ہے تاکہ ساقط کردینے کی

نوبت حاصل ہو۔ کیونکہ تعارض کہتے ہیں تقابل الحجتین علی السواء لا مزیة

Marfat.com

لاحدهما على الاخر لا في الذات ولا في صفة۔ فی حکمیۃ متضادین کو کما هو المسطور فی کتب الاصول۔ اور محل متنازع فیہ میں عدم قراءۃ راجح اور قوی دلیلاً ہے۔ فی الفتح لان الاحتیاط هو العمل باقوی الدلیلین ولیس اقواهما القراءۃ بل المنع انتهی اور نیز استحسان کی روایت سخت مرجوح۔ امام محمد کے اقوال مصرحہ کے خلاف ہے کما انفا من الفتح۔ والمرجوح کالعدم کما سبق فیما سبق من المسلم وشرحہ **قولہ** رفع یدین میں چار سو خبر اور اثر کا ذکر کیا گیا ہے **اقول** اسکا جواب انشاء اللہ تعالے رفع یدین کے مسئلہ میں گزارش ہوگا **قولہ** جواب حنفیہ کے اقوال اس مسئلہ میں مضطرب ہیں اور حنفیہ نے قلتین کیحدیث صحیح کو صرف مضطرب سمجھکر باوجودیکہ اوس میں اضطراب نہ تھا چھوڑ دیا۔ تو حنفیہ کو اپنے علماء کا اضطراب اس مسئلہ میں دیکھکر اونکے اقوال مضطربہ چھوڑ دینے تھے **اقول**) اس جواب میں صاحب رسالہ نے حنفیہ کرام کی نسبت دو امر ارشاد فرمائے ہیں۔ **اوّل** یہ کہ اقوال حنفیہ کے اس مسئلہ میں مضطرب ہیں۔ **دوم** یہ کہ حنفیہ نے کہ باوصف آنکہ حدیث قلتین فی الواقع مضطرب نہ تھی مضطرب جانکر چھوڑ دیا۔ سو ان ہر دو امر کا جواب بعد تعریف مضطرب کے گزارش ہوتا ہے **تعریف مضطرب**۔ فی النخبۃ وشرحہ وان کانت المخالفۃ بابدال الراوی ولا مرجح لاحدی الروایتین علی الاخری فهذا هو المضطرب انتهی بتغییر یسیر **وفی منهج الوصول** اضطراب آنست کہ راوی خلاف غیر خود کردہ باشد۔ بابدال براوی دیگرے ومرجح یکے از دو روایت بر دیگر موجود نباشد۔ وایں راوی اصطلاح محدثین مضطرب نامند۔ واضطراب موجب ضعف حدیث باشد۔ بنابر عدم ضبط روایت کہ در صحت وحسن شرط ست انتهی۔ عبارت تحفہ از منهج الوصول

سے دو امر ثابت ہوئے اوّل یہ کہ اضطراب مصطلح اوسوقت ہوتا ہے۔ جبکہ
ہر دو روایت مساویۃ الاقدام ہوں۔ ایکدوسری پر راجح لوجوہ ترجیح نہو دوسرا
یہ کہ حدیث مضطرب ضعیف ہے۔ پس اب بابت امر اوّل کی گزارش ہے۔ جبکہ
ماسبق میں یہ بات ثابت ہو چکی ہے۔ کہ روایت عدم القراءۃ راجح اور اولے
من حیث الدلیل ہے۔ اور مرجوح فی حکم العدم ہوتی ہے۔ کما مر فکیف
الاضطراب۔ لان الاضطراب شرطہ المساواۃ ولا یترجح احدھما علی الاخر
وھھنا لیس کذلک فلا اضطراب اور بابت امر دوم یعنی حدیث قلتین
مضطرب نہیں۔ مگر حنفیہ نے خواہ مخواہ اوسکو مضطرب کہا۔ غرض
شیخ تقی الدین ابن دقیق العید نے اپنی کتاب امام میں۔ اور طحاوی
نے معانی الآثار میں۔ اور زیلعی نے تخریج احادیث ہدایہ
میں۔ اور علامہ ابن الہمام نے فتح القدیر میں۔ اس حدیث کے اضطراب کو
نہایت بسط کے ساتھہ بیان کیا ہے۔ یہ اوراق پوری پوری ذکر کے متحمل نہیں
الا تاہم مختصر اگذارش ہے۔ حدیث قلتین کو بخاری اور مسلم رحمہما اللہ نے بیان
نہیں فرمایا۔ لوجہ کان عندھما۔ اور ترمذی وغیرہ نے بیان کیا ہے
سو اسحدیث میں دو طرح کا اضطراب ہے۔ لفظاً۔ اور معنیً۔ اضطراب لفظی
تو اسلئے کہ بعض طرق میں اذا کان الماء اربعین قلۃ اور بعض میں اذا کان الماء قلتین
اور بعض میں اذا کان الماء قلتین فما فوق ذلک اور بعض میں اذا کان
الماء قلتین فصاعداً اور بعض میں اذا کان الماء اربعین غرباً
اربعین دلواً اور بعض میں قلتین اوثلثا وارد ہے۔ اور اضطراب معنوی
اسلئے کہ قلہ کے معنے لغت میں مشک کے ہیں اور مٹکے کے۔ اور چوٹی پہاڑ کی۔ اور ہر چیز
بلند کی قال الزیلعی فی تخریج احادیث الہدایہ فیہ من الاضطراب لفظاً و

Marfat.com

معنیً اما اضطرابه فی اللفظ فمن جهة الاسناد والمتن۔ ثم سرد الکلام
لبیانهما۔ ثم قال واما الاضطراب فی معناه فلانه کذا وکذا۔ اور محدثین
اور فقہاء نے بھی اس حدیث میں کلام کیا ہے فتح القدیر میں ہے وممن
ضعفه الحافظ ابن عبدالبر والقاضی اسماعیل بن اسحاق وابوبکر
العربی المالکیون انتهی یعنی یہ مذکورین فضلا جو مالکی المذہب ہیں۔ انہوں نے
بھی اس حدیث کو ضعیف کہا ہے۔ اور بدائع میں ہے۔ عن ابن المدینی لا
یثبت حدیث قلتین یعنے ابن مدینی نے کہا کہ حدیث قلتین ثابت نہیں۔
اور سفر السعادت میں ہے باب۔ اذا بلغ الماء قلتین لم یحمل خبثاً
قال جماعة لم یصح فیه حدیث وجماعة قائلون بصحته۔ وقد اورده
اکابر اهل الحدیث فی مصنفاتهم۔ اور زیلعی نے کہا ہے حدیث القلتین
ضعیف ضعفه جماعة المحدثین حتی قال البیهقی من الشافعیة انه غیر
قوی۔ وترکه الغزالی والرویانی مع شدة اتباعهم للشافعی رحمه الله
لضعفه انتهی یعنے حدیث قلتین کی ضعیف ہے۔ ضعیف کہا اسکو جماعت
نے محدثین سے یہانتک کہ کہا بیہقی شافعی نے کہ وہ قوی نہیں۔ اور ترک کیا
اسکو امام غزالی اور رویانی نے باوجود شدت اتباع اونکی واسطے امام شافعی رح کے
واسطے ضعف اس حدیث کے۔ اور تمہید میں ہے ماذهب الیه الشافعی
من حدیث قلتین مذهب ضعیف۔ یہ مختصر حال تحقیقات حنفیہ کا اس حدیث میں
ہے۔ جسپر صاحب رسالہ کہتے ہیں۔ کہ حنفیہ نے باوصف صحیح ہونے اس حدیث
کی مضطرب جانکر چھوڑ دیا۔ خیر۔ حنفیہ تو در کنار۔ مالکیہ اور شافعیہ نے بھی
اس حدیث کو ضعیف کہا۔ اور اپنے امام کی مقبول حدیث کو چھوڑ دیا۔ پھر حنفیہ نے
کیا برا کیا۔ اور بیجا۔ کہ وہ پٹی تحقیقات اس حدیث کے ہوئے۔ الٰہی ہمکو توجہ

Marfat.com

اور عنایت دلی کا ثمرہ ہے۔ جو حنفیہ کے نسبت فرمایا گیا۔ سچ ہے۔ گلستان سعدی
ور چشم دشمنان خارست + راستی کا پائے بند ہونا عمدہ چیز ہے۔ راستی موجب
رضای خدا است + کدورت تعصب سے دلکو پاک اور صاف کرنا ضروریات دین
سے ہے۔ بسوئے راستے دل را ہدایت کن کہ میباشد + عصائے آبنوسے
بہ نیل سرمہ اعمے را + **قوله** قرآن اور احادیث ثابتہ میں کوئی تعارض اور
تخالف نہیں آہ **اقول** وباللہ التوفیق۔ **اولا**۔ اگر اس کلام سے مولف رسالہ
کے یہ غرض ہے کہ قرآن اور احادیث میں بحسب الظاہر اور بادی النظر میں بھی
تعارض اور تخالف نہیں۔ فھذا الکلام مردود علی صاحبہ لان فی الکتاب
الکریم ایات تعارض بعضھا بعضاً فی الظاھر وقد الف فی ذلک قطرب
کتاباً بسیطاً ذکرہ السیوطی فی الاتقان وفی الاحادیث ایضاً کذلک کیف
لا وان علماء اصول الفقہ والحدیث قد بوبوا فی مصنفاتھم لدفع ھذا
التعارض باباً وبحثوا فیہ بحثاً طویلاً شکر اللہ سعیھم فی المسلم وشرحہ
فصل فی التعارض وھو تدافع الحجتین وفی المنار وشرحہ **فصل**
وقد یقع التعارض بین الحجج فیما بیننا لجھلنا بالناسخ والمنسوخ وفی حصول
المامول البحث الخامس فی تعارض الافعال وفی التوضیح باب المعارضۃ
والترجیح وفی اتقان السیوطی النوع الثامن والاربعون فی مشکلہ وموھم
الاختلاف والتناقض **ثانیاً** خود مولف رسالہ بھی جواب ہذا میں درپے تطبیق
ہیں۔ اگر تعارض اور تخالف نہ تھا تو پھر یہاں تطبیق کس چیز کی ہو رہی ہے۔
اور اگر یہ غرض ہے کہ اگرچہ بحسب الظاہر اور بادی النظر میں بینھما تعارض
ہوتا ہے۔ الا امعان نظر اور تطبیق دینے سے وہ مرتفع ہو جاتا ہے۔ تو اس
دردسری کا کیا فایدہ ہے۔ آپکے تو ہم بھی قائل ہیں کہ تعارض اور تخالف فی الحقیقت

Marfat.com

بین الآیات والاحادیث نہیں۔ فی المسلم وشرحہ لایکون التعارض) فی الحجج
الشرعیة فی نفس الامر ولا لزم التعارض قطعاً۔ **وفی نور الانوار** ولا
فلا تعارض فی نفس الامر لان احدھما یکون منسوخاً والاخر ناسخاً۔ وکیف
یقع التعارض فی کلامہ تعالیٰ لان ذلک من امارات العجز۔ تعالی اللہ عن ذلک
علواً کبیراً انتھی اور اسی ظاہر تعارض اور تناقض کے لئے رفع کے لئے جو اس
مسئلہ فاتحۃ الکتاب میں۔ آیات اور احادیث میں بادی النظر میں معلوم
ہوتا ہے۔ علماء امصار و دیار نے کوششیں بلیغہ فرمائیں۔ جیسے راقم نے جابجا
بیان کیا ہے فانظر فیما مر **قولہ** آیۃ فاقرؤا ما تیسر میں۔ ما۔ کا کلمہ ضرور عام
مخصوص البعض ہے۔ ابن الھمام **حاشیہ** ہدایہ میں لکھتے ہیں۔ ولنا قولہ
علیہ السلام من کان لہ امام فقراءۃ الامام لہ قراءۃ فاذا صح وجب ان یخص
عموم الآیۃ والحدیث علی طریقۃ الخصم مطلقاً فیخرج المقتدی وعلی طریقتنا
ایضاً لان ہا عام خص عنہ البعض وھو المدرک اجماعاً فی تخصیصھا انتہی **اقول**
وباللہ التوفیق) اولاً۔ مؤلف رسالہ نے دعویٰ یہ کیا ہے۔ کہ کلمہ ما کا جو آیۃ ما تیسر میں
ہے عام مخصوص البعض ہے۔ اور شاہد اثبات مدعی کا عبارت ابن الہمام رحمۃ اللہ علیہ
کی بیان کی سو مذکورہ عبارت میں اثبات کا کہیں نام و نشان ہی نہیں کہ کلمہ ما کا عام مخصوص
البعض ہے۔ ہاں البتہ ابن الہمام یہ کہتے ہیں کہ یہ آیت مخصوص البعض ہے اجماعاً بیننا و بین الشافعی ہے
سو اس سے کہاں ثابت ہوتا ہے کہ کلمہ ما کا ضرور عام مخصوص البعض ہے کما قالہ المولف ثانیاً۔ یہ
آیۃ شریفہ مشتمل بر دو تعمیم ہے تعمیم اول فاقرؤا کی جسکا مدلول یہ ہے کہ ہر نمازی پر پڑھنا فرض
ہے اور تعمیم دوم ما تیسر کی اور اسکا مدلول یہ ہے کہ قرآن کریم سے کسی سورت خاص
(مثلاً فاتحہ) کا پڑھنا فرض نہیں۔ ابن الہمام کی یہ غرض ہے کہ جبکہ تخصیص عام اول کی اجماعاً
بیننا و بین الشافعی ہو چکا ہے۔ لہٰذا اب تخصیص اس آیت کے حدیث قراءۃ

Marfat.com

الامام لہ قراءۃ سے جائز درست ہوئی۔ کیونکہ عام مخصوص البعض ظنی ہوتا ہے۔
پس اسوقت یہ حدیث شریف مخصص ہونے کے قابل ہوئی۔ اور عام دوسرا اپنے
عموم پر قطعی ہے اوسکی تخصیص خبر واحد سے جو کہ ظنی ہو جائز نہیں۔ لعدم المساواۃ
بینہما۔ ومن لم یمیز بین العامین فقد وقع فیما وقع وقال ما قال صاحب
رسالہ نے جبکہ ہر دو عام میں خلط ملط کر دیا۔ تو ایسا فرمایا۔ اور ابن الہمام کو بھی
اپنے ساتھ ملایا۔ حالانکہ ابن الھمام کی کلام سے یہ بات مفہوم نہیں ہوتی۔ اور
اسبابت کو صاحب رسالہ پہلے ہی بیان کر چکے ہیں۔ اور وہاں جواب بھی دیا گیا ہے

قولہ اور عام مخصوص کی تخصیص بالاتفاق ممنوع نہیں۔ پس لا صلوۃ
کی متواتر حدیث سے تخصیص کیوں ممنوع ہو گی۔ **اقول** وباللہ التوفیق یہاں
عام مخصوص ہی کہاں ہے۔ جسکی تخصیص جائز ہو۔ بلکہ یہ عام اپنے عموم پر
باقی ہے۔ کما مر قبل ذلک۔ اور حدیث لا صلوۃ کی متواتر ہونیکا حال بھی
ماقبل میں گزارش ہو چکا ہے۔ فلا نعیدہ۔ **قولہ** اور آپکے یہاں اس لئے کہ مخصوص
ہی کما مر **اقول** وباللہ التوفیق۔ ما مر میں اسکا جواب بھی ہو چکا ہے فلا نکررہ۔

قولہ اور احادیث میں اس لئے تعارض نہیں۔ کہ اعرابی کی حدیث میں فاتحہ
کا صریح حکم موجود ہے دیکھو ابن حبان اور مسند امام احمد **اقول**
وباللہ التوفیق اولا۔ بخاری اور مسلم کی روایت میں تو ثم اقرأ ما تیسر
معک من القرآن ہے وارد ہے۔ کیا یہاں صحیحین کو چھوڑ دیا گیا۔ اور اس محل میں
صحیحین کی فوقیت اور مزیت باقی کتب احادیث پر ضعیف ہو گئی ہے۔ ثانیا
اگر اسی روایت مسند احمد پر ہی عمل منظور ہے تو اسمیں ثم اقرأ بام القرآن۔ ثم
اقرأ بما شئت بھی ہے۔ پھر چاہئے کہ فاتحہ مع سورت ہر دو فرض ہوں۔ نہ فاتحہ
تنہا فکیف التطبیق **قولہ** پس ہم بھی کہتے ہیں ان لزوم الفاتحۃ ثبت بالظاہر

Marfat.com

اقول (وباللہ التوفیق) ابن الھمام کی تاویل نص قرآنی فاقروا ماتیسر من القرآن کے معارض نہیں۔ لانہ فی صدد ثبوت الوجوب وذلک ظاہر جدا۔ اور مؤلف رسالہ کی تاویل یعارض النص المذکور لانہ فی صدد ثبوت الفرضیۃ فافترقا فافہم وانصف۔ فکیف التطبیق **قولہ** والمقصود ماتیسر بعدھا لظہور لزومہا **اقول** وباللہ التوفیق اولاً ابن ہمام کی عبارت میں لزوم بمعنی وجوب مصطلح حنفیہ ہے۔ وھو بین لا سترۃ فیہ اور مؤلف رسالہ کی عبارت میں لزوم بمعنی فرض ہے۔ فمعارضۃ الآیۃ المذکورۃ قائمۃ علی تاویل المؤلف لا علی تاویل ابن ہمام فکیف التطبیق ثانیاً اعرابی مسئ فی الصلوۃ کی حدیث میں فاتحہ کا ذکر ہی کہاں ہے۔ تاکہ ماتیسر محمول بر مازاد علی الفاتحہ ہو۔ **قولہ** اور حدیث قراءۃ الامام اور اذا قرء فانصتوا دونوں اوّل تو شاذ ہیں۔ انکا شذوذ ابن ہمام نے مانا ہے گو شاذ مقبول کہا ہے **اقول** (وباللہ التوفیق) تنزلاً قبول کیا شاذ مقبول ہیں تو پھر خلل ہی کیا ہوا۔ شاذ مقبول تو اصطلاح محدثین میں اوسے کو کہتے ہیں۔ کہ راوی ثقہ راوی اوثق کے مخالف زیادۃً یا نقصاناً فی المتن او فی السند روایت کرے۔ اور زیادۃ ثقہ کی مقبول بلاریب ہے۔ کما مر فی الفوائد **قولہ** اور وجوہ مرقومۃ الصدر کے سوا حسب قول ابن ہمام حیث قال وحمل ثم اقرأ ماتیسر معک علی غیر حالۃ الاقتداء جمعاً بین الادلۃ ہم کہتے ہیں ماتیسر معک اور لہ قراءۃ اور اذا قرء فانصتوا کل فی سوی الفاتحۃ جمعاً بین الادلۃ **اقول** (وباللہ التوفیق) تفصیل اس مقام کی یہ ہے۔ کہ ابن ہمام نے حاشیہ ہدایہ میں لکھا ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اعرابی مسئ فی الصلوۃ کو کئی بعد تعلیم ادا امور کے ثم اقرء ماتیسر معک من القرآن۔ فرمانا محمول بر غیر حالت

Marfat.com

اقتدا کی ہے۔ سواس حمل کے لئے حالت صلوٰتیہ اعرابی مسئی فی الصلوٰۃ (یعنی منفرداً نماز پڑھنا) کے۔ جیساکہ مدلول صریح حدیث کا ہے۔ جاء رجل و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جالس فی المسجد فصلی قریباً منہ الحدیث قرینہ واضحہ غیر خافیہ ہے۔ اور سوی الفاتحہ پر فرمای کہ کونسا قرینہ صریحہ ہی۔ علاوہ براں اس روایت صحیحین میں فاتحہ کا کچھ ذکر ہی نہیں۔ پھر سوی الفاتحہ کہاں سی آگیا۔ اور روایت احمد وغیرہ میں جو تصریح فاتحہ کی ہے اون میں وسورۃ معھا بھی ہی۔ فالامور بہ امران۔ پس ابن ہمام اور مؤلف رسالہ کے حمل میں یوں بعید ہے۔ فاین ھذا من ذاک فافہم وانصف اور قراءۃ الامام اور اذا قرء فانصتوا کا حمل بہ سوی الفاتحہ پر حمل غیر صریح ہے۔ لانہ یا بالہ عموم النص وھو واذا قرئ القراٰن فاستمعوا لہ وانصتوا۔ **قولہ** یا درہی ابن ہمام نے ان حدیثونکی نسبت کہا ہے الاول صحیح علی شرط الشیخین والثانی علی شرط مسلم حالانکہ بخاری اور مسلم نے اپنی شروط کی کہیں تصریح نہیں کے۔

اقول وباللہ التوفیق) یہ قول۔ ر یعنی علی شرط الشیخین او علی شرط احدھما) صرف ابن ہمام کا ہی نہیں۔ بلکہ بخار یہ محدثین ہی ایسا لکھتے ہیں۔ **علامہ ابن حجر** نخبہ۔ اور اوسکی شرح میں لکھتے ہیں۔ ومن ثم قدم صحیح البخاری علی غیرہ من الکتب المصنفۃ فی الحدیث ثم صحیح مسلم لمشارکتہ للبخاری ثم قدم فی الارجحیۃ من حیث الاصحیۃ۔ ثم ما وافقہ شرطھما لان المراد بہ رواتھما مع باقی شروط الصحیح وروا تھما۔ فان کان الخبر علی شرطھما معا کان دون ما اخرجہ مسلم او مثلہ۔ وان کان علی شرط احدھما فیقدم شرط البخاری وحدہ علی شرط مسلم وحدہ تبعاً لاصل کل منھما انتھی بحذف البعض اور سید شریف علی جرجانی اصول حدیث کی رسالہ میں لکھتے ہیں

Marfat.com

واعلی اقسام الصحیح ما اتفقا علیه - ثم ما انفرد به البخاری - ثم ما انفرد به مسلم
ثم ما کان علی شرطهما وان لم یخرجاه ثم علی شرط البخاری ثم علی شرط مسلم انتهی
اور منہج الوصول میں ہے - وبالجملہ صحیح بخاری بایں وجوہ مقدم برہمہ کتب ست
وبعدہ صحیح مسلم است - وبعدہ مقدم آنست کہ موافق شرط ایں ہر دو باشد انتہی
مختصرا - اور حجۃ اللہ البالغہ میں شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی مرحوم
لکھتے ہیں وقد استدرک الحاکم علیهما احادیث هی علی شرطهما ولم یذکرها
انتهی - ثم سرد الکلام فیه - اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ دوسری مقام
نخبہ کی شرح میں لکھتے ہیں - اما رجحانه ای البخاری من حیث الاتصال
فلاشتراطه ان یکون الراوی قد ثبت له لقاء من روی عنه ولو مرة واکتفی
مسلم بمطلق المعاصرة انتهی - انتہی ما ورا اور محدثین اور محققین کے کلام میں یہ
عبارت موجود ہے تو پھر ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ پر کیا اعتراض واضح رہے
کہ بخاری اور مسلم رحمہما نے اپنے شروط مقررہ کہیں تحریر نہیں فرمائیں - قال النووی
لیس لهما شرط فی کتابیهما ولا فی غیرهما انتهی - الا فضلاء محدثین باحثین
نے تتبع ما فیہا کا فرمایا - اور استنباط شروط کا کیا - لہذا حسب قرارداد فضلاء
محدثین کے یہہ کہا جاتا ہے - کہ بخاری رح کی یہ شرط ہے اور مسلم رح کی یہہ شرط کما
مر من النخبة وغیرہ - پس علامہ ابن ہمام رح بھی اپنی کتاب میں اسی قرارداد
فضلاء محدثین پر لکھتا ہے - هذا علی شرط الشیخین - وهذا علی شرط احدهما - فلا
اعتراض علیه اور مؤلف رسالہ بفضلہ تعالی قرارداد فضلاء محدثین سے بھی جو نکہ
دست بردار ہیں - موافقہ اتنی بات لکھ دیتے ہیں - مرزا صاحب یہہ تقسیم مراتب حدیث کی جو
کہ نخبۃ الفکر وغیرہ میں ہے - یہہ فضلاء محدثین نے کی ہے - یا کسی ڈھور ام
پڑھینو والی نے - پھر اوسی تقسیم کے لحاظ سے علامہ ابن ہمام نے لکھا تو کیا برا کیا -

Marfat.com

ہر سخن وقتے و ہر نکتہ مکانی دارد **قوله** مولوی صاحب مخاطب صحیحین کی عظمت کے قائل نہیں **اقول** وباللہ التوفیق معاذ اللہ ھل ھذا الا بھتان عظیم اوظن فاسد ووھم کاسد یکذبہ سامدحنا ھما رحمہما اللہ فیما سلفنا فی رسالتنا ھذہ فی مواضع عدیدۃ۔ ومقامات شتی فلینظر الناظر فیھا لیظھر لہ کذبہ البحت اوظنہ الفاتر اووھمہ الکاسد ۵ دعویٰ بے دلیل قبول خرد نہیں۔ **قوله** اور منازعہ اور مخاطبہ آہ **اقول** وباللہ التوفیق ان سب کے جواب ماسبق میں مفصل مذکور ہوچکے ہیں۔ بار بار ایک ہی بات کا ذکر کرنا خالی از بے لطفی نہیں۔ اور نیز طوالت کا خوف بھی قلم کو روکتا ہے۔ **قول** حسب تحقیق سابق آہ **اقول** وباللہ التوفیق وہ تحقیق تو کالعدم بلکہ کالعھن المنفوش ہوگئی۔ اوسکا تو ذکر ہی نہ کیجئے۔ اور قیاس یہاں بمقابلہ نص کے نہیں تاکہ غیر مقبول ہو۔ بلکہ متفرع از نصوص ہے پھر کیوں مقبول کا نہو **قوله** مدرک فی الرکوع آہ **اقول** وباللہ التوفیق انشاء اللہ تعالیٰ اس مسئلہ کو اسکے محل میں جہاں مؤلف ذی الاصالت بیان فرمایا ہے گزارش کرونگا **قوله** کیونکہ قراءۃ فاتحہ میں رکعت کے فوت ہونیکا ڈر ہے بخلاف تکبیر اور قیام کے **اقول** وباللہ التوفیق اولاً اگر امام نے رکوع طویل کیا تو اس میں فوت رکعت کا کہاں ڈر ہے۔ پھر چاہیئے کہ ایسی حالت میں مدرک فی الرکوع کی رکعت محسوب نہو۔ والامر لیس کذلک۔ ثانیاً غایت مایلزم منہ یہی کہ مقیس اور مقیس علیہ از یک قبیل نہیں ولو سلمنا ذلک تاہم اصل مقصود فقود نہیں یعنی مقصود دسائل کا یہہ تہا کہ مدرک فی الرکوع کذائی کی رکعت محسوب ہوتی ہے اگر فاتحہ فرض ہوتی تو ایسی ضرورت میں ساقط نہوتی۔ اور نیز رکعت بھی محسوب نہوتی سو اوسکا عدم محسوب ہونا اس جواب سے بھی ثابت نہیں ہوا **قوله** بعض رخص

ضرورت کی وقت ساقط ہوجاتے ہیں۔ **اقول** وباللہ التوفیق۔ اولاً انکا سقوط الی الخلف ہی اور قراءت کا حال ایسا نہیں۔ یعنی جب قیام عند العجز ساقط ہوا تو قعود ونحوہ اسکا خلف ہی اور رکوع اور سجود جب ساقط ہوا تو ایماء اسکا خلف ہی۔ ولیس فرض یسقط عند العجز بلا خلف والقرآءۃ تسقط عن مدرک الرکوع بلا خلف فافترقا۔ فدل ذلک علی انہا لیست بمفروضۃ علی المقتدی راسًا والا لما سقطت کلیۃً ثانیًا سائل کا کلام ایک خاص ضرورت میں ہی۔ نہ ضرورت مطلقہ عامہ میں۔ یدل علیہ قولہ اگر قراءت بھی فرض ہوتی تو وہ بھی بضرورت خوف ادراک فوت نہوتی۔ پس سقوط بعض الفرض عند العجز اوسکو مضر نہیں۔ لان الرکنین والقیام لا یسقطان عند خوف فوات الادراک کما یسقط الفاتحۃ فیہ **قولہ** سقوط عند الضرورت مستلزم عدم فرضیت نہیں۔ **اقول** وباللہ التوفیق) عدم استلزام ضرورت مطلقہ عامہ میں تو مسلم ہی۔ الا ضرورت مفروضہ خاص سائل میں غیر مسلم ہی لان القیام لا یسقط عند خوف فوات الادراک فہذا لا یضرہ **قولہ** اہل حدیث کے نزدیک خطبہ کیحالت میں رکعتیں خفیفیں آہ **اقول** وباللہ التوفیق) اسکا جواب ماسبق میں مفصلا مذکور ہوچکا ہے فلا نکررہ **قولہ** جس شخص کی فجر کی نماز قضا ہوجاوے اوسکی حقمیں ادا صلوۃ عند الخطبہ حنفی جائز کہتی ہیں۔ **اقول** وباللہ التوفیق شرح وقایہ مطبوعہ مطبع انوار محمدی کے ص ۱۶۲ میں لکھا ہی وکرہ التنفل اذا خرج الامام لخطبۃ الجمعۃ وبعد الصبح لا سنتہ وبعد اداء العصر الی اداء المغرب وصح الفوائت وصلوۃ الجنازۃ وسجدۃ التلاوۃ فی ھذین ای بعد الصبح وبعد اداء العصر الی اداء المغرب کہنا رای لفوایت) یکرہ فی الاول وھو ما اذا خرج الی الخطبہ انتہی۔ اور اسکی حاشیہ میں مولوی عبد الحی صاحب

ضرورت فرض اور ترک بلا ضرورت ساقط نہوجاوے جو کہ ترک

لکھنوی لکھتے ہیں قولہ یکرہ الخ وذلک لاخلالہ بالاستماع المامور بہ حتی
نھی عن الامر بالمعروف فی الخطبۃ کما اخرجہ الشیخان وغیرھم اذا قلت
لصاحبک انصت والامام یخطب فقد لغوت انتھی اور ترجمہ شرح وقایہ
میں جسکو مولوی **سیح الزمان** صاحب نے کیا ہی لکھا ہے۔ "جب امام جمعہ
کے دن خطبہ کیواسطے اوٹھے۔ نفل اور قضا اور نماز جنازہ پڑھنا۔ اور سجدہ
تلاوت کا کرنا مکروہ ہے۔" انتھی عبارتہ۔ اس باب میں روایت کراہت کی ہی
وخلافھا خلاف الاصح **قولہ** پھر کیا حرج ہے کوئی حرج شرعی ثابت کر دیجئے
اقول الحرج الشرعی ثابت ھھنا لان الشارع حجر المقتدی عن ولایۃ
القراءۃ حیث جعل قراءۃ الامام قراءۃ لہ فلو قرأ یلزم ابطال الحجر الشرعی
ولانہ یلزم اجتماع القرائین حقیقۃ وحکما ولا نظیر لہ فی الشرع
والقول بانہ نظیرہ اجتماع الصلوتین فی وقت واحد فی رجل دخل المسجد
لانتظار الصلوۃ وصلی ما بدالہ من النوافل فانہ قد ورد فی الاخبار ان
المنتظر للصلوۃ فی حکم المصلی ما دام ھو منتظر فیکون الانتظار لہ
صلوۃ حکمیۃ ومع ذلک لا یمنع من اداء الصلوۃ فی تلک الحالۃ بل
یستحسن لہ کما قالہ الفاضل الکھنوی یستنکرہ الطبع السلیم لان حالۃ
انتظار الصلوۃ غیر حالۃ اداء الصلوۃ فکیف یجتمعان۔ بخلاف المقتدی
فان قراءۃ الامام قراءۃ حکمیۃ لہ۔ فلو قرأ بنفسہ۔ ایضا یلزم اجتماع
القرائتین حقیقۃ وحکما فی حالۃ واحدۃ وھو محجور شرعا فافترقا۔
قولہ جواب مقتدی بدون منازعۃ آہ **اقول** اس جواب کو پہلی ہی صاحب
رسالہ لکھہ چکے ہیں۔ اور وہاں جواب ہی ہو گیا ہے **قولہ** امام صاحب کا
مناظرہ مجھی یاد پڑتا ہے۔ کہ دلیل محکم میں یہہ مناظرہ لکھا ہی۔ الا افسوس

بنظر نسیم الحق ایڈیٹ

Marfat.com

رسالہ اسوقت موجود نہیں۔ اور جب دیکہا تہا اوسوقت راقم نہایت صغیر سن
تہا۔ حافظہ میں جسقدر ہے اوسے لکہتا ہوں **پانچویں عالم** امام صاحب
کیخدمت میں ترک فاتحہ کے مخالف جمع ہوئے الخ ۱ **اقول** اس مناظرہ
کی حکایت **دلیل قوی** میں جو کہ مؤلفہ فخر المحدثین مولوی احمد علی
صاحب سہارنپوری مرحوم کا ہے اسطرح لکہی ہے۔ کہ ایک گروہ اہل علم کا واسطے
مناظرہ مسئلہ قراۃ خلف امام کی امام اعظم رحمۃ اللہ کے پاس آیا۔ اور کہا
امام صاحب کو کہ منع قراۃ خلف امام کی کیا دلیل ہے۔ چونکہ امام المسلمین
پیشوائے سالار اہل یقین نہایت درجہ کے ذہین اور فہیم تہے
ایسے طور سے جواب دیا۔ کہ وہ خواہ مخواہ تسلیم کریں۔ اور کسی کو مجال
گفتگو کی نہ تہی یعنی **امام صاحب** نے فرمایا۔ چونکہ ایک شخص کو جماعت کثیرہ
سے مناظرہ کرنا بہت مشکل ہے۔ پس لائق ہے تم کو کہ مختار کرو اپنے میں سے
ایک کو پہر اونہوں نے مختار بنا کر ایک عالم کو پیش کیا۔ امام صاحب نے کہا کہ جیت
ہار اسکی کو تم اپنی جیت ہار سمجہوگے۔ کہا سب نے کہ ہاں۔ فرمایا امام صاحب نے
جب مناظرہ ایک شخص کا کفایت کرتا ہے۔ جماعت کیطرف سے پس قرات
امام کی کیوں نہیں کفایت کرتی واسطے مقتدیوں کے۔ پہر کسی کو جواب نہ آیا
مغلوب ہو کر چلے گئے۔ انتہی۔ اور اس حکایت کو امام **فخر الدین رازی**
نے تفسیر کبیر میں بہی لکہا ہے حیث قال۔ ان جماعۃ من اھل المدینۃ۔ جاؤا
الی ابی حنیفۃ لیناظروہ فی القراۃ خلف الامام وبکتوہ وشنعوا۔ فقال
لھم لایمکن مناظرۃ الجمیع۔ ففوضوا امر المنازعۃ الی اعلمکم لاناظرہ۔ فاشاروا
الی واحد۔ فقال اعلمکم قالوا نعم۔ قال والمناظرۃ معہ کالمناظرۃ
معکم قالوا نعم قال والالزام علیہ کالالزام علیکم قالوا نعم قال فان

سوال امام ابو حنیفہ بجواب

Marfat.com

وان ناظرته ولزمته الحجة فقد لزمتكم - قالوا نعم - قالوا وكيف

قالوا لانا رضيناه اماما فكان قوله قولا لنا - قال ابوحنيفة فنحن

لما اخترنا الامام في الصلوة كانت قرائته قراءة لنا وهو ينوب عنا فاقروا

له بالالزام انتهى - هكذا اخرجه الامام في مسند خوارزمی - امام اعظم رحمۃ اللہ

کیواسطے باری تعالے نے فہم وذکا قدرتی اور فراست وذہانت فطرتی ایسی عنایت

فرمائی تہی - کہ اکثر مضامین آیات واحادیث کے تمثیل کے طور پر واسطے تعلیم

وتفہیم سائلوں کے بیان فرماتے - پہر کسیکو مجال چون وچرا کی باقی نرہتے -

ایسی وفور عقل وذکا اور دانشمندی امام صاحب کی تعریف امام مالک رح

فرماتے ہیں - جیسا کہ صاحب میزان شعرانی نے میزان کبری کے

صفحہ ٦٤ میں ذکر کیا ہے - لما سئل رای المالک عن ابی حنیفة (یقول) ما تقولون

فی رجل لو ناظرته ان تصف هذه الاسطوانة حجر ونصفها فضة لقام

بحجة انتهى - اور یہہ تمثیل فہمائش کئی مقاموں میں رسولخدا صلے اللہ علیہ

وسلم سے ہی ثابت ہے - روی البخاری بسنده عن ابن عباس

ان امرأة من جهينة جاءت الى النبي صلى الله عليه وسلم فقالت ان امي

نذرت ان تحج فلم تحج حتى ماتت افاحج عنها قال حجي عنها - أرأيت

لو كان على امك دين اكنت قاضية اقضوا الله فالله احق بالوفاء

صفحہ ٢٥٠ یعنے جہینہ کی ایکعورت نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچہا - کہ

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری ماں نے نذر مانی تہی - کہ میں حج کرونگی

پہر وہ حج کرنے نپائی تہی کہ مرگئی - کیا میں اسکیطرفسے حج کروں - آپنے

فرمایا کیوں نہیں حج کر - اگر تیری ماں پر لوگونکا کچہہ دین ہوتا - تو تو اوسکو

ادا نکرتی - اللہ کا دین احق بالادا ہے - یہاں حضرت صاحب نے اوسعورت کے

امام صاحب کا وفور ذکا اور وزن فہم اور مسائل کا تمثیلی طور پر فرمانا +

Marfat.com

کو تمثیلی طور پر فہمایش فرمائی - کیونکہ یہہ اوقع فی الذہن ہے - بلکہ تمثیلی
فہمائش قرآن کریم میں بکثرت موجود ہے مثل الذین ینفقون اموالھم فی
سبیل اللہ کمثل حبۃ انبتت الایۃ و مثلہم کمثل الذی استوقد
نارًا الایۃ وغیر ذلک یہ تمثیلی فہمائش کمال ذکا اور وفور متانت پر
دال ہے - عند العقلاء کچھ عیب کی بات نہیں - اور کوئی دانشمند اسکو
ناپسند نہیں کرتا - اور مذکورہ حکایت صرف عقلی و قیاسی بات نہیں جیسا
کہ مؤلف رسالہ سمجھے ہیں - بلکہ وہ ترجمہ حدیث من کان لہ امام فان قراءۃ
الامام لہ قراءۃ - کا ہے کما لا یخفی - فلا یرد کما اوردہ مؤلف الرسالۃ
بعید ذلک بقولہ جواب اول الخ **قولہ** جواب اول نقل صحیح اور ایسی قیاس
مع الفارق کا معارضہ کیا - **اقول** صحت نقل کے لئے امام رازی کی
نقل ہی مکتفی ہے اور یہہ قیاس نہایت صحیح ترجمہ حدیث شریف مذکور کا ہے
مع الفارق کہنا محض مع الفارق اور جرح غیر مبین ہے - **قولہ** دوم معلوم ہوا
اوسوقت کی ہی پانچسو عالم اس مسئلہ میں امام صاحب کی مخالف ہے **اقول**
تخصیص پانسو کی کہیں ہی ثابت نہیں **تفسیر کبیر** میں - ان جماعۃ الخ
ہے - الا چونکہ مفہوم مشترک ہر دو کا قریب قریب یعنی کثرت ہی محل اخذ نہیں - سو
کئی مقاموں میں قلت حاکم بر کثرت ہوتی قال عز من قائل - کم من فئۃ قلیلۃ
غلبت فئۃ کثیرۃ باذن اللہ الایۃ و الفرقۃ الناجیۃ واحدۃ اقل
من ثلثین و سبعین - والمومنون اقل من الکفرۃ - و فی علم الاسناد
القلۃ تقضی علی الکثرۃ وغیر ذلک مقام ہذا میں بھی قلت حاکم بر کثرت
ہے کان الحق یعلو ولا یعلی **قولہ** سوم یہ ظریفانہ دلیل اگر صحیح ہے تو رکوع و سجود
وغیرہ میں جاری ہو سکتی ہے - اسکا ہی انکار کر دوالخ **اقول** اسکا جریان

Marfat.com

بحث شیخین کا لقب

رکوع وسجود وغیرہ میں غلط اور قیاس مع الفارق ہے۔ کیونکہ سابق میں بیان ہوچکا ہے۔ کہ یہ صرف قیاسی بات نہیں۔ بلکہ معنے حدیث قراءۃ الامام الحدیث کی ہیں۔ سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کیفیت اقتدا اور ایتام کی۔ اور اذا قرء فانصتوا۔ واذا رکع فارکعوا۔ واذا سجد فاسجدوا۔ الحدیث میں مفصل بیان فرمائی۔ وہاں چپ کرنیکا حکم فرمایا۔ اور رکوع سجود میں رکوع سجود کا ارشاد کیا۔ پھر انکو اوسپر قیاس کرنا تبدیل حکم شارع کا ہے۔ پس قیاس قرارت کا رکوع وسجود پر محض غلط اور قیاس مع الفارق ہے۔ **قولہ** آپکے علما تو اس مسئلہ میں حیران ہیں اہ **اقول** عدم جواز۔ کراہت اور حرمت اور منع اور نفی کو شامل ہے رہا احتیاط اور استحسان سو اوسکی ابن ہمام نے تردید کردی ہے۔ کہ امام محمد کیطرف اسکی نسبت کرنی جیساکہ صاحب ہدایہ۔ اور ذخیرہ نے کی ہے درست نہیں امام محمد رح کی تصریح اسکے مخالف ہے۔ دیکھو کتاب آثار۔ اور مؤطا امام محمد رح کا۔ کہ خود امام محمد رحمۃ اللہ علیہ اوس میں تصریح کرتے ہیں۔ پہر حضرت نا انصافی کہنا خود نا انصافی ہے۔ **قولہ** اگر ہدایہ میں یہ لکہا ہے۔ لایقرء المؤتم الی آخرہ **اقول** یہ جملہ امور صاحب رسالہ پہلے بیان کرچکا ہے۔ حسب عادت مکرر لایا ہے اور وہاں جواب ان امور کے مفصل دیئے گئے ہیں۔ فلا نکررہ خوفا للتطویل **قولہ** فیقرأ ترک ذینک الشیخان آہ **اقول** واہ حضرت یہہ جوش ایسہ خروش۔ آن ہر دو حضرات کی شیخینیت تو بحد ول درجہ تلقی الامامت بالقبول کی مقبول ہے۔ آپکے اخلاق عام اور تہذیب لاکلام کی خلاف ہے۔ البتہ اگر ایک ایسا گبھر اور جوش خروش کرتے تو مضایقہ نہ تہا۔ ماشاء اللہ اہل سنت نزد میں صحابہ کرام کے حضرت خلیفہ اول۔ اور ثانی رضی اللہ عنہما کو بھی شیخین کہتے ہیں۔ اور گروہ مجتہدین میں سے امام الائمہ سراج الامۃ ابو حنیفہ

Marfat.com

اور ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہما کو ہی شیخین کہتے ہیں۔ اور یہہ قرار داد امر اصطلاحی ہے ولا مباختۃ فیہ۔ پھر ایسی جوش خروش کیوجہ سوا تعصب کے اور کوئی خیر نہیں۔ واللہ یعصمنا **قولہ** مسلہ مدرک فی الرکوع کی بحث **اقول** مستعینا باللہ۔ ونجعل فی ہذہ المسئلۃ ثلثۃ مسالک **المسلک الاول** اسمیں اثبات اس امر کا مطلوب ہی۔ کہ اطلاق رکعت کا رکوع پر کلام شارع میں پایا جاتا ہے یا نہ۔ سو کلام شارع میں یہہ اطلاق بلاریب موجود ہی **روی البخاری** بسندہ عن ابی ھریرۃ یقول کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا قام الی الصلوۃ یکبر حین یقوم ثم یکبر حین یرکع ثم یقول سمع اللہ لمن حمدہ حین یرفع صلبہ من الرکعۃ الحدیث ص ۱۰۹ اس حدیث میں رکعت بمعنی رکوع بلاریب ہے۔ **وعن** رفاعۃ بن رافع قال کنا نصلی وراء النبی صلی اللہ علیہ وسلم فلما رفع راسہ من الرکعۃ قال سمع اللہ لمن حمدہ رواہ البخاری مشکوۃ ص ۷۷ اس حدیث میں بھی رکعت بمعنی رکوع بلا شبہ ہی۔ **وعن** نافع ان عبد اللہ بن عمر کان یقول اذا فاتتک الرکعۃ فقد فاتتک السجدۃ رواہ مالک۔ مصفی ص ۱۳۸ **وروی** مالک ایضا ان عبد اللہ بن عمر و زید بن ثابت کانا یقولان من ادرک الرکعۃ فقد ادرک السجدۃ۔ مصفی ص ۱۳۹ **وروی** مالک ان ابا ھریرۃ کان یقول من ادرک الرکعۃ فقد ادرک السجدۃ۔ مصفی ص ۱۳۹ **وروی** مالک عن ابن شھاب انہ کان یقول اذا ادرک الرجل رکعۃ فکبر تکبیرۃ واحدۃ اجزئت عنہ تلک التکبیرۃ ایضا **وروی** النسائی فی حدیث طویل عن ابی سلمۃ ان ابا ھریرۃ کان اذا قام الی الصلوۃ المکتوبۃ کبر ثم یکبر حین یرکع فاذا رفع راسہ من الرکعۃ قال سمع اللہ لمن حمدہ الحدیث ص ۱۶۸۔

اطلاق رکعت بمعنی رکوع

Marfat.com

وروی النسائی ایضًا عن ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان

اذا اراد السجدۃ بعد الرکعۃ یقول اللھم ربنا لک الحمد الحدیث ص ۱۷۵ -

ان روایات مذکورہ میں اطلاق رکعت کا رکوع پر صراحۃً پایا جاتا ہے اور اسکی

سوا اور احادیث اور آثار بہت ہیں - جنمیں یہہ اطلاق بلاریب پایا جاتا ہے

کما لا یخفی - الاخوف طوالت روکتا ہے - پس یہہ امر ثابت ہوا - کہ اطلاق رکعت

کا رکوع پر صحیح اور درست ہے ولا نعنی بھذا المسلک الا ھذا **المسلک**

الثانی اس مسلک میں بیان کرنا ان روایات اور اقوال کا مطلوب ہے جن سے

یہہ ثابت ہو کہ مدرک فی الرکوع تارک قراۃ کی رکعت محسوب ہے - تو اسباب میں

بہت احادیث صریحہ یا کالصریحہ ثابت ہیں **حدیث اوّل** روی النسائی

بسندہ عن زیاد الاعلم قال حدثنا الحسن ان ابا بکرۃ حدثہ انہ دخل المسجد

والنبی صلی اللہ علیہ وسلم راکع فرکع دون الصف فقال النبی صلی اللہ علیہ

وسلم زادک اللہ حرصًا ولا تعد ص ۱۳۶ **وفی روایۃ** ابی داود ان ابا بکرۃ

جاء ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم راکع فرکع دون الصف ثم مشی الی الصف

فلما قضی النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلوتہ قال ایکم الذی رکع دون الصف

ثم مشی الی الصف فقال ابو بکرۃ انا فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم زادک اللہ

حرصًا ولا تعد **وفی روایۃ** لہ - ان ابا بکرۃ حدث انہ دخل المسجد

ونبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم راکع قال فرکعت دون الصف فقال النبی صلی اللہ

علیہ وسلم زادک اللہ حرصًا ولا تعد ص ۱۰۰ **وفی روایۃ** الطحاوی عن

الحسن عن ابی بکرۃ قال جئت ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم راکع وقد حفزنی

النفس فرکعت دون الصف ثم مشیت الی الصف فلما قضی رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم الصلوۃ قال ایکم الذی رکع دون الصف قال ابو بکرۃ انا قال زادک اللہ

Marfat.com

حرصًا ولا تعد ص٢٣ **وفی روایۃ** البخاری عن ابی بکرۃ انہ انتہی الی النبی
صلی اللہ علیہ وسلم وھو راکع فرکع قبل ان یصل الی الصف فذکر ذلک
للنبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال زادک اللہ حرصًا ولا تعد ص١٠٨ **حاصل ترجمہ**
اس حدیث کا یہہ ہے۔ ابی بکرہ (جو فضلاے صحابیوں سے ہے) کہتے ہیں کہ
میں جلد جلد نماز کے لئے آیا۔ آور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اوسوقت
رکوع میں تھے۔ تینے صف سے ورے ہی رکوع کیا۔ پہر حالت رکوع ہی
چلکر صف میں ملگیا۔ حضرت صاحب نے ان معنی پر مطلع ہوکر فرمایا۔ کہ اللہ
تیری حرص زیادہ کرے پہر ایسا نکر۔ **عینی شارح بخاری** لکھتا ہے قولہ ولا
تعد ای الی ان ترکع دون الصف وقیل لا تعد ان تسعی الی الصلوۃ سعیًا
یحضر لہ فی النفس وقیل لا تعد الی الابطاء انتہی اور **قسطلانی** شافعی
لکہتے ہیں ولا تعد الی الرکوع دون الصف منفردًا فانہ مکروہ لحدیث
ابی ہریرۃ مرفوعًا اذا اتی احدکم الصلوۃ فلا یرکع دون الصف حتی
یاخذ مکانہ من الصف۔ والنہی محمول علی التنزیہ ولو کان للتحریم
لامر ابا بکرۃ بالاعادۃ وانما نہاہ عن العود ارشادا الی الافضل۔ وذہب
الی التحریم احمد واسحاق وابن خزیمۃ من الشافعیۃ لحدیث وابصۃ
عند اصحاب السنن وصححہ احمد وابن خزیمۃ ان رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم رای رجلا یصلی خلف الصف وحدہ فامرہ ان یعید الصلوۃ
زاد ابن خزیمۃ فی روایۃ لہ لا صلوۃ لمنفرد خلف الصف۔ واجاب
الجمہور بان المراد لا صلوۃ کاملۃ لان من سنۃ الصلوۃ مع الامام اتصال
الصفوف وسد الفرج۔ **وقد** روی البیہقی من طریق مغیرۃ عن ابراہیم
فیمن یصلی خلف الصف وحدہ فقال صلوتہ تامۃ او المراد لا تعد الی ان تسعی

Marfat.com

الی الصلوۃ سعیًا بحیث یضیق علیک النفس لحدیث الطبرانی۔ انہ دخل

المسجد وقد اقیمت الصلوۃ فانطلق یسعی۔ وللطحاوی وقد حضر النفس

اوالمراد لا تعد تمشی وانت راکع الی الصف لروایۃ حماد عند الطبرانی فلما

انصرف علیہ الصلوۃ والسلام قال ایکم دخل الصف وھو راکع ف

لابی داؤد ایکم الذی رکع دون الصف ثم مشی الی الصف فقال ابوبکرۃ

انا۔ وھذا وان لم یفسد الصلوۃ لکونہ خطوۃ او خطوتین لکنہ مثل

بقیہ فی مشیہ راکعًا لانہا کمشیۃ البہائم انتہی ص ۸۵ جلد دوم

مذکورہ روایات سے یہہ امر ثابت ہوا۔ کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

ابی بکرہ کو بعد حصول علم ماغلہ کے لا تعد یعنے آیندہ ایسا مت کر فرمایا۔ اعادہ

نماز کے لئے نہیں فرمایا۔ بلکہ سکوت فرمائی۔ والسکوت فی محل الضرورۃ۔

بیان حدیث دوم روی ابوداؤد بسندہ عن ابی ھریرۃ قال قال رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا جئتم الی الصلوۃ ونحن سجود فاسجدوا ولا تعدوھا

شیئا۔ ومن ادرک الرکعۃ فقد ادرک الصلوۃ ص ۱۳۰ یعنی ابوہریرہ نے

کہا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ جب تم لوگ نماز کے لئے اور ہم سجدہ

میں ہوں۔ تو تم بھی سجدہ کرو۔ اور اس سجدہ کو گنتی میں نہ لاؤ۔ اور جس شخص نے

رکوع کو پایا۔ بیشک اوس نے رکعت کو پایا۔ حدیث سوم مالک انہ

بلغہ ان عبد اللہ عمر و زید بن ثابت کانا یقولان من ادرک الرکعۃ فقد

ادرک السجدۃ مصفی ص ۱۳۹ ترجمہ۔ جس شخص نے رکوع پایا۔ بیشک اس

نے سجدہ کو پایا۔ یعنی رکوع پانے سے رکعت پوری پائی۔ حدیث چہارم

مالک بلغہ ان ابا ھریرۃ کان یقول من ادرک الرکعۃ فقد ادرک السجدۃ

ومن فاتہ قراءۃ ام القرآن فقد فاتہ خیر کثیر مصفی ص ۱۳۹ حدیث پنجم

Marfat.com

مالک و محمد عن نافع ان عبد اللہ بن عمر کان یقول اذا فاتتک الرکعۃ فقد فاتتک السجدۃ **مصفی** ص ۱۳۶ **حدیث ششم** اخرج الطحاوی فی شرح الآثار بسندہ عن زید بن وھب قال دخلت المسجد انا و ابن مسعود فادرکنا الامام وھو راکع فرکعنا ثم مشینا حتی استوینا بالصف فلما قضی الامام الصلوٰۃ قمت لاقضی فقال عبد اللہ قد ادرکت الصلوٰۃ ص ۲۳۱ **حدیث ہفتم** الطحاوی ایضاً بسندہ عن طارق قال کنا مع ابن مسعود جلوسا فجاء اٰذنہ فقال قد قامت الصلوٰۃ فقام و قمنا ندخل المسجد فرای الناس رکوعا فی مقدم المسجد فکبر فرکع ومشی وفعلنا مثل ما فعل ص ۲۳۲ **حدیث ہشتم** الطحاوی ایضاً۔ بسندہ عن ابی امامۃ بن سھل قال رأیت زید بن ثابت دخل المسجد والناس رکوع فمشی حتی اذا امکنہ ان یصل الی الصف وھو راکع کبر فرکع ثم دب وھو راکع حتی دخل الصف ص ایضاً **حدیث نہم** الطحاوی ایضاً **حدثنا** یونس قال حدثنا ابن وھب قال حدثنی مالک وابن ابی ذئب عن ابن شہاب فذکر باسنادہ مثلہ ص ایضاً **حدیث دہم** الطحاوی ایضاً۔ عن خارجۃ بن زید بن ثابت ان زید بن ثابت کان یرکع علی عتبۃ المسجد ووجھہ الی القبلۃ ثم یمشی معترضا علی شقہ الایمن ثم یعتد بھا ان وصل الی الصف اولم یصل ص ایضاً **حدیث یازدہم** اخرجہ ابن خزیمہ عن ابی ھریرۃ مرفوعاً من ادرک الرکعۃ من الصلوٰۃ فقد ادرکھا قبل ان یقیم الامام صلبہ **حدیث دوازدہم** عن عمر رض انہ قال اذا ادرکت الامام راکعا فرکعت قبل ان یرفع راسہ فقد ادرکت الرکعۃ وان رفع قبل ان ترکع فقد فاتتک تلک الرکعۃ ذکرہ الحلبی فی شرح المنیہ ص ۳۵۰ وقال ھذا نص فی المسئلۃ **حدیث**

Marfat.com

نیز وہم :- اخرجه ابن عبد البر عن علی وابن مسعود وزید بن ثابت

وابن عمر باسانیده الیهم فی التمهید شرح الموطا **وقال** فی شرحه

الاستذکار قال جمهور الفقهاء من ادرك الامام راكعًا فكبر وركع وامكن

یدیه من ركبتیه قبل ان یرفع الامام راسه فقد ادرك الركعة ومن لم

یدرك ذلك فاتته الركعة ومن فاتته الركعة فقد فاتته السجدة ا‍ه -

ولا یعتد بها هذا مذهب مالك والشافعی وابی حنیفة واصحابهم

والثوری والاوزاعی وابی ثور واحمد واسحاق **وروی**

ذلك عن علی وابن مسعود وزید وابن عمر وقد ذکرنا الاسانید عنهم

فی التمهید انتهی - ان مذکورہ احادیث اور آثار سے جو کہ صریح یا کالصریح ہیں

اور عبارت ابن عبد البر سے ظاہر ہے - کہ جمہور فقہاء کا یہی مذہب ہے کہ مدرک

فی الرکوع کی رکعت محسوب ہوتی ہے - اور یہی مذہب امام شافعی - اور مالک اور

ابو حنیفہ و اصحابھم - ثوری - اوزاعی - ابی ثور - احمد - اور اسحاق کا ہے - اور

یہی مروی ہے حضرت علی - ابن مسعود - زید - اور ابن عمر سے قال البیهقی وفی

ذلك دلیل علی ادراك الركعة ولولا ذلك لما تكلفوا - انتهی - **المسلك**

الثالث فی الاجوبة یعنے یہ مسلک صاحب رسالہ کی استدلال کے

جواب میں ہے **قوله** پہلی دلیل بخاری اور مسلم کی متفق حدیث میں مسئے

فی الصلوۃ کا اصلی قصہ آچکا ہے اھ **اقول** صاحب رسالہ نے حدیث مسئے

فی الصلوۃ سے استدلال پکڑا ہے - کہ مدرک فی الرکوع کے بغیر فاتحہ کے رکعت محسوب

نہیں ہوتے سو یہ حدیث بچند وجوہ اثبات مدعی صاحب رسالہ پر حجت نہیں

اور واسطے تردید مذہب جمہور فقہا کے کافی دلیل نہیں - ا **اولاً** صحیحین کے

روایت میں تو بفضلہ تعالیٰ فاتحۃ الکتاب کا کچھ ذکر ہی نہیں - فضلاً عن ان یکون

Marfat.com

کنا لا رشاد المدرک فی الرکوع - بلکہ اون میں ارشاد ثم اقرء ما تیسر معک من القرآن کا ہے - تاکہ تیسر فاتحہ کا بخصوصہا کو نہیں کہتے - بلکہ عام ہے اس سے کہ فاتحہ ہو یا سوا فاتحہ کے - تدل علیہ کلمۃ ما العامۃ - وما قیل ان ما تیسر هو الفاتحۃ فهو دعوی بلا دلیل - یبطلہ ظاہر الحدیث بل القرآن ایضاً لان کلمۃ ما عامۃ شاملۃ لجمیع ما تیسر لا للفاتحۃ خاصۃ - ومر فیما مر تفصیلاً اور ابن حبان وغیرہ کی روایت میں ثم اقرء بام القرآن ثم اقرأ بما شئت کرلئے حکم فرمایا - تو تسہیل اس روایت کی مامور بہ فاتحہ مع شئے زائد کی ہے - نہ صرف فاتحہ - پس مدرک فی الرکوع جبتک ہر دونہ پڑہے اوسکی رکعت معتدبہا نہ ہونی چاہیئے - ولم یقل بہ احد - کیونکہ جمہور فقہا کے نزدیک تو فاتحۃ الکتاب بہی ایسی ضرورت کیوقت ساقط ہوجاتی ہے - اور جو بعض کہ اونکے مخالف ہیں وہ بہی سورہ کی رکنیت کے قائل نہیں - صرف فاتحہ کے قائل ہیں فهذا الحدیث لم یکن حجۃ علی ما ادعاہ - **ثانیاً** اسحدیث مسئی فی الصلوۃ میں بعض اوامر ایسے ہیں کہ اونکا مدلول رکنیت بالاجماع نہیں کالثناء والتسمیع وتکبیرات الانتقال وغیرہ وغیرہ - فلتکن الفاتحۃ من هذا القبیل - فهذا الحدیث لا ینهض حجۃ علی ما ادعاہ **ثالثاً** یہہ حدیث چونکہ من قبیل اخبار احاد کی ہے - مثبت رکنیت فاتحہ کے نہیں - تاکہ مدرک فی الرکوع کے لئے ضرورت فاتحۃ الکتاب کی ہو - **رابعاً** وہ اعرابی مسئی فی الصلوۃ تو اکیلا ہی نماز پڑہ رہا تہا - کما لا یخفی - پہر اوسکو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ڈانٹا - اور فرمایا ثم اقرء بام القرآن - ثم اقرء بما شئت الحدیث - فلا یجوز ان یکون هذا الحکم للمنفرد - اور مقتدی محکوم واذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ الایۃ - واذا قرء فانصتوا وقراءۃ الامام لہ قراءۃ کا ہو - پس یہہ حدیث مقتدی کے لئے واسطے رکنیت فاتحۃ الکتاب کے حجت نہوئی -

Marfat.com

فضلا عن ان تکون للمدرک حجۃ **خامسًا** الامر قد یکون نصًا فی
الرکنیۃ۔ وقد یکون المامور به واجبًا او مندوبًا وهو غیر خفی و
الاصل فی الاصول۔ فلیکن امر الفاتحۃ للماموم من الثانی لا الاول۔ فلا
یکون حدیث المسیء فی الصلوۃ حجۃ۔ لرکنیۃ الفاتحۃ حتی تکون رکنًا
للمدرک فی الرکوع **سادسًا** حدیث مسیء فی الصلوۃ کے اخیر میں وارد ہے
کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اوسکو فرمایا۔ واذا فعلت ذلک فقد تمت صلوتک
وان انتقصت منه شیئًا فقد انتقصت من صلوتک۔ یعنی حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے نقصان بعض سے نقصان نماز کا فرمایا۔ نہ بطلان نماز کا۔ وفقدان الرکن
یستلزم فقدان الشیء وبطلانه۔ لا نقصانه۔ کترک الرکوع او السجود و
غیرهما من ارکان الصلوۃ وهو غیر خافیۃ۔ فجاز ان یکون ترک الفاتحۃ
موجبًا نقصان الصلوۃ لا لبطلانها۔ فلم یکن هذا الحدیث حجۃ لاثبات الرکنیۃ
الفاتحۃ راسًا فکیف یکون حجۃ للمدرک فی الرکوع **سابعًا** تعلیم حضرت
کی واسطے مسیء فی الصلوۃ کے بیان حالت اختیاریہ کا ہے۔ نہ اضطراریہ کا۔ وهو
ظاهر لا سترۃ فیه۔ واحکام الاولی تخالف الثانیۃ۔ ولا خفاء فی ذلک ایضًا
لان القیام والرکوع والسجود مع کونها ارکانا للصلوۃ یسقط عن المصلی
عند الاضطرار۔ لا عند الاختیار۔ وسقوط الفاتحۃ ههنا عن الاضطرار۔
فلا یتناوله حدیث المسیء فی الصلوۃ۔ فهذا الحدیث لا ینهض حجۃ للمدرک فی
الرکوع۔ پس ان وجوہات مذکورۃ الصدر سے ظاہر ہے۔ کہ یہ حدیث مدعی مولانا
کے لئے حجت نہیں۔ اور واسطے تردید مذہب جمہور فقہاء کے کافی دلیل نہیں **قوله**
پس ثابت ہوا کہ قرات فاتحہ ہر رکعت میں ضروری ہے **اقول** ثبوتها فی حین
السقوط۔ کیونکہ اسکا ثبوت اوس وقت ضروری ہوتا۔ اوسوقت تھا جبکہ یہ امر ثابت ہوتا کہ

Marfat.com

جملہ و اسر اسحدیث شریف کی از قبیل ضروریات اور فرایض اور ارکان ہی کہ ہیں

وانیّ ذلک۔ فاین المثبوت۔ وتفصیلہ مر فیما مرّ **قولہ** پندرہ برس کا عرصہ

جواب دلیل اول +

گزرا ہے کہ میں نے آہ **اقول** حضرت اگر بُرا نہ مانیئے تو یہہ فتوی آپکا قطع نظر
اور انکہ خلاف جمہور فقہای خصوصًا ائمہ اربعہ یعنی۔ امام ابوحنیفہ۔ اور امام شافعی۔
اور امام مالک۔ اور امام احمد حنبل۔ اور حضرت علی اور ابن مسعود۔ اور زید بن ثابت
اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہم کے ہے۔ اور اصل بے دلیل اور بلا برہان ہی
کیونکہ مدار اس فتوی کا ادلہ ہیں۔ اور جو ادلہ کہ آپنے بیان فرمائے ہیں اوہن عن
بیت العنکبوت ہیں۔ **تردید مذہب جمہور** اور نیا مذہب پیدا کرنے کے لئے
کافی دلیل اور وافی برہان قایم کرنا ضرور ہے۔ ہاں البتہ اگر کوئی اور دلیل
جو موجب اطمینان اور تسلی بخش واسطے تردید مذہب جمہور فقہا، کے پیدا ہو۔ تو
مضائقہ نہیں۔ کہ آپ اس فتوی سے رجوع نفرمائیں۔ اور اپنی فہم کو عروۃ الوثقی
تصور فرمائیں۔ اللّٰھم ارنا الحق حقًا۔ والباطل باطلًا **قولہ** دوسری دلیل آ

ما قال عن ابی السائب رجل من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلی رجل

جواب دوسری دلیل +

والنبی صلی اللہ علیہ وسلم ینظر الیہ۔ الحدیث **اقول** اولًا۔ اس حدیث شریف
کو دوسری دلیل قرار دینا۔ بجز تعداد ادلہ بڑہانیکے اور کوی فایدہ معتدبہا نظر آ
معلوم نہیں ہوتا۔ کیونکہ یہہ حدیث وہی مسئی فی الصلوۃ کی ہی۔ جسکو صاحب رسالہ
نے پہلی دلیل قرار دیا ہے۔ البتہ یہ فرق تو ضرور ہے کہ وہ حدیث صحیحین وغیرہ
میں ہے۔ اور یہہ **جزو القراۃ بخاری** رحمۃ اللہ علیہ میں۔ ورنہ ثم ارکع ثم اسجد
تو صحیحین وغیرہ کی روایت میں جسکو صاحب رسالہ نے پہلی دلیل قرار دیا ہے موجود
ہی۔ کیا یہہ نتیجہ ان احادیث میں صاف حکم ہی کہ رکوع کو بعد قرادت کے کرو اور اُنکے
رواتیونکا مدلول نہیں ہے۔ یا ان سے یہہ نتیجہ برآمد نہیں ہوسکتا۔ درست ہے

Marfat.com

یہہ نتیجہ اونسے بھی نکلسکتا ہے الاتعداد ادلہ کی نہیں رہتی۔ اور مقصود از بحث یہی تو ہے خیر۔ یہہ قیل وقال نازیبا اور غیر موضوع ہے۔ اسلئے کہ ہر ایک مؤلف اثبات مدعا کے لئے کثرت ادلہ کا طالب ہوتا ہے۔ شائد ہماری اس کتاب میں بھی ایسی بات کہیں نہ کہیں موجود ہو۔ پھر ہم اور صاحب رسالہ اسی اخذ میں ماخوذ ہوں۔ پس اصل مقصود کو بیان کرنا چاہیئے۔ فنقول۔ **ثانیاً** چونکہ یہہ حدیث وہی حدیث مسئ فی الصلوۃ کی ہے۔ وہی جملہ وجوہات جو ما قبل میں بیان ہوچکے ہیں۔ اسکا جواب بھی سمجھنا چاہیئے۔ ولا نکررہا خوفاً للاطناب۔ وتقرب العھد **ثالثاً** یہہ حدیث بخاری علیہ الرحمۃ کی **جزو القراءۃ** کے صـ۲۵ میں ہے اور اوسکی اخیر میں ہے۔ کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اوس اعرابی کو فرمایا فما انتقصت من ھذا فقد انتقصت من صلوتک اور اس جملہ حدیث کو صاحب رسالہ نے بیان نہیں فرمایا۔ لغرض عندہ۔ پس وجہ سادس من الوجوہ المذکورۃ اس حدیث پر علاوہ روایت صحیحین کے وارد ہوگی۔ کہ صحیحین کی روایت میں یہ جملہ حدیث کا نہیں ہے۔ **قولہ** ان احادیث میں صاف حکم ہی کہ رکوع کو قرارت کے بعد کرو **اقول** یہہ حکم بیان حالت اختیاریہ کا ہے۔ وللاضطرار احکام یضاد الاختیار کما مر قبل ذلک **قولہ** دلیل تیسری امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے مختلف طرق سے ابو قتادہ اور انس اور ابو ہریرہ سے مرفوعاً روایت کیا۔ اذا اقیم الصلوۃ فما ادرکتم فصلوا وما فاتکم فاتموا۔ اس حدیث کے لحاظ سے جس شخص سے قرارت یا قیام فوت ہوگیا ہو۔ تو حسب الحکم شارع علیہ السلام کے اوسکو پورا کرنا ضرور ہوا۔ اس کے شواہد آہ **اقول**۔ اما فاتکم میں کلمہ ما کا عام اپنی اصل وضع پر شامل لجمیع ما فی الصلوۃ کے ہے۔ یا مخصوص البعض۔ اگر عام ہے تو چاہیے کہ جو شخص مدرک الارکان مع الفاتحہ۔ اور فائیت

Marfat.com

ادعیہ ماثورہ نحو الثناء والتوجیہ وغیرہما۔ اور فاتحہ السورۃ ہو۔ اوسکو قضا ما فات کی ضرورت ہو۔ وہو باطل۔ اور اگر مخصوص البعض ہے۔ تو جسطرح آپ اس عام کی تخصیص بالارکان والشرائط اور ادلہ ودلائل سے کرتے ہیں۔ لنا ان نخص بما سوی الفاتحۃ بدلائل اخر **قولہ** چوتھی دلیل الی ان قال عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من ادرک من الصلوۃ رکعۃ فقد ادرک الا ان یقضی ما فاتہ **اقول** اولا اسکا جواب بھی وہی جواب ہے جو کہ تیسری دلیل میں گزرا ہے لان کلمۃ ما فی قولہ ان یقضی ما فاتہ ان کانت عامۃ علی اصل وضعہا۔ فکذا۔ وان کانت مخصوصۃ فکذا۔ فھذا الحدیث ایضا لا ینھض حجۃ علی ما ادعاہ **ثانیا** یہ حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی معارض ہے اوسکی جسکو ابن خزیمہ نے ابو ہریرہؓ سے مرفوعا روایت کیا ہے۔ وھذا لفظہ من ادرک رکعۃ من الصلوۃ فقد ادرکہا قبل ان یقیم الامام صلبہ انتہی اور نیز معارض ہے اوس روایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے جسکو امام مالک نے بلاغا روایت کیا ہے۔ ولفظ ھذا۔ ان ابا ہریرۃ رضی اللہ عنہ یقول من ادرک الرکعۃ فقد ادرک السجدۃ الحدیث **ثالثا** جملہ الا ان یقضی ما فاتہ۔ کا اس حدیث میں غریب ہے لا یتابع علیہا۔ اتی بہا ایوب بن ہلال قال ابو الفتح ازدی یحدث باحادیث لا یتابع علیہا۔ **ذکرہ فی میزان الاعتدال۔** **قولہ** پانچویں دلیل ہر رکعت میں فاتحہ پڑھنی کی فرضیت پر بخاری کی روایت میں قتادہ کی حدیث میں آیا ہے ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یقرء فی کل رکعۃ بفاتحۃ الکتاب الی ان قال بخاریؒ کی روایت میں ثابت ہوا صلوا کما رأیتمونی اصلی۔ ان دو حدیثوں کے ملانے سے معلوم ہوا کہ ہر رکعت میں قراءۃ فاتحہ فرض ہے **اقول** نقول اولا فی جرح الدلیل

+جواب چوتھی دلیل

+جواب پانچویں دلیل

Marfat.com

ثم فی البغیۃ **حدیث اول** میں گزارش ہے اولًا کان یقرء میں فرضیت
کس کلمہ کا مدلول و بمقتضائے اگر کان یفعلہ کذا کا مدلول فرضیت ہے۔ تو ان
مفصلہ ذیل احادیث میں بھی کان یفعل کذا موجود ہے۔ پس بمقتضائے
اس دلیل کے یہ جملہ امور فرض ہونی چاہیئے۔ واذ لیس فلیس **تفصیل**

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا قام الی الصلوۃ یرفع یدایہ الحدیث **ترمذی**

کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا دخل الخلاء قال اللھم اعوذ بک الحدیث
ترمذی کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا خرج من الخلاء قال غفرانک **ترمذی**

کان اذا توضا خلل اصابعہ ولحیتہ۔ **سعید** کان اذا جاءہ امر
یسرہ خر ساجدا۔ شکرا للہ **ابی داؤد وابن ماجہ** کان اذا ختم یقرأ
من اول القرآن خمس آیات **حکیم ترمذی فی النوادر** کان اذا خرج یوم
العید من طریق رجع من غیرہ **ترمذی حاکم** کان
اذا توضا مسح وجھہ بطرف ثوبہ

ترمذی کان اذا دخل بیتہ بدا بالسواک **مسلم** کان اذا رای المطر
قال اللھم صیبا نافعا **بخاری** علی ھذا القیاس کئی سو حدیث ہیں جن
میں اسی قبیل کی عبارت یعنی کان یفعلہ کذا۔ پائی جاتی ہے
حالانکہ یہ امور اجماعًا فرض نہیں۔ پس معلوم ہوا۔ کان یقرء کا مقتضی فرضیت
نہیں ثانیًا کلمہ کان کا استمرار و مواظبت اور تعدد و تکرار پر عقلاً اور نقلاً دال نہیں
عقلاً تو اس لیے کہ کان کا ماخذ اور مشتق منہ کون ہے۔ اور وہ مرادف ثبوت کا ہے
تو اسکا مفاد ثبوت مطلق ہے نہ دوام و استغراق۔ اس لیے کہ مبدا و ماخذ افعالوں کا
جنس مطلق ہوتی ہے۔ اور اسکی تحقق کیلیے اسکے کسی حصہ اور فرد کا کافی ہے کما ھو مبرھن
فی موضعہ اگر عمرو بکر وغیرہ نے مثلاً زید کو کسی وقت قائم دیکھکر کہا کان زید قائما

Marfat.com

تو تعدد حکایت کنندگان کا تعدد محکی عنہ پر ہرگز دال نہیں والسر فی ذلک ان
الحکایۃ تابعۃ للمحکی عنہ ولا عکس۔ ومن ھھنا قالوا ان حکایۃ الفعل
لا تعم۔ ولا اصل فی الاصول۔ اور نقلاً اسلئے کہ نووی شرح صحیح مسلم میں
حضرت عائشہ صدیقہ کے قول کان یصلی رکعتین وھو جالس کی شرح لکھا ہے
وہذہ عبارتہ۔ قلت الصواب ان ھاتین الرکعتین فعلھما صلی اللہ علیہ وسلم
بعد الوتر جالسا لبیان جواز الصلوۃ بعد الوتر وبیان جواز النفل جالسا
ولم یواظب علی ذلک بل فعلہ مرۃ او مرتین او مرات قلیلۃ۔ ولا تغتر
بقولھا کان یصلی فان المختار الذی علیہ الاکثرون والمحققون من
الاصولیین ان لفظۃ کان لا یلزم منھا الدوام ولا التکرار وانما ھی فعل
ماض یدل علی وقوعہ مرۃ۔ فان دل دلیل علی التکرار عمل بہ والا فلا
تقتضیہ بوضعھا وقد قالت عائشۃ رضی اللہ عنہ کنت اطیب رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم لحلہ قبل ان یطوف۔ ومعلوم انہ صلی اللہ علیہ وسلم لم
یحج بعد ان صحبتہ عائشۃ الا حجۃ واحدۃ وھی حجۃ الوداع۔ فاستعملت
کان فی مرۃ واحدۃ۔ ولا یقال لعلھا طیبتہ فی احرامہ بعمرۃ لان المعتمر
لا یحل لہ الطیب قبل الطواف بالاجماع فثبت انھا استعملت کان فی مرۃ واحدۃ
کما قالہ الاصولیون انتھی۔ اور شیخ ابو الطاہر نے مجمع البحار میں بھی ایسا
ہی لکھا ہے حیث قال فیہ دلیل لاکثر المحققین علی ان کان لا یدل علی التکرار
والدوام اذ لم یحج بعد صحبۃ عائشۃ الا حجۃ الوداع پس مذکور سے معلوم ہوا کہ
مدلول کان نہ دوام و استمرار ہے اور نہ رکنیت و فرضیت ثالثاً فرضاً تسلیم کیا کہ کان
کا مدلول مواظبت ہی ہے پھر مواظبت مع الترک احیانا ہے۔ یا بلا ترک۔ اول تو مفید
مخاصم نہیں کما لا یخفی۔ دوم بھی مثبت مدعا اسکے کے نہیں۔ لان المواظبۃ فی الوضوء

Marfat.com

والمضمضة - والاستنشاق - والترتيب فيه - والاعتكاف - والجماعة - و
الاذان - والاقامة وغير ذلك مما ثبت فيه لمواظبته من غير ترك ليست بفرائض
وهو ظاهر - پس ثابت ہوا کہ مواظبت بلا ترک احیاناً بھی مثبت رکنیت اور فرضیت
نہیں - وہذا الوجہ قریب من الاول رابعاً قد تقرر فی مقرہ ان فعلہ صلی اللہ
علیہ وسلم لا یکون موجباً علی الامۃ عند الحنفیۃ والحنابلۃ لمنعہ صلی اللہ علیہ
وسلم اصحابہ عن الوصال خلع النعال - وهذه المسئلة مبرهنة فی الاصول بالدلائل
کثیرة وتحقیق انیق - فثبت انہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یقرء - لا یکون مثبتاً
للرکنیۃ - فلم یثبت من هذا الحدیث رکنیۃ الفاتحۃ فی کل رکعۃ - حتی
تکون رکناً للمدرک فی الرکوع - اور **حدیث دوم** یعنی - صلوا کما
رأیتمونی اصلی) میں عرض ہے - هذا الحدیث لا یخلو من ان یکون عاماً
شاملاً لجمیع ما فی الصلوة من الفرائض والواجبات والسنن والمندوبات
او یکون مخصوص البعض فالاول لا یفید وهو ظاهر لانه یستلزم ان تکون
جمیع ما فی الصلوة رکناً وهو باطل - والثانی ایضاً ایضر فانه کما
یخصص العام بالارکان والشرائط بدلائل اخری - فلیخصص الفاتحة ایضاً
بدلائل اخری - قال القاری فی المرقاة **شرح المشکوة** اما
حدیث البخاری (صلوا کما رأیتمونی اصلی) فمخصوص البعض اجماعاً - لان
بعض اعماله سنن بلا اختلاف - وقال ابن الهمام فی التحریر والامر فی هذا الحدیث
لیس للوجوب فان صلوته صلی اللہ علیہ وسلم کانت تشتمل علی السنن و
المندوبات ولا یجب جمیعها انتهی - پس ظاہر ہے کہ یہ حدیث بھی مثبت رکنیت
فاتحہ کے نہیں - حتی تکون رکناً للمدرک فی الرکوع تمام
دلیل نجم کی ہر دو جزو کا ہے - پس بمقتضائے اوس قاعدہ کے جسکو مولف رسالہ

Marfat.com

پہلے بیان کر چکے ہیں۔ کہ مرکب بانتفاء اجزا یا بانتفاء ایک جزو کی منتفی ہو جاتا ہے
یہ مرکب یعنے دلیل پنجم۔ بھی بانتفاد ہر دو جزو کی منتفی ہوگا فقد کسر کا
قولہ ہر دو حدیثوں کے ملانے سے معلوم ہوا۔ کہ ہر رکعت میں قرارت فاتحہ فرض ہے
اقول بفضلہ تعالے ان ہر دو حدیثوں سے تو فرضیت فاتحہ کی ایکرکعت میں
بھی ثابت نہیں ہوتی فضلاً عن تکون فی کل رکعۃ۔ جیسا کہ حال ہر دو حدیثوں کا
مفصلاً معلوم ہو چکا ہے۔ فلینصف **قولہ** اس دلیل کے تمام ہوتے ہی مجھے یہ
خیال پیدا ہو گیا۔ کہ بعضے ناظر اس دلیل پر جوش کرینگے۔ کیونکہ **کیدانی**
نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مواظبت کو سنیت کا مستلزم بنایا ہے۔ نہ
فرضیت کا۔ **اقول** اوّلاً۔ لفظ خیال یاد رھی) ناظرین اس دلیل کیا دیوانے
ہوئے ہیں۔ یا انکا سر کھجلاتا ہے۔ کہ ایسی خیالی باتوں پر بے وجہ اور بیہودہ جوش
کریں۔ کیدانی رحمۃ اللہ علیہ کی کلام کو۔ اس دلیل سے نسبت ہی کیا ہے۔ کیونکہ
اس دلیل میں اوّل تو مواظبت کا صریحاً کچھ ذکر ہی نہیں۔ اگر تسلیم کریں۔ کہ
نحوائے کلام اور اوسکا سیاق دال پر مواظبت ہے۔ تو پھر یہ مواظبت مع عدم
الترک بلکہ مع الانکار علے الترک ہونی چاہیئے۔ لیتم التقریب + اور کیدانی نے علیہ الرحمۃ
نے مواظبت مع الترک احیاناً کو مستلزم سنیت فرمایا ہے نہ مع عدم الترک کو۔

حیث قال السنۃ ما واظب النبی علیہ السلام مع الترک مرۃ او مرتین۔ فاین
ھذا من ذاک ہاں البتہ کیدانی نے رحمۃ اللہ علیہ کی کلام کو اس دلیل پنجم سے
اسوقت نسبت ہوتی ہے جبکہ اس دلیل میں مواظبت مع الترک مرۃ او مرتین
کو مثبت فرض قرار دیا جاتا۔ پھر ناظرین جوش کرتے کہ کیدانی علیہ الرحمۃ نے مواظبت
مع الترک مرۃ او مرتین کو مستلزم سنیت بیان کیا ہے۔ اور دلیل ہذا میں ایسی مواظبت
کو مستلزم فرضیت۔ تو بفضلہ تعالے یہاں اسکا کچھ ذکر ہی نہیں۔ پس معلوم ہوا

قولہ کیدانی رحمۃ اللہ علیہ نے رسولخدا ص کی مواظبت کو سنیت کا مستلزم بنایا ہے۔ کا جواب اوّل +

Marfat.com

کہ کیدانی علیہ الرحمۃ کی کلام کو۔ اس دلیل سے کچھ بھی ربط و تعلق نہیں۔ ظاہرا
حسب مقولہ مؤلف کے صرف خیال ہی ہے۔ سو یہ خیال پیدا ہوگیا) فرمانا اس موقع
پر بہت ہی زیبا اور مناسب ہے۔ ثانیاً یہ فرمانا کہ کیدانی نے مواظبت رسول خدا
کو مستلزم سنیت کا بنایا ہے۔ نہ فرضیت کا۔ اگر اوسکا یہ کہنا ناگوار و بیجا ہے۔
تو آپ ہی اس مواظبت مع الترک مرۃ او مرتین کو فرض نہیں تو واجب ہی کہدیویں

قولہ اس جواب سے صاف ظاہر ہے کہ مواظبت سے فرضیت ثابت کی ہی

اقول اولاً عینی علیہ الرحمۃ نے اپنی ہی کتاب میں مواظبت کو بہت جگہ
سنیت کا مستلزم قرار دیا ہے۔ بلکہ بعد قیل و قال کے لکھتا ہے۔ کہ السنۃ ما
فعلہ صلی اللہ علیہ وسلم علی سبیل المواظبۃ۔ احسن التعریفات۔ اور موافق اقوال
علماء کے بھی یہی ہے۔ کہ مواظبت رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم کے مثبت سنیت ہی
جیساکہ موالات۔ مضمضہ۔ ترتیب فی الوضوء۔ اعتکاف۔ وغیر ذالک۔ مما ثبت
فیہ المواظبۃ۔ پھر یہاں باب النوافل میں مواظبت کو مثبت فرضیت بیان کرنا کسی
وجہ سے خالی نہیں۔ لیحصل التطبیق بین الکلامین اور وہ یہ ہی کہ مواظبت
کی استعمال کتب فقہ میں کئی طرح پر آتی ہے۔ (۱) مواظبت مع عدم الترک احیاناً
فی الہدایہ۔ تجب صلوۃ العید علی کل من تجب علیہ الجمعۃ۔ و وجہہ
مواظبۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم علیہا۔ قال فی الفتح۔ ای من غیر ترک و
اما مطلق المواظبۃ فلا یفید الوجوب انتہی باختصار **وایضاً**
فی الہدایۃ فی سنن الطہارۃ المضمضۃ والاستنشاق۔ لان النبی علیہ السلام
فعلہما علی المواظبۃ انتہی۔ ای بلا ترک کما یلوح من الفتح۔ وصرح بہ
فی الفوائح حیث قال۔ وکذا المضمضۃ والاستنشاق وغیر ذلک مما ثبت فیہ
المواظبۃ من غیر ترک انتہی ص ۲۶۷ (۲) مواظبت بلا ترک احیاناً مع عدم الانکار علی

سلسلہ ارادت و الحمد للہ ... رحمۃ اللہ ...

Marfat.com

الترک - فی الهدایة - فی الاعتکاف - والصحیح انه (اعتکاف) سنة
مؤکدة لان النبی صلی الله علیه وسلم واظب علیه فی العشر الاواخر من رمضان
والمواظبة دلیل السنة - وفی الفتح فهذه المواظبة مقرونة بعدم الترک
مرة - کما اقترنت بعدم الانکار علی من لم یفعله من الصحابة کانت دلیل
السنة والا کانت دلیل الوجوب (۳) مواظبت بلا الترک احیانا مع
الانکار علی الترک - فی الفتح والمواظبة المقرونة بالانکار علی الترک
دلیل الوجوب انتهی بحاصله فی الاعتکاف - وفی تم الانمار فی بحث
الامر المواظبت مع الانکار علی الترک موجب للامة - انتہی عبارتہ (۴) مواظبت
مع الترک احیانا کما مر من الکبدانی - مواظبت حکمیة - مواظبت تشریعیة
پس مرقومہ عبارات سے ظاہر ہے - کہ استعمال مواظبت کی عبارات فقہا میں کئی طرح
پر آتی ہے - ہم کہتے ہیں - کہ عینی علیہ الرحمۃ کی مراد اس مواظبت سے جو کہ باب النوافل
میں ہے - مواظبت مقرونہ مع الانکار علی الترک ہے - لیحصل التطبیق - اور ایسی مواظبت
مثبت وجوب علی الامۃ بلا ارتیاب ہے - فلا خیر فیہ - پس عینی علیہ الرحمۃ کا بیان
صاحب رسالہ کے لئے کچھ بھی مفید نہیں ثانیاً بفرض محال اگر عینی علیہ الرحمۃ
کسی مسئلہ میں جمہور فقہاء کے ماہرین واثقین کے خلاف اپنی رائے ظاہر کریں - تو کیا
یہی ضرور ہے کہ وہی قابل عمل ہو - نہ جمہور فقہا علیہ الرحمۃ کا فرمانا - وہ عصمت کی
مدعی تھوڑے ہی ہیں - یہ خواص انبیاء سے ہے - ثالثاً ایسی ایسی الزامی دلائل سے
اثبات سنیت کا کرنا تحقیقات سے بعید ہے - دعوی تو ایسی بڑی وہوم دہام سے مقابلہ
جمہور فقہا کے کرنا - (کہ اگرچہ جمہور فقہاء امام ابو حنیفہ - شافعی - مالک - احمد حنبل
وغیرہم - رحمۃ اللہ علیہم جیسے - مسئلہ مدرک فی الرکوع میں - قائل باعتداد رکعت میں
الا ہماری رای اونکے برخلاف ہے اور قوی) اور دلائل الزامی پیش کرنے - الزامی

Marfat.com

ہر رکعت میں فاتحہ پر رسول اللہ نے مواظبت فرمانیکا - جواب +

بھی کیسی کہ ادنےٰ تامل سے مردود و مطروح ہوں - بمقابلہ ایسے بڑے
جم غفیر کے کہ اعلے درجہ کے مجتہد ہیں - کوئی واثق دلیل اور برہان قطعی کہ
مجول ہو - آپ پیش کریں - وانیٰ ذلک - الحاصل الزامی دلیل بھی مثبت مدعا
مؤلف رسالہ کے نہیں - **قولہ** ہر رکعت میں فاتحۃ الکتاب پڑھنے پر رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے مواظبت فرمائی ہے - **اقول** خالی نہیں کہ اس مواظبت
سے مراد - یا مواظبت مع الترک احیاناً ہے - یا بلا ترک - یا بلا ترک مع الانکار علی
الترک - فالاول لا یفیدہ - لانہ لا تثبت بہا الرکنیۃ - و الثانی ایضاً
کذلک - لکون الاعتکاف مسنوناً - مع عدم ترکہ صلی اللہ علیہ وسلم
مرۃ حتی توفاہ اللہ تعالی و دخل فی جوار رحمتہ - لحدیث عائشۃ رضی
اللہ عنہا فی الصحیحین وغیرہما ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یعتکف
العشر الاواخر من رمضان حتی توفاہ اللہ تعالی - والثالث مطالب بالدلیل

صحیحین کے مقابلہ کا جواب +

القوی - پس اس بیان سے بھی اثبات رکنیت فاتحۃ الکتاب کا پایۂ ثبوت کو نہ پہنچا
قولہ اور صحیحین کے مقابلہ آہ **اقول** مستعیناً بحبل اللہ المتین قبل از
جواب مقام ہذا میں - دو امر تنقیح طلب ہیں (١) امر من حیث الصیغہ لغۃ دال
بر تکرار ہے یا نہیں - سو اگرچہ اس مسئلہ میں علماء کے اقوال مختلف ہیں - الا مذہب
منصور یہی ہے - کہ امر من حیث الصیغہ دال بر تکرار نہیں - وعلیہ اجماع اہل
العربیۃ اور لغت اور شرع بھی اسیکے مقتضی ہیں - اور جہاں کہیں تکرار پایا گیا ہے

تنقیح امر اول +

وہ بالقرائن ہے من حیث الصیغہ نہیں ہے **فی حصول المامول** والحاصل انہ
لا دلالۃ للصیغۃ علی التکرار - ولا لقرینۃ تفید ذلک - وتدل علیہ - فان
حصلت حصلت التکرار والا - فلا یتم استدلال المستدلین علی التکرار
بصور خاصۃ اقتضی الشرع او اللغۃ - ان الامر فیہا یفید التکرار لان ذلک

Marfat.com

خارج عن محل النزاع۔ ولیس محل النزاع الا فی مجرد دلالۃ الصیغۃ مع عدم
القرینۃ انتہی۔ **وفی المسلم شرحہ** لبحر العلوم۔ لنا۔ اولاً اجماع
اہل العربیۃ علی ان ہیئۃ الامر لا تدل علی الطلب فی الاستقبال من المامور
بہ انتہی۔ وقال ابو اسحاق علیہ اکثر الشافعیۃ۔ وھو مقتضی کلام
الشافعی رحمہ اللہ وانہ الصحیح الاشبہ بمذاہب العلماء۔ ھذا ایضاً فی
حصول المامول۔ والیہ یشیر کلام القسطلانی۔ حیث قال فی ذیل
حدیث لا صلوۃ لمن لم یقرء بفاتحۃ الکتاب۔ وحدیث الباب لا دلالۃ
فیہ علی وجوبہا فی کل رکعۃ۔ بل مفہومہ الدلالۃ علی الصحۃ بقراءتہا
فی رکعۃ واحدۃ منہا۔ لان فعلہا فی رکعۃ واحدۃ یقتضی حصول اسم
قراءتہا فی تلک الصلوۃ۔ والاصل عدم وجوب الزیادۃ علی المرۃ الواحدۃ
انتہی ان عبارات سے صاف ظاہر ہے۔ کہ امر من حیث الصیغہ دال بر تکرار نہیں۔
وحصول التکرار بالقرائن امر آخر لا کلام فیہ (۲) دلالۃ النص کسکو کہتے ہیں
قال الاصولیون۔ الدال بدلالۃ النص کلام یدل علی ثبوت الحکم المنطوق
للمسکوت بواسطۃ المعنی اللازم المفہوم منہ لغۃً لا اجتہاداً۔ وھذہ الدلالۃ
دلالۃ النص وتسمی فحوی الخطاب ولحن القول ومفہوم الموافقۃ۔ وھذا
المعنی یعبر عنہ بالمناط للحکم اس تعریف سے ظاہر ہے۔ کہ ثبوت حکم منطوق
کا واسطے مسکوت کی التزاماً ہوتا ہے۔ مطابقاً اور تضمناً نہیں ہوتا۔ اور معنی معبر
عنہ بالمناط مدلول معنی لغوی کا ہے۔ شرعی اور عقلی نہیں۔ وقالوا فی مثالہ
لا تقل لہما اف۔ فان اللفظ لتحریم التافیف عبارۃ۔ ویفہم منہ تحریم
الضرب لاجل ان مناط المنہی عنہ ھو الایذاء۔ وھذا مفہوم لغۃً۔ فکان
ھذا منہیاً عنہ۔ ومن جزئیاتہ الضرب فیکون منہیاً عنہ ایضاً۔ فاذا ہہنا

Marfat.com

ذلك فالأن نشرع فى الجواب **فقوله** صحیحین کے مقابل کی کتاب اصح الکتب ہدایہ شریف میں **اقول** یہ فقرہ بھی کمال تہذیب اخلاق۔ اور عنایت دلی جو کہ مؤلف رسالہ کو صاحب ہدایہ کی نسبت ہے۔ مبنی ہے) وانه كان ع ارای علی بن ابی بکر بن عبد الجليل الفرغانی المرغینانی صاحب الهداية المتوفى ۵۹۳ھ) اماماً فقيهاً حافظاً محدثاً مفسراً جامعاً للعلوم ضابطاً للفنون متقناً محققاً نظاراً مدققاً زاهداً ورعاً بارعاً فاضلاً ماهراً اصولياً اديباً شاعراً۔ لم تر العيون مثله فى العلم والادب۔ وله اليد الباسطة فى الخلاف۔ والباع الممتد فى المذهب۔ وله تصانيف كثيرة شهيرة غير خافية على الماهرين رحمة الله عليه **قوله** رکعت ثانیہ میں قرأت کی فرضیت پر ایک عجیب قیاس سے کام لیا ہے **اقول** نہیں بلکہ دلالۃ النص سے ثابت کیا ہے۔ حیث قال الامر لا يقتضى التكرار وانما اوجبنا فى الثانية استدلالا بالاولى۔ لانهما متشاكلان من كل وجه۔ قال العينى قوله انما اوجبنا فى الثانية بدلالة النص۔ وهو معنى قوله استدلالا بالاولى ش يعنى بالركعة الاولى۔ وبين ذلك بقوله م لانهما متشاكلان من كل وجه **وفى فتح القدير** ولنا قوله تعالىٰ فاقرؤا ما تيسر من القرآن وهو لا يقتضى التكرار۔ فكان مؤداه افتراضها فى ركعة۔ الا ان الثانية اعتبرت شرعاً كالاولى۔ فايجاب القرأة فيها ايجاب فيهما انتهى۔ وحاصل الاستدلال بهذه الاية۔ ان اقرؤا امر ومقتضاه الافتراض۔ ولم يفترض خارج الصلوة۔ فوجب ان يراد به الافتراض الواقع فى الصلوة اعمالا فى حقيقة حيث امكن۔ فصار المعنى اذا اقمتم الصلوة فاقرؤا ماتيسر من القرآن فى الصلوة۔ والامر لا يقتضى التكرار فكان مؤداه

Marfat.com

افتراضها فی رکعۃ واحدۃ عبارۃ۔ ویفهم منها الوجوب فی الثانیۃ بدلالۃ النص۔ لانها کالاولی من کل وجہ **قال** الحلبی لاشک ان من فهم اللغۃ ثم علم تسویۃ الشارع بین الرکعۃ الاولی و الثانیۃ من کل وجہ۔ ثم سمعہ یقول اقرأ فی الصلوۃ تبادر الیہ طلب القراءۃ فی کلا الرکعتین لملاحظۃ تلک المقدمۃ المقررۃ فی نفسہ۔ پس ماذکر سے ثابت ہے کہ وجوب قرات دوسری رکعت میں دلالۃ النص سے ہے۔ قیاس سے نہیں۔ کیونکہ قیاس مساوات المسکوت للنصوص فی علۃ الحکم غیر مفهومۃ لغۃ کو کہتے ہیں۔ اور اس مقام میں حکم مسکوت کا لغۃ مفہوم ہے۔ قیاس اور اجتہاد سے نہیں **قولہ**۔ اول۔ جب امر تکرار کا مقتضے نہیں۔ تو ازاد تکرار نسخ ہوگا آہ **اقول** ازاد تکرار مقتضی امر کا نہیں۔ تاکہ مستلزم نسخ ہو۔ بلکہ یہ ازاد مفہوما استدلالا بالنص ہے۔ فلا یکون نسخا لان النسخ رفع وابطال۔ وھھنا اثبات حکم المنطوق للمسکوت کما مر فلا نسخ ولا قیاس **قولہ** حنفیہ کے اصول میں لکھا ہے۔ کہ امام کے نزدیک ضعیف حدیث قیاس سے مقدم ہے۔ **اقول** اولا۔ پھر کیا ہوا۔ ما نحن فیہ میں تو اسکا کچھ ذکر ہی نہیں۔ ثانیاً یہ تقدیم فقط حنفیہ کا ہی حصہ نہیں۔ بلکہ امام احمد حنبل اور امام شافعی وغیرہ رحمۃ اللہ علیہم سے بھی ثابت ہے وسیجیٔ تحقیقہ عنقریب فانتظرہ مفتشا **قولہ** حنفیہ کا عمل درآمد امام صاحب کی اس چال پر کیوں نہیں **اقول** کیوں نہیں۔ اسی چال پر ہے۔ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب موجود ہوا تو قیاس سے نہیں کرتے ضرورۃ قیاس سے کام لیتے ہیں۔ دیکھو کتب فقہ و اصول **قولہ** اول قیاس نہایت ہی گری ہوئی چیز ہے آہ **اقول** اول شیخ صاحب کی عبارت کا یہ مدلول ہی کہاں ہے ماں یہ تراش و خراش ذہن رسا اور جودت طبع کا نتیجہ ہے جنکو سکال اللہ

جواب

تو یہ ہے۔ کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا۔ اتباع اور اقتدا احادیث اور آثار صحابہ پر ایسے کمال درجہ پر تہا۔ کہ جبتک حدیث خواہ کسی درجہ کی ہو ملتی۔ تو قیاس واجتہاد نفرماتے۔ اور جب کسی واقعہ میں حدیث او آثار نہ ملتے تو ضرورۃً قیاس مؤثر جو کہ عمدہ ترین اقسام قیاس سے ہے۔ فرماتے۔ ثانیاً۔ قیاس ایسی گری ہوی اور بودی چیز ہے۔ کہ جمہور صحابہ او تابعین اور فقہاے اور متکلمین۔ کلہم نے از سہ دل قبول کیا۔ اور اصل من اصول الدین ٹہرایا ہاں البتہ بعض معتزلہ اور داؤد ظاہری نے اسکا انکار کیا۔ تہذا اونکے اقوال اہلسنت وجماعت کے نزدیک کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ سے مطرود مردود ہیں۔ اور اونکو کوی قبول نہیں کرتا۔ گوکہ اونکے تابعین اور مقلدین کیواسطے سند و حجت ہوں **حصول المامول** میں لکہا ہے ذهب الجمهور من الصحابة والتابعين والفقهاء والمتكلمين۔ الى انه اصل من اصول الشريعة يستدل به على الاحكام التى يرد بها السمع انتهى۔ وفى موضع اخر ونقل من باح بانكار القياس و النظام وتابعه قوم من المعتزلة وتابعهم على نفيه فى الاحكام داؤد الظاهرى۔ قال ابن ابن عبد البر فى كتاب جامع العلم۔ لاخلاف بين فقهاء الامصار وسائر اهل السنة فى نفى القياس فى التوحيد واثباته فى الاحكام۔ الا داؤد فانه نفاه جميعًا انتهى۔ اور **دراسات اللبيب** میں ظاہریہ کی بابت لکہا ہے انهم لا يقولون بالاستنباط راسًا۔ وهولاء لا يعباء بهم ائمة الحديث والفقه حتى قال السيوطى وغيره ان الاجماع لا يخرق بخلافهم۔ ومذهبهم مردود بالكتاب والسنة الناطقين بجواز الاستنباط واعمال الفكر فى كتاب الله وسنت رسوله صلى الله عليه وسلم انتهى

Marfat.com

وقد مر قامه فی اوّل الکتاب اور نووی شافعی نے بھی ایسا ہی
لکھا ہے۔ ابتدا کتاب میں نووی علیہ الرحمۃ کی عبارت ثبت ہے **قولہ**
تقیید واتباع باحادیث و آثار کمال کا موجب ہے **اقول** اتباع و
انقیاد باحادیث و آثار فی الواقع موجب کمال ہے۔ کون صاحب کمال
اس کمال کا نافی اور مانع ہے۔ بوقت ضرورت رجوع بقیاس و اجتہاد
بھی اتباع قرآن واحادیث و آثار ہے۔ اوس کے اتباع میں ہی۔ اتباع
کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہے لانہ مستنبط
من الکتاب والسنۃ **قولہ** ابن حزم حافظ اور امام ہیں **اقول**
درست ہے وہ اپنے گروہ کے پیشوا اور امام ہیں۔ نہ اہلسنت وجماعت کے
امام ہیں۔ اور ابن حزم کا بدین تعظیم وتکریم شیخ صاحب کا ذکر کرنا موجب
کمال تہذیب اور حسن اخلاق کا ہے۔ اصحاب کمال ایسا ہی کرتے ہیں۔
برائی سے نام لینا شٹ بچیونکا کام ہے **قولہ** حنفیو نے اون پر بہت
طعن کئے ہیں **اقول** نہیں بلکہ شافعیہ وغیرہ نے بھی ایسا ہی کہا ہے
اوّل کتاب میں دو تین کتاب کی عبارت جس سے حال ظاہریہ کا عموماً۔ اور
ابن حزم کا خصوصاً معلوم ہوتا ہے مرقوم ہے فلینظر ثمہ **قولہ** امام ابوحنیفہ
ضعیف حدیث پر عمل کر لیتے تھے۔ اور اوسی قیاس پر مقدم کرتے تھے **اقول**
یہ مسلک فقط امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ہی نہیں۔ کہ بروقت نہ ملنے حدیث
صحیح یا حسن بضرورۃ سے حدیث ضعیف پر عمل کر لینا۔ اور مقدم بر قیاس
ٹھہرانا۔ بلکہ امام شافعی۔ اور امام احمد حنبل وغیرہ رحمۃ اللہ علیہم کا ہی یہی مسلک
ہے **فی شرح الالفیۃ** للسخاوی۔ احتج احمد بالضعیف حیث
لم یکن فی الباب غیرہ وتبعہ ابوداؤد۔ وقدماہ علی الرأی والقیاس ویقال

ابن حزم حافظ ہے۔ ط۔ جواب + امام ابوحنیفہ ضعیف حدیث پر عمل کرتے تھے۔ ط۔ جواب +

Marfat.com

عن ابی حنیفة ایضًا وان الشافعی یحتج بالمرسل اذا لم یجد غیرہ - وکذا
اذا تقبلت الامة الضعیف بالقبول یعمل علی الصحیح حتی انہ ینزل منزلة
المتواتر فی انہ ینسخ المقطوع بہ انتہی اور فتح القدیر کے باب الجنائز
میں لکھا ہے ولاستحباب یثبت بالضعیف غیر الموضوع لہ انتہی - اور
امام نووی کے اذکار کے صفحہ ۵ میں لکھا ہے قال العلماء من المحدثین والفقہاء
وغیرھم یجوز ویستحب العمل فی الفضائل والترغیب والترھیب بالحدیث
الضعیف مالم یکن موضوعًا واما الاحکام کالحلال والحرام والبیع - و
النکاح - والطلاق وغیر ذلک فلا یعمل فیھا الا بالحدیث الصحیح او
الحسن الا ان یکون فی احتیاط فی شیٔ من ذلک کما اذا ورد حدیث
ضعیف بکراھة بعض البیوع او الانکحة فان المستحب ان یتنزہ عنہ لکن
لایجب انتہی - اور سید عبدالوہاب شعرانی میزان کبریٰ کے
۶۲ میں لکھتے ہیں - وقد قال الامام ابو جعفر الشیرازی ما ئے - الکلام
فی تبرئة الامام ابوحنیفة من القیاس بغیر ضرورة - ورد علی من نسب الامام
الی تقدیم القیاس علی النص قال انما الروایة الصحیحة عن الامام تقدیم الحدیث
ثم الاثار ثم یقیس بعد ذلک - فلا یقیس الا بعد ان لم یجد ذلک الحکم فی
الکتاب والسنة واقضیة الصحابة - الی ان قال لا خصوصیة للامام
ابی حنیفة فی القیاس بشرط المذکور بل جمیع العلماء یقیسون فی مضائق
الاحوال اذا لم یجدوا فی المسئلة نصًا من کتاب ولا سنة ولا اجماع ولا اقضیة
الصحابة وکذلک لم یزل مقلدوہم یقیسون الی وقتنا ھذا فی کل مسئلة لا
یجدون فیھا نصًا من غیر نکیر فیما بینھم - بل جعلوا القیاس احد الادلة
الاربعة فقالوا الکتاب والسنة والاجماع - والقیاس - وقد کان

Marfat.com

الامام الشافعی رضی اللہ عنہ یقول اذا لم نجد فی المسئلۃ دلیلاً قسناہا علی غیرہا انتہی۔ انتہی **فائدہ** ضعیف مذکور سے وہ ضعیف مراد ہے جسکے طرق کثیرہ ہوں۔ نہ وہ جو ایک طریق واہی سے آئی ہو۔ لان ذلک الضعیف ما احتج بہ احد من المجتہدین۔ **قال** السید عبد الوہاب الشعرانی فی المیزان الکبرے۔ رأیت ادلۃ رضی اللہ عنہ وادلۃ اصحابہ (ابوحنیفہ ۱۲) ما بین صحیح وحسن او ضعیف کثرت طرقہ حتی لحق بالحسن او الصحیح فی صحۃ الاحتجاج بہ من ثلاثۃ طرق واکثر الی عشرۃ **وقد** احتج جمہور المحدثین بالحدیث الضعیف اذا کثرت طرقہ والحقوہ بالصحیح تارۃً وبالحسن اخرے۔ **وہذا** النوع من الضعیف یوجد کثیراً فی کتاب السنن الکبرے للبیہقی التی الفہا بقصد الاحتجاج لاقوال الائمۃ واقوال اصحابہم فانہ اذا لم یجد حدیثاً صحیحاً او حسناً یستدل بہ لقول ذلک الامام او قول احد من مقلدیہ یصیر یروی الحدیث الضعیف من کذا کذا طریقاً ویکتفی بذلک **ویقول** ہذا الطرق یقوی بعضہا بعضاً۔ فینتفی بذلک وجود ضعف فی بعض ادلۃ اقوال الامام ابی حنیفۃ واقوال اصحابہ۔ فلا خصوصیۃ لہ فی ذلک بل الائمۃ کلہم یشارکونہ فی ذلک ولا لوم الا علی من یستدل بحدیث واہ جاء من طریق واحد۔ وہذا لا یکاد۔ احد یجدہ فی ادلۃ احد من المجتہدین۔ فما منہم احد استدل بضعیف الا بشرط مجیئہ من عدۃ طرق انتہی۔ فثبت من ہذہ العبارات ان الضعیف الذی لہ طرق کثیرۃ یلحق بالصحیح او الحسن فی الاحتجاج بہ۔ والذی لہ طریق واحد واہ لا یحتج بہ واحد من الائمۃ الکرام **قولہ** جن لوگوں نے فرمایا ہی کہ مجتہد کا استدلال کسی حدیث پر

امام کے استدلال کی احادیث اگرچہ ضعیف ہیں تو امام کیوقت صحیح نہیں - غلط ہی کا جواب +

اوس حدیث کی تصحیح ہے بالکل صحیح نہیں **اقول** کیوں نہیں - بلکہ بالکل صحیح ہے - اسلئے کہ اوس قائل کی مراد یہ ہے کہ حدیث ضعیف کثیر الطرق صحت احتجاج میں ملحق بالحسن یا بالصحیح ہے - نہ یہ کہ وہ ماہیۃً صحیح ہوتی ہے - کما مر من المیزان الکبرے **قولہ** یا یہ کہا ہے کہ امام کے استدلال کی حدیثیں اگرچہ ضعیف ہیں تو امام کیوقت وہ ضرور قوی تہیں - بالکل صحیح نہیں **اقول** صحیح ہے **میزان کبرے** میں لکھا ہے ان جمیع ما استدل بہ لمذھبہ اخذہ عن خیار التابعین العدول الثقات الذین ھم من خیر القرون بشھادۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کالاسود - و علقمہ - وعطاء - وعکرمۃ - ومجاھد - ومکحول - والحسن البصری واضرابھم رضی اللہ تعالی عنھم اجمعین - فکل الرواۃ الذین بینہ وبین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عدول ثقات اعلام اخیار لیس فیھم کذاب ولا متہم بکذب - وان قیل بضعف شئ من ادلۃ مذھبہ فذلک الضعیف انما ھو بالنظر الی الرواۃ النازلین عن سندہ بعد موتہ اذا رووا ذلک الحدیث من طریق غیر طریق الامام - وذلک لا یقدح فیما اخذ بہ الامام عند کل من استصحب النظر فی الرواۃ - وھو صاعد الی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انتھی ملتقطًا - اس نقل سے ظاہر ہے کہ مرویات امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے قوی اور وافق ہیں - اور ضعف من بعدہ کا قادح مرویات امام کے لئے نہیں **انتباہ** یہ جواب مذکور علی تقدیر التسلیم ہے والا بنظر تحقیق و تدقیق **شیخ عبد الحق محدث دہلوی** رحمۃ اللہ علیہ کا نقلاً عن ابن حزم - یہ فرمانا - کہ وی رضی اللہ عنہ تا بحد ضرورت نرسد عمل بقیاس نکند - و عمل بالحدیث باقسامہ از دست ندہد - تا اول باقسام لائقۃ الاحتجاج

Marfat.com

بما عنده رحمة الله علیه کے ہے۔ ورنہ اگر مراد اقسام حدیث کے من حیث العموم ہوں۔ تو لازم آتا ہے۔ کہ حدیث موضوع۔ معلل بعلت قادح۔ اور ضعیف مروی بیک طریق واہی۔ منسوخ۔ مضطرب۔ اور متروک وغیر ذلک معمول بہ امام صاحب کے ہوں وھل ھذا الا سفسطة لانه رحمة الله علیه تضیق فی الروایة الی الغایة حتی انه شرط التذکر لجواز الروایة بعد علمه انه خطه۔ ولم یشترط الحفاظ هذا۔ وخالفه فی ذلک صاحباه۔ ذکره ابن الهمام فی الفتح و قال ابن خلدون فی تاریخه۔ والامام ابو حنیفة انما قلت روایته لما شدد فی شروط الروایة والتحمل وضعف روایة الحدیث الیقینی اذا عارضها الفعل النفسی۔ وقلت من اجل ذلک روایته فقل حدیثه۔ لانه ترک روایة الحدیث عمدا۔ فحاشاه من ذلک۔ ویدل علی انه کبار المجتهدین فی الحدیث اعتمادا مذهبه فیما بینهم والتعویل علیه۔ واعتباره ردا و قبولا۔ واما غیره من المحدثین وهم الجمهور فتوسعوا فی الشروط فکثر حدیثهم۔ والکل عن اجتهاد۔ وقد توسع اصحابه من بعده فی الشروط و کثرت روایتهم۔ **وروی الطحاوی** فاکثر وکتب مسندا انتهی

[illegible] صفحہ ۸۰۲

اور شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اوسی کتاب یعنی **شرح سفر السعادت** کے دیباچہ میں لکھتے ہیں۔ علم بصحت وضعف احادیث در زمان متاخر زمان سابق می تواند کہ حدیثے در زمان ایشان صحیح باشد بسبب اجتماع شرائط صحت قبول و رواۃ کہ واسطہ بودند میان ایشان و حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ پس ازان از جہت رواۃ دیگر کہ بعد ازاں آمدند ضعفی پیدا شد۔ پس از حکم متاخرین محدثین بضعف حدیثے لازم نیاید ضعف وی در زمان امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ وایں نکتہ ظاہر ست انتہی۔ پس یہ عبادات صاف دال ہیں کہ شیخ علیہ الرحمۃ

Marfat.com

کا مقولہ۔ اپنے عموم ظاہری پر نہیں ہے۔ ماوّل ہے لیحصل التطبیق فقد بیّن
قولہ مسیٔ کی حدیث اور احادیث مثبتہ بعدیت قرأت سے باینکہ وہ حدیثین
بلا معارض ہیں آہ **اقول** جواب ان احادیث کا مع حدیث مسیٔ فی الصلوۃ
کے جہاں وہ احادیث ذکر کی گئی ہیں۔ مذکور ہو چکا ہے۔ فلا نعیدہ۔ اور بلا معارض
ہونا ان احادیث کا اگر بہ نسبت بعدیت کوع قرأت سہی ہے۔ تو مسلم غیر مضر ہے۔
بل نقول بہ ایضاً۔ وان کانت حکماً۔ اور اگر بہ نسبت قرأت خلف الامام کے
ہیں۔ تو غیر مسلم بل ظاہر البطلان ہے۔ کیونکہ اونکے معارض چند در چند موجود
ہیں کما اسلفنا فیما مر مراراً۔ اور ضعاف خود ضعاف ہیں۔ معارضہ
قرآن کریم اور صحیحہ احادیث کا نہیں کر سکتے **علاوہ** ان دونوں حدیثوں میں
مقتدی کا تو کچھ ذکر ہی نہیں۔ اور نیز جب کہ خبر واحد صحیح ہمارے اصول پر مثبت
رکنیت نہیں ہو سکتی۔ فکیف الضعیف **قولہ** قیاس سے استدلال کرنا
اقول نہیں۔ بلکہ دلالۃ النص سے ثابت کیا کما مر تحقیقہ **قولہ**
پھر قیاس بھی وہ جو متروک ہے آہ **اقول** یہ فقرات بجز خناب کی ضیافت
طبع اور قلم فرسائی کے اور کوئی نتیجہ مثبت مدعا نہیں دیتے۔ کیونکہ جب فیما نحن فیہ
میں قیاس ہی نہیں۔ تو پھر قیاس شبہ متروک ہو یا نہو۔ ہمیں کیا **علاوہ**
بریں جبکہ اکثر اور محققین حنفیہ کے نزدیک قیاس شبہ متروک و مطروح۔ تو پھر خواہ مخواہ
صاحب ہدایہ کی کلام کو محمول بر خلاف مذہب محققین کرنا۔ سوا۔ الزام محض کے اور
کیا ہے **قولہ** مکلف کو اختیار ہے کسی وقت پڑھ لے **اقول** فرضیت قرأت
قرآن خارج نماز کے شرعاً ثابت نہیں۔ کما مر۔ پس واجب ہوا کہ مراد اس آیت
سے افتراض واقع فی الصلوۃ ہو۔ اعمالا للنص فی حقیقۃ حیث امکن۔ ولا
یکون حشواً۔ فثبت ان مدلول الآیۃ۔ فاقرؤا ما تیسر فی الصلوۃ ہے پیر

اقول بالتخییر باطل ہوا **قولہ** فاقرؤا کے ساتھ فی الصلوٰۃ کی قید بھی آیۃ میں لگادیں۔ تو پہلی رکعت کی تخصیص پر بھی نہیں نکلتی **اقول** کیوں نہیں نکلتی ہے **روی مسلم** بسندہٖ عن عروۃ بن الزبیر عن عائشۃ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہا قالت فرضت الصلوٰۃ رکعتین رکعتین فی الحضر والسفر فاقرت صلوٰۃ السفر۔ وزید فی صلوٰۃ الحضر وبسند اٰخر قالت فرض اللہ الصلوٰۃ حین فرضھا رکعتین ثم اتمہا فی الحضر۔ فاقرت صلوٰۃ السفر علی الفریضۃ الاولی **وبسند اٰخر** عن عائشۃ ان الصلوٰۃ اول ما فرضت رکعتین فاقرت صلوٰۃ السفر واتمت صلوٰۃ الحضر ص ۲۴۱ **وروی البخاری** بسندہٖ عن عائشۃ رضی اللہ عنہا۔ قالت الصلوٰۃ ما فرضت رکعتان فاقرت صلوٰۃ السفر واتمت صلوٰۃ الحضر الحدیث ص ۱۴۸ **وفی روایۃ لھا** قالت فرضت صلوٰۃ الحضر والسفر رکعتین۔ فلما قدم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم المدینۃ واطمانّ۔ زید فی صلوٰۃ الحضر رکعتان رکعتان وترکت صلوٰۃ الفجر لطول القراءۃ فیہا۔ وصلوٰۃ المغرب لانہا وتر النہار۔ رواہ ابن خزیمۃ وحبان وغیرہما۔ ذکرہ القسطلانی ص ۲۴۲ ج ۲ **وروی البخاری** بسندہٖ عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت فرضت الصلوٰۃ رکعتین ثم ہاجر النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ففرضت اربعًا وترکت صلوٰۃ السفر بمکۃ علی الاولی انتہی۔ فثبت من ذلک ان الصلوٰۃ کانت رکعتین رکعتین اوّلًا ثم زیدت فی الحضر فالرکعتان الاخریان کانہما زائدتان فلا یعتبر بہما۔ فوجب بالقراٰن فرضیۃ القراءۃ فی احد الرکعتین الاصلیین۔ عبارۃً۔ وفی الاخری بدلالۃ النص **الحاصل** مذکور سے ثابت ہوا کہ نماز کی اصلی رکعتین وہی ہیں۔ تو حسب ارشاد شارع کے فاقرؤا ما تیسر من القرآن فی الصلوٰۃ۔ ہر عمل

Marfat.com

عمل کیا گیا۔ اور حسب تعلیم شارع کے نماز ادا کی گئی۔ تو یہ پہلی رکعت ہوئی۔
اور ماموربہ ادا ہوگیا۔ لان الامر لا یقضی بالتکرار **اب دوسری** رکعت
میں فرضیت قراءۃ کی دلالۃ النص سے ثابت ہوئی لانہما یتشاکلان من کل وجہ
قولہ اگر تشاکل موجب فرضیت ہے۔ تو نفس فرضیت میں سب رکعتیں متساوی
ہیں آہ **اقول** صاحب رسالہ نے لفظ۔ من کل وجہ۔ کیطرف ملاحظہ
نہیں فرمایا۔ بلکہ اوس سے تساہل کرکے شبہ کردیا۔ لانہ رضی اللہ عنہ۔ قال
لانہما متشاکلان من کل وجہ یعنے نفس تشاکل موجب فرضیت نہیں۔ بلکہ
تشاکل وتشابہ من کل وجہ موجب فرضیت ہے۔ اور یہ تشاکل کل رکعات میں
نہیں پایا جاتا۔ رکعت اول ودوم باہم متشاکل من کل وجہ ہیں۔ اور سیوم و
چہارم اولیین کے ساتھ متشاکل من کل وجہ نہیں لانہما الخ۔ یہ اعتراض صاحب رسالہ
کا اسوقت وارد ہوتا۔ جب کہ تشاکل مطلق ہی وجہ کان مراد ہوتا۔ ولیس ھٰھنا
کذلک فلا ورد پس سب رکعتوں میں قرارت فرض نہیں ہونی چاہیے **قولہ**
پس صفت قرارت اور قدر قرارت میں تشاکل ماننا صحیح نہ ہوگا **اقول** اولاً
جبکہ اس تحقیقات پر فرضیت قرارت کی دوسری رکعت میں دلالۃ النص سے بنا بر
مشاکلت کے ثابت اور مبرہن ہوچکی۔ تو پھر صفت قراءۃ اور قدر قراءۃ میں تشاکل
ماننا صحیح ہوا۔ ثانیاً۔ فرضاً تسلیم کیا کہ فرضیت قراءۃ کی رکعت دوم میں دلالۃ
النص سے نہیں۔ بلکہ کسی اور دلیل سے ہے۔ تو کیا رکعت دوم۔ رکعت اول
کے ساتھ صفت قراءۃ میں اور قدر قراءۃ میں متشاکل نہیں۔ نہایہ کی عبارت لانہ
یجہر فی الثانیۃ کما یجہر فی الاولی۔ یخافت فیہا کما یخافت فیہا
وتقرأ الفاتحۃ مع السورۃ فی الثانیۃ کما تقرأ فی الاولی وتغیر ذلک من
الوجوہ المشاکلۃ پس نفی مشاکلت کی بیجا۔ صفت اور قدر قرارت میں۔ جبکہ

نفس فرضیت میں سب رکعتیں متساوی ہیں۔ کا جواب

Marfat.com

فی الواقع موجود ہے۔ بلادلیل اور نفی واقع کے ہے فلایعتبر۔ **قولہ** تشاکل فی الوجوب والسقوط کا یہ حال ہے۔ کہ وتروں میں اگر کوئی ایک رکعت پر اکتفا کرے تو اوسپر دوسری رکعت کا پڑہنا واجب اور فرض نہیں **اقول** اولاً۔ پہلے ہی فرض اور واجب نہیں۔ تاکہ نوبت بدیگری رسد۔ ثانیاً۔ سقوط کے لفظ میں مسامحت ہے لان السقوط لایکون الامن تمام قبلہ اور وتروں میں یہ بات نہیں۔ لان صلوۃ الوتر رکعۃ واحدۃ عند من یرے ذلک فاین السقوط یا یوں کہیں۔ کہ صلوۃ الوتر میں منجانب شارع کے تخییر ثابت ہے فمن احب ان یوتر بخمس فلیفعل۔ ومن احب ان یوتر بثلث فلیفعل۔ ومن احب ان یوتر بواحدۃ فلیفعل پس تخییر مقتضی سقوط نہیں لانہ اختلاف انواع۔ فاین السقوط ثالثاً۔ وتروں کی حالت سفر وحضر میں برابر اور متحد ہے۔ اور فرائض رباعیہ میں یہ بات نہیں فلایقاس الوتر علیہا۔ رابعاً۔ یہ جملہ مذکورہ جواب مبنی بر فرض وتسلیم ہیں۔ ورنہ ہمارے اصحاب حنفیہ کو یہ جواب مضر ہے کب ہے۔ کیونکہ وتر کی ایک رکعت کے جب قائل ہی نہیں۔ اور ایک رکعت کو وہ نماز ہی نہیں کہتے۔ تو ایسی بات غیر مسلم ہے۔ اونپر اعتراض کرنا۔ اونکو کب مضر ہے۔ اور مادہ شبہ کو کب رفع کرسکتا ہے۔ اگر وہ ایک رکعت کے قائل ہوتے۔ تو البتہ اونپر اعتراض قائم ہوتا۔ واذلیس فلیس **قولہ** دوسری رکعت عند اللہ ساقط ہوجاتی ہے **اقول** یہ کلام عجیب ہے (۱) دوسری رکعت تو ہو سکی تہی ہی نہیں۔ کیا وتر دو رکعت ہی ہوتے ہیں۔ نہیں ہوتے۔ پہر اوسکا قسط ہی کیا ہوا (۲) جبکہ وتروں کی نماز ایک رکعت ہے (عند القائل بہ) ہے اور اوس کے ادا سے نمازی نے فراغ ذمہ کا حاصل کیا کمصلی الظہر او العصر اور دوسری کا اوس سے مطالبہ نہیں۔ پہر ساقط کیا ہوا۔ پس ثابت ہوا کہ مؤلف رسالہ کا یہ فرمانا "پس پہلے اور دوسری میں تشاکل

Marfat.com

بلحاظ وجوب وسقوط نرہا" غیر سدید کما لا یخفے **قولہ** فالتفرقۃ الے قولہ

لا یضر **اقول** بل التفرقۃ بالوجوب والسقوط فی نفس الصلوٰۃ تکتفی

لعدم المشاکلۃ فالاتحاد فی بعض الارکان لا یضر فافہم **قولہ** اور

ثلاثی نماز میں تو اتحاد فے السقوط والوجوب تیسری رکعت کو بھی حاصل ہے۔

پس حسب استدلال ثلاثی نماز کے تیسری رکعت میں قرارت فرض ہونی چاہئے

اقول لما کانت الثانیۃ متشاکلۃ بالاولی من کل وجہٍ کما قررہ رحمہ

اللہ۔ وجبت القراءۃ فیہا ایضًا بالدلالۃ۔ والثالثۃ من الثلاثی لما لم

تتشاکل بہا مشاکلۃ تامۃ۔ لم تجب فیہا القراءۃ۔ فالمشاکلۃ فے

عدم السقوط لا یقدح۔ لانہا لیست مشاکلۃ تامۃ۔ والجزئیۃ لا تعتبر

فلا اشکال فتدبر **قولہ** یا بالعکس یوں کہے کہ پہلی رکعت میں تعوذ ہے

ثنا ہے۔ تکبیر تحریمہ ہے۔ قعدہ ہے۔ اور تشہد اسکے ساتھ نہیں۔ بخلاف دوسرے

رکعت کے الی ما قال قال القدوری **اقول** صاحب کفایہ ہدایہ کے حاشیہ میں

لکھتے ہیں المشابہۃ والمشاکلۃ فی الکمیۃ فیما یرجع الی نفس الصلوٰۃ

وارکانہا۔ فالتکبیر شرط وھو زائد۔ والتعوذ والثناء ایضًا لانہما

لیستا من ارکان الصلوٰۃ۔ فالافتراق فیہا لا یقدح فی ثبوت المماثلۃ۔ انتہی

اور ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اذا کانت الصلوٰۃ من ذوات الاربع ففرض القراءۃ

فیہا فی الرکعتین الاولیین انتہی۔ وہذا ہو المذہب الحق عندنا فلا

محذور۔ بما قیل کذا وکذا **قولہ** رکعتین کو مطلق رکھا ہے اولیین کے ساتھ

مقید نہیں کیا **اقول** اولیین کی قید کی یہاں تو حاجت ہی نہ تھی۔ کیونکہ

رکعتین سے رکعتین اصلیین مراد ہیں۔ نہ مطلق۔ کما مر ان الصلوٰۃ کانت

رکعتین اولًا۔ ثم زیدت الاخریان۔ فوجب بالقران فرضیۃ القراءۃ فی احدٰی

Marfat.com

الرکعتین الاصلیین عبارۃً وفی الاخریٰ منہما بالدلالۃ ۔ فوجبت فی
الرکعتین الاصلیین ۔ فلا ورود بعد التقیید **قولہ** کوئی یہ جواب دے
کہ یہ استدلال بدلالۃ النص ہے نہ بقیاس شبہ **اقول** اسکے پہلے امر دوم کی
تحقیقات میں گزر چکا ہے ۔ کہ دلالۃ النص کلام یدل علی ثبوت الحکم المنطوق
للمسکوت بواسطۃ المعنی اللازم المفہوم منہ لغۃً لا اجتہادًا ۔ یعنی ہیئت
مجموعی کلام سے حکم مسکوت کا التزامًا مفہوم ہوتا ہے ۔ سو اس تعریف سے ثابت ہے
کہ من یفہم اللغۃ وعلم تسویۃ الشارع بین الرکعۃ الاولیٰ والثانیۃ من کل وجہ
ثم یقال لہ اقرأ ما تیسر لک من القرآن فی الصلوۃ ۔ یتبادر الیہ القراءۃ فی کلا
الرکعتین ۔ بملاحظۃ تلک المقدمۃ المقررۃ فی نفسہ یعنے ہیئت مجموعی کلام
سے بملاحظہ ان مقدمات مقررہ فی نفسہا کے وہ ضرور جان لیگا ۔ کہ مطالبہ قراءت کا
رکعتین میں ہے ۔ کیونکہ دلالۃ النص صفت کلام کی ہی ۔ نہ کلمہ کلمہ کی ۔ فتدبر
قولہ نہ شارع نے دو رکعت میں تسویہ کا حکم دیا ہے ۔ نہ فی الواقع ہی **اقول**
آفتاب نصف النہار کا انکار ہے ۔ کیا شارع کا حکم نہیں ہے ۔ کہ سفر میں قصر کیا
جاوے ۔ اور دو ہی رکعت پڑہی جاویں یا کیا واقعہ کے خلاف ہی کہ ہر دو رکعت
سفر میں ساقط نہیں ہوتیں ۔ یا صلوۃ جہریہ میں ۔ جہر فی الرکعتین نہیں ۔ اور
سریہ میں عدم جہر ۔ یا ہر دو میں فاتحہ مع السورۃ نہیں پڑہی جاتی ۔ یہ تسویہ واقعہ
ہے ۔ یا غیر واقعی ۔ اور تعوذ ۔ ثنا ۔ وغیرہ کا اگر خیال ہو ۔ تو اسکا جواب معلوم ہی
ہو چکا ہے ۔ پھر نفی تسویہ کی جو فی الواقع نفی واقعہ کی ہی ۔ کون تسلیم کرتا ہے ۔
قولہ ارکان کے لحاظ سے اکثر رکنوں میں سب رکعتیں مساوی ہیں **اقول**
مساوات اور مشاکلت من کل الوجوہ لی گئی ہے ۔ نہ مساوات جزئیہ اور اکثریہ ۔ فہذہ
المساوات الجزئیۃ لا یقدح فی المقصود **قولہ** اقرأ فی الصلوۃ کا مخاطب عالم باللغۃ

Marfat.com

یہ تو جب ہو سکتا ہے۔ کہ دُعا میں کچھ پڑھو۔ **اقول** مخاطب اقرؤا فی الصلوٰۃ کا عالم باللغۃ جب کہ یہ جانتا ہو۔ کہ رکعت اوّل اور دوم میں شارع نے تسویہ من کل الوجوہ قرار دیا ہے۔ تو بملاحظہ ان مقدمات مقررہ فی نفسہا کے ضرور سمجھ لیگا۔ کہ مطالبہ قراۃ کا رکعتین میں ہے۔ ہاں اگر تسویہ مذکورہ سے لاعلم اور جاہل ہے۔ تو مضائقہ نہیں۔ حالانکہ گفتگو اوّل میں ہے نہ دوم میں **قولہ** اگر ایسا تبادر ہوتا جیسا ابن الہمام نے کہا ہے الی آخر ما قال تو ائمہ مذاہب میں ایسا اختلاف نہ ہوتا۔ اور مسئلہ کا اختلاف تو طرح کو نہ پہونچتا **اقول** اختلاف کا سبب یہ نہیں ہے۔ کہ رکعت ثانیہ بالاولی مشاکل من کل الوجوہ نہیں ہے۔ بلکہ منشاء اختلاف کا یہ ہے کہ آیا یہ مشاکلت تامہ رکعت ثانیہ میں موجب وجوب قراۃ کا ہے۔ یا نہیں فمن قال بہ فقد اثبت ومن لا فلا یعنی عارف لغت کے لئے فہم مناط حکم کا متبادر ہونا ضروری ہے۔ نہ کہ فہم حکم مسکوت عنہ کا متبادر ہونا ضروری ہے۔ لانہ قد یقع الاختلاف فی فہم حکم المسکوت لخفاء تحقق المناط المفہوم فیہ لغۃ اما سمعت اختلاف الشافعی الامام مع ابی حنیفۃ الہمام فی وجوب الکفارۃ بالاکل فی نہار رمضان عمداً **قال** ابو حنیفۃ رحمہ اللہ بالوجوب ولم یری الشافعی ذلک۔ ومأخذ استدلالہما حدیث الاعرابی الذی رواہ البخاری وغیرہ۔ اذ جاء رجل الی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ فقال ہلکت یا رسول اللہ وقعت علی امرأتی وانا صائم الحدیث۔ فانہ یفہم کل من یعرف اللغۃ۔ ان مناط سوال الاعرابی وجوابہ صلی اللہ علیہ وسلم ہو الجنایۃ الکاملۃ علی الصوم لا نفس القربۃ مع اہلہ فزعم الشافعی ان الجنایۃ الکاملۃ ہی الافطار بالوقاع فقط لا غیر وعند ابی حنیفۃ مطلق الافطار سواء کان بالجماع او بالاکل منشاء اختلاف کا عدم تبادر نہیں۔ بلکہ خفاء تحقق حکم مناط کا ہے وبینہما ما بینہما

Marfat.com

فافہم۔ اور اگر رکوع وسجود کا اختیار۔ اور الامر لا یقتضی التکرار کا جواب سبق
میں گزر چکا ہے **قولہ** اقول روینا فی جزء القراءۃ ثنا محمود الی اخرہ
اقول اس حدیث کی سند میں سفیان بن حسین ابو محمد الواسطی ہے اور وہ
زہری سے روایت کرتا ہے سو میزان الاعتدال میں لکھا ہے یروی عن
الزہری مضطرب فیہ۔ قال احمد لیس بذاک فی الزہری۔ وروی یعقوب
بن شیبہ عن یحیی کان مؤدبا لم یکن بالقوی۔ وروی ابوداؤد عن
یحیی لیس بالحافظ ولا بالقوی فی الزہری۔ قال ابن معین لم یکن
بالقوی۔ وقال ابوحاتم صالح الحدیث یکتب حدیثہ ولا یحتج بہ۔ وقال
س لیس بہ الا فی الزہری اس حدیث کا یہ حال مختصر ہے۔ تفصیل فیما مر میں
گزر چکا ہے۔ اسی پر صاحب رسالہ نازاں ہو کر فرماتے ہیں روینا فی الجزء الخ اگر یہ
حدیث صحیح قابل الاحتجاج ہوتی۔ تو غالبا بخاری علیہ رحمۃ الباری اپنی جامع
میں درج فرماتے۔ **قولہ** وثبت عنہما وابن مسعود الخ **اقول** قدم ذکرہما
فی الآثار۔ بل ذکرہما فی ہذا المحل غیر سدید عند ارباب الانصاف
لان الکلام ہہنا لیس فی قراءۃ خلف الامام لیحسن ایرادہما فی ہذا المقام
قولہ ومن قال الخ **اقول** سلمنا المواظبۃ لکن این دلالۃ ہذہ المواظبۃ
علی الافتراض المبحوث فہہنا۔ بل غایتہا السنیۃ ونحن نقول بہا ایضا
ومن ہہنا قال اصحابنا ترک القراءۃ فی الاخریین اساءۃ بل قال بعضہم
بالوجوب **قولہ** عن ابن عمر قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم **اقول**
اس مسئلہ میں اقوال علماء امت کے مختلف ہیں ذہب بعض الی ان الوتر رکعۃ واحدۃ
وذہب قوم الی ان الوتر ثلث رکعات لا یسلم الا فی اخرہن۔ وذلک مذہب
اصحابنا الحنفیہ ومختارہم۔ وبعضہم ذہبوا الی ان الوتر ثلث رکعات یسلم

Marfat.com

فی الاثنین و فی اخرھن۔ ھکذا ذکر الطحاوی فی شرح الاثار اور نیز
اس باب میں روایات مختلف ہیں۔ آل احنفیہ کرام نے تین رکعات وتر بلا فصل
سلام کو مرجح پایا۔ اور عملدر امد تین رکعت پر ہی فرمایا۔ لورود الاحادیث
الصحیحۃ الصریحۃ المحکمۃ فی التثلیث **روی النسائی** عن عائشۃ رضی
اللہ عنھا انہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یسلم فی رکعتی الوتر **وروی ایضاً**
عن ابی بن کعب قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقرأ فی الوتر بسبح
اسم ربک الاعلی۔ و فی الرکعۃ الثانیۃ بقل یایھا الکافرون۔ و فی الثالثۃ
بقل ھو اللہ احد ولا یسلم الا فی اخرھن الحدیث **وروی الحاکم**
فی المستدرک وقال انہ صحیح علی شرط البخاری و مسلم۔ ولم یخرجاہ۔ و
لفظہ قالت عائشۃ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوتر بثلث لا یسلم الا فی
اخرھن انتھی۔ و فی لفظ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یسلم فی الرکعتین
الاولیین من الوتر انتھی۔ **ثم** اخرج عن جیب المعلم قال قیل للحسن ان ابن
عمر کان یسلم فی الرکعتین الاولیین من الوتر۔ فقال کان عمر افقہ منہ
فکان ینھض فی الثانیۃ بالتکبیر انتھی۔ وسکت عنہ ذکرہ الزیلعی فی
تخریج احادیث الھدایۃ مع ایراد **وروی الطحاوی** من طریق
صحیح عن انس انہ صلی الوتر ثلث رکعات لم یسلم الا فی اخرھن **وایضاً**
الطحاوی من طریق سعید بن منصور باسناد صحیح عن انس قال الوتر ثلث رکعات
وایضاً الطحاوی من طریق المسور بن المخرمۃ قال دفنا ابابکر رضی اللہ عنہ
لیلاً فقال عمر انی لم اوتر فقام وصففنا وراءہ فصلی بنا ثلث رکعات لم یسلم
الا فی اخرھن ذکرہ الحافظ ابن حجر فی نصب الرایۃ مرفا۔ ومؤیدھا۔ منار واہ
اصحاب السنن الاربعۃ و ابن حبان فی صحیحہ والحاکم فی المستدرک وقال

Marfat.com

صحیح علی شرط الشیخین۔ ولم یخرجاہ۔ وما رواہ الطحاوی فی شرح الآثار **عن عائشة** ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یقرأ فی الرکعۃ الاولی من الوتر بفاتحۃ الکتاب وسبح اسم ربک الاعلی وفی الثانیۃ بقل یایھا الکفرون وفی الثالثۃ بقل ھو اللہ احد والمعوذتین۔ وما رواہ الطحاوی بسندہ عن ابن عباس قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوتر بثلث یقرء فی الاولی بسبح اسم ربک الی اخرہ بنحو حدیث عائشۃ **وما رواہ** ایضًا بسندہ عن سعید بن عبد الرحمان بن ابزی عن ابیہ انہ صلی مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم الوتر فقرء فی الرکعۃ الاولی بسبح اسم ربک الی اخرہ **و** اخرجہ عن علی وعمران بن حصین نحوہ۔ واخرج النسائی والترمذی وابن ماجہ قال النووی فی الخلاصۃ باسناد صحیح عن ابی اسحاق عن سعید بن جبیر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یقرء فی الوتر بسبح اسم ربک الاعلی۔ وقل یایھا الکافرون۔ وقل ھو اللہ احد فی رکعۃ رکعۃ **ذکرہ الزیلعی**

و ما رواہ النسائی وبوب علیہ وقال باب کیف الوتر بثلث عن ابی سلمۃ بن عبد الرحمن انہ اخبرہ انہ سال عائشۃ ام المومنین کیف کانت صلوۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی رمضان۔ قالت ما کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یزید فی رمضان ولا فی غیرہ علی احدی عشرۃ رکعۃ۔ **یصلی** اربعًا فلا تسأل عن حسنھن وطولھن ثم یصلی اربعًا فلا تسأل عن حسنھن وطولھن ثم یصلی ثلاثًا الحدیث وما رواہ الترمذی وبوب علیہ وقال باب ما جاء فی الوتر بثلث بسندہ **عن** علی کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوتر بثلث یقرء فیھن بتسع سور من المفصل یقرأ فی کل رکعۃ بثلاث سور اخرھن قل ھو اللہ احد وفی الباب عن عمران بن حصین وعائشۃ

Marfat.com

وابن عباس - وابی ایوب - وعبدالرحمن بن ابزی الی اٰخرہ **وماروی**
النسائی بسندہ عن محمد بن علی عن ابیہ عن جدہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم
انہ قام فاستن ثم صلی رکعتین ثم نام ثم قام فاستن ثم توضأ فصلی رکعتین
حتی صلی ستا ثم اوتر بثلث الحدیث **وماروی** الطحاوی عن ابی
الزناد عن ابیہ عن الفقہاء السبعۃ سعید بن المسیب وعروۃ بن الزبیر والقاسم
بن محمد - وابی بکر بن عبدالرحمن - وخارجہ بن زید - وعبیداللہ بن
عبداللہ - وسلیمان بن یسار فی مشیخۃ سواھم اہل فقہ وصلاح وفضل
وربما اختلفوا فی شیء فاخذ بقول اکثرھم وافضلھم رأیا فکان
وعیت عنہم علی ہذہ الصفۃ ان الوتر ثلث لا یسلم الا فی اٰخرھن انتہی
و ما اخرج محمد فی کتاب الاٰثار عن ابن مسعود انہ قال ما اجزأت رکعۃ
قط - **و** اٰخرجہ الطبرانی عن ابراہیم قال بلغ ابن مسعود ان سعدا
یوتر برکعۃ فقال ما اجزأت رکعۃ قط **و** ما اخرج الطحاوی بسندہ
عن عقبۃ بن مسلم قال سألت عبداللہ بن عمر عن الوتر فقال تعرف وتر
النہار فقلت نعم صلوۃ المغرب قال صدقت واحسنت انتہی **و**
ما اخرج بسندہ عن ابی خالد سألت ابا العالیۃ عن الوتر - فقال علمنا
اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان الوتر مثل صلوۃ المغرب ہذا
وتر اللیل وہذا وتر النہار انتہی - اور ماذکر کے سوا اس باب میں آثار بہت ہیں
طوالت اجازت نہیں دیتی ہے ورنہ آن مباش کہ مضمون نماندہ است + صد
سال میتوان سخن زلف یار گفت + **شرح معانی آثار طحاوی** رحمۃ اللہ علیہ
قابل دیکھنے اور ملاحظہ کے ہے + وہ بسط کلامی ہو تو ایسی ہو - اور سحر بیانی ہو تو
ایسی ہو - جسکی اوصاف اور مدائح سے زبان قلم بریدہ زبان - بریدہ زبان - اور ردّ صحیف

ف ماقال النووی سے ظاہر ہوا [illegible]

Marfat.com

مطری قاصر اللسان ہے درشت ہے زوصف ناتمام باجمال یار مستغنی ست
باآب ورنگ وخال وخط چہ حاجت روی زیبارا + یہ مختصر حال ماخذ حنفیہ کرام کا ہے
اور یہی قول حضرت عمر بن الخطابؓ + اور علی بن ابیطالبؓ + اور ابن مسعود۔ اور
ابی + اور انس بن مالکؓ اور ابن عباس + اور ابی امامہ + اور عمر بن عبد العزیز
اور حذیفہ۔ اور ابن المسیب + اور عروہ بن زبیر + اور قاسم بن محمد۔ اور ابی بکر
بن عبد الرحمن + اور خارجہ بن زید + اور عبید اللہ بن عبد اللہ + اور سلیمان
بن یسار۔ وغیرہم رحمۃ اللہ علیہم کا ہے ذکرہ فی النہایۃ وذکر الترمذی
قال سفیان والذی استحب ان یوتر بثلث رکعات وھو قول ابن المبارک
واھل الکوفۃ انتہی و قال الشمنی فی شرح النقایۃ مذھبنا اقوی من
حیث النظر لان الوتر۔ لا یخلوا اما ان یکون فرضًا او سنۃً فان کان فرضًا
فالفرض لیس الا رکعتین او ثلاثا او اربعًا۔ وکلھم اجمعوا علی ان
الوتر لا یکون اثنین ولا اربعًا۔ فثبت انہ ثلاث وان کان سنۃ فلا تکون
سنۃ الا ولھا مثل فی الفرض۔ والفرض لم یوجد فیہ الوتر الا المغرب وھو
ثلاث انتہی **کذا فی التعلیق الممجد** قلت ذکرہ الطحاوی
ابسط من ذلک من شاء فلینظرہ۔ قال الزیلعی ھذا الذی قالہ حسن جدا۔ وذکر
الحازمی فی کتابہ الناسخ والمنسوخ ان من جملۃ الترجیحات۔ ان یکون احد
الحدیثین موافقا للقیاس دون الاخر فیکون العدول عن الثانی الی الاول
متعینًا۔ انتہی بمضمونہ وقال بعض اصحابنا ان تعیین الفصل ولا اقتصار
علی ثلث حسن۔ لان الصحابۃ اجمعوا علی ان الوتر بثلث موصولۃ حسن جائز
واختلفوا فیما زاد او نقص فاخذنا بما اجمعوا علیہ وترکنا ما اختلفوا فیہ
وان اذا سمعت ما تلونا۔ فنقول **قولہ** صلوۃ اللیل مثنی مثنی فاذا خفت الصبح

Marfat.com

فاوتر بواحدة رواہ الجماعة منتقی **اقول** وروی البخاری ایضاً بسندہ
عن ابن عمر ان رجلا سأل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن صلوٰۃ اللیل فقال
صلوٰۃ اللیل مثنی مثنی فاذا خشی احدکم الصبح صلی رکعة واحدة توتر له
ما قد صلی الحدیث فنیه اولاً اس حدیث سے کہاں ثابت ہے۔ اور یہ حدیث کب
دال ہے۔ کہ رکعت واحدہ بتحریمہ مستانفہ ہو۔ بل یحتمل کلا۔ یعنی یحتمل ان
یکون بتحریمة مستانفة۔ ویحتمل انه اذا خشی الصبح صلی واحدة متصلة بما
قد صلی فکیف ینتهض حجة فی اثبات المرام۔ لان الاحتمال یعقد الحجة عن
الحجیة۔ وکیف یقاوم الصرائح التی ذکرناها۔ وثانیاً اگر مدلول لفظ حدیث کا
ایسا ہی ہو جیسا صاحب رسالہ فرماتے ہیں۔ تو بھی ایک رکعت ہونا وتر کا بضرورت
خوف طلوع صبح کے ثابت ہوا نہ مطلقاً کما یدل علیه لفظ الحدیث فاذا خشی
احدکم الصبح صلی رکعة واحدة پس بوقت عدم ضرورت یعنی وسعت وقت
کے ایک رکعت ہرگز نہ پڑھنی چاہیئے۔ شافعیہ ومن وافقہم کے نزدیک تو اس لئے
کہ وہ مفہوم شرط کے قائل ہیں۔ اور حنفیہ ومن معہم کے نزدیک بھی نہیں چاہیئے
لان ما وراء الشرط مسکوت فیبقی علی الاصل وهو العدم **وقال** ابن الهمام
فاذا ابیحت بشرط تبقی ما وراءه علی العدم لکنا لا نجیزها ایضاً۔ لذلک عند
خشیة الصبح لانه احد محتملیه المتساویین کما قلنا۔ فلا یجوز الحمل علیه بعینه
انتهی **الحاصل** یہ حدیث مثبت وحدة مطلقة نہیں۔ بلکہ وحدة عند خشیة
الصبح کے ہے۔ ومع ذلک محتمل الوجهین ہے۔ فلا یقوم به الحجة۔ وثالثاً ایک
رکعت کی روایت سنت فعلیہ علیہ السلام کے خلاف ہے کہ لانه لم یرو واحد نصاً انه
صلی اللہ علیہ وسلم صلی الوتر رکعة واحدة فقط ومن ادعی فعلیه البیان۔ ودونه
خرط القتاد **قوله** حنفیہ نے اوتر بواحدة کا ترجمہ فرمایا ہی طاق کردی پہلی نماز

Marfat.com

کو ایکرکعت ملاکر **اقول** صرف حنفیہ ہی کا یہ ترجمہ نہیں ہے۔ حضرت ابن عمر راوی حدیث۔ بلکہ سید الانبیا و خاتم الرسالت صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام فصاحت بیان خود ترجمان اس ترجمہ کا ہے۔ **روی البخاری و مسلم** ان رجلا سأل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن صلوۃ اللیل۔ فقال۔ صلوۃ اللیل مثنی مثنی فاذا خشی احدکم الصبح صلی رکعۃ واحدۃ توتر لہ ما قد صلی **یعنے** ایک آدمی نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے رات کی نماز کا سوال کیا۔ پس حضرۃ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رات کی نماز دو دو رکعت ہے۔ جب تم سی کسی کو خوف طلوع صبح کا ہو تو ایک رکعت اور پڑھ لے تاکہ یہ رکعت طاق کردے پہلی نماز کو۔ **وروی** مسلم عن ابن عمران رضی اللہ عنہ ان رجلا۔ نادی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو فی المسجد۔ فقال یا رسول اللہ کیف اوتر صلوۃ اللیل فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من صلے صلوۃ اللیل فلیصل مثنی مثنی فان احس ان تصبح۔ سجد سجدۃ۔ فاوترت لہ ما صلی **یعنی** کسی نے پوچھا یارسول اللہ میں وتر کی نماز کسطرح پڑھوں۔ آپنے فرمایا۔ دو دو۔ جب معلوم ہو کہ صبح ہونیکو ہے۔ تو ایک رکعت اور پڑھ لے۔ پس یہ ایکرکعت پہلی کو طاق کر دیگی اور اسی (توتر لہ ما قد صلی) جملہ حدیث کو امام مالک۔ اور نسائی وغیرہ نے بہی بیان کیا ہے۔ اب فرمائیے۔ کہ یہ ترجمہ (طاق کردے ایکرکعت سی پہلے نماز کو حنفیہ کرام کا خانہ زاد۔ اور ایجاد ہے۔ یا کہ خاتم الانبیا علیہ السلام کی کلام معجز نظام (توتر لہ ما قد صلی) سی مستفاد ہے۔ وحدت رکعت کی۔ صلی رکعۃ واحدۃ سے ہی مستفاد تھی۔ توتر لہ ما قد صلی کا۔ پھر فائدہ ہی کیا۔ **طرفہ تر یہ ہی**۔ کہ اس جملہ والی حدیث کو صاحب رسالہ نے معرض استشہاد میں بیان نہیں فرمایا **قولہ** پھر جب سنایا گیا زاد احمد تسلم فی کل رکعتین۔ وکذا مسلم من ابن عمر۔ تو لکھدیا

Marfat.com

تسلیم کے معنے ہیں السلام علیک ایہا النبی کہنا آہ **اقول** صحیح مسلم کی عبارت
یہ ہے - عقبہ بن حریث کہتے ہیں - سمعت ابن عمر یحدث ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال صلوۃ اللیل مثنی مثنی - فاذا رءیت ان الصبح یدرکک
فاوتر بواحدۃ - قیل لابن عمر ما مثنی مثنی قال ان تسلم فی کل رکعتین
انتہی ص ۷۵ آفتاب نصف النہار سی روشن ہے - کہ یہ قول سرور انبیا صلی اللہ
علیہ وسلم کا نہیں - بلکہ موقوف ابن عمر کا بیان ہی - تسلیم کیا کہ تفسیر راوی ثقہ معتبر
کی ہے - الا انکار احتمال - کہ محتمل دو معنونکا نہیں ہے - انکار بداہتہ ہے - کیونکہ
اسکے معنی سلام بعد الرکعتین کے بھی ہوسکتے ہیں - اور السلام علیک ایہا النبی
کا بھی محتمل ہے - اب ہم **میزان الاعتدال** سے دیکھتے ہیں - کہ ان ہر دو
احتمال سے رجحان کسکو ہی - تو ہمنے دیکھا کہ خود ہی حضرت ابن عمر رض احد المحتملین کو
ترجیح فرما رہے ہیں - **روی مالک** فی مؤطاہ عن عبد اللہ بن دینار ان
عبد اللہ بن عمر کان یقول صلوۃ المغرب وتر صلوۃ النہار انتہی **ورواہ**
محمد ایضاً فی مؤطاہ عن مالک بہذا السند **ورواہ** ابن ابی شیبۃ مرفوعاً
من حدیث ابن عمر بلفظ صلوۃ المغرب وتر النہار فاوتر واللیل **قال**
العراقی مسند صحیح ذکرہ الزرقانی - ہکذا فی التعلیق الممجد **واخرج الطحاوی**
عن عقبۃ بن مسلم قال سالت عن ابن عمر عن الوتر فقال اتعرف وتر النہار -
فقلت نعم - صلوۃ المغرب فقال صدقت و احسنت انتہی پس ماذکر سے ثابت ہوا کہ
حضرت ابن عمر نے صلوۃ الوتر کو بصلوۃ المغرب تشبیہ دی - اور ظاہر ہے - کہ
صلوۃ المغرب تین رکعت بلا سلام ہی - تو وتر بھی ضرور ایسی ہی ہونے چاہیئے - تا
کہ تشبیہ تمام ہو - اور اسی تشبیہ تام پر امام محمد رحمۃ اللہ علیہ جو امام الوقت پلہ درجہ کے
فصیح وبلیغ محاورات عرب سی بہ وجہ اتم ماہر - جنکی فصاحت وبلاغت کی تعریف

امام شافعی جیسے امام الوقت افصح و ابلغ۔ فرماتے ہیں۔ ما رایت احدًا افصح منہ
کان القرآن نزل بلغتہ۔ اور نیز امام شافعی علیہ الرحمۃ کے استاذ ہیں۔ باب منعقد
کرکے اسی حدیث (صلوٰۃ المغرب وتر صلوٰۃ النہار) کو لاکر یہ نتیجہ تحریر فرماتے
ہیں۔ قال محمد و بہذا ناخذ و ینبغی لمن جعل المغرب وتر صلوۃ النہار کما
قال ابن عمر ان یکون وتر اللیل مثلہا لا یفصل بینہما بتسلیم کما یفصل
فی المغرب بتسلیم وھو قول ابی حنیفۃ رحمۃ اللہ انتہی بلکہ یہ روایت عبد اللہ
بن مسعود رض سے بھی ثابت مروی محمد عن عبیدۃ قال قال عبد اللہ
بن مسعود الوتر ثلث کصلوۃ المغرب اور عبد اللہ بن عباس سے بھی مروی
ہے روی محمد عن عطاء بن یسار قال ابن عباس الوتر کصلوۃ المغرب
انتہی فلیحفظ ذلک واحفظہ لکن اس بیان و تقریر میں۔ الحدیث باقی رہا وہ
یہ ہے کہ امام الائمہ بخاری علیہ الرحمۃ نے روایت کیا ہی روی
البخاری عن ابن عمر انہ کان یسلم بین الرکعتین والرکعۃ فی الوتر الخ
سو اسکا جواب قول ذیل میں گزارش ہوتا ہے قولہ روی البخاری عن ابن عمر
انہ کان یسلم بین الرکعتین والرکعۃ فی الوتر حتی کان یامر ببعض حاجتہ
اقول لفظ کان حتی کان یامر میں سہو قلم ہے صحیح حتی یامر ہے) آگے
ابی بکر قسطلانی نے مواہب لدنیہ اور شرح بخاری میں لکھتے ہیں وبیان ہذا
کان ابن عمر یسلم بین الرکعۃ والرکعتین فی الوتر حتی یامر ببعض حاجتہ۔ ق
ہذا ظاہرہ انہ کان یصلی الوتر موصولا۔ فان عرضت لہ حاجۃ۔ فصل
ثم بنی علی ما مضی انتہی قسطلانی علیہ الرحمۃ کے بیان سے ظاہر ہے۔ کہ فعل دائمی
حضرت عمر رض کا یہ تہا۔ کہ وتر موصولا پڑھتے۔ الا احیانا بوقت عروض حاجت و
ضرورت کے کبھی فصل کرتے۔ اور یہاں خود ثابت ہے کہ عروض حاجت اور ضرورت

Marfat.com

کیوقت بسا افعال کردنی وضروری ہی ساقط ورمبدل ہوجاتے ہیں۔ نظائر اور تماثیل اسکے ازبس روشن اور ظاہر ہیں۔ پس ایسا فعل دوام کلی عند المعارضہ حجت متصور نہیں ہو سکتا۔ وهذا الجواب تسليمي والزامي ثانیاً تنزلا بمقتضائے کان یسلم کے کماقیل ہمنے تسلیم کیا کہ یہ فعل ابن عمر کا دائمی اور عادی تہا۔ یعنی آپکی عادت مبارک اور شیمہ کریمہ ایسی ہی تہی۔ کہ وتر بدیں طریق مذکور دوامًا پڑہتے تو حاصل کلام یہ ٹھہرا کہ سرمایہ خیریت دارین کا اتباع معمولات صحابہ کرام کو۔ جوکہ سالک مسالک سیرت احمدیہ علیہ التحیہ کے ہیں۔ مقرر کیا جاوے۔ تو پھر کیوں نہ فعل ابن عمر سے۔ فعل حضرت عمر فاروق رضہ۔ اور علی بن ابیطالب رضہ۔ اور عبد اللہ ابن مسعود رضہ۔ اور عبد اللہ بن عباس رضہ۔ اور ابی بن کعب رضہ۔ اور انس بن مالک رضہ وغیر ذلک۔ کو مرجح جانکر انکے شیمہ کریمہ اور معمولات کو مقتدا اور پیشوائے عمل قرار دیا جاوے۔ ومن ههنا قال الحسن اذا قيل له ان ابن عمر كان يسلم في الركعتين الاوليين من الوتر فقال كان عمر افقه منه وكان ينهض في الثانية بالتكبير ومن تبعه قبل ذلك۔ وقال محمد في موطاه بعد ذكر اثر ابن عمر هذا۔ لسنا ناخذ بهذا ولكنا ناخذ بقول عبد الله بن مسعود وابن عباس رضہ ولا نرى ان يسلم بينهما۔ وقال مالك بعد رواية ان سعد ابن ابي وقاص كان يوتر بعد العتمة بواحدة" ليس على هذا العمل عندنا ولكن ادنى الوتر ثلث انتهى۔ ثالثاً ان صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے عملدرآمد سے قطع نظر کرکے ہم تسلیم کرتے ہیں۔ کہ سیرت کریمہ اور فعل مبارک حضرت عمر کا ہی واجب الاتباع ہے۔ الا مقابلہ سنت سنیہ نبویہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کے۔ تو چراغ پیش آفتاب یا بمنزلہ سراب ہے۔ روى النسائي عن عائشة انه صلى الله عليه وسلم لا يسلم في ركعتي الوتر وروى ايضا عن ابي بن كعب قال كان رسول الله صلى

وما روي عن بعض عمر ان النبي صلى الله عليه وسلم كان يفعل ذلك - فهو متاول۔ قال الطحاوي - فقد ثبت بهذه الآثار التي رويناها عن النبي صلى الله عليه وسلم ان الوتر اكثر من ركعة - ولم يرد في الركعة شيء الا وتاويله يحتمل ما قد شرحنا وبيناه في موضع من هذا الباب انتهى ايضاً ١٢ م

Marfat.com

الله علیه وسلم یقرء فی الوتر بسبح اسم ربک الاعلی۔ وفی الرکعۃ الثانیۃ بقل یاایہا الکافرون وفی الثالثۃ بقل ہو اللہ احد ولا یسلم الا فی اخرہن **وروی الحاکم فی المستدرک** وقال صحیح علی شرط البخاری ومسلم لم یخرجاہ ولفظہ قالت یعنی عائشۃ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوتر بثلث لا یسلم الا فی اخرہن۔ وفی لفظ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یسلم الا فی اخرہن۔ وروی ابو حنیفۃ عن حماد عن ابراہیم عن الاسود عن عائشۃ قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوتر بثلث یقرء فی الاولی بسبح اسم ربک الاعلی الحدیث **ہکذا فی الفتح** اور سوا اس کے اور احادیث بہت ہیں۔ جو کہ تثلیث الوتر کے مؤید ہیں۔ اور اونکا ذکر سابق میں مؤیدات میں گزر چکا ہے **قولہ** اور اس سے صریح عن ابن عمر وابن عباس انہما سمع النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول الوتر رکعۃ من اخر اللیل رواہ احمد ومسلم **اقول** روی الطحاوی عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال الوتر رکعۃ من اخر اللیل۔ ثم قال فذہب قوم الی ہذا۔ وخالفہم فی ذلک اخرون فقال بعضہم الوتر ثلث رکعات لا یسلم الا فی اخرہن۔ وقال بعضہم الوتر ثلث رکعات یسلم فی الاثنین وفی اخرہن **وکان** قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الوتر رکعۃ من اخر اللیل۔ قد یحتمل عندنا ما قال اہل مقالۃ الاولی ویحتمل ان یکون رکعۃ مع شفعۃ قد تقدمہا۔ وذلک کلہ وتر فیکون تلک الرکعۃ توتر المتقدم لہا۔ وقد بین ذلک ما رواہ بعضہم عن ابن عمر۔ ان رجلا سأل النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن صلوۃ اللیل فقال مثنی مثنی فاذا خشیت الصبح فصل رکعۃ واحدۃ۔ توتر لک صلوتک انتہی مختصرا ثم سرد لاثبات المدعی احادیث کثیرۃ۔ **حاصل کلام شیخ** یہی ہے کہ۔ الوتر رکعۃ من اخر اللیل محتمل دو معنوں کا ہے۔ احتمال ہے کہ اسکے معنے یہ ہوں۔ کہ وتر ایک ہی

رکعت فقط ہے۔ اور احتمال ہے کہ یہ ایک رکعت مع ماقبل کے ملکر یہ تمام وتر ہو۔ چنانچہ تو تر لک صلوتک اسی احتمال کو ترجیح دیتا ہے۔ اور نیز وہ جملہ روایات جو کہ درباب تثلیث وتر کے وارد ہوئی ہیں۔ انھیں معنونکے معاضد اور مؤید ہیں۔ پس یہ حدیث محتمل المعنیین کو اپنے اثبات مدعی کے لئے صریح قرار دینا خیر خفا ہیں ہے۔ بلکہ یہ روایت اثبات مدعی میں پہلی روایت سے بھی کمتر ہے۔ فکیف یکون صریحًا **قولہ** روی سعید بن منصور باسناد صحیح۔ صلی ابن عمر رکعتین ثم قال یا غلام ارحل لنا ثم قام و اوتر رکعۃ **اقول** قال الفاضل الکنوی فی التعلیق الممجد۔ ناقلاً عن زرقانی اما روایۃ سعید فمحتملہ انتہٰی پس یہ روایت بھی چونکہ مع الاحتمال ہے۔ صریح فی المقصود نہیں ہے۔ **قولہ** اور عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم گیارہ رکعت پڑھتے تھے۔ یسلم بین کل رکعتین و یوتر بواحدۃ **اقول** طحاوی رحمہ اللہ نے شرح آثار میں لکھا ہے واما قولہا رای عائشۃ یسلم بین کل رکعتین۔ فان ذلک محتمل ان یکون کان یسلم بین کل رکعتین فی الوتر وغیرہ۔ فثبت بذلک ما ذہب الیہ اہل المدینۃ من التسلیم بین الشفع و الوتر۔ ویحتمل ان یکون کان یسلم بین کل رکعتین من ذلک غیر الوتر۔ لیتفق ذلک وحدیث سعد بن ہشام ولا یتضادان۔ مع انہ قد روی عن عروۃ فی ہذا۔ خلاف مارواہ الزہری عنہ انتہٰی۔ ثم سرد الاحادیث۔ طحاوی علیہ الرحمۃ کے بیان سے ظاہر ہے کہ یہ روایت محتمل المعنیین ہے فلم تکن نصًا فی المقصود **قولہ** اور ظاہر ہے۔ کہ گیارہ رکعتوں میں یسلم کے معنے اوسط فی التشہد کے حنفیہ کے نزدیک ہی بن نہیں سکتے **اقول** حنفیہ کرام نے یہ دعوی ہی کب کیا ہے۔ کہ گیارہ رکعت میں

Marfat.com

یسلم کے معنی اوسط تشہد کے ہیں۔ تاکہ اونپر یہ اعتراض وارد ہو۔ بلکہ حنفیہ کے
معنی اور توجیہ۔ طحاوی رحمہ اللہ کی عبارت سے ظاہر ہے۔ **قولہ** راوی کی
تفسیر اور راوی کا قول اگر حنفی حجت جانتے ہیں **اقول** راوی کا قول اور راوی
کی تفسیر علی الاطلاق حجت نہ ہونا حنفیہ کا مذہب نہیں کما مر فیما مر۔ مع انہ
محتمل الوجہین **قولہ** اگر عبارۃ النص کو ترجیح دیتے ہیں **اقول** عبارۃ
النص ہی کہاں۔ لینتج کما فہمت فیما تلونا **قولہ** اگر انصاف کا
خون نہیں کرتے **اقول** انصاف کا خون تو حنفیہ نے کیا کرتا ہے۔ اور کیون
کریں کہ درپئے تطبیق احادیث ہیں **ہاں** اگر ایسے منصف طاعن کا خون
کریں نہیں دریغ کریں تو بعید نہیں **قولہ** اگر اوسے فقیہ مانتے ہیں **اقول**
لا شک فی کونہ فقیہا۔ ولکن عمر۔ وابن مسعود۔ وابن عباس کانوا افقہ
منہ مع ان التطبیق بین قولہ وفعلہ لا یضر فی فقاہتہ **قولہ** اگر اوسی
عاشق اتباع سمجھتے ہیں **اقول** حضرت عمر۔ علی۔ ابن مسعود۔ ابن عباس
ابی۔ زید۔ انس۔ وغیر ذلک مما ثبت عنہم تثلیث الوتر رضوان اللہ علیہم
اجمعین بلکہ جملہ صحابہ کرام عاشقان اتباع اور جان نثار سنت نبویہ علیہ السلام
پر ہیں۔ کون اور کسکی طاقت ہے۔ کہ حضرت عمر۔ علی۔ ابن مسعود۔ اور ابن
عباس وغیرہم کو کہے کہ عاشقان اتباع نہیں۔ حالانکہ وتر تین رکعت ہی پڑھتے
تھے۔ کما ثبت فی محلہ **قولہ** وہ جو محمد بن قرظی سے نہی عن البتیرا کی حدیث
جو مروی ہے۔ الخ **اقول** تبیرا کے ثبوت اور عدم ثبوت پر مدار اثبات تثلیث
وتر کا نہیں۔ تاکہ اوس کے اثبات میں کوشش اور اشتغال کیا جاوے کما عرفتنا
فیما سبق لہذا ابن ہمام نے بعد ذکر حدیث صلوۃ اللیل مثنی مثنی۔ الحدیث
کے کہا ہے فتم المقصود غیر متوقف علی ثبات النہی عن البتیرا انتہی **قولہ**

Marfat.com

ابن حزم نے کہا ہے الی قوله - وقال قد روینا من طریق عبد الرزاق عن ابن
عباس۔ الثلاث بتیرا - یعنی الوتر - فعاد البتیرا علی المحتج بالخبر الکاذب
اقول هذا کذب بحت یکذبه ما رواه الحاکم فی المستدرک - وقال انه صحیح
علی شرط البخاری ومسلم لم یخرجاه - **عن عائشة** مرفوعا کان
رسول الله صلی الله علیه وسلم یوتر بثلث لا یسلم الا فی اخرهن **وفی لفظ**
کان رسول الله صلی الله علیه وسلم لا یسلم فی الرکعتین الاولیین من الوتر -
وما روی النسائی عن عائشة انه صلی الله علیه وسلم لا یسلم فی رکعتی
الوتر - وما رواه ایضا عن ابی بن کعب قال کان رسول الله صلی الله علیه وسلم
یقرء فی الوتر بسبح اسم ربک الاعلی - الی ان قال - وفی الثالثة بقل هو الله احد
ولا یسلم الا فی اخرهن انتهی - ومر تمامه فیما سبق **وما رواه ابو داود**
وغیره مرفوعا - ومن احب ان یوتر بثلث فلیفعل الحدیث - وما رواه الترمذی
عن علی قال کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یوتر بثلث یقرء فیهن الحدیث
قال وفی الباب عن عمران بن حصین - وعائشة - وابن عباس - وابی - وایوب
وعبد الرحمن بن ابزی انتهی - **وما روی البخاری** فی صحیحه عن القاسم
رأینا اناسا منذ ادرکنا - یوترون بثلث الی اخره **وما روی الطحاوی**
عن انس انه قال الوتر ثلث رکعات وکان یوتر بثلث رکعات - **وما اخرج**
الطحاوی عن ثابت صلی بی انس الوتر - وانا عن یمینه - وام ولده خلفنا -
ثلث رکعات لم یسلم الا فی اخرهن **وما** اخرج عن المسور قال دفنا ابا بکر لیلا
فقال عمر انی لم اوتر - فقام وصففنا وراءه فصلی بنا ثلث رکعات لم یسلم الا فی اخر
هن **وما** اخرج عن ابی الزناد عن الفقهاء السبعة - سعید بن المسیب الی اخره کما
مر فیما مر - **و**ما ذکرنا من الاحادیث الموتدة فیما سبق - فهذه الاحادیث

ابن حزم کے جھوٹ نمبر ۱ - کا جواب

Marfat.com

الصحيحة الصريحة فی تثلیث الوتر۔ والآثار المذکورۃ یکذب ابن حزم فی
دعواہ۔ لیت شعری کیف تفوہ بھذا الکلام۔ مع تبحرہ فی اخبار خیر الانام۔ و
توسع نظرہ فی آثار الصحابۃ الکرام۔ ولولا مخافۃ طول المقال۔ لبسطنا
الکلام بسطاً فی الابطال۔ لعلہ لم تقرع سمعہ ھذہ الروایات المرویۃ عن
النقاد الثقات۔ ولم یصل بصرہ الی آثار الابرار والاثبات۔ واللہ یعصمنا عن
الآفات والبلیات **قولہ** ابن مسعودؓ کے اثر ما اجزأت رکعۃ قط الخ **اقول**
اخرج محمد فی کتاب الآثار۔ عن ابن مسعودؓ انہ قال ما اجزأت رکعۃ قط و
اخرجہ فی مؤطاہ ایضاً **واخرج الطبرانی** عن ابراھیم قال بلغ ابن مسعودؓ
ان سعداً یوتر برکعۃ فقال ما اجزأت رکعۃ قط **قولہ** فقد قیل انہ ذکر
رداً علی ابن عباس الخ **اقول** اسکا ضعف قیل سے ہی خود ظاہر ہے۔ اور ما
اخرج الطبرانی سے صاف ظاہر ہے کہ ابن مسعودؓ نے سعد کے رد میں یہ عبارت فرمائی
اور امام مالک علیہ الرحمۃ کو جب یہ اثر سعدؓ بن ابی وقاص کا پہونچا۔ تو انہوں نے فرمایا
لیس علی ھذا العمل عندنا۔ ولکن ادنی الوتر ثلث انتہی یہ عبارت بنی نبائی مؤطا
امام مالک میں ثبت ہے۔ اور ابن عباس کا قول الصلوٰۃ فی حال الخوف رکعۃ
واحدۃ متاول ہے۔ دیکھو نووی کا باب الصلوٰۃ فی السفر **قولہ** وتر کی ایک
ایک رکعت کس کس صحابی کا مذہب ہے۔ خلفاء اربعہؓ ابن مسعودؓ۔ ابن عباسؓ
ابی بن کعبؓ الخ **اقول** فی التعلیق الممجد **قولہ** الوتر ثلث وھو قول عمر و
علی و ابن مسعود۔ و ابی۔ و انس۔ و ابن عباس۔ و ابی امامۃ۔ و عمر بن عبد العزیز
و حذیفہ۔ و الفقہاء السبعۃ۔ و ابن المسیب۔ وھو احد قول الشافعیؒ انتہی
وذکر صاحب التمہید عن جماعۃ من الصحابۃ **روی** عنہم الوتر منہم بثلث۔ لا
یسلم الا فی اخرھن **منہم** عمر و علی و ابن مسعود و زید۔ و ابی۔ و انس

Marfat.com

انتھی ذکرہ بیان صاحب تمہید یعنی ابن عبد البر اور تعلیق المجد سے ظاہر ہے
کہ نیل کے قول سے (اگر اوسکا ہو) نیل مرام حاصل نہیں ہوتا۔ یعنی جبکہ اوس
کے قول کا قول معارض موجود ہے۔ تو پھر عند المعارضہ وہ حجت کیونکر ہو سکتا ہے
اور اس اجمال کی تفصیل طوالت طلب ہے۔ آلامشت نمونہ از خروارے گزارش ہوتا ہے۔
اخرج الحاکم عن حبیب المعلم وسکت عنہ قال قیل للحسن ان ابن عمر
کان یسلم فی الرکعتین الاولیین من الوتر۔ فقال کان عمر افقہ منہ۔ فکان
ینہض فی الثانیہ بالتکبیر انتھی وذکر الطحاوی من طریق المسور
بن المخرمۃ۔ قال دفنا ابا بکر لیلاً فقال عمر انی لم اوتر فقام وصففنا
وراءہ فصلی ثلث رکعات لم یسلم فی اخرھن انتھی ذکرہ الحافظ
ابن حجر فی نصب الرایۃ۔ ان آثار سے فعل حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ۔ کا
تثلیث وتر ثابت ہوتا ہے۔ نہ وحدۃ وتر کی۔ پس قول صاحب سالہ کا کہ عمر اکثر ایک
وتر پڑھتے تھے۔ مطالب بالدلیل ہے۔ وروی الطحاوی بسندہ عن ابن
لھیعۃ عن عبد العزیز بن صالح عن ابی منصور۔ قال سالت عبد اللہ بن
عباس عن الوتر فقال ثلث وایضاً عن ابن لھیعۃ بسند اخر کذلک
وایضاً بسندہ عن ابی یحیی قال سمر المسور بن مخرمۃ وابن عباس الی اخر
ماقال۔ فقال لاصحابہ اتروننی ادرک اصلی ثلثا یرید الوتر الحدیث وقال
محمد فی مؤطاہ وبقول ابن عباس ناخذ انتھی۔ ای فی تثلیث الوتر۔ یہ آثار صاف
دال ہیں۔ کہ ابن عباس تین رکعت وتر پڑھتے تھے وروی الطحاوی
بسندہ عن عبد الرحمن بن یزید عن عبد اللہ بن مسعود قال الوتر ثلث کوتر
النہار صلوۃ المغرب وایضاً بسند اخر مثلہ۔ وقال محمد فی مؤطاہ۔ و
بقول ابن مسعود ناخذ ان آثار سے حال ابن مسعود کا ظاہر ہے۔ کہ وتر تین رکعت ہی

Marfat.com

پڑھتے تھے **قولہ** تابعین اور علماالی آخرہ **اقول** اگر واقعی ایسا ہی ہو۔ تو
صحابہ اور تابعین اور علماء جنکے نزدیک وتر تین رکعت ہیں بکثرت ہیں۔
منہم عمر بن الخطاب۔ علی بن ابیطالب۔ ابن مسعود۔ ابی۔ انس بن مالک۔ ابن
عباس۔ ابی امامہ۔ عمر بن عبدالعزیز۔ حذیفہ۔ ابن المسیب۔ عروہ بن الزبیر
قاسم بن محمد۔ ابی بکر بن عبدالرحمان۔ خارجۃ بن زید۔ عبیداللہ بن عبداللہ
سلیمان بن یسار۔ ذکرہ فی النہایۃ **اور حلبی** نے لکھا ہے واختارہ الثوری
وابن المبارک۔ وھو قول مالک فی کتاب القیام ذکرہ فی المعارضۃ"
انتھی **اور طحاوی** نے لکھا ہے۔ کہ بہت مشائخ اور صالح لوگ جولائق فتوے
اور معتمد علیہ ہیں۔ ان سے بھی تین وتر ہی منقول ہیں **قولہ** امام مالک اور
امام شافعی۔ اوزاعی۔ احمد۔ اسحاق۔ ابو ثور۔ داؤد۔ ابن حزم۔ **اقول**
امام مالک تو اپنی موطا میں بعد ذکر روایت سعد کے فرماتے ہیں قال مالک لیس
العمل علی ھذا عندنا ولکن ادنی الوتر ثلث" اور صاحب **مسوی** لکھتے ہیں
"افراد الرکعۃ مکروہ عند مالک" انتھی۔ اور امام شافعی رحمہ اللہ سے درباب وتر روایت
مختلف ہے ثلث لا یفصل بینہن بتسلیم۔ وثلث بتسلیمتین۔ والقول ان شاء
اوتر برکعۃ۔ وان شاء بتثلیث بتسلیمۃ واحدۃ۔ او بخمس۔ او بتسع۔ او
باحدی عشرۃ۔ کذا فی النہایہ۔ ذکرہ فی التعلیق الممجد **اور جامع ترمذی** میں ہے
والعمل علی ھذا عند بعض اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم والتابعین راوان یفصل
الرجل بین الرکعتین والثالثۃ۔ یوتر برکعۃ۔ وبہ یقول مالک والشافعی
واحمد۔ واسحاق انتھی۔ اس بیان سے ظاہر ہے۔ کہ امام مالک شافعی۔ احمد۔ اسحاق
کا مذہب نہیں ہے۔ کہ وتر صرف ایک ہی رکعت ہے۔ بلکہ انکا مذہب یہ ہے۔ کہ وتر
تین رکعت ہیں۔ الا بتسلیمتین۔ **بایں ہمہ کمال** یہ ہے۔ کہ تین رکعت بیک سلام

نفس الامر اور علماء کے نزدیک جواز +

Marfat.com

سے منکر کوئی نہیں ہے - بلکہ اکثر کو اونکی اولویت میں اتفاق ہے - پس مذہب حنفیہ کرام رح در باب وتر بہت اوثق اور محتاط ہے - **قولہ** بلکہ ابوہریرہ رض نے مرفوعًا روایت کیا ہی لاتوتروا بثلث - اوتروا بخمس او سبع - لاتشبہوا بصلوٰۃ المغرب الی اٰخر اگر کسینے موقوف کہا ہی - تو موقوف آپکے یہاں حجت ہے **اقول** اولًا اس روایت میں نفی تثلیث وتر کی ہی - اور اثبات پانچ - سات کا وحدۃ رکعت کے اثبات کا اسمیں کچھ ذکر ہی نہیں - تاکہ لانا اس حدیث کا آپ کو لئے کچھ سود مند ہو - ثانیًا اس روایت کی معارض ہے - روایت ابوداؤد - نسائی وغیرہ کے جو مرفوعًا مروی ہے - ابی ایوب سے **قال** قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الوتر حق فمن شاء ان یوتر بثلث فلیفعل الحدیث اور نیز اسکے معارض ہی حدیث ابی بن کعب کی جسکو نسائی وغیرہ نے بیان کیا ہی - قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقرء فی الوتر بسبح اسم الی ان قال و فی الثالثۃ بقل ھو اللہ احد - ولا یسلم الا فی اٰخرھن اور نیز اسکے معارض ہے - حدیث عائشہ صدیقہ کی جسکو حاکم نے بیان کیا ہے **وقال** صحیح علی شرط البخاری ومسلم ولم یخرجاہ - قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوتر بثلث لا یسلم الا فی اٰخرھن اور انکے سوا بہت احادیث مرفوعہ و آثار صحابہ جو کہ سابق میں گزر چکی ہیں - اس روایت کے معارض ہیں **راقم اوراق** کہتا ہے - انشاء اللہ تعالیٰ روایت عائشہ صدیقہ رض کی روایت ابوہریرہ رض سے بوجوہات مرجح اور قوی ہر احدہا - ان روایۃ اکثر - بخلاف حدیث ابی ہریرۃ - ثانیہا - ھذہ روایۃ کثیر المخالطۃ للنبی صلی اللہ علیہ وسلم بخلاف روایۃ ابی ہریرۃ - ثالثہا - ان راویہ فقیہ بالاتفاق بخلاف روایۃ ابی ہریرۃ لانہ لم یقل بفقاھتہ بعض الاصولیین - رابعہا - ان روایۃ عائشۃ رضی اللہ عنہا یوافق الحفاظ - بخلاف روایۃ رضی اللہ عنہ - خامسہا - ان روایۃ عائشۃ رض علی شرط

ابوہریرہ کے اثر کا جواب +

بوجوہ ترجیح حدیث عائشہ

التّیخین رواہ البخاری ومسلم۔ کما قال الحاکم فی المستدرک سادسہا۔ روایۃ
عائشۃ مرفوع بالاتفاق بخلاف روایۃ ابی ہریرۃ۔ فانہ قال بعضہم بالرفع
وقال بعضہم بالوقف۔ سابعہا۔ روایۃ عائشۃ موافق للقیاس کما مرّ
بخلاف روایۃ رضی اللہ عنہ ثامنہا۔ ان روایۃ عائشۃ یفسر بفعلہ صلی
اللہ علیہ وسلم بخلاف روایۃ رضی اللہ عنہ تاسعہا۔ انہ لم یعمل بروایۃ احد من
الائمۃ لان کلہم اجمعون یقولون بجواز تثلیث الوتر عاشرہا۔ روایۃ
عائشۃ مخرج فی السنن بخلاف روایۃ ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ وغیر ذلک
من وجوہ الترجیح **قال** الفاضل اللکھنوی فی التعلیق الممجد۔ ومن المعلوم
ان حدیث عائشۃ فی عدم السلام فی الرکعتین مرجح علی حدیث ابوہریرۃ
رضی اللہ بوجوہ لا یخفی علی ماہر الفن۔ ثم ان حدیث ابی ہریرۃ نفی معارض
بحدیث من احب ان یوتر بثلث فلیفعل۔ المخرج فی السنن وھو من اسباب الترجیح
انتہی **قولہ** عراقی نے کہا۔ عائشہ سے صحیح ہوا۔ آہ **اقول** اولا۔ روایات
مسبوقۃ الذکر عائشہ وغیرہ کی اس تصحیح کے معارض صریح ہیں۔ **علاوہ** اس کے
اگر صاحب رسالہ اس روایت کو بسند مسلسل بیان فرماتے۔ تو البتہ ہم اسمیں دل کھولکر
کلام کرتے۔ گول بات کا جواب گول دیا جاتا ہے۔ ثانیا۔ **زرقانی** نے
نقل کیا ہے۔ **روی** ابن ابی شیبۃ مرفوعا من حدیث ابن عمر بلفظ۔
صلوۃ المغرب وتر النہار فاوتروا اللیل قال العراقی مسند صحیح انتہی۔ ذکرہ فے
التعلیق یہ حدیث صریح مرفوع معارض اوس موقوف کی ہے۔ **قولہ** سلیمان بن
یسار سے تین رکعت وتر کا مسئلہ پوچھا گیا آہ **اقول** اولا۔ سلیمان بن یسار کو یہہ
احادیث مرفوعہ اور آثار صحابہ کرام بالتخصیص سنت فعلیہ مرویہ بروایات ثقات۔ اور
آثار صحابہ رضوان اللہ کے نہیں پہونچے۔ کہ ایسا فرمایا۔ ورنہ بعد وصول ان احادیث

عراقی نے کہا عائشہ سے صحیح ہوا کا جواب

سلیمان بن یسار کی روایت کا جواب

Marfat.com

اور خیال صحابہ اور سنت فعلیہ علیہ السلام کے نسبے ایسا فرمانا کب متصوّر تہا۔ ثانیاً۔ جس
طرز و طریق سے صاحب رسالہ بیان فرماتے ہیں۔ مخرج مجہول۔ اور سائل بھی نامعلوم
اثبات مُدعا کے لئے عند المعارضہ یہہ طریق کب قابل تسلیم ہے۔ **طحاوی** نے
اپنی سند سلسل سے بیان فرمایا ہے۔ کہ قراء سبعہ ر اور سُلیمان بن یسار بھی ایک
ونمیں سے ہی) کا درباب وتر عمل تین رکعت پر ہی تہا۔ وتر قبل فرلک **قولہ**
آپ لوگوں نے دیکہا کہ ایکرکعت کی نماز شرع میں کیسی ثابت ہی **اقول** اپنی
جسقدر بیان کیا ہے۔ اوسمیں سی کوئی حدیث مرفوع جس سے وحدت رکعۃ کا
ثبوت نصًّا ہو۔ بیان نہیں فرمائی۔ اگر کسی میں وحدت رکعۃ کا ذکر بھی ہے۔ تو
وہ متأوّل ہے۔ جیسے ماسبق میں گزارش ہوا ہے۔ پہر اس دعوی کو مجرد دعوی
ہی کہنا چاہیئے۔ **قولہ** بلکہ ابن عبّاس سے فرض کے ایکرکعت بہی ثابت ہی۔
اقول نووی نے کہا ہے وقول ابن عباس وفی الخوف رکعۃ متاول۔ امام
شافعی اور مالک اور جمہور نے اسکی تاویل کی ہے علی ان المراد بہ رکعۃ مع الامام۔ وا
رکعۃ اخری یاتی بہا منفرداً وھذا التاویل لا بد منہ للجمع بین الادلۃ انتہی
باختصار۔ پہر جب کہ متاوّل ہے۔ تو اس سے معارضہ کب قائم ہوسکتا ہے۔ فلا یفیدہ
ذکرہ **قولہ** عینی کا قول کہ ایکرکعت شرعی نماز نہیں ہرگز درست نہوا **اقول**
ابتک ایکرکعت شرعی نماز ہونا کہاں ثابت ہوا ہے۔ کہ عینی کا قول ثابت نہو **قولہ**
فائدہ۔ وتروں میں اصل ثابت یہی ہی۔ علی سبیل الاختلاف الانواع کئی طرح ثابت
ہیں۔ ایکرکعت جیسا گزرا **اقول** اوس گزرا یہ جو گزرا وہ بہی معـ...
وحدت کا ثبوت نصًّا کہیں بہی کفوا۔ **قولہ** تین رکعت الا ا سمیں سبح اسم
ربک اور سورہ کافرون اور سورہ اخلاص کی تخصیص سنت ہے خلافاً للحنفیۃ **اقول**
اگر اس تخصیص سے یہ مراد ہے۔ کہ سوا ان سورتوں کے تین رکعت وتر جائز ہی نہیں ہوتے

یا ان میں اور سورتیں مروی نہیں فذلک یردہ **ما رواہ اصحاب السنن الاربعۃ** وابن حبان فی صحیحہ والحاکم فی المستدرک انہ علیہ السلام کان یقرء فی الرکعۃ الاولی بفاتحۃ الکتاب۔ وسبح اسم ربک الاعلی۔ وفی الثانیۃ بقل یا ایھا الکافرون۔ وفی الثالثۃ بقل ھو اللہ احد والمعوذتین **وماروی الطحاوی** بسندہ عن علی قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوتر بتسع سور من المفصل فی الرکعۃ الاولی۔ الھکم التکاثر وانا انزلناہ فی لیلۃ القدر۔ واذا زلزلت وفی الثانیۃ والعصر واذا جاء نصر اللہ وانا اعطیناک الکوثر۔ وفی الثالثۃ قل یا ایھا الکافرون وتبت یدا۔ وقل ھو اللہ احد انتھی۔ وذکر فی عمدۃ الرعایۃ۔ اخرجہ احمد وغیرہ۔ وقد بسط طرق ھذہ الاخبار الحافظ ابن حجر العسقلانی فی تخریج احادیث الاذکار المسمی بنتائج الافکار انتھی **وماقال الترمذی** فی جامعہ قال ابو عیسی **و** روی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قرأ فی الوتر۔ فی الرکعۃ الثالثۃ بالمعوذتین۔ وقل ھو اللہ احد انتھی اور اگر اس تخصیص سے یہ مراد ہے کہ اولی اور مسنون یہ ہے کہ وتروں میں یہی تین سورتیں پڑھی جائیں۔ اتباعا۔ لفعلہ علیہ السلام فی اکثر الاوقات وغالبھا تو خلافاً للحنیفہ کہنا اس اعتبار سے بھی خلاف ہے فی عمدۃ الرعایۃ۔ ویقرأ فی کل رکعۃ منہ ای الوتر الفاتحۃ وسورۃ ای ای سورۃ شاء۔ والاولی الاتباع بما نقل عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم وکان یقرء تارۃ فی الرکعۃ الاولی بسبح اسم ربک الاعلی الحدیث **وقال** الحلبی المستحب ای فی الوتر قراءۃ سبح اسم ربک فی الاولی۔ وقل یا ایھا الکافرون فی الثانیۃ۔ وقل ھو اللہ احد فی الثالثۃ انتھی۔ وھکذا فی الدر والبحر وغیرھما۔

قولہ اور پانچ آہ **اقول** پانچ سات۔ نو۔ کے جواب میں۔ ابن الھمام اور طحاوی

Marfat.com

وغیرہمانے لکھاہے ان ھذا وما بیناکلہ کان قبل ان یستقر امر الوتر۔ انتھے
والعنایۃ لابن الھمام۔ اور اسکی تفصیل **فتح القدیر**۔ اور **طحاوی**۔ اور **مرقاۃ
شرح مشکوٰۃ وغیرہ** سے ملاحظہ کرنی چاہیئے **قولہ** اور یہہ اختلاف الانواع
ہے۔ **اقول**۔ اختلاف رفع یدین عندالرکوع وغیرہ۔ اور اختلاف وضع
الیدین علے الصدر۔ اور تحت السرۃ فی الصلوٰۃ۔ اور اختلاف التیمم ضربتان
اوضربۃ واحدۃ۔ اور اختلاف جلوس فی التشہد۔ اور وغیرہ وغیرہ اختلاف کو
اختلاف الانواع لکھ دیا۔ اور چھٹی ہوئی۔ یہہ امر توآفتاب نصف النہار سے بھی روشن
ہے۔ کہ اختلاف الائمہ رضوان اللہ علیہم کا اسی لئے ہوا۔ کہ روایات مختلفہ وارد ہوئیں
ہیں۔ اور ہرایک نے اپنے قواعد مقررہ کے بموجب احدی الروایتین کو ترجیح دیکر اپنا
معمول قرار دیا۔ تشہد ابن مسعود کو امام علیہ الرحمۃ نے بوجوہات شتی جو کہ مجمل خود
مذکور ہیں۔ اور تشہدوں پر ترجیح دی۔ اور اوسی تشہد کو اپنا معمول ٹھہرایا۔
اور اذان بلال رضی اللہ عنہ کو جو کہ بغیر ترجیع تھے۔ راجح سمجھکر اپنا قرارداد مقرر فرمایا
علی ہذا القیاس۔ اور حج میں مَنْ تَعَجَّلَ فِی یَوْمَیْنِ فَلَا اِثْمَ عَلَیْہِ وَمَنْ تَاَخَّرَ فَلَا
اِثْمَ عَلَیْہِ توخود منجانب شارع کے تخییر مرحمت فرمائی۔ اختلاف الانواع کے کیا
معنے ہیں۔ اور کسی سورہ کا نماز میں پڑہنا۔ تو بمقتضائے فاقرؤا ما تیسر من القرآن
کے قاری مخیر قرار دیا گیا۔ پھر اختلاف الانواع کی کیا صورت۔ اور دعا میں بعد تشہد
کے۔ ثم لیتخیر احدکم من الدعاء اعجبہ الیہ فیدعوا بہ وارد ہے۔ فکیف
اختلاف الانواع۔ اور وتروں میں اگر فمن احب ان یوتر الحدیث کا خیال ہو۔ تو بھی امر
مبحوث فیہ ہے۔ پھر اسکو اثبات اختلاف الانواع کے لئے پیش کرنا۔ شائبہ مصادرہ
علی المطلوب سے خالی نہیں **قولہ** دوسرا اعتراض حنفیہ کا۔ شافعی۔ لاصلوٰۃ میں۔
ایکرکعت کو نماز کہنے پر تقریر اعتراض یہہ ہے۔ لاصلوٰۃ میں نماز کامل مراد ہے اور وہ

Marfat.com

دو رکعت سے کم ہوتی الخ۔ **اقول** ہدایہ کی عبارت مقام ہذا میں یہ ہے۔ والقراءۃ
فی الفرض واجبۃ فی الرکعتین۔ وقال الشافعی رحمہ اللہ فی الرکعات کلہا
لقولہ علیہ السلام لا صلوۃ الا بقراءۃ۔ وکل رکعۃ صلوۃ۔ وقال مالک رحمہ اللہ
فی ثلث رکعات اقامۃ للاکثر مقام الکل تیسیرا۔ ولنا قولہ تعالی فاقرؤا ما تیسر
من القرآن۔ الخ اور شافعی رحمہ اللہ کے جواب میں **صاحب ہدایہ** لکھتے ہیں۔ و
الصلوۃ فیما روی مذکورۃ صریحا۔ فتصرف الی الکاملۃ۔ وھی الرکعتان عرفا کمن
حلف لا یصلی صلوۃ۔ بخلاف ما اذا حلف لا یصلی انتہی حاصل کلام صاحب ہدایہ کا
یہی ہے۔ کہ جب صلوۃ کا لفظ صراحۃً مذکور ہو۔ تو اوسوقت صلوۃ سے عرفاً صلوۃ کاملہ آتی
ہے۔ اور وہ دو رکعت سے کم نہیں ہوتی۔ جیسے کہ کوئی حلف میں کہے۔ لا یصلی
صلوۃً یعنے صلوۃ کا لفظ صراحۃً ذکر کرے۔ تو بدون دو رکعت پڑہنے کے حانث نہیں
ہوتا۔ بخلاف اسکے حالف کہے۔ لا یصلی یعنے صراحۃً لفظ صلوۃ کا ذکر نکرے۔ اگرچہ
ضمن فعل میں ضرورۃً مذکور ہو۔ تو ایکرکعت کا ملہ پڑہنے سے حانث ہوتا ہے۔ آسیر صاحب
رسالہ جواب وہ ہیں یعنی اعتراض کرتے ہیں **قولہ** اول۔ حسب اقرار آپکے ایک
رکعت کا نماز ہونا ہی ثابت ہوا۔ کیونکہ لا یصلی کا مشتق منہ صلوۃ ہے۔ اگر لا یصلی کہنے والے
کی ایکرکعت پڑہنی نماز نہوتے وہ حانث نہوتا **اقول** اس اعتراض میں **ہدایہ**
کی عبارت سے تساہل ہے۔ کیونکہ وہ کہتا ہے کہ جب صلوۃ کا لفظ صراحۃً مذکور ہو۔ تو
اوسوقت صلوۃ سے صلوۃ کاملہ عرفاً مراد ہوتی ہے۔ اور وہ دو رکعۃ سے کم نہیں ہوتی۔ اور
اگر صراحتاً مذکور نہو یعنے ضمن فعل میں مذکور ہو۔ تو اوسوقت اوسکا اطلاق ایکرکعت پر ہوتا
ہے۔ مگر وہ صلوۃ کاملہ عرفاً نہیں۔ جیساکہ مسئلہ حلف میں حلف لا یصلی یحنث
اذا صلی رکعۃ واحدۃ کاملۃ۔ **ومن** حلف لا یصلی صلوۃ یحنث اذا صلی رکعتین
کاملتین انتہی الحاصل **صاحب ہدایہ** اسی امر کی نفی نہیں کرتا۔ کہ لا یصلی کے ضمن

Marfat.com

میں جو صلوٰۃ کہ مفہوم ہوتی ہے۔ اسکا اطلاق رکعت واحدہ کاملہ پر نہیں ہوتا۔
نہیں ہوتا ہے۔ یقال صلی رکعۃ۔ بلکہ وہ نفی اس امر کی کرتا ہے۔ کہ جب صلوٰۃ
بضمن فعل مذکور ہوا۔ اوس سے صلوٰۃ کاملہ عرفی مراد نہیں ہوتی۔ بخلاف
اسکے صراحۃً مذکور ہو **قال صاحب الکفایۃ** فی حاشیۃ الھدایۃ۔ و
الصلوٰۃ متی ذکرت صریحًا ینصرف الی الرکعتین۔ وان لم تذکر صریحًا
تنصرف الی الواحدۃ۔ والسر فی ذلک علی ما قال ابن الھمام فی الفتح۔ الثابت فی
ضمن الفعل ضروری لا یظہر اثرہ فی غیر تحقیق الفعل بخلاف الصریح فانہ
اختیاری یترتب علیہ حکم المطلق فیوجب الکمال انتہی پس صاحب رسالہ
کا یہ اعتراض کہ حسب قرار آپکے ایک رکعت کا نماز ہونا ثابت ہوا۔ محض مسامحت اور تساہل
ہے۔ کیونکہ صاحب ہدایہ خود ثابت کر رہا ہے۔ کہ یصلی کے ضمن میں جو صلوٰۃ
مفہوم ہوتی ہے۔ اوسکا اطلاق رکعت واحدہ پر ضرورتًا ہوتا ہے۔ لکن وہ صلوٰۃ
کاملہ عرفی نہیں۔ اور مبحوث فیہ صلوٰۃ جو کہ حدیث شریف لا صلوٰۃ الا بقراءۃ میں
وارد ہے۔ چونکہ وہ صراحتًا نہ بضمن فعل مذکور ہے۔ اس سے مراد صلوٰۃ کاملہ عرفی
ہے۔ فلا یتم استدلال الشافعی بہ۔ پھر ایک رکعت کا صلوٰۃ کاملہ عرفی ہونا۔
کہاں سے ثابت ہوا تا کہ اعتراض وارد ہو **قولہ** دوم نکرہ نفی کے نیچے مفید عموم ہے
اقول اوسی عموم کا یہ نتیجہ ہے۔ کہ کوئی نماز بدون قرأت صحیح نہیں ہوتی **قولہ**
اور تخصیص کمال بطور آپکے ننخ عموم ہے **اقول** (۱) تخصیص اور عموم میں بڑا
فرق ہے کما مر فیما مر مرارًا۔ (۲) یہاں تخصیص ہی کہاں ہے۔ بلکہ الصلوٰۃ
کے مفہوم کا بیان ہے۔ یعنے جب لفظ صلوٰۃ صراحۃً مذکور ہو۔ اوس سے صلوٰۃ کاملہ
عرفی مراد ہوتی ہے۔ اور وہ دو رکعت سے کم نہیں ہوتی۔ پھر یہ تخصیص ہے۔ یا کہ
مفہوم لفظ ہے **قولہ**۔ تیسرا ایمان کا مدار آپکے یہاں عرف پر ہے۔ اور حنفیونکی

Marfat.com

عرف ایک رکعت کو کامل نماز کہنے کے خلاف ہے۔ پس اونکے نزدیک لا یصلی صلوۃ میں
حالف کا ایک رکعت کے پڑھنے سے حانث ہونا اس امر کا مستلزم نہیں۔ کہ
فی الواقع بھی ایک رکعت کی نماز کامل نہیں ہوتی **اقول** حنفیوں کی عُرف خانہ زاد
نہیں۔ بلکہ عرف شرعی بھی یہی ہے۔ کہ ایک رکعت کو صلوۃ کاملہ شرعًا نہیں
کہتے کما مرّ۔ اور فی الواقع سے اگر فی الواقع حنفی مراد ہے۔ تو اونکے نزدیک فی الواقع
ایک رکعت صلوۃ کاملہ نہیں۔ پھر وُہ حالف صلوۃ غیر کاملہ سے حانث نہوگا۔ اور
فی الواقع شرعی مراد ہے۔ تو بھی اب تک ایک رکعت کا صلوۃ کاملہ ہونا واقع شرعی میں
فی الواقع ثابت نہیں۔ تو بھی وُہ حالف حانث نہوا۔ اگر کوئی اور فی الواقع ہے
تو اوسکا بیان ہونا چاہیئے **قولہ** اس حالف کا حانث نہ ہونا ممنوع ہے **اقول**
مطالب بالسند ہے **قولہ** ۵ لا یصلی صلوۃ میں صلوۃ کا لفظ مکرر ہے۔ پس
دو رکعت کا لا یصلی صلوۃ میں مراد ہونا بباعث تکرار لفظ کے ہے الخ **اقول**
یہ اعتراض مبنی بر عدم ملاحظہ کتب حنفیہ کے ہے **فتح القدیر** وغیرہ میں لکھا ہے۔
اگر کوئی شخص کہے للہ علی صلوۃ۔ تو بھی اوسپر دو رکعت لازم ہوتی ہیں۔ والحال
ان اللفظ غیر مکرر۔ پس معلوم ہوا کہ مدار دو رکعت کا تکرار پر نہیں۔ بلکہ صراحت
لفظ پر ہے۔ فرضًا اگر کوئی۔ لا یصلی صلوۃ۔ صلوۃ کہے تو چاہیئے کہ تین رکعت
پڑھنے سے حانث ہو۔ والحال انہ لیس کذلک **قولہ** صفت کمال کا ازدیاد آپکی
یہاں مشعر اس بات کا ہے۔ ایک رکعت ہی نماز ہوتی ہے **دیکھو** جو آپنے لفظ خداج میں
تاویلیں کی ہیں **اقول** (۱) استقام میں ازدیاد صفت کمال کا ہی کہاں
بلکہ بیان مفہوم لفظ کا ہے کما مرّ (۲) جبکہ ایک رکعت کی نماز کامل عرفی ہونیسے صراحۃً
نفی موجود ہے۔ پھر اوس اشعار کا وجود قائم ہونا چاہیئے لینظر فیہ (۳)
خداج میں کونسی ایسی تاویل ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک رکعت بھی نماز کامل عرفی ہے

Marfat.com

بیان فرمایئے۔ لینظر ویجاب۔ **قولہ** دیکھو چار رکعت کی نماز بدون قراءۃ فاتحہ یا بہ ترک فاتحہ اُخریین میں **اقول** اس مسئلہ کی گفتگو پہلے ہو چکی ہے۔ یہ مقام میں محتاج بجواب نہیں۔ جواب سابق ہی مکتفی ہے۔ **قولہ** طمانیت رکوع وسجود **اقول** امام صاحبؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک طمانینت رکوع وسجود میں منجملہ فرائض کے نہیں۔ لان الرکوع ہو المطلوب بالنص جزءًا للصلوٰۃ وکذا السجود لقولہ تعالیٰ ارکعوا واسجدوا۔ ولا اجمال فیہما لیفتقر الی البیان۔ ومسمیٰہما یتحقق بمجرد الانحناء ووضع بعض الوجہ مما لا یعد سخریۃ مع الاستقبال۔ والطمانینۃ دوام الفعل لا نفسہ فی غیر المطلوب بہ فوجب ان لا تتوقف الصحۃ علیہا بالخبر الواحد۔ والا لکان نسخًا لاطلاق القاطع بہ وہو ممنوع عندنا۔ مع ان الخبر یفید عدم توقف الصحۃ علیہ وہو قولہ علیہ السلام۔ وما انتقصت من ہذا شیئًا فقد انتقصت من صلوتک **وجہ** الاستدلال بہ انہ علیہ السلام سماہا صلوٰۃ۔ والباطلۃ لیست بصلوٰۃ۔ وایضًا لانہ علیہ السلام وصفہا بالنقص والباطلۃ انما توصف بالانعدام۔ فعلم انہ علیہ السلام امرہ بالاعادۃ لیوقعہا مع غیر کراہۃ۔ لا للفساد۔ ولو لم یکن ہذا لما ترکہ صلی اللہ علیہ وسلم بعد اول رکعۃ حتی اتم۔ وتقریرہ صلی اللہ علیہ وسلم من الادلۃ الشرعیۃ۔ ہذا ہو المستفاد من الفتح **الحاصل** قرآن کریم میں طمانیت کا تو کچھ ذکر ہی نہیں۔ اور نہ اوسکا ثبوت کسی آیت سے ہوتا ہے۔ اور حدیث شریف میں جو ہے اوسکا مدلول وجوب ہے یا سنت مؤکدہ۔ تو اسی کے ... میں۔ لہٰذا امام صاحب اور امام محمدؒ فرماتے ہیں۔ کہ اوسکے ترک سے سجدہ سہو لازم آتا ہے علی ما ہو المذکور فی الفتح۔ پس صاحب رسالہ کا یہ اعتراض کہ حسب احادیث جائز نہیں۔ فائز نہیں۔ **قولہ** بلکہ بدون لفظ اللہ اکبر **اقول** تخصیص اسے

لفظ کی مدلول قرآن کریم کا نہیں - بلکہ قرآن کریم میں وربک فکبر
ارشاد ہوا ہے - فکان المطلوب بلفظ النص التعظیم وھو اعم من خصوص اللہ اکبر
وغیرہ بل بای لسان کان بلکہ حدیث شریف میں بھی وتحریمھا التکبیر
وارد ہوا ہے - ومعناہ التعظیم ایضاً ونظیرہ قولہ علیہ السلام امرت أن
اقاتل الناس حتی یقولوا لا الٰہ الا اللہ فلو آمن احد بغیر العربیۃ اوبغیر ھذا
اللفظ جاز- اجماعاً بین العلماء الاسلامیۃ اسی لئے اقوال علماء کے تکبیر تحریمہ
میں مختلف ہیں - امام شافعی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں - کہ افتتاح صلوۃ کیوقت
اللہ اکبر - یا - اللہ الاکبر کہنا ضرور ہے - اور امام ابو یوسف کے نزدیک
اللہ اکبر یا اللہ الاکبر یا اللہ الکبیر اور امام مالک کے نزدیک اللہ اکبر
فقط - اور امام صاحب اور امام محمد رحمہ فرماتے ہیں - کہ مدلول آیت اور حدیث کا
تکبیر ہے - اور وہ عام ہے وتفصیلہ فی کتب الفقہ - الا ان الثابت بالخبر
اللفظ المخصوص فیجب العمل بہ حتی یکرہ لمن یحسنہ ترکہ وھو مقتضی
المواظبۃ - ان لم تقترن بترک یہہ خلاصہ فتح القدیر کا ہے - اور مولوی عبد الحی
صاحب نے اپنے رسالہ اکام النفائس میں لکھا ہے وخلاصۃ المرام فی
المقام انہ لم یقم دلیل قاطع علی اشتراط العربیۃ فی التکبیر لیصح بہ التکبیر
بل ظاھر الآیۃ والاحادیث مطلق لا یفید الا اشتراط الذکر المطلق والاحادیث
الواردۃ فی ھذا الباب القولیۃ والفعلیۃ لا تدل علی اختصاص الذکر بالعربی
بحیث لا یجزئ غیر العربی - بل غایۃ ماثبت منہ ان النبی علیہ السلام اکتفی
علیہ ورغب غیرہ الیہ - وھو انما یثبت الوجوب او السنیۃ لا انہ لا یجزئ
التکبیر بالفارسیۃ - ولو کانت الاحادیث دالۃ علی اختصاصہ بالعربی
اختصاصاً بالغاً الی حد الاشتراط - فالآیۃ معراۃ عن ھذا الاشتراط ولا تصح

Marfat.com

اخبار الاحاد ناسخا لحکم الکتاب ولا مقیدۃ لاطلاق ما فی الباب انتہی بعینہ

ماذکر سے معلوم ہوا۔ کہ مقتضی آیۃ اور احادیث کا فرضیت تخصیص اسی لفظ

نہیں۔ بلکہ غایت ما فی الباب احادیث سی وجوب یا سنیت اسی لفظ کی ثابت

ہوتی ہی۔ واصحابنا یقولون بذلک پہر صاحب رسالہ کا یہہ فرمانا کہ حسب احادیث صحیحہ

جائز نہیں۔ جائز نہیں۔ بلکہ صاحب رسالہ کا فرض منصبی یہہ تہا۔ کہ پہلے اس کی

فرضیت قرآن یا احادیث سی ثابت کرتے۔ پہر حنفیہ پر اعتراض کرنے کے قابل ہوتے

قولہ اور بدون سلام **اقول** صاحب رسالہ فرماتے ہیں۔ کہ نماز سی باہر آنا بدون

سلام آپکے یہاں جائز ہے۔ اور احادیث صحیحہ میں وارد ہے کہ نماز بدون لفظ سلام

کے جائز نہیں۔ یعنے خروج از نماز بلفظ سلام فرض ہے۔ **الا** صاحب رسالہ نے کوئی

ایسی حدیث بیان نہیں فرمائی۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ لفظ سلام کہنا فرض ہے۔ تو کہ

اسکا مستند معلوم ہوتا۔ ہماری اصحاب حنفیہ فرماتے ہیں۔ کہ بلفظ سلام نماز سی باہر آنا

واجب ہے۔ اور عمداً تارک اوسکا مسی اور گنہگار ہے۔ اور لفظ سلام کہنا منجملہ فرائض

کے نہیں۔ اور مستند ہمارا بہت احادیث ہیں **منہا** ما اخرجہ ابوداود بسندہ

عن القسم ابن مخیمرۃ قال اخذ علقمۃ بیدی فحدثنی ان عبداللہ بن مسعود اخذ

بیدہ۔ وان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اخذ بید عبداللہ نعلمہ التشہد فی الصلوٰۃ

فذکر مثل دعاء حدیث الاعمش اذا قلت ھذا وقضیت ھذا فقد قضیت صلوٰتک

ان شئت ان تقوم فقم وان شئت تقعد فاقعد انتہی ص ۱۴۰ **قال** ابن ...

قال النووی اتفق الحفاظ علی انہا مدرجۃ والحق ان غایۃ ...

ان تصیر موقوفۃ والموقوف فی مثلہ لہ حکم الرفع انتہی **ومنہا** ما

اخرجہ الطحاوی بسندہ عن عبداللہ بن عمرو ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا

رفع المصلی راسہ من اٰخر صلوتہ وقضی تشہدہ ثم احدث فقد تمت صلوتہ فلا یعود

بحث سلام سے نماز سے باہر آنا واجب

Marfat.com

لها **واخرجه** ابوداؤد والترمذی۔ والدارقطنی۔ واسحاق قاله حافظ ابن حجر

فی نصب الرایة **ومنها** ما رواه البیہقی عن عطاء قال کان رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم اذا قعد فی اخر صلوته قدر التشہد اقبل علی الناس بوجهه وذلك

قبل ان ینزل التسلیم **ومنها** ما روی عن ابن عباس ان رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کان اذا فرغ من التشہد اقبل علینا بوجهه۔ وقال من احدث حدثا

بعد ما فرغ من التشہد قد تمت صلوته۔ اخرجه ابو نعیم فی الحلیة فی ترجمة

عمرو بن ذر من طریق عن عطاء عنه۔ ورواه من وجه اخر عن عطاء مرسلاً

ومنها ما رواه ابن ابی شیبة من طریق الحارث عن علی اذا جلس الامام فی الرابعة

ثم احدث فقد تمت صلوته فلیقم۔ ذکرها الحافظ ابن حجر **ان احادیث**

سے صاف ظاہر ہے۔ کہ نماز سے باہر آنا بلفظ سلام فرض نہیں۔ اگر فرض ہوتا۔ تو

فقد تمت صلوته حضرت صلی اللہ علیہ وسلم باوصف ترک فرض کے کیسے فرماتے۔

طحاوی علیہ الرحمۃ نے سلام کے نہ فرض ہونیکے احادیث اور دلائل اسکی سوا اور بیان

فرماتے ہیں۔ خوفاً للاطناب ذکر نہیں کئے گئے۔ اگر صاحب رسالہ کو کلام فی الاسناد

ان احادیث کی ہو۔ تو انشاء اللہ تعالی بعد مشاہدہ مستندات کے جواب

گذارش ہوگا۔ اور نیز بوجوہات ذیل لفظ سلام فرض نہیں (۱) جو احادیث کہ

درباب سلام وارد ہیں اخبار احاد ہیں مثبت فرضیت نہیں ہوسکتیں (۲)

اگر سلام فرض ہوتا تو ہاتھ ران پر رکھنی بھی فرض ہوتے لانه صلی اللہ علیہ وسلم قال

انما یکفی لاحدکم ان یضع یده علی فخذه ثم یسلم علی اخیه من یمینه وشماله

والتفریق تحکم واللازم باطل فالملزوم مثله (۳) جناب رسالت مآب صلی اللہ

علیہ وسلم نے نکرنیوالے سلام کو جو اشارہ ہاتھ سے سلام کرتا تھا۔ اعادہ نماز کا حکم نفرمایا

اگر فرض ہوتا تو ضرور اعادہ کا حکم فرماتے (۴) انما یکفی مفید فرضیت کا نہیں

لفظ سلام فرض نہیں +

بلکہ کفایت مطلقہ پر دال ہے جسکے بعد کمال کیواسطے کچھہ احتیاج باقی نہیں **قولہ** ایکہی ضرب سے تیمم کیا اہ **اقول** اخرج الحاکم فی المستدرک والدارقطنی من طریق عثمان بن محمد الانماطی **حدثنا** حرمی بن عمارۃ عن عروۃ بن ثابت عن ابی الزبیر عن جابر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال التیمم ضربۃ للوجہ وضربۃ للذراعین الی المرفقین انتہی۔ **قال** الحاکم صحیح الاسناد ولم یخرجاہ **و** قال الدارقطنی رجالہ کلہم ثقات انتہی ذکرہ الزیلعی فی التخریج **و** اخرجہ البیہقی وقال ہذا اسناد صحیح۔ وقال الذہبی ایضاً اسنادہ صحیح۔ ذکرہ القسطلانی فی شرح البخاری **و** اخرج الحاکم فی المستدرک من طریق ابراہیم الحربی عن جابر قال اصابتنی جنابۃ وانی تمعکت فی التراب فقال اضرب ہکذا و ضرب بیدیہ الارض فمسح وجہہ ثم ضرب بیدیہ فمسح بہا الی المرفقین انتہی وقال اسنادہ صحیح انتہی ذکرہ الزیلعی **و** قال محمد وبہ ناخذ والتیمم ضربتان ضربۃ للوجہ وضربۃ للیدین الی المرفقین۔ وہو قول ابی حنیفۃ انتہی وبہ قال الثوری۔ واللیث بن سعد۔ والشافعی۔ وابن ابی سلمۃ۔ وغیرہم انہ لا یجزیہ الا ضربتان۔ ضربۃ للوجہ۔ وضربۃ للیدین الی المرفقین۔ وبہ قال مالک الا انہ لا یری البلوغ الی المرفقین فرضاً۔ وممن روی عنہ التیمم الی المرفقین۔ عبداللہ بن عمر۔ والشعبی۔ والحسن البصری۔ وسالم بن عبداللہ بن عمر **و** قال الاوزاعی ضربتان۔ ضربۃ للوجہ۔ وضربۃ للیدین الی الکوعین۔ و بہ قال احمد واسحاق وابن راہویہ وداود وطبرانی یہہ خلاصہ نووی اور **تعلیق الممجد** کا ہے۔ **قال النووی** قولہ صلی اللہ علیہ وسلم "انما یکفیک ان تقول ہکذا۔ وضرب بیدیہ الی الارض فنفض یدیہ فمسح وجہہ وکفیہ" فیہ دلالۃ لمذہب من یقول یکفی ضربۃ واحدۃ للوجہ والکفین جمیعاً۔ وللآخرین

Marfat.com

ان يجيبوا عنه بان المراد بها صورة الضرب للتعليم - وليس المراد بيان
جميع ما يحصل به التيمم - **وقد اوجب الله تعالى** غسل اليدين
الى المرفقين فى الوضوء ثم قال تعالى فى التيمم فامسحوا بوجوهكم وايديكم
والظاهر ان اليد المطلقة ههنا هى المقيدة فى الوضوء فى اول الآية
فلا يترك هذا الظاهر الا بصريح انتهى - ان کے سوا اور بہت احادیث اور
آثار - بلکہ دلائل ہیں جنسے تیمم کے لئے دو ضرب کا ہونا ضروری ثابت ہوتا
ہے - الا بخوف طوالت کلام ترک کی گئیں - **زیلعی تخریج** ہدایہ
اور طحطاوی طالب حق ملاحظہ کرے **انتباہ** ہم تسلیم کرتے ہیں - کہ بعض
احادیث میں ایک ضرب کا ذکر ہی وارد ہے - الا اونکی تاویل کما اولہ النووی
ہوسکتی ہے - اور مرجح دو ضرب ہیں - بلکہ اوس سے بھی قطع نظر محتاط
اور خروج عن الاختلاف مذہب **حنفیہ - شافعیہ - مالکیہ - وغیرہ**
میں ہے - کیونکہ دو ضرب سے عدم جواز تیمم کا کوئی قائل نہیں - اور
ایکضرب سے عدم جواز کا قائل ایک بڑا حصہ امت **محمدیہ علیہ السلام**
کا ہے **مولوی عبدالحی صاحب** نے **تعلیق الممجد** میں لکھا ہے
والذی یتحقق بعد غوص الفکر وخوض النظر ترجیح تعدد الضربة
علی توحدھا انتہی **قولہ** رفع یدین کی وہ سنت بھی ادا کرلے جس کے
حقمیں صدہا اخبار اور آثار صحیحہ وارد ہوچکے ہیں - **اقول** مبالغہ ہو تو
ایسا ہی ہو **صاحب سفر سعادۃ** کے مبالغہ پر ہی لوگ متعجب تھے
کہ اوس نے کہا ہے چہار صد خبر و اثر دریں باب صحیح شدہ عشرہ مبشرہ روایت
کردہ اند - کہ لازال ہمیں وال بودہ تا از جہان رحلت کردہ وغیر ازیں ثابت نشدہ انتہی الآیہ اوسی
بڑھکر ہے - اونسی تو چار سو پر حصر کیا - اور صدہا کی کوئی حد ہی نہیں اور طرہ اوسپر صحیحہ کا ہی ساتھ ہے صاحب رسالہ

Marfat.com

لائق بلکہ ضرور تھا کہ دو چار سو اخبار و آثار صحیحہ ذکر کر کے ایسا فرماتے۔ تاکہ مجرد دعوی غیر واقعی اس کلام کو نہ کہا جاتا۔ و انیّ ذلک۔ اس دعوی کے مجرد دعوی بلا دلیل ہونے۔ اور اس مبالغہ کو صرف مبالغہ شاعرانہ غیر واقعی ظاہر کرنے پر ہم کو خوف طوالت اجازت نہیں دیتا۔ اور طول مقال قلم کو روکتا ہے۔ ورنہ انشاء اللہ تعالی جی کھولکر بنیاد اس دعوی کو کما ینبغی ظاہر کرتے۔ الآیار باقی صحبت باقی۔ فی الحال علامہ محمد ہاشم مدنی علیہ الرحمۃ کی کلام پر جو انہوں نے اپنی کتاب **کشف الرین عن مسئلۃ رفع الیدین** میں لکھی ہے۔ اکتفا کیا جاتا ہے کہ ناظر اور منصف کے لئے بس اور کافی ہے حیث قال ھذا الکلام (ای صاحب السفر) مشتمل علی افراط عظیم واجزاء جسیم اذ لا یصح من الاحادیث الدالۃ علی اثبات الرفع اربعمائۃ ولا مایۃ واحدۃ ولا خمسون بل ولا عشرون بل ولا خمسۃ عشرۃ۔ نعم قد حقق الحافظ **الجلال الدین** السیوطی الذی ھو اعلم بالحدیث من الفیروزابادی حتی کان ملقبا بخاتمۃ المحدثین۔ ان رفع الیدین مروی عن ثلاثۃ وعشرین صحابیا انتھی۔ لکن لم یحکم بکون احادیثھم صحیحۃ بل الصحیح منھا یکون نحو الستۃ او السبعۃ او قریبا من ذلک۔ ومن ادعی الزیادۃ فعلیہ البیان بالبرھان اذ الدعوی بلا دلیل لا تسمع علی ان تلک الاحادیث الستۃ او السبعۃ ایضا لا یخلو عن مقال وکلام للمحدثین فی اسانیدھا وما یتعلق بھا کما لا یخفی علی المطلع علی فن الحدیث۔ وما نقلہ الفیروزابادی من العشرۃ المبشرۃ فی دوام فعلہ صلی اللہ علیہ وسلم الی وقت وفاتہ فلم یصح فیہ حدیث واحد فضلا عن روایۃ العشرۃ لہ۔ نعم وقع ذلک فی روایۃ واحدۃ عن ابن حزم مذکورۃ فی سنن البیہقی۔ لکن سندہ غیر صحیح ومن ادعی صحتہ او صحۃ غیرہ فی ذلک فعلیہ البیان انتھی کلامہ اور **شیخ عبد الحق** علیہ الرحمۃ نے **شرح سفر السعادت** میں لکھا ہے۔ مصنف

Marfat.com

درینجا سخن بمبالغہ وراز گرد و از حد در گذشتہ انتہی **قولہ** جسکا کرنا تا آخر روز رحلت جناب رسالتمآب سے ثابت ہے **اقول** یہ صرف دعوی ہی ہے اس ثابت کا بار ثبوت بسند صحیح بذمہ صاحب رسالہ ہے۔ سوا بیہقی کے اور کسی نے اس دوام کو روایت نہیں کیا۔ اور وہ سند ضعیف کیا بلکہ ضعف ہے۔ سند ملاحظہ کر کے ثبوت دوام کا مدعی ہونا چاہیئے **راقم** نے اوس سند کو دیکھا ہے اور **میزان الاعتدال** سے میزان کیا ہے پڑا بھاری ضعف نظر آیا۔ اور نیز عبد اللہ بن مسعود کا قول اور فعل الا اصلی بکم صلوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الحدیث وحسنہ الترمذی اس دوام کا معارض ہے۔ **قولہ** جسکی راوی سترہ اور بیس نہیں بلکہ پچاس تک پہونچ چکے ہیں **اقول** خاتم المحدثین بحر العلوم **امام سیوطی علیہ الرحمۃ** کو باوصف تبحر تام اور احاطہ کتب کثیرہ کے یہ رتبہ حاصل نہیں ہوا۔ کہ رفعیدین کے راوی پچاس تک ثابت کرتے۔ الا آپ۔ مگر اسکا جواب ضرور ہی۔ کہ پچاس صحابہ سے باسناد صحیحہ متصلہ رفعیدین ثابت کریں۔ پھر ہم بھی دیکھینگے کہ یہ جزو آپ کی دعوی کی سچی ہے۔ والا خیر۔ ہماری معاصرین بھائیوں کو تو پانچ۔ شات کی اسناد میں بھی کلام ہے۔ کہ بلا کلام شرائط منضبطہ مقبولہ محدثین اون میں موجود ہیں۔ یا نہیں **قولہ** جسکی اثبات پر وراسات کے نہایت لطیف فقرے راحت بخش ہیں **اقول** اگر فقط عبارت آرائی اور موزونی فقرات ہی راحت بخش ہے۔ تو وہ انشا دلکشا اور فرحت بخش میں بعمدگی موجود ہیں۔ اور اگر اثبات مطلوب۔ مطلوب ہے۔ تو وہ بفضلہ تعالی آپ ہی بخوبی کر رہے ہیں۔ کیا رنگینی عبارت اور موزونی فقرات ہی سند صحیحہ اور ادلہ شرعیہ میں داخل ہے **قولہ** جسکے اثبات میں امیر المومنین **امام بخاری** نے ایک کتاب لکھی ہے **اقول** امیر المومنین خاتم المحدثین امام بخاری علیہ الرحمۃ نے ضرور در باب اثبات رفعیدین دو جزو کا رسالہ لکھا ہے **دارقطنی** نے

Marfat.com

جہر بسم اللہ میں ایک بڑی ضخیم کتاب لکھی ہے ۔ الا آخر کار نتیجہ وہی نکلا۔ جو نکلا۔
بہت حنفیوں نے درباب اثبات عدم رفع اور اثبات عدم وجوب قراءۃ فاتحہ خلف الامام
رسالہ علیحدہ علیحدہ لکھے ہیں۔ علیحدہ رسالہ لکھنا ہی حجت شرعیہ میں داخل ہے۔
قولہ جسکی معارض کوئی دلیل قوی اور برہان مسلم ہونا چاہیئے بھر طور کہ ہو ہو
اقول اگر معارضہ اقامۃ الدلیل علی خلاف ما اقام علیہ الخصم کو کہتے نہیں۔
ہیں۔ تو عبداللہ بن مسعود کی حدیث الا اصلی بکم صلوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم فصلی فلم یرفع یدیہ الا مرۃ۔ رواہ الترمذی۔ قال وفی الباب عن البراء بن
عازب۔ وحدیث ابن مسعود حسن وبہ یقول غیر واحد من اہل العلم من اصحاب
النبی صلی اللہ علیہ وسلم والتابعین وھو قول سفیان واہل الکوفہ۔ موجود ہے
قولہ جسکی نسبت بخاری نے کہا ہے لم یثبت عند اہل العلم عن احد من اصحاب
النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ لم یرفع یدیہ **اقول** بخاری علیہ الرحمۃ کی عبارت
کا مضمون یہ ہے۔ کہ کسی اہل علم کے نزدیک یہ بات ثابت نہیں ہوئی۔ کہ اصحاب
میں سے کسی نے رفع یدین نہ کیا ہو۔ یعنی جملہ اصحاب رفع یدین کرتے تھے۔ عدم رفع کسی
ایک سے بھی ثابت نہیں **ترمذی** لکھتا ہے وبہ (ای بعدم الرفع) یقولہ غیر
واحد من اہل العلم من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم والتابعین۔ یعنی رفع یدین نہ کرنا
بہت اصحاب اور تابعین کا قول ہے۔ اور مولوی **عبدالحیٔ** صاحب تعلیق الممجد میں لکھتے
ہیں والقدر المحقق فی ہذا الباب ھو ثبوت الرفع وترکہ کلیھما عن الرسول صلی اللہ
علیہ وسلم **اور** دوسرے مقام میں اوسی کتاب کے ہے وھو (ای عدم الرفع) مروی
عن ابن مسعود واصحابہ رض انتہی اور **شاہ ولی اللہ** محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ
حجۃ اللہ البالغہ کے صفحہ ۲۰۷ میں لکھتے ہیں فمنہ (ای رفع الیدین) مرۃ وترکہ مرۃ
والکل سنۃ واخذ بکل واحد جماعۃ من الصحابۃ والتابعین ومن بعدھم۔ وھذا
فیہ ان عدم نقل ... باخذ ... [illegible]

احد المواضع التی اختلف فیھا الفریقان اھل الکوفۃ واھل المدینۃ ولکل واحد اصل
اصیل انتھی ان عبارات اور امام بخاری کی عبارت کا ناظر منصف موازنہ کرے **قولہ**
جسکی نسبت بخاری نے کہا ہو قال علی المدینی وکان اعلم اھل زمانہ رفع الیدین حق
علی المسلمین بما روی الزھری عن ابیہ **اقول** علی بن عبد اللہ نے تو یہ کہا
اور طحاوی شرح آثار میں لکھتا ہے ان ذلک رای عدم الرفع ھو الحق الذی لا ینبغی
لاحد خلافہ انتھی **قولہ** جسکی نسبت ابو حمید نے دس صحابیوں میں بیٹھ کر کہا
انا اعلمکم بصلوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پھر تفصیل کی۔ وقت رکوع
وغیرہ میں رفع یدین کو بیان کیا۔ اور کسی نے انکار نہ کیا **اقول** بلکہ اصل لفظ حدیث
کا یہ ہے فقالوا جمیعا صدقت کما نقلہ البخاری فی الجزء اس حدیث طحاوی
نے ۳ اعتراض کئے ہیں (۱) عبد الحمید بن جعفر اس حدیث میں متکلم فیہ ہو (۲)
فان محمد بن عمرو بن عطا لم یسمع ذلک الحدیث من ابی حمید ولا ممن ذکر معہ
فی ذلک الحدیث۔ بینھما رجل مجھول۔ ثم اثبت ذلک (۳) لفظ فقالوا جمیعا
صدقت کا سوا ابی عاصم کے اس حدیث میں اور کسی نے نقل نہیں کیا۔ بلکہ اوروں نے
سوا اس لفظ کے ذکر کیا ہے۔ ثم سرد لاثبات ذلک احادیث متعددۃ **قولہ** جس کا انکار بجز
عاصم بن کلیب سے نفی کا اثر جناب امیر کی مروی اور مثبت حدیث کا مقابلہ نہیں
ہو سکتا **اقول** مقابلہ تو یکطرف بلکہ طحاوی نے کہا ہے وعبارتہ ھذہ۔ فان علیا
لم یکن لیری النبی صلی اللہ علیہ وسلم یرفع ثم یترک ھو الرفع بعدہ۔ الا وقد ثبت عندہ
النسخ انتھی۔ وقال ویضعف ھذہ الروایۃ ایضا انہ روی من وجہ اخر۔ ولیس
فیہ الرفع **ثم** اخرج عن عبد العزیز ابن ابی سلمۃ عن عبد اللہ بن الفضل عن الاعرج
بہ ولم یذکر فیہ الرفع انتھی **انتباہ** راقم اوراق کہتا ہے۔ حدیث جناب امیر المؤمنین
علی کرم اللہ وجہہ کی بھی طرف صاحب رسالہ اشارہ فرماتے ہیں۔ اگرچہ اس حدیث کو صحابہ

Marfat.com

سنن اربعہ اور امام بخاری علیہ الرحمہ نے جزء القراءۃ میں بیان فرمایا ہے
اور بعض نے اس حدیث کی تصحیح بھی کی ہے۔ الا اسکی سند میں عبد الرحمن بن
ابی الزناد عبد اللہ بن ذکوان المدنی ابو محمد ہے۔ صاحب میزان الاعتدال لکھتا ہے
والعهدة عليه۔ عن ابن معين ضعيف۔ روى عباس عن يحيى ليس بشئ وقال
مرة لا يحتج به۔ وقال ابو حاتم وضعفه النسائی وقال احمد مضطرب الحديث
ووثقه مالك وقال ابن عدی هو ممن يكتب حديثه۔ وروى الميمونی عن
احمد بن حنبل ضعيف انتهى باختصار **قولہ** جسکے نہ کرنے پر ابن عمر حصاۃ مارتے
تھے۔ **اقول** ابن عمر اگر حصات مارتے تھے۔ عبد اللہ بن عمار نے رفعیدین
کرنیکے جرم میں اپنے بھائی کو کوڑے مارے کما نقله البخاری فی الجزء اور ابراہیم
نخعی نے جب کہ اون کے پاس علقمہ بن وائل نے رفعیدین کا ذکر کیا فغضب ابراهيم
وقال ما قال۔ ذکره الطحاوی فی شرح الآثار۔ وقال مجاهد صليت خلف ابن عمر
فلم يرفع يديه الا فی التكبيرة الاولى من الصلوة۔ وحمله على السهو سهو۔ من اين
ثبت۔ انه سهوا فعل ذلك۔ بل نقول فعله ابن عمر قبل ان تقوم عنده حجة بنسخه
ثم قامت عنده الحجة بنسخه فتركه وفعل۔ ما ذكره المجاهد كما قاله الطحاوی
ويؤيده ما رواه محمد فی موطاه بسنده عن عبد العزيز بن حكيم قال رأيت ابن
عمر يرفع يديه حذاء اذنيه فی اول تكبيرة افتتاح الصلوة ولم يرفعهما فيما
سوى ذلك انتهى اور حصین راوی کے سہو کا ثبوت بھی بالدلیل القوی
ہے۔ اور ابوبکر بن عیاش ثقہ عابد ذکرہ فی التهذيب فكيف يكون هذا الحديث
معلولا به **قولہ** جسکے باعث ابن الزبیر نے کتنا ناادب علیہ فی عن عثمان کھکر
عبد اللہ بن عامر کو اپنے مکان پر آنیکی اجازت ندی **اقول** اجی! بفضلہ تعالیٰ سرے
سے یہ قصہ ہی ابن زبیر کی نسبت غلط ہے۔ عمر بن عبد العزیز کی نسبت اگر

Marfat.com

کہتے تو مضائقہ نہ تہا امام المحدثین بخاری علیہ الرحمۃ کی جزء القراءۃ

میں یہہ عبارت ہی حدثنا محمد بن یوسف ثنا عبد الاعلے بن مسہر ثنا عبد اللہ

بن العلاء ابن زبیر ثنا عمر بن المہاجر قال کان عبد اللہ بن عامر سأل نے ان استاذن

لہ علی عمر بن عبد العزیز فاستاذنت لہ علیہ فقال الذی جلدا خاہ فی ان رفع

یدیہ ان کنا لنؤدب علیہ نحن غلمان فی المدینۃ فلم یاذن لہ انتہی آپ

فرمائیے کہ یہ قصہ ابن الزبیر کا ہے۔ یا عمر بن عبد العزیز کا۔ ثانیاً عمر بن عبد العزیز

علیہ الرحمۃ چونکہ حاکم وقت تھے۔ اونکا اپنی بارگاہ میں۔ عبد اللہ بن عامر کو بار

نہ دینا۔ کوئی حجت شرعیہ نہیں۔ کہ مثبت احکام قرار دیا جائے۔ حکام اگرچہ کیسے

ہی ہوں اپنی طبیعت کے مختار ومجاز ہیں۔ کیا خالد بن احمد ذہلی امیر بخارا نے

امام الائمہ بخاری علیہ الرحمۃ کو اونے امر کیواسطے جو تعلیم الاطفال تہا

سخت مطعون اور مشتبہ کر کے بخارا سے نہ نکالدیا۔ اور نیز جب امام بخاری ؒ ایسی

حالت میں نیساپور نہضت افزا ہوئے۔ تو امیر نیساپور سے ہی ایسی ہی حرکت

ناملائم سرزد ہوئی۔ چنانچہ بخاری ؒ نے نیساپور سے بھی مفارقت اختیار فرمائی۔ پھر

امراکے ایسے ایسے افعال واعمال کیا حجۃ شرعیہ ہیں۔ کہ اونکو بوقت مناظرہ ثبوت مدعا

میں پیش کئے جاویں **قولہ** میں کہتا ہوں ایسے نکا بیج آج درخت ہو گیا۔ والے

اللہ المشتکی **اقول** میں کہتا ہوں ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔ واللہ ذو الفضل

العظیم۔ واللہ المستعان علی ماتصفون **قولہ** جسکی نسبت عاصم کی روایت میں

اگرچہ ابن مسعود سے کبر فی الاولی ثم لم یعد مروی ہے الخ **اقول** گو کہ عبد اللہ بن

ادریس کی کتاب میں ثم لم یعد ہوا یا نہ ہوا۔ الا اس ثم لم یعد کی ایسی شہرت

ہوئی۔ کہ اکناف عالم اور اطراف جہان میں اسکا بیج درخت چنار ہو گیا۔ وہ بہی کیسا

کہ جسکا سایہ روم وشام وبلخ وبخارا۔ خراسان۔ ترکستان۔ سند۔ وہند میں پہونچا۔ +

Marfat.com

يفعل الله ما يشاء ويحكم ما يريد - على انه قد تابع وكيعاً على هذه اللفظة

عبداللہ بن المبارک کما رواہ النسائی اور یہ لفظ اوروں سے بھی منقول ہے **قوله**

جسکی بارہ میں جابر بن سمرہ کی حدیث سے استدلال کرنیوالے کو لاحظ له عن العلم کہا گیا ہے

اقول ادہر سے تو یہ کہا گیا - اور دوسری طرف سے من حمل احدهما على الاخر فقد

اتى باعظم الاشياء واقبح انواع الجهالة بالسنة کہا گیا - فهذا مساوٍ له بل ازيد

منه **قوله** سچ ہے اگر لاترفعوا ایدیکم کانها اذناب خیل شمس سے استدلال

صحیح تہا - تو حنفی تکبیر اولے اور قنوت عیدین وغیرہ میں رفع یدین کرنا درست نہ کہتے

اقول حنفی ایسے بلید نہیں جو کلام مبارک افصح العرب والعجم کو نہ سمجہیں حضرت

صلے اللہ علیہ وسلم نے اسکنوا فی الصلوٰة فرمایا ہے - لام بقول آپکے عہد میں اصل کی

تو مشارٌ الیہ اسکے وہی مواضع ہیں - جنہیں رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے دیکہا کہ وہ

لوگ رفع یدین کرتے تہے - اور وہ عند الرکوع والرفع عنه وغیرہ تہے - پہر عام

کی نفی کیوں سمجہیں - اسکی جواب اور بہت ہیں طوالت اجازت نہیں دیتی **قوله**

جسکے حق میں ابن سیرین کہتا ہے - انه من تمام الصلوٰة **اقول** دوسری طرف میں

انه من المفسدات للصلوٰة كما هو المروی عن المکحول موجود ہے وکلاهما کما تری

قوله جسکے ثبوت میں احادیث متواترہ موجود ہیں **اقول** تواتر تو ایکطرف مشہور

ہونا بھی ثابت نہیں ہوتا - لان المشهور ما اشتهر فی زمان التابعين كما بين فی

الاصول اور تابعین اس مسئلہ میں از حد مختلف ہیں فکیف التشہی اور عدم رفع مذہب

امام صاحب اور محمد اور ابویوسف اور زفر اور کل اہل کوفہ کا ہے (بلکہ صحابہ بھی ۱۲ منہ) - وبه قال الثوری

والنخعی - وابن ابی لیلی - وعلقمه بن قیس - والاسود بن یزید - وعامر الشعبی و

ابواسحاق السبیعی - وخیثمة - والمغیرة - ووکیع - وعاصم بن کلیب وهو روایة

عن ابی القاسم عن مالك وهو المشهور من مذهبه - والمعمول عند اصحابه ف

Marfat.com

قال الترمذی وبه یقول غیر واحد من اصحاب النبی صلی الله علیه وسلم والتابعین
وهو قول سفیان واهل الکوفة انتهی ذکره العینی فی شرح البخاری **قوله**
جسکے معارضہ میں امام صاحبؒ کا مناظرہ اور امام اوزاعی سے اجتک معلق ہی کوئی اوسے
مسند نہیں کرسکا **اقول** ہمارا بیان انشاء اللہ تعالی اس دعوی کی گردن پر سیف قاطع
ہے کما مرّ فیما مرّ۔ فلینظر ثمّة **قوله** جسکے معارضہ کی نسبت ابن جوزی نے لکھا
ہے ما ابله من حاول معارضة حدیث الزغات بما روی من الاحادیث فی عدمها
اقول دوسری طرف ہیں ما اجهل وابله من ترک السنة الثابتة عن النبی الامی
الکریم بروایة ثقات واخذ به الصحابة ومن دونهم رضوان الله علیهم
جوابدہ ابن جوزی کے ہے **قوله** قیام کیوقت سینہ پر ہاتھ باندہے جیسے **صحیح ابن**
خزیمہ میں ثابت ہوا ہے۔ اور اسکا مخالف اثر مسند احمد اور بیہقی اور ابوداود میں
بروایت اعرابی الی قولہ قابل حجت نہین **اقول** اولاً اسحدیث امیر المؤمنین علیؓ
کو اگرچہ معنًی مرفوع ہے۔ ہم کب کہتے ہیں کہ اسکے مقابل میں ہے۔ بلکہ حدیث مرفوع
لفظاً و معنًا جس سے وضع الیدین تحت السرة کا ثبوت وافی اور کافی ہے موجود ہے
اخرج ابن شیبة عن وکیع عن موسی بن عمیر عن علقمة بن وائل بن حجر عن ابیه
قال رأیت رسول الله صلی الله علیه وسلم وضع یمینه علی شماله فی الصلوة تحت
السرة انتهی۔ وسنده جید۔ ورواته کلهم ثقات۔ فوکیع احد الاعلام۔ وموسی
وثقه ابو حاتم واخرج له النسائی۔ وعلقمة بن وائل بن حجر اخرج له البخاری فی کتاب
رفع الیدین ومسلم والاربعة۔ ووثقه ابن حبان فهو شاهد للحدیث علی کذا فی تخریج
احادیث الاختیار شرح المختار لقاسم بن قطلوبغا۔ والقول بان علقمة لم یسمع عن
ابیه لانه ولد بعد وفات ابیه ضعیف۔ والصحیح ان المولود بعد ابیه اخوه عبد الجبار
واما علقمة فقد حدث عن ابیه وسمع منه کما لا یخفی **ذکره الفاضل** اللکنوی

Marfat.com

راقم اوراق کہتا ہے قال الترمذی فی جامعہ۔ وعلقمہ بن وائل بن حجر سمع
من ابیہ وھو اکبر من عبد الجبار ابن وائل وعبد الجبار بن وائل لم یسمع من ابیہ
انتھی ص۱۸۲ ج۲ اور ترمذی نے لکھا ہے والعمل علی ھذا من اھل العلم من اصحاب
النبی صلی اللہ علیہ وسلم والتابعین ومن بعدھم یرون ان یضع الرجل یمینہ علی
شمالہ فی الصلوٰۃ۔ ورای بعضھم ان یضع فوق السرۃ۔ ورای بعضھم تحت السرۃ
وکل ذلک واسع عندھم انتھی وضع علی الصدر کا ذکر ترمذی نے نہیں کیا۔
کسیکا مذہب ہی یا کسیکا عمل ہے۔ **قولہ** جیسے پہلے تشہد میں مردوں اور عورتوں
کو جلوس علی الیسریٰ اور نصب الیمنیٰ کا حکم ہے۔ اور دوسرے میں تورک **اقول**
اخرج مسلم بسندہ عن عائشۃ قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یفتتح
الصلوٰۃ الی ان قالت وکان رسول اللہ یفترش رجلہ الیسریٰ وینصب رجلہ
الیمنیٰ الحدیث **وروی** النسائی بسندہ عن عبد اللہ بن عبد اللہ بن عمر عن ابیہ
قال من سنۃ الصلوٰۃ ان ینصب القدم الیمنیٰ واستقبالہ باصابعہ القبلۃ والجلوس
علی الیسریٰ **وروی** البخاری فی صحیحہ بلفظ ان سنۃ الصلوٰۃ ان تنصب
الیمنیٰ وتثنی الیسریٰ الحدیث **واخرج** الترمذی عن وائل بن حجر قال
قدمت المدینۃ قلت لانظرن الی صلوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلما جلس
یعنی التشہد افترش رجلہ الیسریٰ ووضع یدہ الیسریٰ علی فخذہ الیسریٰ و
نصب رجلہ الیمنیٰ **و** قال حدیث حسن صحیح والعمل علیہ عند اکثر اھل العلم
وھو قول سفیان الثوری وابن المبارک واھل الکوفۃ انتھی **واخرج**
ابوداؤد واحمد فی حدیث المسیٔ صلوٰتہ انہ قال لہ علیہ السلام فاذا جلست فاجلس
علی فخذک الیسریٰ **وروی** مالک فی موطاہ انہ سمع عبد اللہ بن عمر یقول سنۃ الصلوٰۃ
ان تنصب رجلک الیمنیٰ وتثنی رجلک الیسریٰ الحدیث **وروی** مالک

Marfat.com

عن عبد اللہ بن دینار انہ سمع عبد اللہ بن عمر صلی الی جنبہ رجل فلما جلس الرجل
فی اربع تربع وثنی رجلیہ فلما انصرف عبد اللہ عاب ذلک علیہ فقال الرجل
فانک تفعل ذلک فقال عبد اللہ بن عمر انی اشتکی یعنی میں بیمار ہوں راقم
اوراق کہتا ہے ہذا صریح فی عدم التورک فی الجلوس فی التشہد الاخیر و
اعترف بہ القسطلانی الشافعی فی شرح البخاری حیث قال نعم فی حدیث عبد اللہ
بن دینار المروی فی الموطا التصریح بان جلوس ابن عمر المذکور کان فی
التشہد الاخیر انتہی وروی عن ابن مسعود ان رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم علم التشہد فکان اذا جلس فی وسط التشہد وفی اخرہا جلس
علی ورکہ الیسری الحدیث القاری فی شرح المسند للامام ابی حنیفۃ رح
عرہ ۲ ہذا ایضا صریح فی الباب یہ جملہ احادیث باطلاقہ اس پر دال ہیں کہ ہر دو جلوس
برابر ہیں۔ اور حدیث ابو حمید کی جسمیں جلسہ اول اور دوم میں تفریق ہی حملوا
اصحابنا علی العذر وعلی بیان الجواز وضعفہ الطحاوی باجمذکورہ
فی معانی الاثار راقم اوراق کہتا ہے۔ حدیث ابو حمید کو امام الائمہ بخاری علیہ الرحمۃ نے
اپنے رسالہ رفعیدین میں چار طریق سے بیان فرمایا ہے۔ پہلے اور دوسرے طریقمیں
عبد الحمید بن جعفر ہے اور وہ متکلم فیہ ہے میزان الاعتدال میں لکھا ہے
وقد نقم علیہ الثوری خروجہ مع محمد بن عبد اللہ۔ وقال ابو حاتم لا یحتج بہ۔ ق
قیل کان یرمی بالقدر۔ قال علی المدینی کان یقول بالقدر وکان سفیان
یضعفہ انتہی۔ گو کہ بعض نے توثیق بھی کی ہے۔ الا اوسکی ضعف کے قائل بہت ہیں
اور طریق سوم میں فلیح بن سلیمان ہی۔ یہ بھی متکلم فیہ ہے میزان الاعتدال
میں لکھا ہی قد قال ابن معین وابو حاتم والنسائی لیس بالقوی۔ وقال ابو حاتم سمعت
معاویۃ بن صالح۔ سمعت یحیی بن معین یقول۔ فلیح بن سلیمان لیس بثقۃ۔ و

Marfat.com

لا ابنیه وروے عثمان بن سعید عن یحییٰ ضعیف وروے
عباس عن یحیی لا یحتج به ۔ وقال الساجی فیهم وانه کان من اهل الصدق ۔ وروی
عن ابن معین عن ابی کامل قال کنا نتهمه لانه کان یتناول من اصحاب النبی
صلی الله علیه وسلم ۔ وقال ابو داؤد ولا یحتج بفلیح ۔ وقال الدارقطنی یختلفون
فیه ولا باس به ۔ انتهی باختصار اگرچہ بعض نے اسکی توثیق بھی کی ہے ۔ الا آمین
کلام کا یہ حال ہے اور طریق چہارم میں یونس بن بکیر ہے ۔ وہ بھی متکلم فیہ ہے
صاحب میزان الاعتدال لکھتا ہے قال ابو داؤد ولیس بحجة عندی یاخذ
بکلام ابن اسحاق فیوصله بالحدیث و قال النسائی لیس بالقوی ۔ وقال العجلی
کان یونس علی المظالم بجعفر بن ابی داؤد بن بکر ضعیف الحدیث ۔ وقال العجلی
هو وابنه بکیر بعض الناس یضعفونهما ۔ وقال ابن المدینی قد کتبت عنه
ولیس احدث عنه و قال محمد بن عثمان بن ابی شیبة ۔ قال لی یحیی لا استحل
الروایة عنه انتهی باختصار اگرچہ اسکی توثیق بھی بہت نے کی ہے ۔ اور حدیث ابو حمید
کو نسائی نے بھی روایت کیا ہے ۔ اوسکی سند میں بھی عبد الحمید بن جعفر ہے ۔ اور
اسی حدیث ابو حمید کو امام الائمہ بخاری علیہ الرحمۃ نے اپنی صحیح میں دو جگہ بیان
فرمایا ہے ۔ اول افتتاح الصلوۃ میں یہاں موصول نہیں ۔ دوم سنۃ الجلوس میں
یہاں موصول ہی ۔ اوسکی سند میں حدثنا خالد عن سعید ہے ۔ اور یہ سعید ابن ہلال
اللیثی المدنی ہے نبه علیه القسطلانی فی شرح البخاری ۔ قال ابن حزم الظاهری
ضعیف وحکی الساجی عن احمد انه اختلط ذکره فی التقریب و واضح ہو ناظرین کرام
اسقدر گفتگو باتباع صاحب رسالہ کے لکھی گئی ۔ کہ آپ نے بات بات پر حنفیہ کرام پر اعتراض
کر دیتے ہیں ۔ اور کہہ دیتے ہیں کہ فلاں راوی منکر ہے ۔ اور فلاں راوی کا سماع ثابت نہیں
اور فلاں راوی مختلف فیہ ہے اور فلاں متکلم فیہ ہے ۔ ورنہ ہم کجا اور ان لوگوں کی شان

Marfat.com

بلیغ اور مراتب علیا کجا۔ الحاصل یہ حدیث ایسی صحیح نہیں۔ کہ کسی کو اسمیں کلام نہو۔ اور عند الاحتیاج پیش کر کے حنفیہ کو الزام ترک سنت ثابتہ کا لگایا جاوے۔ جیسے کہ صاحب رسالہ فرماتے ہیں۔ اور احادیث مذکورہ پر اسکو ترجیح دی جاوی۔ مع ان ذلک معمول کثیر من اهل العلم لا الحنفیه خاصة **وایضًا** یعارضه حدیث ابن عمر المذکور فی الموطا۔ وحدیث ابن مسعود الذی رواه احمد وقد مر کلاهما قبیل ذلک والله اعلم بالصواب رہی **تفریق** مردوں اور عورتوں کی سو اسکو **مولوی عبدالحی** صاحب نے سعایہ شرح وقایہ میں بیان فرمایا ہے۔ ملاحظہ کرنا چاہئے **قولہ** نہ یہ کہ ان لا الہ میں اوٹھائے اور الا اللہ میں کھڑے جیسے بدون دلیل بعض کرتے ہیں۔

اقول قال صاحب مواهب الرحمن فی متنه۔ ووضع یدیه علی فخذیه و بسط اصابعه واشار فی الصحیح۔ ثم المعتمد عندنا ان لا یعقد یمناه الا عند الاشارة لاختلاف الفاظ الحدیث واضافة العباد۔ وبما اخترنا یحصل الجمع بین الادلة۔ فان بعضها یدل علی ان العقد اولی من وضع الید علی الفخذ۔ و بعضها یشیر الی ان لا عقد اصلا مع الاتفاق علی تحقق الاشارة۔ واختار بعضهم انه لا یعقد ویشیر وبعضهم انه لا یعقد الا عند قصد الاشارة۔ ثم یرجع الی ما کان علیه وفی الصحیح المختار عند جمع من اصحابنا انه یضع کفیه علی فخذیه ثم عند وصوله الی کلمة التوحید یعقد الخنصر والبنصر ویحلق الوسطی والابهام ویشیر بالمسبحة رافعًا لها عند النفی۔ ویضعها عند الاثبات ثم یستمر علی ذلک لانه ثبت العقد عند الاشارة بلا خلاف انتهی **نصلہ القاضی فی تزیین الاشارة** راقم اوراق کہتا ہے نسائی عبدالرزاق وغیرہ کی روایت میں وارد ہے۔ وضع یدیه علی فخذیه ثم اشار باصبعه ... ثم کا جو کہ مفید تراخی کا ہے۔ یہ ہے کہ عقلاً۔ اور اشارةً بعد الوضع ہو۔ پس یہ ... کہنا مدلل نہیں **قولہ** چوتھی رکعت میں قعدہ ہو گیا

اور کھڑا ہو گیا۔ اور پانچویں رکعت پڑھ کر سجدہ سہو نکال لیا۔ **اقول** اس باب
میں کوئی حدیث نصًا بیان ہونی چاہیئے۔ کہ قعدہ اخیرہ ہو کر پانچویں رکعت بھی
پڑھ لے تو اوسکی نماز درست اور صحیح ہو جاتی ہے۔ **بخاری وغیرہ** کی یہہ حدیث
صلی خمسًا فقیل له الحدیث۔ لیس نصًا فی ذلک بلکہ محتمل وجہیں ہے۔ محتمل ہے کہ یعنے حضرتؐ
قیام الی الخامسہ بلا قعدہ اخیرہ کے ہو۔ اور محتمل ہے کہ قیام الی الخامسہ بعد قعود
اخیر ہو۔ **قال** الشیخ عبد الحق دہلوی رح فی اللمعات شرح المشکوٰۃ۔ لفظ الحدیث
یصدق مع ترک القاعدۃ ومع فعلها۔ والثانی ارجح واقرب لانه صلی الله علیه وسلم
لم یکن یترک القعدۃ الاخیرۃ لکونها رکنًا فجواز الصلوۃ علی تقدیر ترک بعید
فهذا الحدیث مخصوص بفعل القعدۃ الاخیرۃ انتهی۔ اس دعوی کے اثبات کے لئے
صاحب رسالہ مطالب بالدلیل ہیں پہلے کوئی حدیث صحیح جو نص فی الباب ہو تلاش
کریں۔ پھر اعتراض کریں **قولہ** یا کسی نمازی نے صبح کی ایک رکعت جسمیں آمین بالجہر
کہی تھی **اقول** قال امیر حاج فی الحلیۃ السر هو السنۃ وبه قالت المالکیۃ و
قال النووی قد ورد فی السنۃ ما یشهد لکل من المذهبین انتهی۔ ورجح مشایخنا
السر۔ وقال شیخنا ابن الهمام ولو کان الی شیء لوفقت بان روایۃ الخفض یراد
بها عدم القرع العنیف۔ وروایۃ الجهر بمعنی قولها فی زیر الصوت وذیلها انتهی
ذکرہ فی التعلیق **قولہ** پھر سورج نکل آیا آہ **اقول** روی الجماعۃ الا البخاری
من حدیث موسی بن علی بن رباح عن ابیه عن عقبۃ بن عامر الجهنی قال ثلاث
ساعات کان رسول الله صلی الله علیه وسلم نهانا ان نصلی فیهن حین تطلع
الشمس بازغۃ حتی ترتفع وحین یقوم قائم الظهیرۃ حتی تمیل الشمس وحین
تضیف الشمس للغروب حتی تغرب انتهی۔ بحذف البعض **وروی** مسلم
من حدیث ابی امامۃ عنه وفیه فقلت یا رسول الله اخبرنی عن الصلوۃ قال

Marfat.com

صل الصبح ثم اقصر عن الصلوۃ حین تطلع الشمس حتی ترتفع فانہا تطلع بین
قرنی شیطان و حینئذ یسجد لہا الکفار الحدیث **وروی** البخاری قال
قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا طلع حاجب الشمس فاخروا الصلوۃ حتی ترتفع
الحدیث **و** روی البخاری من حدیث ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم اذا ادرک احدکم سجدۃ من صلوۃ العصر قبل ان تغرب الشمس فلیتم
صلوتہ - و اذا ادرک سجدۃ من صلوۃ الصبح قبل ان تطلع الشمس فلیتم صلوتہ
انتہی حدیث **اول - دوم - اور سوم** کا مدلول یہہ - کہ عند الغروب والطلوع
نماز ممنوع اور حرام ہے - اور حدیث **چہارم** کا مدلول جواز صلوۃ ہے **فتعارضا** - لہذا
محتاج بتطبیق ہوئیں - ہماری نزدیک چونکہ عام و خاص ہر دو قطعی مساوی ہیں - پس
ہمارے اصحاب نے دفع تعارض میں فرمایا - فقالوا انما وقع التعارض بین ہذا الحدیث
(یعنی ابو ہریرۃ) وبین التی وردت فی النہی فی الاوقات الثلثۃ - فرجعنا الی القیاس
کما ہو حکم التعارض والقیاس رجح ہذا الحدیث فی صلوۃ العصر وحدیث النہی
فی صلوۃ الفجر - واما سائر الصلوۃ فلا یجوز فی الاوقات الثلثۃ لحدیث النہی
اذ لا تعارض لحدیث النہی فیہا - واول الشافعی رحمہ اللہ بوجہ لاح لہ وغیرہ بغیرہ
وللطحاوی فیہ مسلک اخر ذکرہ فی معانی الآثار فلینظر ثمہ **قولہ** ہر رکعت میں قراءۃ
پڑھنے کے دلائل احادیث مرفوعہ سے تمام ہوئی **اقول** کلام وجوب میں تھی - کہ ہر رکعت
میں فرض ہے یا نہیں - سو اوسکی فرضیت کا ثبوت جیسا ہو نظارین پر روشن ہے
باقی خیر **قولہ** امام بخاری نے ابو سعید سے روایت کیا کہ جناب رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم پہلی رکعت کو لنبا کرتے تھے آہ **اقول** اولاً - پھر اس سے کہاں ثابت ہوا کہ
مدرک فی الرکوع کی رکعت معدود نہیں ہوتی - ثانیاً - یہ کہاں سے ثابت ہوا کہ حضرت صلی
اللہ علیہ وسلم اس غرض سے رکعت پہلی کو لنبا فرماتے تھے - بلکہ ہم کہتے ہیں کہ یہ فعل حضرت

(+) [handwritten marginal note, illegible]

Marfat.com

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا واسطے تعلیم اور تفہیم کے تھا کہ پہلی کو دوسری پر قدرے
کیا جاوے **قولہ** حنفیہ پر اتمام حجت کے لئے چند آثار اس مسئلہ کے باب میں پیش
کرتا ہوں الخ **اقول** حجت کا لفظ یاد رہے) اور آثار کی حجۃ کا حال میں
گزارش کرتا ہوں۔ کہ حجت تمام ہی یا ناقص **قولہ** قال بسندہ عن عبد الرحمن
الاعرج عن ابی هريرة قال اذا ادركت القوم ركوعا لم تعتد بتلك الركعة
اقول بخاری علیہ الرحمۃ نے اس جزء القراءت میں بیان فرمایا ہے **صاحب رسالہ**
نے پوری سند اس اثر کی بیان نہیں فرمائی۔ اور وہ یہ ہے **حدثنا** محمود قال حدثنا البخاری
قال حدثنا معقل بن مالك قال حدثنا ابو عوانة عن محمد بن اسحاق عن
عبد الرحمن الاعرج عن ابی هريرة قال اذا ادركت القوم ركوعا الخ **اب**
گزارش ہے اولاً یہ حدیث مرفوع نہیں۔ ابوہریرہ کا اثر ہے۔ فلا حجۃ فیہ
اور وہ جو صاحب رسالہ نے فرمایا ہے کہ صحابی کا قول حنفیہ کے نزدیک حجت ہی علی
الاطلاق صحیح نہیں کما مر مرارًا ثانیاً معقل بن مالک جو اس سند میں ہے متکلم فیہ ہے
قال الازدی وغیرہ منکر الحدیث وذکرہ ابن حبان فی الثقات۔ ذکرہ فی
میزان الاعتدال۔ ثالثاً محمد بن اسحاق بھی اسکی سند میں ہے۔ اور اسکا حال ماسبق
میں گزارش ہوچکا ہے اور نیز **قسطلانی** علیہ الرحمہ نے **مواہب لدنیہ** کے ص ۱۶۶
میں لکھا ہے وقد تمسك بحديث عبد الله بن ابی عامر هذا من قال بوجوب السكوت
عليه صلى الله عليه وسلم لكن فی اسناده محمد بن اسحاق وقد رواه بالعنعنة
وهو مدلس۔ والخصائص لا يثبت الا بدليل صحيح انتهى۔ رابعاً اس اسناد میں
عبد الرحمن الاعرج ہے وہ بھی متکلم فیہ ہے۔ قال ابن المدینی لا یکاد یعرف ذکرہ
فی المیزان پس اب آپ ہی انصاف فرمائیے۔ کہ باوصف اتنی مقام کے حنفیہ پر اتمام حجت کا
ہوا۔ یا کہ حجت ناقص بلکہ انقص ہی ہی۔ اور نیز آپکی شان تحقیقات سے بعید ہے

Marfat.com

کہ ایسے متکلم فیہ اثر کو بوقت معارضہ آپ پیش کریں۔ اور اوسکا نام حجت کیا بلکہ تمام الحجہ رکھیں۔
قولہ قال قال ابو سعید الخ **اقول** اسکی اصل اسناد میں عوام بن حمزۃ المازنی
ہیں اور وہ متکلم فیہ ہے روی عباس عن یحیی لیس حدیثہ بشئ وقال احمد لہ مناکیر
وقال ابن عدی ارجو انہ لا باس بہ انتھی ذکرہ فی المیزان اور بی بی عائشہ رضی اللہ
عنہا کا اثر بے سند ہی لو کان لنظرنا فیہ **قولہ** پس عدم اعتداد رکعت کا جس میں کوئی
نمازی بدون قرارت امام ہی رکوع میں ملا جمہور کا مذہب ہوگا **اقول** یہہ مذہب جمہور
کا صرف خیال اور وہم ہے۔ ابن عبد البر نے اپنے شرح استذکار میں لکھا ہے
قال جمہور الفقہاء من ادرک الامام راکعاً فکبر وامکن یدیہ من رکبتیہ قبل
ان یرفع الامام راسہ فقد ادرک الرکعۃ ومن لم یدرک ذلک فقد فاتتہ الرکعۃ
ومن فاتتہ الرکعۃ فقد فاتتہ السجدۃ ای لایعتد بہا۔ ھذا مذہب مالک والشافعی
وابی حنیفۃ واصحابہم والثوری والاوزاعی وابی ثور واحمد واسحاق وروی ذلک
عن علی وابن مسعود وزید وابن عمر وقد ذکرنا الاسانید عنہم فی التمہید انتھی
جمہور کا مذہب یہہ ہی یا کہ جو آپنے خیال فرمایا **قولہ** اور بعض اہل ظاہر اور ابن خزیمہ
نے تو اس مسئلہ میں صاف فتوی دیا ہی الخ **اقول** بہت اقوال اصحاب ظواہر
کے مخالف اہل سنت وجماعت کے ہیں وانہا صریحۃ البطلان۔ کما مرت الاشارۃ فی
ابتداء الکتاب فلیکن ھذا القول منہا فکیف الاستدلال بہ۔ والنسبۃ الی ابن
خزیمہ مطالبۃ بالدلیل وتصحیح النقل الصریح ولیس فی صحیحہ مایدل علیہ۔ کذا قالہ
الفاضل الکھنوی **قولہ** اور عبد الرحمن الاعرج کے مخالف۔ عبد الرحمن بن اسحاق کا اثر
ابو ہریرہ سے اگر کوئی پیش کرنا چاہیے تو یہہ بھی سن رکھنا چاہیئے **اقول** یہہ بھی سن
رکھنا چاہیے کہ بہرحال عبد الرحمن الاعرج کے اثر سے قوی ہے۔ علاوہ براں اسکی مؤید
مذہب جمہور کا ہے یہہ راجح ہوا **قولہ** دال جواب حدیث میں بشر بن معاذ کی

Marfat.com

اقول اس حدیث کا ضعف مستلزم ضعف اصل مسئلہ کا نہیں بل المجھوں ب
دلائل اخر واضحۃ من ھذا فان لم یثبت ھذا فلا ضرر وقد مر فیما مر **قولہ**
دوسرا جواب ابوہریرہ کی یہہ حدیث حقیقت میں یہہ حدیث ہے اذا ادرک الی آن
قال اس روایت میں رکوع کی پہلی رکعت کا لفظ ہے **اقول** اس میں نہ سہی
اور احادیث صحیحہ میں رکوع کا لفظ موجود ہے کما مر فی اول ھذہ المسئلۃ فلا ضرر بہ
قولہ ۳ جواب جمعہ کی تقیید آپکے تقریب کو تام نہیں ہونے دیتی **اقول** جمعہ اور
باقی نمازوں میں اس باب میں فرق تحکم ہے فان الدلائل عامۃ شاملۃ لہا و
لغیرہا فاجراء ھذا الحکم المستفاد من الحدیث المذکور فی الجمعۃ دون
غیرہا لا یخلو عن خدشۃ **قولہ** راوی کا عمل اپنی روایت کے خلاف ہو آہ
اقول اصول حنفیہ میں یہہ ہے۔ کہ جب عمل راویکا بخلاف روایۃ بعد الروایۃ
ہو تو وہ روایت قابل احتجاج نہیں۔ اور اگر ایسا نہو تو وہ جرح فی الروایۃ نہیں
نور الانوار میں ہے وان عمل الراوی بخلاف روایتہ قبل الروایۃ او لم یعرف
تاریخہ لم یکن جرحا فی روایتہ انتہی بمضمونہ پس عمل راویکا بعد الروایت آپ
اول ثابت کریں۔ پھر حنفیہ یا اونکے اصول پر اعتراض کریں ودونہ خرط القتاد
قولہ فاتحہ کیضرورت کیوں نہیں مانتے **اقول** لورود النصوص فی ذلک مرفوعا
وموقوفا کما سبق فیما سبق فافترقا **قولہ** (۱) جواب میں امام بخاری نے
اس سوال کا نہایت لطیف جوابدیا الی ان قال۔ قال الامام البخاری فلیس لاحد
ان یعود لما نھی النبی عنہ علیہ السلام **اقول**۔ اوّلا۔ حضرت صلی اللہ علیہ سلم نے
ابی بکرہ رض کو ایسی دوڑکر بجماعت ملنے اور دون الصف رکوع کرکے بجماعت شامل
ہونیسے منع فرمایا۔ جیسی بخاری کی روایت میں ہے۔ انتہی الی النبی صلی اللہ علیہ
وسلم وھو راکع فرکع قبل ان یصل الی الصف الحدیث۔ وفی روایۃ الطحاوی وقال

Marfat.com

حضرۃ النفس **ف** قال القسطلانی والمراد لا تعد الی ان تسعی الی الصلوۃ سعیاً یحیث
یضیق علیک النفس لحدیث الطبرانی انہ دخل المسجد وقد اقیمت الصلوۃ فانطلق
یسعی۔ اوالمراد لا تعد تمشی وانت راکع الی الصف انتہی کذا وکذا۔ **دیکھو**
قسطلانی شرح صحیح بخاری اور یہہ کہاں سے ثابت ہوا۔ کہ رسول صلی اللہ علیہ
وسلم نے بھی اعتداد الرکعت سے فرمائی **ثانیاً** مولوی عبدالحی صاحب نے اس سوال کا
جواب نہایت الطف بیان فرمایا۔ حیث قال **قولہ** الاحتجاج بشئ قد نہی عنہ لا
یصح غیر صحیح فان الاحتجاج بامر منہی عنہ من حیث انہ منہی لاثبات امر
ینافیہ غیر صحیح لکنہ لیس بموجود ھھنا۔ واما الاحتجاج لنفس تقرر ذلک الشئ
ونفاذہ وکفایتہ بعدم مایدل علیہ ان ورود النہی عنہ صحیح کما بسط فی کتب
الاصول۔ فان النہی عن شئ لا یستلزم عدم تقررہ اصلاً انتہی **قولہ (۲)**
جواب کہاں لکھا ہے۔ کہ ابوبکرہ نے بدون القراۃ یا قبل القراۃ رکوع کیا تھا۔
اقول یہی حدیث باعلیٰ ندا پکار رہی ہے۔ کہ ابوبکرہ نے بدون قرائت اور
قبل از قراۃ رکوع کیا تہا **روی البخاری** عن ابی بکرۃ انہ انتہی الی النبی
صلی اللہ علیہ وسلم وھو راکع فرکع دون الصف الحدیث وفی روایۃ
النسائی انہ دخل المسجد فرکع وفی روایۃ الطحاوی انہ قال جئت فرکعت دون
الصف۔ وفی روایۃ ابی داؤد انہ جاء فرکع دون الصف اور اس مدعا کی اثبات
کے لئے شہود عدول موجود ہیں فکیف الانکار والاعراض عنہ **روی** ابوہریرۃ
مرفوعاً اذا جئتم الی الصلوۃ ونحن سجود فاسجدوا ولا تعدوھا شیئاً ومن ادرک
الرکعۃ فقد ادرک الصلوۃ اخرجہ ابوداؤد۔ وقال عمر رضی اللہ اذا ادرکت الامام
راکعاً فرکعت قبل ان یرفع رأسہ فقد ادرکت وان رفع قبل ان ترکع فقد فاتتک الرکعۃ
ذکرہ الحلبی فی غنیۃ المستملی۔ وقال ھذا نص فی المسئلۃ **وقد** روی عن جماعۃ من

Marfat.com

اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انھم رکعوا دون الصف ثم مشوا الی الصف و اعتدوا بتلک الرکعۃ التی رکعوھا دون الصف منہا ما روی الطحاوی عن زید بن وھب قال دخلت المسجد انا و ابن مسعود فادرکنا الامام وھو راکع فرکعنا ثم مشینا حتی استوینا بالصف فلما قضی الامام الصلوۃ قمت لا قضی فقال عبد اللہ ادرکت الصلوۃ انتھی اور بہت اخبار شاہد اس مدعا کے اس مسئلہ کی شروع میں گزارش ہو چکے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے۔ اب ہمکو فاء تعقیبیہ وغیرہ کی کچھہ ضرورت نہ رہی **قولہ** اگر فرکع کی فاء سے عدم قراءۃ آپ لوگوں نے سمجھا ہے **اقول** فاء فرکع سے ہمکو سمجھنی کی درصورت موجودگی شہود عدول چنداں ضرورۃ نہیں **قولہ** نحو کی کتابوں میں فا کی بحث دیکھو **اقول** حسب الارشاد شرح جامی جوکہ بالفعل موجود ہے دیکھی۔ تو اوسمیں یہہ عبارت لکھی ہے والفاء للترتیب ای للجمع مع الترتیب بغیر مھلۃ انتھی راقم اوراق کھتا ہے۔ **عرب** بولتی ہین اذا کانت الشمس طالعۃ فالنھار موجود۔ اکل زید فشبع۔ ان دخلت الدار فانت طالق۔ قام زید فعمرو۔ قال عز من قائل۔ فوکزہ موسی فقضی علیہ۔ ای مات لاکلون من زقوم۔ فمالئون منھا البطون۔ ونادی نوح ربہ فقال ان ابنی من اھلی ان جملہ مثلہ میں فا واسطے ترتیب بلا مھلت کے ہے۔ اور ان مثالوں کو جو صاحب رسالہ نے بیان فرمایا ہے۔ اون میں بھی فا واسطے ترتیب بلا مھلت کے ہے۔ نہ واسطے مھلت اور فاصلہ کے کما قال صاحب الرسالۃ۔ والسر فی ذلک کما نبہ علیہ فی ... حیث قال۔ الفاء للترتیب علی سبیل التعقیب من غیر مھلۃ و تراخ بحسب العرف مھلۃ وتراخیا۔ ولو کان الترتیب فی الذکر منہ وھو ای التعقیب فی کل شئ بحسبہ کتزوج فولد لہ۔ فیصح اعتبار التعقیب وانکان المدۃ بینھما قریبا من السنۃ لانہ لا یمکن القرب فیہ عرفا من ھذا فلا یعد ھذا التراخی تراخیا عرفا انتھی اس

مسئلہ کو ہم نے واسطے فائدہ ناظرین کے بیان کیا ہے۔ ورنہ ہمکو اسکی ضرورت نہیں کہ
مُدعا اسکے مبرہن اور ثابت ہی۔ کما تلونا علیک **قولہ** ۳ جواب کہاں ثابت ہوا
ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعادہ یا قضا کا حکم نہیں **اقول** اولاً
کہاں ثابت ہوا ہی کہ حضرت صاحب صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکرہ کو اعادہ او قضا
کا حکم ارشاد فرمایا۔ آپ ہی اس اعادہ او قضا کی نقل قوی نہیں۔ تو ضعیف ہی
سہی۔ دکھلا دیجئے۔ ثانیاً۔ حضرت صلعم کا ابوبکرہ کو لا تعد فرما کر سکوت فرمانا
یہہ ثبوت نہیں تو اور کیا ہے۔ اور اسکو ثبوت ضرورۃ کہتے ہیں **قولہ** ۴ جواب
کہاں ثابت ہوا ہی۔ کہ ابوبکرہ نے قضا نہیں کی **اقول** اولاً کہاں ثابت ہوا
ہی کہ ابوبکرہ رضی نے قضا کی تھی۔ اس قضا کا ثبوت آپکا فرض ہی۔ ثانیاً۔ جبکہ یہہ ثابت
ہوا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکرہ کو اوسوقت اتنا ہی فرمایا لا تعد زادک
اللہ حرصاً اور کچھہ نفرمایا۔ اور ابوبکرہ نے اوسوقت اور کچھہ نہ پڑہا۔ تو پہر اور کیا ثبوت
ہونا چاہیئے **قولہ** کیا عدم النقل نقل العدم ہے ابن الہمام حنفی نے کہا ہے
بالجملہ عدم النقل لا ینفی الوجود **اقول** یہاں عدم النقل نہیں۔ بلکہ نقل العدم ہے
لان سکوت الرسول صلی اللہ علیہ وسلم بعد قولہ زادک اللہ حرصاً ثم لا تعد ثابت بلا مریۃ
یعنی جبکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ثم لا تعد فرما کر سکوت فرمائی اور اعادہ کا حکم ارشاد نہ
فرمایا۔ تو ابوبکرہ نے قضا کیوں کرلی تہی لانہ ما سکت بلا ضرورۃ فثبت عن سکوتہ صلی
اللہ علیہ وسلم ضرورۃ ان ابابکرۃ لم یقض شیئاً اور اگر عدم قضا کو آپ تسلیم نہیں کرتے
تو قضا کا ثبوت آپکا فرض ہی کسی روایت صحیحہ نہیں تو ضعیفہ سے ہی ثابت کریں **قولہ**
۵ جواب لزوم فاتحہ کا مسئلہ مشہور او معلوم تہا الخ **اقول** وجوب فاتحہ کا مسئلہ بحالت اختیار
اور انفراد معلوم و مشہور تہا۔ نہ بحالت شمول و اضطرار۔ پس ایسی حالت میں ضرور محتاج
بیان تہا۔ سکوت عن وقت الحاجت بیان ہوا۔ پس قیاس بر قول ابن الہمام مع الفارق ہے

Marfat.com

قوله ، جواب یہاں تقریر ہی نہیں۔ اِسمقام میں تو رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکرہ پر انکار فرمایا۔ پھر تقریر کہاں رہی **اقول** اُصولیوں نے بیان کیا ہی صُوۡرۃ التقریر ان یسکت النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن انکار قول قیل بین یدیہ او فی عصرہ وعلم بہ او سکت عن انکار فعل فعل بین یدیہ او فی عصرہ وعلم بہ۔ فان ذلک یدل علی جوازاتہی اور اسمقام میں تقریر در باب اعتداد رکعت ثابت ہی۔ اور انکار در باب سعی شدید اور دوڑ کر شامل ہونے اور مادون الصّف رکوع کرکے شامل صف ہونے کی نسبت وارد ہی۔ نہ بابت اعتداد رکعت کے **روی البخاری** فی الجزء المعین عن ابی بکرۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلی صلوۃ الصبح فسمع نفسًا شدیدًا او بصرا من خلفہ۔ فلما قضی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الصلوۃ قال لابی بکرۃ انت صاحب ھذا النفس قال جعلنی اللہ فداک خشیت ان تفوتنی رکعۃ معک فاسرعت المشی فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زادک اللہ حرصًا ولا تعد صل ما ادرکت واقض ما سبق **وفی** روایۃ الطبرانی فلما انصرف علیہ السلام قال ایکم الذی دخل الصّف وھو راکع۔ ولابی داؤد ایکم الذی رکع دون الصّف ثم مشی الی الصّف فقال ابو بکرۃ انا۔ یعنی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز میں کسیکا سانس شدید اور ہانپنا سُنا۔ بعد فراغ کے نماز سے فرمایا۔ کہ کون ہی ایسا ایسا شخص۔ ابوبکرہ نے عرض کی فداک نفسی میں ہوں یارسول اللہ۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تیری حرص زیادہ کرے۔ پھر ایسا نکرنا۔ پڑھ لیا کر جو پاوے اور قضا کر لیا کر جو ہو چکی۔ **یہہ الفاظ** حدیث شریف کے صاف دال ہیں۔ کہ انکار حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بہ نسبت سعی شدید اور دوڑ کر شامل بجماعت ہونے اور مادون الصّف رکوع کرکے جماعت میں ملنے کی بابت ہی۔ اور در باب اعتداد رکعت سکوت ہی اور سی کو اہل اصُول تقریر کہتے ہیں۔ پس ظاہر ہوا کہ جو کچھ صاحب رسالہ فرماتے ہیں مقتضا الفاظ

Marfat.com

حدیث کا نہیں۔ **قولہ** ۷۔ جواب ماناکہ سکوت تقریری الا تقریر قول کا معارض نہیں کرتی **اقول** اولاً۔ یہہ مطالب بالدلیل والسّند ہی۔ ثانیاً۔ ماناکہ تقریر قول کا معارضہ نہیں کرتی اگر ہر دو در یک باب ہوں۔ اور اگر در ابواب مختلفہ ہوں تو معارضہ ہی کہاں وھھنا کذلک کما ثبت قبل ذلک **قولہ** ۸ جواب جواز تاخیر بیان میز اصولیونکا اختلاف ہی سائل کا مطلق ممنوع کہنا صحیح نہیں **اقول** اصولیونکا اختلاف تاخیر بیان عن الورود الی وقت الحاجت میں ہی۔ نہ تاخیر بیان عن وقت الحاجت میں **فی المسلم و شرحہ** مسئلۃ المختار جواز تاخیر تبلیغ الحکم المنزل الی المکلف الی وقت الحاجۃ۔ وھو وقت تنجیز التکلیف سواء کان موسعاً او مضیقاً وقال شرذمۃ قلیلۃ لا یجوز۔ واما التاخیر عن وقت الحاجۃ فلا یجوز اتفاقاً انتھی **وفی** حصول المامول ان تاخیر البیان عن وقت الحاجۃ وذلک فی الواجبات الفوریۃ لم یجز۔ وقد نقل الباقلانی اجماع ارباب الشرائع علی امتناعہ وتاخیرہ عن وقت ورود الخطاب الی وقت الحاجۃ الی الفعل الی ان قال فان فی ذلک مذاھب کذا وکذا۔ انتھی بمضمونہ۔ **وفی** نور الانوار تاخیر البیان عن وقت الحاجۃ لا یصح واما عن الخطاب فصحیح انتھی ھکذا فی التوضیح والتلویح ان عبارات سے صاف ظاہر ہی کہ اصولیونکا اختلاف تاخیر بیان عن وقت الحاجۃ میں نہیں۔ پس سائل کا لا یجوز تاخیر البیان عن وقت الحاجۃ کہنا مطلقاً صحیح ہو کیونکہ اس میں اصولی متفق الکلمہ ہیں اور کلام سائل کی تاخیر بیان عن وقت الحاجۃ میں ہے۔ نہ عن وقت الخطاب میں فافہم **قولہ** ۹۔ جواب بعد فرض وتسلیم تاخیر عن وقت الحاجت ممنوع ہے نہ الی وقت الحاجۃ اور یہاں ہم کہہ سکتی ہیں۔ کہ سکوت الی وقت الحاجت ہو۔ اور یہہ سکوت جمہور کی نزدیک جائز ہی **اقول** اولاً۔ اس محل میں سکوت الی وقت الحاجۃ کہنا مطالب بالدلیل ہے۔ بلکہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ ایسا نہیں۔ ثانیاً۔ ابوبکرہ نی جب

تاخیر بیان عن وقت الحاجۃ باطل

تاخیر بیان الی وقت الحاجۃ جائز

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھہ نماز پڑہی باوصف حصول علم اور گفتگو بسیار کے
جو فی مابین حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہوئی حضرت صلے
اللہ علیہ وسلم نے اعادہ نماز کا حکم نہ دیا۔ اور سکوت فرمائی۔ یہ سکوت عن وقت الحاجۃ
ہے یا الی وقت الحاجت ۔ بقول شخصے ۔ بعد مردن سہراب نوشدارچہ کار۔ بوقت
فساد و بطلان نماز ابوبکر رضی اللہ عنہ کے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سکوت
فرمائی پہر اور وقت حاجت کا کونسا ہونا چاہیئے۔ مع انہ لم یثبت ذلک انہ صلی اللہ
علیہ وسلم قال لہ بعد ذلک ومن ادعا فعلیہ البیان ودونہ خرط القتاد۔ ویہو
کہ اعرابی مسیٔ فی الصلوات (ای لاعادۃ الصلوۃ ۱۲ منہ) نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو نماز پڑہی۔ چونکہ
وہ نماز اوسکی کامل طور پر جائز نہیں ہوئی تھی فی الفور سرور کائنات مفخر موجودات
صلے اللہ علیہ وسلم نے اوسکو اعادہ نماز کا حکم دیا۔ ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کی نماز اگر
ایسی ہوتی تو باوصف سوال وجواب کے لا تعد فرمایا۔ اور اعادہ نماز کا حکم پہر آئندہ کی
واسطے رکھ لیا۔ واللہ عقل کام نہیں کرتی سچ ہے مجادلہ اور مکابرہ کی حد نہیں **قولہ**

۱۰ جواب۔ ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کے حدیث طبرانی نے صل ما ادرکت واقض ما
سبقک زیادہ کیا ہے۔ توشیح سیوطی من امام الکلام للمولوی عبد الحی
صاحب اور زیادہ ثقہ بلکہ تفرد ثقہ بزیادہ مقبول ہے صرح بہ ابن الہمام پس کہاں
بیان ہو گیا تاخیر نہی **اقول** اولا۔ زیادہ ثقہ کی کہاں سے ثابت ہوئی۔ کیا طبرانی
کا بیان ہی زیادہ ثقہ ہے۔ کیا طبرانی نے التزام کیا ہوا ہے۔ کہ امام الائمہ بخاری
علیہ الرحمۃ کے طرح سوا ثقات کے کسی سے روایت نہیں کرونگا۔ کیا آپ نے طبرانی کی سند
دیکہی ہے۔ کہ یہ روایت ثقہ کی ہی۔ کیا توشیح میں جو نام مستذکر ہے کہ یہ روایت ثقہ کی
ہی۔ سند دیکہو پہر کہو کہ زیادہ بلکہ تفرد ثقہ کا ہے۔ ثانیا۔ اتنا درد جانے کی حاجت ہی
کیا تھی۔ توشیح سیوطی عن امام الکلام للمولوی عبد الحی صاحب بہت نزدیک

Marfat.com

ہی تہا۔ امام الائمہ بخاری علیہ الرحمۃ نے جزؤ القرات کے صفحہ ۴۲ میں۔ اس
زیادۃ کو بیان کیا ہے کما مرّ عنقریب اگرچہ اوس اسناد میں بھی **عبد اللہ بن عیسی**
ابو خلف ہے فی التقریب عبد اللہ بن عیسی ابو خلف ضعیف۔ من السادسۃ انتہی و

فی میزان الاعتدال قال ابو زرعۃ منکر الحدیث۔ قال النسائی لیس بثقۃ انتہی

باختصارٍ الا یہہ زیادۃ اسمیں موجود ہے۔ ثالثا۔ صل ما ادرکت واقض ما سبقک
اس زیادۃ کے کیا یہ معنی ہیں۔ کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بکرہ کو فرمایا۔ کہ اس
نماز میں جو تو اب میرے ساتھ پڑھ چکا ہے۔ اسمیں جو کچھہ قضا ہوا ہے اوسکو تو قضا کرلے
یا آئندہ کے لئے آپنے ارشاد فرمایا۔ کہ ایسا نہ کراکر۔ بلکہ بسکون ووقار اگر نماز میں شامل
ہوا کر۔ جو نماز میں سے تجکو ملے اسکو امام کے ساتھہ پڑھ لیا کر۔ اور جو رہ جائے اوسکو قضا کرلیا
کر۔ نہیں بلکہ یہہ مراد ہے یدل علیہ قولہ صلی اللہ علیہ وسلم صل ما ادرکت اب ہم توشیح
عن امام الکلام للمولوی **عبد الحی صاحب** کی عبارت بو بہو نقل کرتے ہیں۔ تاکہ
ناظر منصف دیکھے۔ کہ اوس عبارت سے کیا مطلب ہے۔ اور صاحب رسالہ کی کلام سے اوسکو
کچھہ مس ہی ہے **والعبارۃ ھذہ** وفی الحواشی صحیح البخاری للسیوطی المسمیٰ

بالتوشیح۔ ولا تعد بفتح اولہ وضم العین ای الی ما صنعت من السعی الشدید الی الرکوع

دون الصف۔ زاد الطبرانی صل ما ادرکت واقض ما سبقک وحکی بعضھم انہ روی

بضم اولہ وکسر العین من الاعادۃ ولا یعرف انتھی اس عبارت کا مضمون یہ ہے۔
کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بکرہ کو بعد مشاہدہ اوس کے حال کے فرمایا۔ کہ اللہ
تیری حرص زیادہ کرے آئندہ ایسی سعی شدید جو کہ موجب ہانپنی اور سانس چڑھنیکا ہو
و رکوع مادون الصف کر کے صف نماز میں شامل ہونا نہ کراکر۔ بلکہ بسکون ووقار جماعت
میں شامل ہوا کر۔ جو کہ امام کے ساتھ ملے اوسکو پڑھ لیا کر۔ اور جو رہ جائے اوسکو قضا کرلیا کر۔

وشاھدہ ما روی مسلم بسندہ عن یحیی بن ابی کثیر قال اخبرنی عبد اللہ بن ابی

Marfat.com

قتادة ان اباه اخبره قال بينما نحن نصلي مع رسول الله صلى الله عليه وسلم فسمع جلبة
فقال ما شانكم قالوا استعجلنا الى الصلوة قال فلا تفعلوا۔ اذا اتيتم الصلوة
فعليكم السكينة فما ادركتم فصلوا وما سبقكم فاتموا انتهى نہ وہ جو صاحب رسالہ
فرماتے ہیں۔ کہ بیان ہوگیا تاخیر نہ ہی۔ بیان اوسکی تعلیم اور تفصیم آئندہ کا ہوگیا۔ یا کہ
عدم اعتداد رکعت کا۔ جو کہ مبحوث فیہا ہے) ہوگیا الغرض جسکا بیان ہوگیا وہ
صاحب رسالہ کو مفید نہیں۔ اور جو مبحوث ہی اوسکا بیان نہیں ہوا۔ پس قولہ بیان
ہوگیا تاخیر نہ ہی لا یفیدہ فافہم۔ اللہم ارنا الحق حقا والباطل باطلا **قولہ** تاخیر
بیان پر الزام۔ افعال حج کے بیان میں۔ **حج نبوی کا قصہ** دیکھ جاؤ۔ اور اور
میں جن لوگوں نے رمی اور ذبح اور حلق وغیرہ کی تقدیم وتاخیر ہوگئی۔ اونکی نسبت
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فتوی افعل ولا حرج۔ افعل ولا حرج ہوا **اقول** قال
صلی اللہ علیہ وسلم لا حرج ثم قال عباد الله وضع الله الضيق والحرج وتعلموا
لمناسككم فانها من دينكم اس عبارت کو بھی ساتھ فتوے کے شامل کرو۔ تاکہ
خیانت فی الفتوی والنقل متصور نہو **قولہ** پر اپنے وجوب دم کا حکم اسکے مقابلہ میں
لاکر دیکھو۔ اور سوچو کہ تاخیر بیان یا عدم نقل حکم وجوب دم موجود ہے یا نہیں **اقول**
تحقیقا وتفصیلا للمقام **افعال یوم النحر** کے چار ہیں۔ رمی جمار۔ ذبح۔ حلق الراس
اور طواف الافاضہ ثم السعی ثم اختلفوا ان هذا الترتيب سنة او واجب فذهب
جماعة منهم ابو حنيفه ومالك رحمه الله الى الوجوب۔ والشافعی واحمد فی روایة
ومن معهما الى انه سنة اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان افعال کو ترتیب
سے کیا۔ حجۃ الوداع کے سال میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جمرہ عقبہ کے پاس ناقہ پر سوار ہو کر
کھڑی تھی کما وقع فی روایة البخاری) کہ ایک شخص نے جسکا نام معلوم نہیں ہوا قال
حافظ ابن حجر لم اقف على اسمه بعد البحث الشديد ولا على اسم احد ممن سال في هذا

Marfat.com

القصة لانهم كانوا جماعة من الاعراب كما وقع فی روایة الطحاوی وغیرہ) پوچھا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بسبب نادانی اور جہل افعال حج کے (کما وقع فی روایۃ البخاری وغیرہ) لم اشعر میں نے بحر قبل از رمی کی ہے۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ارم ولا حرج پھر ایک اور نے عرض کی یارسول اللہ میں نے بھی بسبب عدم وقوف اور نادانی کے حلق قبل از ذبح کیا ہے۔ کما وقع فی روایۃ البخاری لم اشعر فحلقت قبل ان اذبح) خلاصہ کائنات مفخر موجودات نے فرمایا اذبح ولا حرج علی ھذا القیاس بہت لوگ جو کہ ناواقف از افعال حج تھے۔ اس تقدیم وتاخیر کی بابت سوال کرتے رہے آپ مقصود دارین صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے رہے افعل ولا حرج۔ افعل ولا حرج فقال الشافعی ومن معہ فی ذلک۔ انہ لو اخل فی شئ من ذلک لا یلزمہ دم استدلالا بقولہ صلی اللہ علیہ وسلم ولا حرج **وقال جماعۃ** ومنہم ابوحنیفۃ ومالک قولہ صلی اللہ علیہ وسلم لا حرج ای لا اثم علیکم فیما فعلتموہ من ھذا لانکم فعلتموہ مع الجہل منکم لا علی القصد منکم خلاف السنۃ۔ وکانت السنۃ خلاف ھذا فالنبی علیہ السلام اسقط عنہم الحرج واعذرہم لاجل النسیان وعدم العمل۔ لا انہ اباح لہم ذلک حتی ان لہم ان یفعلوا ذلک فی العمد۔ والدلیل علی ذلک ما رواہ ابوسعید الخدری قال سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو بین الجمرتین عن رجل حلق قبل ان یرمی قال لا حرج۔ وعن رجل ذبح قبل ان یرمی قال لا حرج ثم قال عباد اللہ وضع اللہ الضیق والحرج۔ وتعلموا مناسککم فانہا من دینکم فدل ذلک علی ان الحرج الذی رفعہ اللہ عنہم انما کان لجہلہم بامر المناسک لا غیر ذلک۔ وذلک لان السائلین کانوا اناسا اعرابا لا علم لہم بالمناسک فاجابہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بقولہ لا حرج یعنی فیما فعلتم بالجہل لا انہ اباح لہم ذلک فیما بعد۔ ونفی الحرج لا یستلزم نفی وجوب القضاء او الفدیۃ فاذا کان کذلک

فمن فعله فعليه دم انتهى - هذا خلاصة عمدة القاري شرح صحيح البخاري ف
يؤيده ما روى عن ابن عباس بسند لا مطعن فيه كما رواه الطحاوي - وقال في هو احد
ممن روى عن النبي صلى الله عليه وسلم انه ما سئل يومئذ عن شيء من تقديم
وتاخير في افعال الحج - الا - قال لا حرج - وقال ابن عباس من قدم شيئا من
نسكه او اخره فليهرق لذلك انتهى - یهه خلاصه تقریر افعال یوم النحر - اور تقدیم
وتاخیر میں اختلاف علماء کا ہے - آسپر صاحب رساله فرماتے ہیں که تقدیم وتاخیر کے باب
لوگوں نے حضرت صلی الله علیه وسلم سے سوال کیا - تو آپ سرور عالم صلی الله علیه وسلم
نے جوابا فرمایا - افعل ولا حرج - اور حنفیه مالکیه وغیره کہتے ہیں - که تقدیم تاخیر میں دم لازم
آتا ہے - والحال انه صلی الله علیه وسلم لم یامرهم بالدم پس تاخیر بیان عن وقت
الحاجت لازم آئی - سو اسکے جواب میں ہم کہتے ہیں - که صاحب رساله نے مختصر روایت دیکھکر
اعتراض حنفیه مالکیه وغیره پر جمایا - اور روایت مفصل کا خیال نفرمایا - که رسول صلی
الله علیه وسلم نے اون لوگوں کو که اعراب اور نادان افعال حج تھے - وضع تضییق
في الدين - اور - نفی - حرج - فرما کر حکم نافذ فرمایا - که دوانا - اور عمدا - ایسا نکرنا که یهه
خلاف میری طریق - سلوک و مسنون کا ہے - بل تعلموا المناسک فانهما من دینکم
کما مر من روایة ابی سعید عند الطحاوی مفصلا - پس تاخیر بیان عن وقت الحاجة
نہ ہی - بلکه بیان وقت حاجت پر ہوا - کیونکہ بل تعلموا - الخ کا جملہ جملہ مناسک حج پر
مبنی اور مشتمل ہے - والحکام الدماء ایضا منها - پس صاحب رساله کا الزام حنفیه
مالکیه وغیره پر نہ ہوا - بلکه تفصیلی روایت نه دیکھنی اور سرور کونین صلی الله علیه وسلم کا
فتوی ناقص وناتمام بیان کرنیکا الزام صاحب رساله پر قائم ہوا **قوله** اور جس شخص نے
صحابه میں سے اپنی بی بی کے ساتھ جماع کرلیا - اور ثمرات عطیه نبویه بھی اپنی گھر والوں کو
ہی کہلادی - اسکی حقمیں آپکا فتوی ہے که کفاره اور قضا اوس کے ذمه تھا - حالانکه

Marfat.com

کسی حدیث میں ثابت نہیں ہوا۔ کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اوسی کفارہ اور قضا کا حکمدیا **قول** اس محل میں صاحب رسالہ نے ۲ امر ارشاد فرمائے ہیں سلا یہہ کہ آپکا یعنی حنفیہ کا فتوی ہے۔ سو یہہ تحکم صریح ہی۔ کیونکہ یہہ فتوی صرف حنفیہ کا ہی نہیں۔ بلکہ کافۂ علماء امصار و دیار کا یہی فتوی ہے۔ **نووی شافعی شارح صحیح مسلم شرح مسلم میں لکھتا ہے** فی المجامع امرأته فی نهار رمضان۔ مذهبنا ومذهب علماء کافة وجوب الکفارة علیه اذا جامع عمداً الخ انتهی **سلا** استقرار کفارہ اور قضا کا۔ سو استقرار کفارہ کا اوسکے ذمہ اسی حدیث بخاری اور مسلم سے ثابت ہے **نووی شرح مسلم میں لکھتا ہے** اما الحدیث فلیس فیه نفی استقرار الکفارة بل فیه دلیل لاستقرارها لانه اخبر النبی صلی الله علیه وسلم بانه عاجز عن الخصال الثلث ثم اتی النبی صلی الله علیه وسلم بعرق التمر فامره باخراجه فی الکفارة فلو کانت تسقط بالعجز لم یکن علیه شیئ۔ فلم یأمره باخراجه فدل علی ثبوتها بذمته وانما اذن له فی اطعام عیاله لانه کان محتاجا ومضطرا الی الانفاق علی عیاله فی الحال والکفارة علی التراخی۔ فاذن له فی اکله واطعام عیاله وبقیت الکفارة فی ذمته انتهی اور استقرار قضا اور امر بالقضا، وہ بھی اسی حدیث کی روایت سے جو کہ مفصل ہے ثابت ہے۔ **قسطلانی شافعی شارح صحیح بخاری میں لکھتا ہے** وقد ورد الامر بالقضاء فی روایة ابی اویس وعبد الجبار۔ وهشام بن سعد کلهم عن الزهری۔ واخرجه البیهقی من طریق ابراهیم بن سعد عن اللیث عن الزهری ووقعت الزیادة ایضا فی مرسل سعید بن المسیب ونافع بن جبیر۔ والحسن و محمد بن کعب۔ وبمجموع هذه الطرق یعرف ان لهذه الزیادة اصلا۔ ویؤخذ من قوله صلی الله علیه وسلم صم یوما عدم اشتراط الفوریة للتنکیر فی قوله یوما انتهی ومرسل سعید بن المسیب مقبول عند من لم یقبل المرسل وعندنا مقبول مطلقا انتهی

Marfat.com

مافی الفتح بمضمونہ - رہا امر بالاداء الکفارہ سووہ بھی اسی حدیث سے اقتضاءً ثابت ہے
اسلئے کہ جب استقرار کفارہ بذمہ اش حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ثابت فرمایا تو ضرور
فراغ ذمہ کا معنی تکلیف لازم ہوا - علےٰ سبیل التنزل فرضًا اور تسلیمًا اگر ہم اس ثبوت
اقتضاء کو نہ تسلیم کریں تو غائتہ مافی الباب - تاخیر بیان الی وقت الحاجت لازم
آئی - وہو جائز عند جماہیر الاُصولیین کما صرح بہ النووی وغیرہ - نہ تاخیر بیان
عن وقت الحاجت - وکلامنا فیہ - لا الاول - الحاصل صاحب رسالہ مختصر نے روایت
حدیث کی ملاحظہ فرما کر حکم جما یا کہ کسی حدیث میں حکم بالقضا ثابت نہیں ہوا -
حالانکہ اسی حدیث کی مفصل روایت میں ثابت تہا - واللہ اعلم بالصواب **قولہ**
پس یا تو تاخیر بیان مانا - یا عدم نقل کو نقل عدم لکھا - یا یہہ کھوگے - ان لزومھا
کان ظاہرًا وان وجوبھا کان مشہورًا وغیرہ جو عذر یہاں تراشو وہی ابوبکرہ
کے قصہ میں قرات فاتحہ کیواسطے سمجھ لو **اقول** اوّلاً - سرمایہ تراش وخراش کا
آپکے خزانہ عامرہ کی ودیعت اور بضاعت ہی ہم اوس سے ہرگز دست آلود نہیں
ہوتے - اور جرم خیانت فی الامانت سے سخت خائف ہیں - علاوہ براں ہر دو امر
متدعویہ آپکے بلادست بردی اوس بضاعت کے منقوض ومنقوص ہیں - ثانیًا
اگر یہاں تاخیر بیان ہی ہم لکھدیں - تو کچھ مضائقہ نہیں - کیونکہ یہہ تاخیر بیان
الی وقت الحاجت ہے - نہ تاخیر عن وقت الحاجت - وقد ثبت فی محلہ ان الکفارۃ
علی التراخی - وتاخیر البیان الی وقت الحاجۃ جائز عند جماہیر الاصولیین اور
ابوبکرہ کی نماز میں سکوت تاخیر عن وقت الحاجت ہی وذلک ممنوع بالاتفاق -
فافترقا - **قولہ** جواب لا تعد لیقتضی تا - اور ضمیر عین عود سے صحیح روایت میں آیا ہے
اگر آپ لوگوں نے عدو یا اعادہ سے مشتق مانا - تو لا تعد متحمل ہوا - واذا جاء الاحتمال
بطل بہ الاستدلال **اقول** اوّلاً - وہ حضرت تو شیخ سیوطی عن امام الکلام للمولوی

Marfat.com

عبدالحی صاحب بہت جلد ہی ہوے - وہاں یہہ ہی لکہا ہوا ہے ف
حکی بعضہم انہ روی بضم اوّلہ وکسر العین من الاعادۃ ولا یعرف انتہی جب یہہ
روایت غیر معروف ہی - پہر اس سی تمسک ہی کیا - اور اسکا خیال ہی کون کرے
اور ہم نے کب کہا ہی کہ عَدو یا اعادہ سے مشتق ہی - بلکہ ہم نے عود سے ہی لیا ہوا ہے ل
ثانیاً) جبکہ خود آپ ہی فرماتے ہیں کہ صحیح روایت لاتعد من العود ہے - تو صحیح کے
مقابلہ میں غیر صحیح ہوا - پہر وہ کب قابل لحاظ ہے - اور اوسکو کون اخذ کرے فقط
اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال - ثالثاً - علی سبیل التنزل تسلیماً ہم قبول کرتے
ہیں کہ مشتق از عَدو ہے تو معنی یہہ ہوئے لاتسرع المشی الی الصلوۃ واصبر حتی تصل
الی الصف ثم اشرع فی الصلوۃ اور اگر مشتق از اعادہ ہو - تو معنی یہ ہوئے لا تعد صلوۃ
التی صلیتہا پس یہ جملہ روایات ہمکو مفید ہیں - اور مثبت مدعی ہماری کے ہیں فثبت
الاستدلال منہ کل اور احتمال منافی مدعا سے استدلال باطل ہونا چاہیے نہ مثبت
مدعا سے لان کلہا لاثبات المدعا بمنزلۃ شئ واحد **قولہ** (۱) جواب یہہ حدیث
منکر ہے اسکا راوی یحیی بن سلیمان المدنی ہے اور وہ منکر الحدیث ہی
قالہ البخاری الخ **اقول** اس حدیث کی تخریج ابو داؤد نے کی ہی - اور اوس میں
حدثنی یحیی بن ابی سلیمان ہے یحیی بن سلیمان نہیں یحیی بن سلیمان شاید سہو
قلم ہے - صحیح یحیی بن ابی سلیمان ہے - جزء القراءۃ بخاری میں ہی یحیی
بن سلیمان ہی لکہا ہوا ہی - غالباً معلوم ہوتا ہے کہ صاحب رسالہ نے وہاں سی نقل
کیا ہے الا وہاں بھی سہو قلم ہے - کیونکہ اصل روایت میں یحیی بن ابی سلیمان
ہی تقریب میں لکہا ہی یحیی بن ابی سلیمان المدنی ابوصالح لین الحدیث من
السادسۃ انتہی اور صاحب تقریب لکہتا ہی - المراد بلین الحدیث من لیس لہ
من الحدیث الا القلیل ولم یثبت فیہ ما یترک حدیثہ انتہی اور میزان الاعتدال

Marfat.com

میں لکھا ہے یحیی بن ابی سلیمان المدنی۔ قال البخاری منکر الحدیث۔ وذکرہ ابن حبان فی الثقات انتہی فقط بخاری علیہ الرحمۃ نے اوسکو منکر الحدیث فرمایا۔ اور صاحب تقریب لین الحدیث لکھتا ہے۔ اور ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا اور ابوداؤد نے اس حدیث کو ذکر کرکے سکوت فرمایا۔ وقال ابوداود فی رسالتہ الی اہل مکۃ حین سألوہ عن الاحادیث التی فی کتاب السنن وہی اصح ما عرفت فی الباب۔ فاعلموا انہ لیس فی کتاب السنن الذی صنفتہ عن رجل متروک الحدیث شیٔ۔ واذا کان فیہ حدیث منکر بینتہ انہ منکر۔ ولیس علی نحوہ فی الباب غیرہ۔ وما کان فی کتابی من حدیث فیہ وہن شدید فقد بینتہ۔ ومنہ ما لا یصح سندہ۔ وما لم اذکر فیہ شیئا فہو صالح وبعضہا اصح من بعض انتہی و (روی یحیی بن ابی سلیمان) خرج حدیثہ ابوداود والنسائی والترمذی والبخاری فی الادب المفرد یشیر الیہ صاحب التقریب۔ پس ناظر منصف اس بیان سے اس حدیث کا حال دریافت کرلے

قولہ (۴) جواب رکعت کے شرعی اور عرفی معنی چھوڑنے الی قولہ اور شرعی رکعت میں قیام قراءت رکوع سجود سب کچھ ہی **اقول** بچند وجوہ یہاں رکعت سے مراد رکعت تامہ نہیں **وجہ اول** اگر من ادرک الرکعۃ۔ تمام رکعت پر محمول ہو۔ تو سجدہ اور رکوع میں جو مقابلہ کیا ہے۔ اسکی مناسبت نہیں کیونکہ تیسرا واسطہ یہاں باقی رہا۔ اور وہ ادراک رکوع ہے۔ اوسکا حکم بیان کرنا باقی رہ گیا۔ بلکہ مناسب تقابل ادراک السجود۔ ادراک الرکوع سے ہے **وجہ دوم** اگر رکعت یہاں بمعنی رکوع نہ ہو۔ تو مناسب تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسطرح فرماتے اذا جئتم الی الصلوۃ ونحن فی الرکوع فارکعوا ولا تعدوہ شیئا۔ اور اس سے عدم محسوبیت سجدہ کی بھی بطریق اولی مستفاد تھی کیونکہ جب باوجود ادراک رکوع کے رکعت محسوب نہوئی۔ تو بادراک سجدہ کے کسطرح محسوب ہوگی۔ پس معلوم ہوا کہ رکعت سے رکعت تامہ مراد نہیں۔ بلکہ رکوع ہے کما وقع عند مسلم

Marfat.com

من حدیث البراء بلفظ فوجدت قیامه فرکعته فاعتداله فسجدته سواء انتہی
وکما وقع عند البخاری من حدیث فاعة ابن نافع۔ قال کنا نصلی وراء النبی صلی
اللہ علیہ وسلم فلما رفع راسه من الرکعة قال سمع اللہ لمن حمدہ الحدیث **وجه**
سوم مراد صلوۃ سے اس قول میں من ادرك الرکعة فقد ادرك الصلوۃ رکعت ہے
یا تمام صلوۃ۔ یا ثواب جماعت۔ بر تقدیر اول مراد رکعت سے رکوع ہے۔ یا رکعت تامہ
پہلی شق پر ہمارا مدعا ثابت ہے۔ دوسری شق پر یہہ معنی ہوئے من ادرك الرکعة
التامة فقد ادرك الرکعة۔ ولا یخفی سخافته کیونکہ مفید معنی کے نہیں **بر تقدیر**
ثانی یہہ معنی ہوئے من ادرك الرکعة الواحدة فقد ادرك تمام الصلوۃ تو چاہیئے
کہ مسبوق بعد فراغت امام کے نماز سے مافات عن الصلوۃ کا اعادہ نہ کرے وبطلان هذا
التقدیر مما لا یخفی **بر تقدیر ثالث** اس قول کے معنی یہہ ہوئے من ادرك الرکعة
التامة فقد ادرك ثواب الجماعة پس اس تخصیص کا کچھہ فائدہ نہیں۔ کیونکہ ادراک
ثواب جماعت ادراک سجود اور تشہد اور قومہ اور جلسہ سے بھی حاصل ہے۔ کیونکہ اگر سجود
و تشہد وغیرہ کے ادراک سے ثواب حاصل نہ ہو تو پھر شمول کا کیا فائدہ ہوا۔ ولان
اطاعة الامر یابی عن ذلك علاوہ براں یہہ معنی مستلزم حذف کثیر اور ارتکاب مجاز
کثیر کے ہونگے لان المعنی حینئذ فقد ادرك ثواب صلوۃ الجماعة وهو خلاف الاصل
وجه چہارم اطلاق رکعت کا رکوع پر حقیقةً اور تمام رکعت پر مجازاً من باب اطلاق
الجزء علی الکل سے ہے کما فی قوله تعالی وارکعوا مع الراکعین اما ادعاء احتمال اشتراك شرعی
پس قول بلا دلیل ہے اور مجرد اطلاق ثبوت کے لئے کافی نہیں مع ان الاشتراك خلاف
الاصل فالحمل علی الحقیقة خیر من حمله علی المجاز بلا قرینة صارفة عنها **وجه**
پنجم وہ حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی جسکو امام مالک نے روایت کیا ہے ولفظه
هذا عن ابی هریرة انه کان یقول من ادرك الرکعة فقد ادرك السجدة الحدیث

Marfat.com

مؤید ہمارے مطلوب کے ہے۔ کیونکہ اگر یہاں رکعت سے مراد رکعت تامہ ہی تو یہ معنی ہوئے

من ادرك الركعة التامة (اي القيام والركوع والسجدة والقراءة) فقد ادرك

السجدة۔ ولا یخفی بطلانه پس ازیں وجوہات ظاہر ہُوا۔ کہ رکعة سے مراد ہر دو حدیث

ابوہریرہ میں رکوع ہی۔ نہ رکعت تامہ واللہ اعلم بالصواب **قوله** یہاں فرضیت کا تحقق کی

اولہ رکعت کی معنی رکوع لینے کے خلاف ہیں آلخ **اقول** (اولا) وذلك لا یفید

مالم یبین الدلیل القوی المتفق۔ وما ذکر فیما سبق من الادلة فهو غیر تامة

کما سبق فیما سبق۔ وایضاً لا یقوم بها الحجة عندنا لانا لا نسلم انها حجة لاثبات

وجوب الفاتحة (ثانیا) وجوب قراءة الفاتحة فی کل رکعة اول مسئلة

مبحوثة فالاستدلال بها لا یخلوا عن المصادرة **قوله** یہاں رکعت بمقابلہ سجدہ

نہیں بلکہ جملہ بمقابلہ جملہ ہے پس مقابلہ کا قرینہ صارحةً عن الحقیقة ہوا **اقول** اولاً

ہم کہتے ہیں کہ ایسا نہیں بلکہ رکعت بمقابلہ سجدہ ہے۔ کما ہو الظاہر۔ علاوہ براں مقابلہ

جملہ بجملہ ہی ہے رکعت بمقابلہ سجدہ نہیں مطالب بالدلیل المنصوص ہی۔ کہ موجب

اطمینان ہو۔ (ثانیاً) فرضاً ہمنے تسلیم کیا کہ جملہ بمقابلہ جملہ ہی ہے۔ آلا کیا یہ تقابل

مستلزم اور مانع اس امر کا ہی کہ یہاں رکعت سی مراد رکوع نہو۔ اس استلزام کی دلیل

بیان ہونی چاہئی۔ بخاری کی روایت میں جو کہ بطریق ابوہریرہ کے مرفوعاً مروی

ہی یقول سمع اللہ لمن حمدہ حین یرفع صلبه من الرکعة۔ ثم یکبر حین یسجد۔ تقول

آپکے ہم کہتی ہیں کہ یہاں تقابل جملہ بجملہ ہے۔ اور صاف ظاہر ہی۔ کہ یہاں مراد

رکعت سی رکوع ہی ہی۔ رکعت نہیں فکیف الاستلزام اور نسائی کی روایت میں

جو کہ بطریق ابوہریرہ موقوفاً مروی ہے۔ فاذا رفع راسه من الرکعة قال سمع اللہ لمن

ابوہریرہ ۱۲

حمدہ۔ ثم یکبر حین یهوی ساجداً۔ الحدیث بطریق مذکور تقابل جملہ بجملہ ہے۔ اور

رکعت سی مراد بلا ریب رکوع ہی۔ فکیف الامتناع۔ (ثالثا) تقابل جملہ بجملہ مانع تقابل احاد بالاحاد

یہاں رکعت بمقابلہ سجدہ نہیں کا جواب+

Marfat.com

کا نہیں۔ والمثلۃ ہا غیر خافیۃ ومزاعمی علیہ البیان **قولہ** ۵ جواب اگر یہاں رکعت کے معنی رکوع ہیں۔ تو حسب حدیث قیام بقدر طمانیت اور سجود اور تکبیر بھی فرض ہی۔ یا نہیں۔ اگر ہیں تو گزارش کہ حدیث میں مذکور نہیں **اقول** تکبیر اور قیام کذائی بوقت ایسی ضرورت کے ایسے ساقط نہیں ہوتے۔ بخلاف قراۃ کے کہ وہ ایسی ضرورت کیوقت ساقط ہو جاتے ہے کما برھن علیہ الجمھور فافتر قا

قولہ ۶ جواب۔ اگر رکعت سی مراد رکوع ہی۔ تو صلوۃ سے خواہ مخواہ آپکو رکعت تمام لینا پڑا۔ کیونکہ بقول آپکے ترجمہ یہ ہوگا۔ جسنی رکوع پایا اوس نے صلوۃ پائی **اقول** نہیں۔ بلکہ برین تقدیر ترجمہ یہ ہوا۔ کہ جس نے رکوع پایا اوس نے رکعت تامہ پائی۔ اور یہ ترجمہ کہ جسنی رکوع پایا اوس نے صلوۃ پائی۔ مقتضی اس امر کا ہے کہ مسبوق بعد فراغ امام کے مافات عن الصلوۃ کا اتمام نہ کرے وھو کماتری سخیف۔ و

ایضاً ھو خلاف ما قالہ صلے اللہ علیہ وسلم۔ واقض ما فاتک **قولہ** تو آپکو یاد دلادینگے۔ کہ صحیح حدیث میں آیا ہی لا صلوۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب یعنی کوئی پوری رکعت نہیں اوسکی جسنی فاتحہ نہ پڑہی۔ پس ہر رکعت میں فاتحہ فرض ہوگی

اقول اولاً ہم کب کہتے ہیں کہ اطلاق صلوۃ کا رکعت تامہ پر نہیں ہوتا۔ بلکہ بمقتضائی ادلہ اور قرائن کے کبھی ایسا اور کبھی ویسا بھی ہوتا ہے۔ اس محل میں صلوۃ سی مراد حسب دلائل اور قرائن کے رکعت تامہ مراد ہی۔ اور مسئلہ فاتحہ میں ایسا نہیں کما مر فیما سبق۔ ثانیاً یجوز ان یکون علی ھذا التقریب المراد من الصلوۃ ثواب الصلوۃ پس قول صاحب رسالہ کا کہ اگر رکعت سی مراد رکوع ہو تو صلوۃ سی مراد مخواہ مخواہ آپکو رکعت تامہ لینا پڑا۔ کب درست ہوا۔ اور لابد اور ضرورت رکعۃ تامۃ کی نہی فکیف کالالزام بہ **قولہ** ۸ جواب احادیث ذیل میں دیکھو من ادرک رکعۃ من صلوۃ الغداۃ قبل ان تطلع الشمس الخ **اقول** اولاً یہ اعتراض

Marfat.com

اوس شخص پر لازم اور وارد ہوتا ہے۔ جو قائل اس امر کا ہو کہ رکعت کا اطلاق ہرگز رکعت
تامہ پر نہیں ہوتا۔ الا جو شخص قائل اطلاق عام کا ہے اوس پر یہ اعتراض کیونکر قائم ہوتا
ہے ونحن من الثانی لا من الاول (ثانیاً) اگر کسی شخص نے اول رکعت سی سر اوٹھا
لیا ہنوز سجدہ نہیں کیا تہا۔ کہ سورج نکل آیا۔ یا غروب ہوا۔ تو کیا اوسکی نماز آپکے
نزدیک حسب اسحدیث کے ہوگی یا نہ ہوگی۔ اگر ہوگی تو یہ حدیث نص فی الاستدلال
نہی۔ اور اگر نہ ہوگی تو مطالب بالدلیل ہے۔ اور ہماری نزدیک یہاں رکعت کا
لفظ عام از رکعت تامہ اور رکوع سے ہے۔ کیونکہ ہم قائل ہیں کہ اگر رکعت تامہ اور رکوع
تو یکطرف اگر قبل از غروب آفتاب اسکا تحریمہ ہی ثابت صحیح ہوا۔ تو یہہ نماز اوسکی ادا ہوگی
گو کہ ناقص ہی ہو۔ الا واجب سی ذمہ اوس قاری کا خلاص ہوا۔ ولا نعنی بالاداء الا
ہذا پس لفظ رکعت کا جو کہ اسحدیث میں ہی۔ ہماری نزدیک نص فی المقصود نہیں
قولہ ساتوان اخرج الحلبی الخ **اقول** ایک اور عمدہ اثر جو کہ وہ بہی قابل ذکر
تہا رہ گیا۔ اوسکا بہی اضافہ کرنا ضرور تہا۔ اور وہ یہ ہی۔ **اخرج** ابن عبد البر
عن علی وابن مسعود وزید بن ثابت وابن عمر باسانیدہ الیہم فی التمہید شرح
الموطا انتہی **قولہ** پہلے اثر کی نسبت امام بخاری نے کہا ہی الخ **اقول** بضعف
اسحدیث کا مستلزم ضعف اصل مسئلہ کا نہیں۔ لان للجمہور دلائل اخر واضحۃ نا
ہذا۔ فان لم یثبت ہذا فلا ضرر۔ وقد بسط الکلام علی ہذا الحدیث الحافظ
ابن حجر العسقلانی فی تلخیص الحبیر فی تخریج احادیث شرح الرافعی الکبیر تحرزاً
للاطناب عبارت اوسکی نقل نہیں کیگئی من شاء فلینظرہا **قولہ** اگر زیادتے
مان ہی لیوین تو کہتی ہیں قبل ان یتمم الامام صلبہ۔ ایسا ہی جیسا الحج عرفۃ الخ
اقول (اولاً) تحقیقاً للمقام حج کے رکن متفق علیہ تین ہیں۔ احرام۔
وقوف بعرفہ۔ طواف الزیارۃ۔ فی الوقایہ و شرحہ۔ وفرضہ رای الحج (الاحرام)۔

والوقوف بعرفة - وطواف الزیارة انتہی ظاہر ہو۔ کہ جبتک ارکان حج کے تمامہا ادا
نہ کئے جاویں - تو حج ادا نہیں ہوگا - کان فوات کن الشئ یستلزم فوات الشئ - ولا
سترة فی ذلک اور الحج عرفة اپنے معنول میں صریح غیر محتمل للغیر ہے - بخلاف حدیث
ابوہریرہ کے من ادرک رکعة من الصلوٰة فقد ادرک قبل ان یقیم الامام صلبه
اخرجه ابن خزیمه مرفوعاً عن ابی ہریرة کیونکہ اسمیں احتمال ہو کہ رکعت سی مراد
رکعت تامہ ہو کما ھو قولکم - وان کان ضعیفا مرجوحا اور محتمل ہی کہ رکعت سی مراد رکوع
ہو وذلک راجح وقوی **لوجہین** احدہما - ان انضمام لفظ قبل ان یقیم الامام
صلبه - قرینة واضحة علی ذلک لا خفاء فیه (والثانی) قد حمله علی هذا ابن خزیمه
نفسه حیث ترجم الباب بذکر الوقت الذی یکون فیه المأموم مدرکا للرکعة
اذا رکع امامه **وروی** فیه هذا الحدیث - فقیاسه علی ذلک غیر سدید کما
لا یخفی - والقول بان مسمی الرکعة جمیع اذکارها وارکانها حقیقة شرعیة
وعرفیه وهما متقدمان علی اللغویة - مدفوع - فان ذلک مالم ینظم به صاف
وقد وجد ههنا کما مر انفا (ثانیاً) قد ثبت فی محله ان اطلاق الجزء علی الکل
اذا کان الجزء اعظم الاجزاء شائع ومن ههنا قیل الحج عرفة - والرکوع لیس کذلک
فافترقا **قوله** علاوہ بریں - من ادرک الرکعة میں حسب فرمان حنفیہ رکوع مراد لینا
الا حنفیہ سے عرض ہے کہ آپ لا صلوٰة وغیرہ میں صلوٰة کاملہ مراد لیا کرتے ہو - یہاں
بھی ادراک کامل لیجیے آہ **اقول** (اولا) کمال نماز کا یہی ہے - کہ نماز کو رعایت فرائض
وسنن وواجبات - وآداب کے ادا کیا جاوے - اور منہیات محرمات سی بچایا جاوی
اور رکوع کا کمال یہ ہی ہے کہ رکوع کو حسب الامر شارع کے بعمدگی بجالایا جاوی - اور منہیات
سی اجتناب کیا جاوے - الا قراءة فاتحہ اور قیام کو کمال رکوع میں کیا مداخلت ہے -
لان الرکوع لغة ہو انحناء مطلقا - وشرعا ہو انحناء العرفی الخاص - قراءة فاتحہ اور

Marfat.com

قیام کو ساتھہ رکوع لغوی اور شرعی کے کسیطرحکا تعلق نہیں ۔ اور نہ یہ اوسکی ماہیۃ لغویہ اور شرعیۃ میں داخل ہیں ۔ پھر ان سے اوسکا کمال کیونکر متصور ہو ۔ پس صاحب رسالہ کا یہہ فرمانا ۔ اور کہدیں من ادرک الرکعۃ رای الرکوع) آہ لیس علی ماینبغی فافہم وانصف (ثانیاً) ان اشیای مذکورہ کو کمال نماز کا کہنا تو اسلئے ہے ۔ کہ یہ اشیا رنماز شرعی کی ماہیتہ میں داخل ہیں ۔ اور ظاہر ہے کہ رکوع میں یہہ بات نہیں کما من فاقترقا ۔ فقیاس احدہما علی الاخر غیر سدید **قولہ** محمد اور طحاوی اور حلبی ملتزم الصحت نہیں ۔ انکی سندیں بیان کرو ۔ اور کسی تصحیح کے امام کی تصحیح دکھلاؤ ۔ **اقول** (اولا) کیا ترمذی ۔ اور نسائی ۔ اور احمد ملتزم الصحۃ ہیں ۔ **منہج الوصول** میں لکھا ہے ۔ حاکم ابو عبداللہ و خطیب بغدادی کتاب ترمذی را جامع صحیح مے نامیدند ۔ وایں تساہل ست ۔ زیراکہ احادیث منکرہ دران بسیار ست ۔ و قول حافظ ابن السکن ۔ و خطیب بغدادی درباره کتاب سنن نسائی کہ انہ صحیح وان لہ شرط فی الرجال اشد من شرط مسلم منظور فیہ وغیر مسلم ست ۔ زیراکہ دران رجال مجہولین اند ۔ عینا ۔ یا ۔ حالاً ۔ و رجال مجروحین و احادیث ضعیفہ و معللہ و منکرہ ست کما بینا علیہ فی کتاب الاحکام الکبیر و اما قول حافظ ابو موسی محمد بن ابی بکر مدینی درحق مسند امام احمد ۔ آنہ صحیح ۔ پس قولی ضعیف ست ۔ چہ دران احادیث ضعیفہ بلکہ موضوعہ ست مثل احادیث فضائل مرو ۔ و عسقلان ۔ و تربت احمر نزد حمص وغیر ذلک چنانچہ طائفہ از حفاظ بران تنبیہ کردہ اند انتہی (ثانیاً) کیا بخاری علیہ الرحمۃ نے **جزء القراءۃ** میں التزام صحت کا کیا ہوا ہے ۔ اور وہ اس رسالہ میں ملتزم الصحت ہیں ۔ حالانکہ آپنے اپنی رسالہ میں جابجا اوسی رسالہ سے استدلال پکڑا ہے (ثالثاً) جو آثار کہ آپنے اپنی رسالہ کے ص ۲۶ - ۲۷ میں بیان فرمائے ہیں ۔ اون میں کسی امام تصحیح کی ۔ تصحیح نقل کی ہے ۔ یا کہ کسی کی تصحیح اونپر ہوئی ہے ۔ یا کہ ناقل

Marfat.com

اونکا ملتزم الصحت ہی۔ اگر ہے تو پیش کیجئے۔ ورنہ اپنی تصویر آئینہ الزام میں ملاحظہ فرمائیے

رابعاً روایت ابوہریرہ کی ان رسول صلی اللہ علیہ وسلم انصرف من صلوٰۃ جھر فیھا بالقراءۃ فقال ھل قرا معی احد منکم انفا الحدیث رواہ ابوداود والنسائی والترمذی فقال ھذا حدیث حسن اور ابن حبان نے کہا ہے۔ کہ یہ حدیث صحیح ہی اور ابوحاتم نے کہا ہے۔ کہ یہ حدیث مقبول ہے۔ اور صاحب رسالہ نے اس حدیث کو اپنی رسالہ کے صفحہ ۳۹ و ۴۰ میں لکھا ہی۔ باوصف صحیح اور حسن اور مقبول ہونیکی صاحب رسالہ اسکے ضعف کے قائل ہیں۔ بہر مقام ہذا میں طالب تصحیح ہونا لیس له فائدۃ معتدۃ بھا

خامساً اکابر محدثین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔ حدیث مستقیم الاسناد سے بلاخدغہ استدلال پکڑتے ہیں۔ اور لکھتے ہیں کہ فلان راوی اوسکا قوی ہی۔ اور فلان ثقہ۔ اور فلان لامطعن فیہ ہے۔ اگر رواۃ کا ثقہ ہونا مکتفی نہوتا۔ تو استدلال اونکی منظور فیہ اور مخدوش ہوتے والحال انہ لیس کذلک **اخرج الحاکم** عن حبیب المعلم قال قیل للحسن ان ابن عمر کان یسلم فی الرکعتین الاولیین من الوتر۔ فقال کان عمر افقه منه۔ فکان ینھض فی الثانیة بالتکبیر انتھی وسکت عنه ذکرہ الزیلعی فی تخریج احادیث الھدایه **وروی الطحاوی** من طریق صحیح عن انس رضی اللہ عنه انه صلی الوتر ثلث رکعات لم یسلم الا فی اخرھن **وروی** الطحاوی ایضاً من طریق سعید بن منصور باسناد صحیح عن انس رضی اللہ قال الوتر ثلث رکعات ذکرہ الحافظ ابن حجر فی نصب الرایه **واخرج** ابن ابی شیبة عن علقمة بن وائل بن حجر عن ابیه قال رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم وضع یمینه علی شماله فی الصلوۃ تحت السرۃ۔ قال القاسم بن قطلوبغا سندہ جید و رواته کلھم ثقات۔ اما فلان فکذا واما فلان فکذا وقدمر۔ ونظائرھا کثیرۃ کما لا یخفی علی من یتداول کتب ھذا الفن

سادساً ہر مؤلف اور جامع

کے لئے کیا یہ ضروریات سے ہے۔ کہ وہ ملتزم الصحت ہی ہو۔ تو اوسکی کلام مقبول اور
منظور ہونی چاہیئے۔ ورنہ اوسکا کلام پایۂ اعتبار و اعتماد سے ساقط اور نامعتبر ہوگا۔
اگر اس التزام کا۔ التزام ضرور سمجھا جاوے تو صدہا مؤلفین اور جامعین کی کلام پر
اعتبار و اعتماد ہرگز نہ کرنا چاہیئے وھل ھذا الا وھن رسا بعًا ترمذی علیہ الرحمۃ
نے کہا ہے جمیع ما فی ھذا الکتاب من الحدیث ھو معمول بہ و بہ اخذ بعض اھل العلم
ما خلا حدیثین (ھذا وان کان منظورا فیہ عند بعض الاعلام) حدیث ابن
عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم جمع بین الظہر و العصر الحدیث **وحدیث**
النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال اذا شرب الخمر فاجلدوہ الحدیث حالانکہ ترمذی
میں احادیث صحیحہ حسنہ۔ ضعیفہ۔ غریبہ۔ منکرہ۔ معللہ موجود ہیں۔ باایںہمہ پھر معمول بہا
ہیں **قولہ** اور امام مالکؒ کے بلاغات کا حال سنئے۔ سیوطی نے تدریب میں کہا ہے
ومن بلاغاتہ احادیث لا تعرف کما ذکر ابن عبد البرؒ **اقول** اولًا امام مالک رحمہ
کی مؤطا اور بلاغات کا حال بہت لوگوں نے بیان کیا ہے۔ ہر ایک کا نقل موجب طوالت کلام
ہے۔ لھذا شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی مرحوم کی کلام پر اکتفا کیا جاتا ہے کہ
طالب حق کے لئے کافی ہے حجۃ اللہ البالغہ میں لکھتے ہیں فالطبقۃ الاولی منحصرۃ
بالاستقراء فی ثلثۃ کتب۔ الموطا۔ وصحیح البخاری۔ وصحیح مسلم انتہی اور **مصفی**
شرح مؤطا میں لکھتے ہیں۔ اما التزام پس شافعی گفتہ ما علی ظہر الارض کتاب بعد کتاب
اللہ اصح من کتاب مالک نیست برروی زمین کتابے بعد کتاب اللہ صحیح تر از کتاب مالک
و در روایتے ما وضع علی الارض کتاب ھو اقرب الی القرآن من کتاب مالک و در روایتے
دیگر ما فی الارض بعد کتاب اللہ اکثر ثوابا من موطا مالک گفت حافظ مغلطائی
اول من صنف الصحیح مالک اول کسیکہ تصنیف کرد صحیح را مالک است۔ گفت حافظ
ابن حجر کتاب مالک صحیح عندہ وعند من تقلدہ علی ما اقتضاہ نظرہ من الاحتجاج

Marfat.com

بالمرسل والمنقطع وغيرها كتاب مالك صحيحست نزد مالك ونزد كسى كه تقليد مالك كرده
است بر مذهبی که اقتضا کرده است او در نظر امام مالک - وآن مذهب استدلال بمرسل و
منقطع وغیر آن - یعنی علماء مختلف اند در عمل بمرسل ومنقطع - پس امام مالک وابو حنیفه و
اکثر علما تبع تابعین بصحت عمل بآں رفته اند - ونزدیک ایشان قول حضرت عمر
ومانند آن دلیل میتواند شد - واتفاق جمعی از تابعین مدینه دلیل میتواند شد - پس
امام مالک بر حسب مقتضای اصل خود رفته واین علل قادح در صحت حدیث نزدیک او
نیستند - پس موطا همه آں برای مالک وابو حنیفه وسائر تابعین صحیح باشد وسیوطی
زیاده کرده است بر حافظ ابن حجر وگفته است که مرسل ومنقطع حجت است نزدیک مالک وسائر
آنانکه موافق او اند درین مسئله وهمچنین حجت شد نزد مالک وقتیکه معتضد باشد بروایت مرفوعه
یا موقوف صحابی و در موطا هیچ مرسل نیست مگر که معتضد است بروایات مرفوعه بهمان لفظ
یا معنی آں - پس صواب آنست که گفته شود که موطا صحیح است نزدیک جمیع - فقیر گوید
اهل کتب ستة وحاکم در مستدرک سعی ها کرده اند در وصل مرسل مالک ورفع موقوف وی گویا
اینهمه شروح موطا اند ومتممات آں - وهیچ موقوف واثر تابعی نیست - مگر آنرا ماخذی
است از کتاب وسنت - چنانچه درین شرح خواهی دید - وابن عبد البر کتابی تصنیف
کرده است در وصل ما فی الموطا من المرسل گفت آنچه در جمیع موطا است از بلغه وعن
الثقة عنده ومانند آن شصت ویک است وهمه آں مسند است از غیر طریق مالک الا چهار حدیث
که ما نمی شناسیم ماخذ آں والله اعلم بالصواب یکی انی انسی ولکن انسی دوم
ان رسول الله صلی الله علیه وسلم اری اعمار الناس الحدیث سوم قول معاذ آخر ما اوصانی
رسول الله صلی الله علیه وسلم وقد وضعت رجلی فی الغرز ان قال حسن خلقك للناس
چهارم اذا انشات بحرية ثم تشاءمت فتلك عين غديقة فقیر گوید واین احادیث
اگر باین الفاظ واین هیئات ثابت نشده - پس معناش صحیحست - واین مبحث اگر خدا خواسته

Marfat.com

درجائی خود مذکور گردد انشاء اللہ تعالی انتہی۔ اس عبارت سے ثابت ہی کہ ابن عبد البر نے کہا ہے کہ مؤطا امام مالک میں بلغہ وعن الثقہ اور اوسکی مانند۔ در کل ہمگی اکسٹھ حدیثیں ہیں۔ اور وہ تمام مسند بطریق غیر مالک کے ہیں۔ الا چار حدیثیں فلان فلان۔ ان بلاغات کی نسبت جنکا ذکر فیما نحن فیہ میں ہے۔ لا تعرف نہیں فرمایا۔ بلکہ ابن عبد البر نے اون چار احادیث کا حصر کر کے بیان کیا۔ کہ وہ چار حدیثیں ہیں۔ پس صاحب رسالہ کا ومن بلاغاتہ لا تعرف۔ شاہد واسطے ان بلاغات کے جنکے در پے بیان ہیں لانا کمال دانشمندی ہے۔ ثانیا۔ ومن بلاغاتہ لا تعرف میں ظاہر ہی۔ کہ من تبعیضیہ ہی جسکا مدلول یہہ ہے کہ بعض بلاغات امام مالک کی ایسی ہیں۔ کہ اونکا مسند ہونا معلوم نہین ہوا۔ پھر کہاں سے یہہ معلوم ہوا ہے کہ وہ حصہ نہیں بلاغات میں منحصر ہی۔ کیا عدم العلم۔ علم بالعدم ہی۔ بفرض وتسلیم۔ اگر وہ بعض غیر معین وغیر مقرر بھی مانا جاوی۔ تو پھر اس عبارت کو شاہد واسطے ان بلاغات کے لانا تو دال بر تعیین و تقرر یقینی کے ہی۔ پھر تعیین و تقرر یقینی کہاں سے حاصل ہوا۔ شاید الہامی بات ہو۔ مع ان کلام ابن عبد البر بجنسہ کما مر من المصنف فافہم وانصف۔ ثالثا۔ کلام شاہ صاحب مرحوم کا دال ہے کہ اگرچہ یہ چار حدیثیں بایں الفاظ وبایں ہیئت ثابت نہیں۔ الا انکی معانی صحیح ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ بلاغات امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے ہمگی درست وصحیح ہیں۔ کسی میں بھی کلام نہیں۔ پس ومن بلاغاتہ لا تعرف عند التخصص بجا و ٹھیک نہیں **قولہ** طارق کا اثر صرف شرکت کا مظہر ہے تا اعتداد رکعت کا **اقول** طارق رض کا اثر صرف شرکت کا مظہر نہیں۔ بلکہ شرکت کا مظہر اور اعتداد رکعت کا مشعر ہی۔ اسلئے کہ طارق کہتا ہی۔ کہ ہم ابن مسعود کی ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ کہ ندا قد قامت الصلوۃ کے آئے۔ پھر ہم کھڑے ہوئے۔ عبد اللہ بن مسعود مسجد میں داخل ہوئے۔ اونہوں نے لوگوں کو رکوع میں دیکھا۔ پس تکبیر کہکر۔ رکوع کیا۔ پھر بحالت رکوع کی ہی چلکر شامل صف ہوئے۔ اور ہمنے بھی ایسا ہی کیا۔ جیسا کہ عبد اللہ بن مسعود نے کیا۔ اور

Marfat.com

زید بن وہب کے اثر سے صاف ثابت ہے۔ کہ ابن وہب کو عبد اللہ بن مسعودؓ نے اعتداد رکعت کا ایسی حالت میں حکم اور فتوی دیا۔ اور ابن وہب کو روکا۔ اور فرمایا قد ادرکت الصلوۃ۔ عبد اللہ بن مسعود تو اعتداد رکعت کے قائل ہیں۔ اور طارق کہتا ہے وفعلنا مثل ما فعل یعنی ابن مسعود پھر طارق کا اثر صرف شرکت کا مظہر ہے۔ یا کہ شرکت مع الاعتداد کا مشعر ہے۔ ہٹ دھرمی اور شی ہے اور احقاق حق اور۔ **اب** ہم ہر دو روایتوں کو نقل کرتے ہیں تاکہ ناظر منصف ملاحظہ کریں **روی الطحاوی** فی شرح معانی الآثار بسندہ

عن زید بن وھب قال دخلت المسجد انا وابن مسعود رض فادرکنا الامام وھو راکع فرکعنا ثم مشینا حتی استوینا بالصف فلما قضی الامام الصلوۃ قمت لاقضی فقال عبد اللہ قد ادرکت الصلوۃ **وروی الطحاوی** ایضا بسندہ عن طارق بن قال کنا مع ابن مسعود رض جلوسا فجاء الاذن قد قامت الصلوۃ فقام وقمنا فدخل المسجد فرای الناس رکوعا فی مقدم المسجد فکبر ورکع ومشی وفعلنا مثل ما فعل انتہی **قولہ** سوم ابو ہریرہ کے اثر میں رکعت سے رکوع مراد لینا ممنوع ہے۔ کیونکہ وہ شرعی رکعت نہیں **اقول** سلمنا ذلک الاحیکہ قرینہ صارفہ موجود ہو تو ممنوع نہیں۔ اور اس مقام میں قرینہ صارفہ صحیحہ موجود ہے۔ اور وہ قبل ان یقیم الامام صلبہ ہے۔ کما مر۔ بلکہ ایسی حالت میں رکعت تامہ مراد لینا ممنوع ہے لان القرینۃ الصریحۃ تابی عنہ۔ کما فی قولہ فلما رفع راسہ من الرکعۃ قال سمع اللہ لمن حمدہ رواہ البخاری ومر تمامہ **قولہ** چہارم بعض ان آثار سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ان صحابہ نے وہی کام کیا جو ابوبکرہ نے کیا تھا **اقول** ابوبکرہ کے لئے بھی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اعادہ کے لئے لا تعد فرمایا۔ عدم اعتداد رکعت کے لئے حکم نبوی اب تک ثابت نہیں ہوا۔ اگر ہوا ہے تو آپ ہی بیان فرمائیں۔ بل ثبت انہ لم یامرہ بالاعادۃ فثبت انہ اعتد بہا لان السکوت فی معرض الضرورۃ بیان۔ وقد مر الکلام فیہ بالاستقصاء **قولہ** پس انکے افعال باوجود امکان اختفاء الحکم عنہم کیونکر حجت ہونگے **اقول** الاختفاء

کما قال العینی فی البنایۃ [illegible] من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] منہم ابن مسعود وزید بن ثابت وابن عمر انتہی

Marfat.com

موھوم واشا لم یقینیۃ ۔ والیقین لا یرفعہ الوھم ۔ مع ان الظاھر الاطلاع **قولہ** فقیر صغیری اور مالابدمنہ آہ **اقول** جبکہ ادلہ اسکی مجمل خود مصرح اور مبین ہیں ۔ تو صغیری اور مالابدمنہ میں ادلہ کا مذکور نھونا ۔ کیا مستلزم اس امر کا ہی کہ یہ مسئلہ دراصل ہی بے دلیل ہے ۔ یا عدم ذکر ادلہ کا مستلزم ضعف اصل مسئلہ کا ہی ۔ یا کہ ہر مؤلف مختصر نویس کی لئی ضروریات سی ہی کہ وہ ہر مسئلہ مین دلیل بھی ضرور تحریر کری ۔ اکثر متون فقہ ہر مذہب کے اسے چال و داب پر ہیں ۔ ہاں البتہ اصل مسئلہ کا قوی ہونا ضروریات سی ہی سو بفضلہ تعالی اصل مسئلے کے قوت کا حال مبرہن و ظاہر ہو چکا ہے ۔ اور نیز جمہور کا مذہب بھی دریافت ہوا کہ یہی ہی جو کچھ کہ صغیری اور مالابدمنہ میں ہی ۔ اور ٹھیک مسئلہ کو جسکی ثبوت کی ادلہ موجود ہوں ۔ ہمارا ک اللہ کی خلاف کہنا ۔ ذہن رسا کی خوبی ہے ۔ ورنہ آپکے بہت بھائی بندو نے متون فقہ کے لکھی ہیں ۔ حالانکہ اونکے ادلہ وہاں ذکر نھیں کیے ۔ پھر کیا وہ ہمارا ک اللہ کی خلاف ہیں وَاللّٰہ یَعۡصِمُنَا عَنۡ ھٰذَا **قولہ** ابوہریرہ کا اثر موقوف ہی اور وہ حجت مسلمہ نہیں ۔ **اقول** یہ اثر اور باقی آثار اور مرفوعہ احادیث ملکر بہت بڑی حجت مسلمہ ہی آور وہ بھی کیسی کہ ۔ امام مالک ۔ اور امام شافعی ۔ اور امام ابوحنیفہ ۔ و اصحابہم ۔ اور ثوری ۔ اور اوزاعی اور ابی ثور ۔ اور احمد ۔ اور اسحاق ۔ رحمۃ اللہ علیہم ۔ اور حضرت علی اور ابن مسعود ۔ اور زید بن ثابت ۔ اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم ۔ جیسی حضرات مان گئی ۔ اور اپنے عمل کا عروۃ الوثقی ٹھرایا ۔ وقد مر تحقیقہ فیما مر **قولہ** بدون قرینہ لینی کے شرع میں کوئی نظیر نھیں **اقول** درست ہی ۔ الا یہاں تو قرینہ موجود ہے ۔ اور وہ فقد ادرک السجدۃ ہی وقد سبق تحقیقہ فیما سبق **قولہ** اگر یہ الفاظ مان لیں جو اپنی لکھے ہیں **اقول** اس فرضی تسلیم کی کیا ضرورت ہے مشکوۃ شریف کی صفحہ ۹۰ میں بعینہ الفاظ رفاعہ کی حدیث موجود ہی ۔ آپ ملاحظہ فرمائیں **قولہ** مولوی صاحب سچ ہی آہ **اقول** مولوی صاحب جیو سچ اور درست تو یہ ہی کہ علم فقہ متفرعہ اور نتیجہ قرآن کریم اور احادیث نبویہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کا ہے

اور ماخوذ مشکوٰۃ نبوت اور سیرت احمدیہ سے ہی۔ اور علم دینی میں کوئی علم۔ علم فقہ سے زیادہ
نہیں۔ اسواسطے کہ پہچانا جاتا ہے اس سے حلال اور حرام اور حکم اللہ تعالیٰ اور اوسکے رسولؐ کا۔ اور
علم حدیث اگرچہ اسکی اصل ہے لیکن یہ اوس سے ماخوذ ہے۔ اور اوسکا محصل اور نتیجہ ہے۔ اور
علم فقہ کی فضیلت میں فرمایا۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم "جسکے ساتھ ارادہ کرتا ہے اللہ تعالےٰ
بہتری کا۔ تو اسکو فقیہ کر دیتا ہے دین میں" روایت کیا اسکو بخاری و مسلم نے۔ اور
جامع ترمذی میں وارد ہے۔ کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے "فقیہٌ واحدٌ اشدُّ
علی الشیطان من الف عابدٍ" یعنی ایک فقیہ اشد ہے شیطان پر ہزار عابد سے۔ اور فرمایا کہ
دو خصلتیں ہیں کہ نہیں جمع ہوتی ہیں منافق میں ایک اچھی سیرت یعنی نیک خلق۔
اور دوسری فقیہ ہونا دین میں" روایت کیا اسکو ترمذی نے۔ اور ایک روایت میں ہے
کہ ہر دین کا ایک ستون ہے۔ اور ستون اس دین کا فقہ ہے ولنعم ما قیل اذا ما اعتذ ذو
علم بعلم + فعلم الفقه اولی باعتذارٍ + فکم طیب یفوح ولا کمسك + وکم طیر یطیر ولا کباز +
وقد مدحه الله بتسمیته خیرًا بقوله ومن یؤت الحکمة فقد اوتی خیرًا کثیرًا
وقد فسر الحکمة زمرة ارباب التفسیر بعلم الفروع الذی هو علم الفقه۔ ومن ههنا
قیل شعر وخیر علوم علم فقهٍ لانه + یکون الی کل المعالی توسلا + فان فقیهًا
واحدا متورعًا + علی الف ذی زهد تفضل واعتلی + وهما ماخوذان مما قیل للامام محمد شعر
تفقه فان الفقه افضل قائد + الی البر والتقوی واعدل قاصد + وکن مستفیدا کل یوم
زیادةً + من الفقه واسبح فی بحور الفوائد + فان فقیهًا واحدا متورعًا + اشد علی الشیطان
من الف عابد + هذه خلاصة ما ذکره صاحب الدر المختار جبکہ علم فقہ کا ایسا اعلیٰ درجہ کا علم
علم دین سے ہی تو صاحب رسالہ کا ان ہر دو بیت کا ذکر کرنا اس محل میں غیر محل اور نا موضوع ہے
مقتضی تہذیب و اخلاق کا نہیں هذا آخر ما اوردناه من جواب الجواب فی اعتداد الرکعة للمدرك
وعدم وجوب فاتحة الکتاب واخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمین + والصلوة علی رسوله

نماز جنازہ میں فاتحہ [illegible] کا جواب +

محمد وآله واصحابه اجمعين فايده صاحب رساله نے چونکہ بیان فرمایا ہی کہ نماز جنازہ میں
بھی سورہ فاتحہ کا پڑھنا فرض ہے - لہذا راقم اوراق بھی اتباعاً اسکے مختصر حال اس مسئلہ کا
گزارش کرتا ہی - **قوله** نماز جنازہ میں تکبیر اولی کی بعد فاتحہ پڑھنا سنت صحیحہ سی ثابت ہی الی
آخر ما قال فلا ینافی وجوب الفاتحة - حديث ابن عباس اخرجه الترمذي وقال حسن صحيح **اقول**
مستعينا بالله ابن ماجه نے **باب ما جاء في القرأة على الجنازه** کا منعقد کرکے دو حدیثیں
مرفوع بیان فرمائی ہیں ١ حدثنا احمد بن منيع ثنا زيد بن الحباب ثنا ابراهيم بن عثمان
عن الحكم عن مقسم عن ابن عباس رضي الله عنهما ان النبي صلى الله عليه وسلم قرأ على الجنازة
بفاتحة الكتاب ٢ حدثنا عمرو بن ابي عاصم النبيل وابراهيم بن المستمر قالا حدثنا ابو عاصم
حدثنا حماد بن جعفر العبدي حدثني شهر بن حوشب حدثتني ام شريك الانصارية - قالت امرنا
رسول الله ان نقرأ على الجنازة بفاتحة الكتاب انتهى سو یہ ہر دو حدیثیں قابل احتجاج اور مثبت فرضیت
نہیں ہوسکتیں - اسلئے کہ پہلی حدیث کی سند میں ابراہیم بن عثمان ابو شیبہ الواسطی ہی **میزان
الاعتدال** میں اوسکے ترجمہ میں لکھا ہی كذبه شعبه - وروى عثمان الدارمي عن ابن معين
ليس بثقة - وقال احمد ضعيف وقال البخاري سكتوا عنه وقال متروك الحديث انتهى
ملتقطاً - قلت وقال الترمذي منكر الحديث اور دوسری حدیث کی سند میں ابو عاصم ہی اور یہ ابو عاصم
العبادانی ہی **میزان** میں اوسکی ترجمہ میں لکھا ہی يقال اسمه عبد الله بن عبيد الله وقيل اسمه عبيد الله
بن عبد الله - ليس بحجة يأتي بعجائب - قال العقيلي منكر الحديث انتهى اور نیز اسکی سند میں حماد
بن جعفر العبدي البصري ہی اور وہ مختلف فیہ ہی **میزان** میں لکھا ہی وثقه ابن معين وابن حبان
وقال ابن عدي منكر الحديث لم اجد له غير حديثين انتهى مختصراً اور نیز ترمذی نے بھی **باب
ما جاء في القراءة على الجنازه بفاتحة الكتاب** کا منعقد کرکے فرمایا - اور حدیث ابن عباس
کو بیان کیا وقال اخبرنا ابراهيم بن عثمان عن الحكم عن مقسم عن ابن عباس ان النبي صلعم قرأ
على الجنازة بفاتحة الكتاب وفي الباب عن ام شريك - قال ابو عيسى حديث ابن عباس حديث

Marfat.com

لیس اسنادہ بذالک القوی۔ ابراھیم بن عثمان ھو ابو شیبۃ الواسطی منکر الحدیث والصحیح
عن ابن عباس قولہ من السنۃ القراءۃ علی الجنازۃ بفاتحۃ الکتاب انتہی **ت** اخرج بسندہ
عن طلحۃ بن عبد اللہ بن عوف ان ابن عباس صلی علی جنازۃ فقرء بفاتحۃ الکتاب۔ فقلت لہ
فقال انہ من السنۃ او من تمام السنۃ۔ قال ابو عیسی ھذا حدیث حسن صحیح والعمل علی
ھذا عند بعض اھل العلم من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم وغیرھم یختارون ان یقرأ بفاتحۃ
الکتاب بعد التکبیرۃ الاولی وھو قول الشافعی واحمد واسحاق **و** قال بعض اھل العلم
لا یقرأ فی الصلوۃ علی الجنازۃ۔ انما ھو الثناء علی اللہ والصلوۃ علی نبیہ ص والدعاء علی المیت
و ھو قول الثوری وغیرہ من اھل الکوفۃ انتہی۔ بعینہ۔ **اور زاد المعاد میں ہے** فاذا
اخذ فی الصلوۃ علیہ کبر وحمد اللہ واثنی علیہ۔ وصلی ابن عباس علی جنازۃ فقرأ بعد
التکبیرۃ الاولی بفاتحۃ الکتاب جھرا وقال لتعلموا انھا سنۃ۔ وکذالک قال ابو امامۃ
بن سہل ان قراءۃ الفاتحۃ فی الاولی سنۃ **و** یذکر عن النبی ص انہ امر ان تقرأ علی الجنازۃ
بفاتحۃ الکتاب ولا یصح اسنادہ۔ **قال** شیخنا لا یجب قراءۃ الفاتحۃ فی صلوۃ الجنازۃ
بل ھی سنۃ **و** ذکر ابو امامۃ بن سہل عن جماعۃ من الصحابۃ الصلوۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم
فی الصلوۃ علی الجنازۃ **و** روی یحیی بن سعید المقبری عن ابی ھریرۃ انہ سأل عبادۃ بن الصامت
عن الصلوۃ علی الجنازۃ فقال انا واللہ اخبرک تبدأ فتکبر ثم تصلی علی النبی ص وتقول اللھم
ان عبدک فلان کان لا یشرک بک وانت اعلم بہ ان کان محسنا فزد فی احسانہ۔ وان کان
مسیئا فتجاوز عنہ اللھم لا تحرمنا اجرہ ولا تفتنا بعدہ ومقصودنا ان الصلوۃ علی الجنازۃ
ھو الدعاء للمیت۔ وکذالک حفظ عن النبی ص۔ ونقل عنہ مالم ینقل من قراءۃ الفاتحۃ انتہی۔

اور شاہ ولی اللہ صاحب مرحوم موطا امام مالک کی شرح میں لکھتے ہیں **مسئلہ** صفت
صلوۃ جنازہ موافقست با صفت صلوۃ مطلقہ در نیت وقیام وقرات وصلوۃ بر آں حضرت ص
وسلام وبغیر ارکان صلوۃ تکبیرست ودعا برای میت نیز منقولست۔ پس شافعی میل کردہ است

Marfat.com

بانکہ چیزی کہ دران با صلوۃ مطلقہ موافق ست بطریق فرضیت بود۔ بدلیل حمل وی بر صلوۃ
مطلقہ در شروط۔ پس ہمچنین محمول باشد در ارکانی کہ دران موافق افتادہ بخلاف مثل رکوع
وسجود کہ عدم مشروعیۃ آن بتواتر معلوم شد بندہ ضعیف گوید فیہ نظر۔ زیرا کہ لفظ
حدیث در قراءۃ فاتحہ من السنۃ ست وعمل ابن عمر ترک آنست وجمع میتوان کرد بہ مستحب بودن
آن۔ وآین دلیل عدم فرضیت میتواند شد انتہی۔ اور فتح القدیر میں ہی لا یقرأ
الا بنیۃ الثناء ولم یثبت عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم القراءۃ انتہی اور شیخ دہلوی
لمعات میں لکھتے ہیں قال علمائنا لا یقرأ الفاتحۃ الا انہ یقرأ بنیۃ الثناء۔ ولم یثبت
القراءۃ عن رسول اللہ صلعم انتہی۔ ویظہر من کلام فتح الباری۔ ان مرادہم مشروعیۃ القراءۃ
لا وجوبہا و قال الکرمانی والمراد بالسنۃ التی وقع فی کلام ابن عباس فی الترمذی الطریقۃ
المسلوکۃ فی الدین۔ وبہ قال الطیبی اور عینی شرح بخاری میں لکھتا ہی قد اختلف فیہ
فنقل عن ابن المنذر عن ابن مسعود والحسن بن علی وابن الزبیر والمسور بن مخرمۃ مشروعیتہا
بہ وبہ قال الشافعی واحمد واسحاق۔ ونقل عن ابی ہریرۃ وابن عمر لیس فیہا قراءۃ وہو
قول مالک والکوفیین و قال ابن بطال ممن کان لا یقرأ فی الصلوۃ علی الجنازۃ۔ عمر وعلی
وابن عمر۔ وابو ہریرۃ۔ ومن التابعین عطاء۔ وطاؤس۔ وسعید بن المسیب۔ وابن
سیرین۔ وسعید بن جبیر والشعبی وقال ابن المنذر ومجاہد وابن حماد۔ وبہ قال الثوری
وقال مالک قراءۃ الفاتحۃ لیست معمولا بہا فی بلادنا فی صلوۃ الجنازۃ انتہی اور موطا
امام مالک میں ہی مالک عن نافع ان عبد اللہ بن عمر کان لا یقرأ فی الصلوۃ علی الجنازۃ۔ مالک
عن سعید بن ابی سعید المقبری عن ابیہ انہ سأل ابا ہریرۃ کیف تصلی علی الجنازۃ۔ فقال
ابو ہریرۃ انا لعمر اللہ اخبرک اتبعہا من اہلہا فاذا وضعت کبرت وحمدت اللہ وصلیت
علی نبیہ ثم اقول اللہم عبدک وابن عبدک وابن امتک کان یشہد ان لا الہ الا انت وان محمدا
عبدک ورسولک وانت اعلم بہ۔ اللہم ان کان محسنا فزد فی احسانہ وان کان مسیئا فتجاوز عنہ

Marfat.com

عنه سيئاته - اللهم لا تحرمنا اجره ولا تفتنا بعده انتهى اور معراج الدرایہ میں لکھا ہے کا یقرء الفاتحة
وبه قال مالک وهي واجبة عند الشافعي وبه قال احمد - ولنا قول ابن مسعود لم يوقت رسول الله صلى الله عليه وسلم لنا
في الصلوة على الجنازة دعاء ولا قراءة كبر ما كبر الامام واختر من الدعاء اطيبه وهكذا
روي عن عبد الرحمن بن عوف وابن عمر فانهما قالا ليس فيها قراءة وتاويل حديث جابر انها
تقرء على سبيل الثناء ولا على وجه القراءة - ولان هذه ليست بصلوة حقيقة وانما هي دعاء
واستغفار للميت - ولهذا ليس فيه اركان الصلوة انتهى ان عبارات اور احادیث مذکورہ سے چند
فائدہ حاصل ہوئے ١ جنازہ میں قراءۃ فاتحہ حضرت صلعم سے بطرق صحیحہ نصاً ثابت نہیں ٢ حضرت
جابر رض کا انہ من السنۃ فرمانا مثبت فرضیت فاتحہ کا نہیں کما من الکرمانی وغیرہ ٣ عمل اصحاب
اور تابعین کا بھی مقتضی فرضیت کا نہیں ۴ ابو ہریرہ رض جو کہ وجوب قراءۃ فاتحہ فی الصلوۃ میں علم
ہیں صلوۃ جنازہ میں وہی وجوب کے قائل نہیں ۵ محققین احناف قراءۃ فاتحہ کو لا علی سبیل القراءۃ
بل علی وجہ الثناء قائل ہیں - **الغرض** صاحب رسالہ کا مدعی یعنی فرضیت فاتحہ کی جنازہ کی نماز
میں اسقدر بیان سے جو کہ صاحب رسالہ نے بیان فرمایا ہے ثابت نہیں ہوتا - ہاں البتہ اگر اور کوئی
دلیل کافی ثبت مدعی بیان فرماوینگے تو ہم انشاء اللہ تعالی توجہ تام سے اوسکی طرف کان اور دھیان
لگاوینگے **علاوہ** براں نسائی کی روایت میں ہی صلیت خلف ابن عباس فی الجنازۃ
فقرء بفاتحۃ الکتاب وسورۃ وجہر حتی اسمعنا الحدیث یہ روایت دال اسپر ہی کہ فاتحہ اور سورہ
جہراً جنازہ میں پڑہی جاویں فہذا لو کان ثابتا لاداہ - واللہ اعلم بالصواب **اللہم** ارنا الحق حقاً
والباطل باطلاً وتب علینا انک انت التواب الرحیم وصل علی حبیبک وخیر خلقک محمد نبینا
الکریم والہ وصحبہ اجمعین **قولہ** فقہ کے ابتدائی متنوں میں **کیدانی** ہے جو کہ ہند پنجاب
میں مروج ہے اسپر ملا علی قاری نے فرمایا ہے الی اخر ما قال ولو لا حسن الظن به وتاويل كلامه بسببه
لكان كفره صريحا وارتداده صحيحا الخ **اقول** صاحب رسالہ عیب جینے اور خطا بینی کے سخت
مشتاق اور بڑی مشتاق ہیں - اور معیوب ہونا اس امر کا محتاج بیان نہیں - حالانکہ باب

Marfat.com

تاویل الکلام مفتوح ہی۔ اور جو کلام کہ باتاویل صحیح اور درست ہوسکتی ہی۔ اوسکو خواہ مخواہ محمل
غیر حسن اور غیر شرع پر حمل کرنا کچھ ضروریات دین سی نہیں۔ اسی جگھہ سی ہی۔ جبکہ دو حدیثوں
یا آیتوں میں تطبیق بوجہ من وجوہ التطبیق ممکن ہو۔ تو تصییر الی نسخ احدہما۔ اور اہمال احدہما
خارج از مقتضا قواعد اصول ہی۔ کما بین فی موضعہ۔ اور کیدانی کا کلام ماول ہی کما اولہ
بعض الشراح لہ ولا شائن کاھل الحدیث کی معنے کاہل المحدوث کی ہیں۔ کیونکہ فعیل بمعنے
مفعول فی کثیر من المواضع مستعمل ہے۔ جیسے قتیل بمعنے مقتول ونظائرہ۔ اور اشارہ کاہل
المحدوث وہ اشارہ ممنوعہ ہے جسکو روایت کیا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ان رجلاً کان
یدعو باصبعیہ فقال لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احد احد رواہ الترمذی والنسائی والبیہقی
فی الدعوات الکبیر مشکوۃ مث قال القاری احد احد بکسر الحاء المشددۃ امر مؤکد للتاکید
ای اشر باصبع واحدۃ لان الذی تدعوہ واحد۔ واصلہ واحد قلبت الواو ہمزۃ انتہی اور کلام علی
القاری علیہ الرحمۃ کی بھی مشیر الی التاویل ہے حیث قال لولا حسن الظن بہ وتاویل کلامہ بسببہ یعنی
اگر کیدانی کی کلام کی تاویل نہوسکتی تو ایسا ہوتا۔ پس یہ کلام ظاہر یا بمنزلہ ظاہر کی ہی۔ کہ یہ کلام اوسکا ماول
ہی کیونکہ حسن ظن بالمومنین مقتضائے تاویل ہی۔ پھر خواہ مخواہ اوسکی کلام کو خلاف سنت اور خلاف
شرع پر حمل کرنا حسن ظن کا مقتضی نہیں۔ بلکہ اسارت اور سوء ظنی ہی فتعین حملہ علیہ اخراجاً
لکلام عالم عما یشتبہ فیما یمکن من المحامل کما قالہ صاحب الاساۃ یعنی ضرور ہوا۔ کہ یہ بات
قرار دین۔ تو کہ عالم کا کلام حتی الامکان اسارت سی نکل جاوے جسمیں عالم کی برائی نکلے۔ اور ثبوت
مسئلہ اشارہ کا بدیہی ہی محتاج بہ بیان نہیں۔ جیسے کہ سنن اربعہ۔ اور صحیح مسلم۔ اور سنن ابن ماجہ
اور مسند احمد۔ اور موطا مالک۔ اور موطا محمد۔ اور شرح معانی الآثار۔ اور معاجم طبرانی۔ اور سنن
سعید بن منصور اور مصنف عبد الرزاق اور ابن ابی شیبہ وغیرہ میں ہی کما بسطہ علی القاری
فی رسالۃ تزیین العبارۃ اور نوازل فقیہ ابو اللیث اور ذخیرہ اور غنیہ اور حلیہ اور فتح القدیر۔ اور
بحر الرائق اور نہر الفائق اور خانیہ اور مجتبی شرح مختصر القدوری۔ اور در المختار۔ اور اسکی حواشی

Marfat.com

اور مواہب الرحمن - اور اوسکی شرح برہان وغیر ذالک میں ہی - امام محمد اپنی مؤطا میں بعد ذکر اشارہ کی فرماتے ہیں قال محمد وبصنع رسول الله صلی الله علیه وسلم ناخذ وهو قول ابی حنیفة رحمة الله علیه - انتھی **انتباہ** بہت بڑی بڑی حفاظ محدثین اور فقہا رحمۃ اللہ علیہم سے سہو قلم ظہور ہیں آنا مقتضای بشریت ہی - عصمت خواص انبیاء علیہم السلام سے ہی - الا چشم پوشی اور صواب انکو دیکھنا ہی داب صالحین سے ہی - **نظیراً** گزارش ہوتا ہے - نواب صدیق الحسن خان صاحب بلوغ السؤل من اقضیۃ الرسول کے ص ۲۴۵ میں قصہ سنگسار ماعز بن مالک میں لکھتے ہیں **و** فی بعضها انه امر فحفرت له حفیرة ذکرها مسلم وهی غلط من روایة بشیر بن المهاجر وان کان مسلم روی له فی الصحیح - فالثقة قد یغلط انتھی یعنی بعض طرق حدیث میں وارد ہی کہ حضرت صلعم نی امر فرمایا کہ واسطے ماعز کے گھڑا کھود اجادی اور یہ غلط ہی - روایت بشیر بن مہاجر سے - اگرچہ اسکو مسلم نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہی - کیونکہ غلطی کبھی ثقہ سے بھی ہو جاتی ہی انتھی - اور اسی روایت کو بیہقی نے بھی بیان فرمایا - الا بیہقی نی سکوت کیا اس روایت اور روایت عدم حفرہ میں کچھ تطبیق نہیں دی ذکرہ الحافظ الزیلعی فی تخریج احادیث الهدایة **واضح ہو** کہ صاحب رسالہ نی درباب ناسخ و منسوخ عجیب گفتگو اور اپنی رائی اظہار فرمائی ہی - راقم الاوراق کا بھی منشا تھا کہ اس باب میں کلام محققین اور مفسرین اور محدثین کی نقل کرتا اور اون کی اقوال معرض بیان میں لاتا - الا ازانجا کہ حجم ان اوراق کا از بس زیادہ ہو گیا ہی خوفاً للاطناب اس بحث کو علیحدہ رسالہ مرتب کرنا مناسب معلوم ہوا انشاء اللہ تعالی اس رسالہ کی طبع کے بعد اوسکی طبع کا ارادہ کرونگا اگر قضا نی مہلت دی وما توفیقی الا بالله - ولیکن هذا اخر ما اردناه ونسال الله التوفیق الرفیق فی جمیع امور الدنیا والاخرة اللهم صل علی حبیبك الرسول الامی وعلی اله وصحبه اجمعین - وتب علینا انك انت الغفور الرحیم - وکان ذلك فی شهر الصفر من شهور السنة الواحدة والاثنا عشر ۱۳۰۱ من الهجرة النبویة علی صاحبها الصلوة والتحیة

تمت

Marfat.com

تقریظ رسالۃ الانیفۃ المسماۃ بنور الملقب بکشف النقاب فی رد فصل الخطاب جلکیدہ قلم مولوی غلام غوث صاحب عفا اللہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ربنا نحمدك على ما علمتنا من علم الكتاب + كما نحمدك على ما اسبغت لنا اتباع الرسول المستطاب
ونصلي على نبيك نبي الرحمة صاحب الامر والاحتساب + وعلى حبيبك شفيع الامة في يوم
الحساب سلام عليه وعلى اله وعترته والاصحاب وعلى الائمة المجتهدين الذين لهم
عند الله لحسن مآب **اما بعد** فيقول العبد المنهمك في الاثم والارتكاب المسكين
المستغفر من الله العزيز الوهاب الفقير غلام غوث بن مولينا المولوي **محمد عالم**
صدر نبلاء الفنجاب تجاوز الله عن سيئاتهما ربنا رب الارباب فقد القي الي كتاب
وما ادريك ما الكتاب **شعر**

كتاب كريم سمو الخطاب خطاب جدي فنعم الجواب المسمى بنور الملقب بكشف النقاب في رد
فصل الخطاب ولعمري ذلك الكتاب مبارك ليتذكروا اولوا الالباب وليت شعري انه
هدى وبشرى لاولى الالباب والحق انه صحيفة شريفة موشحة بايات الكتاب ورسالة
مبتكرة مرصعة باثار الباب والذي نفسي بيده هو حلي من الارطاب وايم الله هو
ازكى واطهر واطياب فما لي الا انشد في تاريخ تاليفه بيتين تذكرة للاحباب في
حساب الجمل تنشيطا للطلاب **وهما هذان** كتاب بارع نور جلي نور
كمصباح الدجى كشف النقاب فقلت مؤرخا لما اضاءنا + **وفي نور** على فصل الخطاب
كيف لا هو من تصنيفات انبل الكتاب + مولينا المولوي **فضل الدين** الذي
في حيله عقبات العلامة الفهامة الذي اليه خضعت الرقاب والامام الهمام الذي اليه

Marfat.com

اليه سبقه الطلاب هو يعسوب فى مطارحات المناظرة والخطاب وليث فى مطاعنات المحاضرة والجواب

شعر

هى كل راى راى ما اجاب على كل بحث على مزاراب كيف

ماقلمه تمر على القرطاس من السحاب وتنساب لسانه فى الجياب كالحباب الّفه بعد ما التمس منه سلة من الاحباب وقالوا عجل لنا قطنا قبل يوم الحساب قد افسدوا فى ديننا اتبعة عبد الوهاب فسعوا فى الارض بالبغى والطغيان والانصاب وما هم الا خداع الامة وخلاب ربنا مسنا الشيطن بنصب وعذاب وهل اتك نبؤ الخصم اذ تسوروا المحراب اذ دخلوا على دين قيم من غير الابواب ان كل الامتكرى لا ئمة فحق عقاب هذا وان للطاغين لشر مآب + فجزاهم ضرب الرقاب + او ضربا مبرحا من سوط العذاب + فاخذ فى ردهم بعد ما دعا ربنا انت الوهاب فانصرنا واحفظنا من شراولئك الاحزاب فقيل له اتينك الفضل وفصل الخطاب هذا عطاؤنا فامنن او امسك بغير حساب فانسخ نسخة نا سخة لاسفار الكذاب واطنب عليهم من فرعيته جلباب فلله دره بهذا الانتصاب على ذلك الامر المصلاب اجزاه الله جنات من نخيل واعناب ثم جنات عدن مفتحة له الابواب بفاكهة كثيرة وشراب كما وردان للمتقين لحسن مآب + ثم لا تنس ما فصل الخطاب كتاب مستحدثة فى اللباب حرى بالكذاب عند اولى الالباب ولعصك عن فاضل اريب ملجأ الشيخ والشاب وحكيم حاذق فى الاخذ والاكتساب بآديا فى قراءة فاتحة الكتاب جازما على المقتدين بالايجاب فاوجد فيه لتاركية العقاب وانذر قوما من ارتاب وما هو الا لشئ عجاب فاما انى فلا استحيى من الحق ولو عزنى فى الخطاب + وما ابرئ نفسى ان النفس لامارة بالسوء والارتكاب اقول عرض على كتابى التحريرين بالانتياب لارسم على اى منهما نقطة الانتخاب فبان لى التجهيم لكشف النقاب على رشاقة فصل الخطاب + على ما مشى عليه النبى والاصحاب وعلى اسلوب مارد فيه جمهور المذهب المستطاب فاق ضيائه على سنائه حتى توارت بالحجاب كما تتوارى انارة النجوم اذا الشمس اطنبت الطناب او كما تخفى عند الالتهاب برقة الشهاب فان لم ينج منجى الذباب تبكية تبكيت الغراب

Marfat.com

صحت نامہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
[illegible]	۱۵	فلت	فلق
〃	۲۰	پشاور	اور پشاور
۷	۳	عقب	عقل
۸	۲	عدۃ	عدۃ
〃	۷	منہا	متہاً
〃	۱۵	معاخرین	معاصرین
۹	۴	میرتہ	سیرتہ
۱۰	۸	لم تنزل	لم تزل
〃	۱۶	ایدہ	یدہ
۱۱	۷	الکروری	الکردری
〃	۲۱	لہم او بالغہم	لہ او بلغہم
۱۲	۱۱	نثارہ	نہارہ
〃	〃	خلیفہ	وظیفہ
〃	〃	للخلیفہ	للخلیقہ
〃	۱۹	باعثا اللعن	باعثا للعن
۱۳	۶	من قبول شہادۃ من / قبول شہادۃ من	من قبول شہادۃ من
〃	۷	فتر	فترہ
〃	۹	نہ ہونی	نہ ہوئی
۱۴	۹	ما آتیکم	ما آتیکم الرسول
۱۵	۱۳	مان	ماں ہی
〃	۱۵	ویا	یا
〃	۱۴	جواس	اس
۱۶	۴	اقتدام قتد	اقتدا قتد
〃	۱۱	نصیحۃ	نصیحتہ
۱۶	۷	مت	متت
〃	〃	عن	من
〃	۹	فتناً قضاً	فتنۃ قضاً
〃	۱۵	قضاً	قضا
۱۸	۱	قعداً	قضا
〃	۵	قال النبی	قال اتیت النبی
۱۹	۲	تم میں	تم میں سے
۲۱	۶	دیکھو	دیکھئے
[illegible]	۱۸	نغا	نفا
۲۳	۳	عفی	علی
۲۵	۹	بالحسن	بالحس
〃	۱۴	کقضایا	بقضایا

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۵	۱۴	ہذا	
۲۶	۲۱	حرسی	بتی
۲۷	۵	نہیں	نہیں
〃	۱۴	بغرض	بفرض
۲۸	۱۳	نکتہ	ملکتہ
۳۰	۱	اور شرح غریب	او شرح غریب
〃	۲	اخیار	اخبار
〃	۱۲	مدلس حدیث	مدلس کی حدیث
〃	۲۰	رواۃ	روایۃ
۳۱	۱۰	صحہ	صحتہ
〃	۱۵	المکلی	المکی
۳۲	۲۰	روایۃ	روایتہٗ
〃	۲۱	روایۃ	روایتہٗ
۳۳	۱۸	تعیمن	تعیین
〃	〃	تخصص	تخصیص
۳۴	۲	بنم	لینتم
〃	۱۲	الادراء	دراء
〃	۲۱	عنہا	عما
۳۵	۱۰	فبسج	بسبح
〃	۱۵	(نازعینہا)	نازعنہا
〃	۲۱	سمعو	سمعوا
۳۶	۳	قتیتۃ	قتیبۃ
〃	۴	رعدکم	احدٌ
۳۷	۱۸	فقہ	فقیہ
۳۸	۹	اوالطحاوی	والطحاوی
۴۰	۲۰	جس طرح	جرح
۴۱	۷	النہایۃ	البنایۃ
〃	〃	عبارت	عبارات
〃	۱۴	الہدالے	الہدالی
۴۳	۳	صراحتاً	صراحۃً
〃	۸	علاج نہیں	علاج ہی نہیں
〃	۱۹	فاصنع	فاصبغ
۴۶	۱۲	آیات	اثبات
۴۸	۱۳	الالی	فی
〃	۱۴	ودع	داع
۵۰	۱	فرضیت	فرضیت فاتحہ
〃	۱۴	رواہ	ورواہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۵۳	۱۵	نہم	فہم
۵۵	۵	عمرؓ	عُمر
〃	۸	صحتا	صحتہا
〃	۱۱	حنسہ	حسنہ
۵۷	۵	بھی	ہی
〃	۱۲	نہیں	ہو
〃	۱۴	الکاملۃ	الکامل
۵۹	۸	النفی	فنفی
۶۰	۱	با ہے	ہے
〃	۳	بھی	ہی
〃	۱۴	خاتمہ	فاتحہ
۶۱	۱۰	اُسی	اُس
۶۲	۱۲	باشمول	بشمول
۶۴	۶	اعلم	عَلَم
〃	۷	والاخدیج	والولد خدیج
〃	۹	والامندج	والولد مخدج
〃	〃	الیہ	الید
〃	۱۱	ابو حادر	ابو حاتم
〃	۱۴	البادبہ	البدیۃ
〃	۱۷	اس محاورہ میں (وسلو خلاج) ہیں	اس محاورہ میں (وسلو خداج) خداج
۶۵	۹	وعن	عن
〃	۱۰	ذاب	ثواب
〃	۲۱	والا	الا
۶۶	۱۱	اور اُن سے	اوروں سے
۶۷	۱	کا	کے
۶۸	۱۵	آتی	آتی ہے
۶۹	۱۴	یہ حال	بہ حال
〃	۱۱	بجا درست	[illegible]
۷۰	۳	[illegible]	[illegible]
〃	۴	〃	〃
۷۱	۸	اتفاقاً	انصافاً
۷۲	۵	عریض	عریف
۷۳	۳	الشہورہ	المشہورۃ
۷۵	۱	منظور	منصور
〃	۸	واشتراط	اشتراط
۷۸	۱۲	فی النہار	فی نصف النہار

Marfat.com

تحقیق الخطاب علی ... کا

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
	۳	بعنی صحیح حقیقی	بعنی حقیقی
〃	۵	یصلح	یصح
۸۴	۲۱	اہل	سن اہل
۸۵	۱۳	کنتم	کتبتھم
〃	۱۷	فی	وفی
۸۶	۷	صح	اصح
〃	۱۲	دین	زین
〃	۱۷	راقد	واقد
۸۷	۷	وثقہ	ثقہ
۸۸	۱۳	کلمہ	حکمہ
〃	۱۷	استبنی	انبثنی
۸۹	۸	جواب	جواب سوال
〃	۹	فتقول	فنقول
〃	۱۵	ذکر کرنا	کرنا
۹۱	۲	سے	کی
۹۲	۲	حقیقتًا	حقیقۃً
〃	۸	موداد اور مورد	مواد اور موارد
〃	۱۸	ذل لہ	الآن لہ
۹۳	۹	یہی	ہی
〃	۱۱	ہے	ہیں
۹۴	۱۸	کمثل	مثل
۹۵	۵	اصلیہا	صلیہا
〃	۱۲	بار	بامر
۹۶	۳	فرصیتنا	فرضیتہا
〃	۱۴	حضرت	حضرت نے
۹۷	۲	لئے	لئے کیا کہ
۹۸	۱۶	امالک	اما لک
〃	۱۸	الصلوۃ	الکلام
〃	۲۰	المانین	المابین
۱۰۰	۷	فعلا	نعلان
۱۰۴	۵	بنیہا	بہنا
۱۰۹	۱	تتکلم	تتکلم فیہ
۱۱۱	۲۱	بالبیس	بالبیں
۱۱۲	۱۴	طرق	طریق
۱۱۳	۸	لاعمر	عمر
〃	۲۱	تفتی	تفت
۱۱۴	۹	وقع	رقع
〃	۱۹	بالفاظمہ	بالفاطمہ
〃	۲۰	لا	الا

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۱۵		بھی	نے بھی
۱۱۸		مطلقا	مُطلقًا
۱۱۹		حدث	حدیث
۱۲۱		محال	مہمل
〃	۱۸	صحابہ خلفاء	خلفاء
۱۲۲	۷	کے	کا
〃	۹	کرتا	کرنا
۱۲۵	۸	میں سے	میں
۱۲۶	۲	ایسی	ایسی ہی
۱۲۸	۱۷	کل	کی
〃	۲۰	اوہی	اُنھی ہی
〃	۲۱	پٹ	پھر
〃	〃	سبیل	سبیل
۱۲۹	۴	لکھے	کہتے
〃	۶	جواب کا	کا جواب
۱۳۱	۱۵	فیما	وفیما
۱۳۲	۲۱	قال	قال کان
〃	〃	ابن زیاد	زیاد
۱۳۴	۱۰	خالصاحت ع	خان صاحب لکھنے میں
۱۳۶	۱۲	تضع منافیہ	تقع ... فیہ
۱۳۸	۹	صراحتًا	[illegible]
۱۳۹	۳	زیادہ	
〃	〃	〃	〃
〃	۶	〃	〃
〃	۱۵	نہ ہو	ہو
۱۴۰	۱۸	وہی ہی	وہی
۱۴۱	۵	تعلیمہ	تعلمہ
۱۴۴	۹	ثما قرأ	ثم اقرأ
〃	۱۱	کلاما	کلام
〃	۱۳	مسیرة	میسّرة
〃	۱۸	میسر	تیسر
〃	〃	تشارع	الشارع
〃	۲۰	اعتبار	اختیار
〃	۲۱	قبیل	قول
۱۴۵	۱۰	اتیمی	التیمی
〃	۱۳	ہے	بھی ہے
〃	〃	کلام	یہ کلام
۱۴۶	۱۲	سکتی	سکتیں
〃	۱۵	وحید	وجہ

تحفۃ لہ الابواب بقلم ... ثقہ

صفحہ	سطر
۱۳۶	۸
۱۴۷	۳
〃	۴
۱۴۹	۴
〃	۱۲
۱۵۱	۵
〃	۱۸
〃	۲۰
۱۵۲	۱
〃	۲
〃	۱۶
۱۵۴	۴
۱۵۵	۳
〃	۵
〃	۱۰
〃	۱۲
〃	۱۹
۱۵۶	۳
〃	۸
۱۵۷	۶
۱۶۱	۱۲
۱۶۲	۷
〃	۸
۱۶۴	۱۸
۱۶۵	۱۳
۱۶۷	۲
〃	۱۲
۱۶۸	۱۰
۱۶۹	۱
〃	۶
〃	۱۰
۱۷۰	۳
〃	۶
〃	۱۱
〃	۱۲
۱۷۱	۴

Marfat.com

غلط		غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
سہو ہو		او	و	۲۱۰	۱۶	تفہموا	ان تفہموا	۲۴[illegible]	۵	کے لئے	کے
ہیں	.	واخذ	واحد	۲۱۲	۴	ووجوب	وجوب	〃	۱۵	انسبات	اسبات
عن	۱	للاکثر	لاکثر	۲۱۳	۱۱	وما	ما	〃	۲۱	ہوچکا	ہوچکی
ہندنا	۱۱	قرا	قرأکا	〃	۱۵	وہدایہ	ہدایہ	۲۴۳	۷	فالامور	فالمامور
اُس ہیں	۱۹	حدیث روایت	حدیث	۲۱۴	۱۳	ہے	کی ہے	〃	۲۱	دون	دونہ
اول	۲	بھی	ہی	۲۱۵	۹	بیشر	بیشتر	۲۴۶	۳	بھی	ہے
لی کل الجزا	۱۱	ہے	سے	۲۱۶	۴	اجنا	واجتبنا	۲۴۷	۶	روایت	اصح روایت
قطعہ	۱۵	رحمۃ اللہ علیہ شرح	شرح	〃	۲۰	فانا	فانہ	〃	۱۷	بنصہ	بنفسہ
ہے اور	[illegible]	ہاں	وہاں	〃	〃	السقیطفۃ	السقیفۃ	۲۵۰	۱۷	فیہ	فیتہ
نہوئی	۱۱	ہنا	نہاد	〃	۲۱	فانہم انتہہ	فافہم انتہے	۲۵۱	۱۶	فیقرأ	فقیراز ک
جن	۲۰	اللفعہ	القفقۃ	۲۱۷	۱	المجتہدین	المجتہدین	〃	۱۷	الامامت	الامت
بیا نہا	۱۴	کہتے	کہتے	〃	۹	لما	نما				
ہیں	۳	اخوانا	اخوانا	〃	۱۰	العبلی	العینی	〃	۲۱	اور	اور مجملہ زمرہ محدثین کے امام المسلمین فخر المحدثین امام بخاری اور مسلم کو بھی شیخین کہتے اور ہیں
ہیں	۱۳	یجہران	یجہرون	۲۱۹	۲۱	کیا	کیا				
بیقات	۱۴	بہ مختصراً	بہ مختصر حال	۲۲۱	۷	ان تفحوا	ان تفہموا			•	
〃	۱۲	نماد	نماز	〃	〃	تعقلوا	ان تعقلوا	۲۵۳	۱۹	خفر	حفر
ابت	۱۳	ہے	بھی	۲۲۲	۱۳	الا	الامام	۲۵۴	۱۰	نحفر	بحفرک
ھی	۱۸	من الحفاظ والحفاظ	من الحفاظ	۲۲۵	۱	ہوئے ہیں	ہونے میں	〃	۱۴	ارشاد	ارشاد
ھی	〃	بعلی	تعلی	〃	۱۲	لیست	لیت	۲۵۵	۲	خصرہ	حفزۃ
بارو	۳	ذکر	ذا[illegible]	[illegible]	۳	تہذیب	التہذیب	〃	۱۳	لئے	لئے آ
موت	۲	النظر	[illegible]	۲۰۶	۱۰	میں کے	کی	۲۵۸	۲	فاتحہ کا	فاتحہ
ت	۸	رسارہ	اشل الرص	〃	۵			〃	۱۶	کنیت	رکنیت
ت	۸	فجر	خلجی					۲۵۹	۱۱	نقصان	لنقصان
ں	۱۵	مازاد	مع مازاد	〃	۱۴	اور کچھ نہیں	بلکہ تو یہ ترجیح جو ہے اقول یہ کون کہتا ہے کہ ترجیح عام قراۃ فاتحہ کا موجب بھی آثار میں نہیں	۲۶۰	۴	اوراصل	دراصل
ب	۲۱۴	التعنوط	التعغوط					۲۶۱	۷	تقرب	لتقرب
	۷	الامام	الاقم					۲۶۲	۳	اور دلائل	دلائل
ن	۲۱	حاجب	صاحب	۲۲۸	۶	منفدالی	مقتدی	〃	۱۳	لفظ	ولفظ
فی کی	۱۲	النہری	النَّہری	〃	۸	قوتۃ	فوت	〃	۱۶	اروی	ازدی
	۶	ہیں	بتین	۲۲۹	۳	بکا	کلمہ کا	۲۶۳	۲۰	کسی	تحقق کسی
	۲۱	وہاں بھی	وہاں	〃	۱۹	بل	بل	۲۶۴	۴	شرح	شرح میں
	۶	حجر	حجرنے	۲۳۰	۱۹	حدیث اثار	اثار	〃	۷	لانقفہ	[illegible]
	۲	البکاء	البکائی	〃	۲۱	شبر	شبیر	〃	۱۹	ثان	[illegible]
	۷	عبداللہ عمر	عبداللہ بن عمر	۲۳۱	۱۰	[illegible]	[illegible]	۲۶۵	۲	[illegible]	[illegible]
	۱۳	مال جو	جو	〃	۲۱	بالسنۃ	بالسنۃ کی	〃	۱۳	[illegible]	[illegible]
	۱۹	ابو سنجہ	ابو حباب	۲۳۲	۵	مراجعتہ	مراجعۃ	۲۶۷	۱۳	فاانجبر	فلانجبر
	۲۰	لسنحتم	لنسختہ	〃	۹	امام شافعیہ	لشافعیہ	〃	۱۵	کے ماہرین	
الی اللہ	۱۰	امین	یمین	۲۳۴	۱۳	ولا یکرہ	لا یکرد	۲۶۹	۱۳	محول	
	۳	اور بہت	بہت	۲۳۵	۶	روایتہ	روایۃ	〃	۱۹	ولا	
	۶	سنہ	سبہ	۲۳۶	۹	العید	العبد	۱۷	۱۰	عقلا	

Marfat.com

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۷۱	۱۴	منبی	متبنی	[illegible]	۱۷	روایۃ	راویۃ
″	۸	الزہب	المذہب	۳۰۲	۱	رواہ البخاری	البخاری
۲۷۲	۱۱	مفہوما	مفہوم	″	۵	بروایۃ	بروایتہ
″	۲۰	کتاب	کتب	۳۰۸	۶	فنصرف	فتنصرف
″	۲۱	جنکو	بلکہ	″	۲۱	اسی	اس
۲۷۳	۶	زرمہ	ازرتہ	۳۰۵	۳	یضمن	بضمن
″	۱۳	والنظام	النظام	۳۱۰	۶	اور	اور اگر
۲۷۴	۳	تقبید	تقلید	″	۱۸	ہی	ہی ہے
″	۱۸	سے حدیث	حدیث	۳۱۴	۱۳	فرمائی	فرمائے
۲۷۵	۱۲	الشیرازمائے	الشیرازہاری	۳۱۵	۱۵	لابرمی	لابری
۲۷۷	۱۳	الضعیف	الضعف	۳۱۶	۱۸	عشرہ	وعشرہ
۲۷۸	۱۰	کبار	من کبار	″	۱۹	ہے	وہذا
″	۱۴	واکتب	وکتب	۳۲۰	۷	اعلمکم	آغلمکم
″	۲۱	عبادات	عبارات	″	۲۱	سبکی	جسکی
۲۷۹	۷	ہیں	ہے	۳۲۱	۱۷	بالدلیل	مطالب الدلیل
″	۱۶	مطروح	مطروح ہے	۳۲۲	۲۱	کئے جاویں	کیا جاوے
۲۸۰	۹	ما	اول ما	۳۲۳	۱۹	برید	بن یزید
۲۸۱	۱۲	خلا ورد	خلا ورود	۳۲۷	۱	ایہ	انبہ
۲۸۴	۱۶	واقعہ	واقعی	″	۲	اسامی لہم	الساجی لہم
۲۸۵	۱۰	تنبادر	تبادر	۳۲۸	۲۰	عقلاً اور اشارۃً	عقد اور اشارہ
″	۲۱	منشا	الحاصل منشاء	۳۲۹	۹	فعل	بصورۃ فعل
۲۸۷	۱۲	جیب	حبیب	۳۳۱	۱	قدرے	قدرے زیادہ
۲۸۸	۲۰	سو	سور	″	۶	اس	اس اثر کو
۲۸۹	۵	السیب	المسیب	۳۳۳	۱۰	ادا	روایۃ
″	۷	سلیمان	وسلیمان	۳۳۴	۱	حظر	حفر
″	۹	دعیت	ما دعیت	۳۳۶	۲	اسکے	بدون اسکے
۲۹۰	۷	النہایۃ	البنایۃ	۳۳۹	۲	ابوبکر	ابوبکرہ
″	۱۹	حسین	حسنؓ	″	۴	نوشدارز	نوش دارو
۲۹۱	۱۶	بتیبہ	بعینہ	″	۱۶	زیادہ	زیادۃ
۲۹۲	۵	وقعتہ	رکعتہ	[illegible]	۱۷	″	″
۲۹۴	۲	بلغت	بلغتہ	۳۴۰	۱۱	بہوہو	ہوبہو
″	۱۰	حاجنۃ	حاجۃ	۳۴۲	۳	میں بجز	میں نحر
۲۹۵	۱	ہی	بھی	۳۵۵	۲۱	نقلاہ	لتقلدہ
۲۹۶	۱۶	یشعس	لیتفق	۳۵۶	۱۳	شرط	شروع
۲۹۸	۴	نہ ہوتا	ہوتا	۳۶۱	۱۵	غباذا	عبادانی
″		ذکرہ	ذکرہ فی التعلیق	۳۶۴	۱۶	دالا	والا
۱۱۴	۹	فی آخرہن	الا فی آخرہن	۳۶۵	۱۶	وسات	اسارت
″	۱۹	لنبایہ	فی البنایۃ				
″	۲۰	نانیۃ	فی البنایۃ				

تمت صحت نامہ کتاب انوار نعمانیہ

Marfat.com